مَعارِفِ ربّانی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کا "فرانس" کے "جزیرۂ ری یونین" کا سفرنامہ

مرتب: خادم خاص حضرت والا دامت برکاتہم

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ
گلشن اقبال کراچی پاکستان

معارفِ ربّانی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کا فرانس کے جزیرہ ری یونین کا سفرنامہ

مرتّب۔ خادم خاص حضرت والا مدظلہم

خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ

گلشنِ اقبال کراچی پاکستان

به فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے ہی نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرتِ اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ کتاب: معارفِ ربانی
(چند برس قبل چند صفحات عنایاتِ ربانی کے نام سے شائع ہوئے۔ الحمد للہ اب معارفِ ربانی کے نام سے مکمل شائع کیا جارہا ہے۔ سابقہ رسالہ عنایاتِ ربانی بھی اس میں شامل ہے۔)

نامِ مؤلف: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالهم علينا الى مأة وعشرين سنة

مقام اور موضوع: جزیرہ ری یونین کے تیسرے سفر کے حالات و ملفوظات

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ، خادمِ خاص حضرت والا

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعتِ اوّل: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ مطابق مئی ۲۰۰۹ء

تعداد: ۱۰۰۰

باہتمام: ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن

فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارفِ ربانی

احبابِ ری یونین کی دعوت پر ۲۵؍صفر المظفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۵؍اگست ۱۹۹۳ء بروز اتوار، محبی ومحبوبی، مرشدی ومولائی، شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ری یونین کا تیسرا سفر فرمایا۔ حضرت والا کے ساتھ احقر راقم الحروف سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ اور عبدالعزیز سوجی صاحب تھے جو چار دن پہلے حضرت والا کی ہمراہی کے لیے ری یونین سے تشریف لائے تھے۔ کراچی سے عصر کے بعد حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ ہوائی جہاز سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے اور مغرب کی نماز جماعت سے بمبئی ائیر پورٹ پر ادا کی گئی اور بمبئی ائیر پورٹ پر تقریباً چار گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد ساڑھے بارہ بجے شب ہوائی جہاز ماریشس کے لیے روانہ ہوا۔ فجر کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی گئی۔

مورخہ ۲۶؍صفر المظفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۶؍اگست ۱۹۹۳ء بروز دوشنبہ مقامی وقت کے مطابق نو بجے صبح ہمارا جہاز ماریشس (Mauritius) اُترا۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت اور سرسبز جزیرہ ہے۔ یہاں سے ری یونین کا سفر ہوائی جہاز سے تقریباً بیس منٹ کا ہے۔ یہاں اکثریت ہندوؤں کی ہے جو تقریباً پچاس فیصد ہیں اور مسلمان اٹھارہ فیصد ہیں۔

ائیر پورٹ پر کافی حضرات حضرت اقدس کے استقبال کے لیے موجود

تھے۔ دوپہر کا قیام مولانا ابوبکر صاحب کے مکان پر تجویز تھا۔ سفر میں رات بھر کی بیداری سے حضرت والا کافی تھک گئے تھے اور نیند کا بھی غلبہ تھا لہٰذا نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے بعد دوپہر کا کھانا تناول فرما کر حضرت والا نے آرام فرمایا۔

عصر کی نماز کے بعد چائے پیتے وقت فرمایا کہ ابھی سوتے ہوئے خواب میں مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم خانقاہ تھانہ بھون کو دیکھا۔ مولانا نے خواب ہی میں پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو ناز دِکھانا چاہیے؟ میں نے جواب دیا کہ ناز کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو دوسرے اس پر غلبۂ حال ہو جیسے جنگِ بدر میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی تھی:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ﴾

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ، ج: ۲، ص: ۹۳)

یہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلبۂ حال تھا ورنہ آپ تو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دوسری جماعت پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ بدونِ غلبۂ حال انبیاء علیہم السلام نے بھی ناز نہیں کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے غلبۂ خشیت میں فرمایا:

﴿وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ﴾

(سورۃ الشعرآء، اٰیۃ: ۸۷)

اے اللہ! قیامت کے دن مجھے رُسوا نہ کیجئے لہٰذا ناز کے لیے مقبول ہونا ضروری ہے جیسے کوئی بلا کا حسین اگر ناز دِکھائے تو اچھا لگتا ہے مگر کوئی اندھا ناز دِکھائے تو ناگواری ہوتی ہے بلکہ غصہ آتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

زشت باشد روئے نازیبا و ناز
عیب باشد چشم نابینا و باز

قبیل مغرب حضرتِ والا دامت برکاتہم مولانا ابوبکر کے مکان سے ان کے مدرسہ میں جو سنی مسجد سے ملحق قائم کیا ہے تشریف لے آئے۔ مسجد کے امام صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا مغرب بعد چند منٹ کچھ نصائح فرمائیں تو نوازش ہوگی ورنہ اصل بیان تو عشاء کے بعد ہے۔ حضرت والا نے ان کے مشورہ کو قبول فرمایا۔

بہترین خطا کار

بعد مغرب اس حدیث کی تشریح فرمائی:

﴿كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ﴾

(سننُ الترمذی، کتابُ صفة القیامة و الرقائق، ج: ۲، ص: ۷۶)

فرمایا کہ خَطَّاءٌ کے معنی ہیں کثیر الخطاء۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر انسان کثیر الخطاء ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثیر التوبہ ہیں۔ کثیر الخطاء کو کثیر التوبہ بھی ہونا چاہیے۔ جیسا مرض ویسی دوا اور توبہ بھی تینوں شرائط کے ساتھ ہو۔

(۱) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ اِلَى الطَّاعَةِ یعنی عوام کی توبہ یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے لگیں۔ نافرمانی سے فرماں برداری کی طرف رجوع یہ عوام کی توبہ ہے اور خواص اولیاء کی توبہ ہے:

(۲) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَى الذِّكْرِ یہ خواص کی توبہ ہے کہ دل اللہ سے ذرا غافل ہوگیا، گناہ نہیں کیا ذرا سی غفلت پیدا ہوگئی تھی تو دل کو پھر اللہ کی یاد میں لگا دیا۔

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اِک قلبِ ناتواں کو توانائی دے گیا

(۳) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَۃِ اِلَی الْحُضُوْرِ اور اَخص الخواص کی توبہ یہ ہے کہ دل کو ہر وقت اللہ کے سامنے حاضر رکھے اور اگر کبھی غیبت ہو جائے کہ دل ذرا سا ان کے محاذات سے ہٹ جائے تو فوراً دل کو اللہ کے سامنے کر دے، یہ ہمہ وقت باخدا رہتے ہیں، یہ لوگ خیر الخطائین ہیں۔ اب ایک علمی اِشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توبہ سے جب بندہ خیر ہو گیا اللہ کا پیارا ہو گیا تو خیر الخطائین کیوں فرمایا صرف خیر فرما دیا ہوتا خطائین کی نسبت ہی باقی نہ ہوتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر توبہ کی کرامت اور خاصیت ظاہر نہ ہوتی کہ توبہ ایسا کیمیکل ہے جو شر کو خیر بنا دیتا ہے اور خطائین کی نسبت باقی رہنے سے بندوں کی عزت میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ ترکیب اضافی میں مضاف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے جَآءَ غُلَامُ زَیْدٍ یہاں زید نہیں غلام مقصود ہے، بس خیر الخطائین میں خیر ہی مقصود ہے نہ کہ خطائین۔

دربار کا ادب

حضرت والا کے اس بیان کا ترجمہ مسجد میں ایک طرف انگریزی میں ساتھ ساتھ کیا جا رہا تھا۔ اس کے بعد عشاء کی اذان ہوگئی اور جب جماعت کھڑی ہوئی تو تکبیر کے وقت بعض حضرات نے ہاتھ باندھ رکھے تھے تو حضرت والا نے یہ مسئلہ بتایا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ دربار کا ادب ہے اور دربار میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد داخل ہوتا ہے لہٰذا پہلے سے ہاتھ باندھ کر کھڑا نہ ہونا چاہیے بلکہ ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہونا چاہیے جب امام تکبیرِ تحریمہ کہے تو اب تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھے۔

۲۷ رصفر المظفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۷/ اگست ۱۹۹۳ء بروز منگل، بعد فجر، مسلم سنی مسجد، ماریشس میں بعد نمازِ فجر حضرتِ والا نے نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرمایا

تبلیغی نوجوانوں کی درخواست پر حفاظت نظر کے متعلق ہدایات

فجر کے بعد میز بان حضرات سمندر کی سیر کے لیے حضرت والا کو سمندر کے کنارے لے گئے جہاں سے نو بجے واپسی ہوئی اور حضرت والا اِشراق کے لیے مسجد تشریف لے گئے اور میزبان ناشتہ کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔ حضرت والا کو بھوک محسوس ہو رہی تھی لیکن مسجد میں تبلیغی جماعت کے امیر نے درخواست کردی کہ ہمارے نوجوان دوست نگاہ کی حفاظت کے متعلق حضرت والا سے ہدایات چاہتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ جماعت تقریباً دو گھنٹہ بعد یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بہت اچھا اور احقر سے تنبیہاً فرمایا کہ اب ناشتہ کا درمیان میں ذکر بھی نہ کرنا کہ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے کیونکہ ناشتہ مقصود نہیں ہے۔ جب دین کی بات ہو رہی ہو تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔ چہرہ سے بھی ظاہر نہ کرو کہ توجہ ناشتہ کی طرف ہے۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ نوجوان ہو یا بڈھا ہر ایک کو نظر کی حفاظت کی ضرورت ہے بلکہ بڈھے کو اور زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے کیونکہ جب کار پُرانی ہو جاتی ہے تو اس کی بریک بھی ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ جوان کی ہمت بلند ہوتی ہے وہ جب چاہتا ہے فوراً بریک لگا دیتا ہے۔ بوڑھے کی ہمت بھی کمزور ہوتی ہے اور بوڑھی کار کی بریک لگاؤ تو بھی دو قدم آگے جا کر رکتی ہے لہٰذا بوڑھے کے پھسلنے کا زیادہ خطرہ ہے اس لیے بوڑھوں کو زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔ بنگلہ دیش میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری جوان بیٹی ہے آپ تو اس کے دادا اور نانا کے برابر ہیں ذرا اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیجئے۔ میں نے کہا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ یہ تو بالکل حرام ہے چاہے سو برس کا بوڑھا ہو جائے کسی عمر کا ہو جائے اس کو بھی جوان لڑکیوں کو دیکھنا یا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا

سب حرام ہے اور جوانوں کے لیے بھی ناجائز ہے کیونکہ ان کی قوت بھی جوان ہے اس لیے بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کسی نوجوان کو کوئی عورت بلائے جو خوبصورت بھی ہے خاندانی بھی ہے مگر وہ اس سے کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس کو قیامت کے دن عرش کے سائے کا وعدہ ہے۔ ری یونین میں مجھے بعض نوجوان علماء نے بتایا کہ یہاں عیسائی لڑکیاں ڈاڑھی والوں کو زیادہ پسند کرتی ہیں اور ان کو دیکھ کر اشارے کرتی ہیں کہ ہمیں یوز (use) کرو یعنی استعمال کرو تو میں نے ان سے کہا کہ جب وہ تمہیں اشارے کریں تو میرا یہ شعر پڑھ دو۔

اس نے کہا کہ کم ہیر میں نے کہا کہ نو پلیز

اس نے کہا کہ کیا وجہ میں نے کہا خوفِ خدا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ لو نہ دو دیکھ تو لو! لیکن اللہ نے کیا فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں کیونکہ دیکھنے سے حسن اور عشق میں ایکسیڈنٹ ہوجائے گا۔ جب ایکسیڈنٹ ہوگا تو ایمان میں ڈینٹ آجائے گا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ جس نے کسی عورت کو دیکھا اس نے آنکھوں کا زِنا کرلیا یعنی نہ اس کا گال چوما، نہ اس کو پیار کیا، نہ اس سے کوئی بُرا کام کیا، صرف دیکھنے سے آنکھوں کا زِنا ہوجائے گا۔ اسی طرح لڑکوں کو دیکھنا حرام ہے اور ان سے گفتگو کرنا گپ شپ کرنا یہ زبان کا زِنا ہے، اسی طرح نامحرم عورتوں سے باتیں کرنا ہنسی مذاق کرنا زبان کا زِنا ہے زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، حج وعمرہ کرکے حاجی صاحب جہاز پر بیٹھے، ائیر ہوسٹس آئی تو اب اس کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں کہ آپا چائے تو لادو۔ نفس کہتا ہے کہ پہلے اس کو آپا کہو، آپا کہنے کے بعد چھاپا مارو اور پھر اس کا پاپا کھالو یعنی گناہ کی حرام لذت حاصل کرلو۔ دیکھئے! حکومت نے اعلان کیا کہ ایک ہفتہ

تک پانی نہیں ملے گا اپنی ٹنکیاں بھر لو، آپ نے ٹنکیاں بھر لیں لیکن ٹونٹیاں بند نہیں کیں تو پانی اسٹاک نہیں ہوگا، سب بہہ جائے گا۔ اسی طرح عمرہ سے، نوافل سے، تہجد سے، تبلیغ سے قلب نور سے بھر جاتا ہے مگر آنکھ سے نامحرم کو دیکھ لیا، کان سے گانا سن لیا تو سارا جمع شدہ نور دل سے نکل جاتا ہے۔

جلد اللہ والا بننے کا نسخہ

بس ایک چیز اور بتاتا ہوں۔ بمبئی میں ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ جلد اللہ والا بننے کا کیا نسخہ ہے؟ میں نے کہا جو جہاز اُڑانے کا نسخہ ہے۔ جہاز کا میٹریل (Material) زمین سے ہے، اس کا سارا لوہا پیتل وغیرہ زمین کا ہے اور ہر چیز اپنے مستقر اور مرکز پر رہتی ہے۔ اس کو اُڑانے کے لیے تین چیزیں چاہئیں (۱) صحیح پائلٹ ہو جو منزل کا راستہ جانتا ہو (۲) اور پٹرول بھی بہت زیادہ چاہیے کیونکہ اُڑانے میں کئی ہزار گیلن خرچ ہو جاتا ہے اور بعد میں تو ہوا کے سہارے پر اُڑتا ہے (۳) تیسرے یہ کہ دوڑنے کے بعد جب جہاز میں اسٹیم تیار ہوگئی کہ اب ٹیک آف کرنے والا ہے کہ ایک دشمن نے فائر کر دیا جس سے اس کی اسٹیم نکل گئی اب جہاز نہیں اُڑ سکتا، بس اب پائلٹ بھی بے کار پٹرول بھی بیکار۔ اسی طرح انسان کا جسم بھی زمین سے بنا ہے اس کو زمین کی چیزوں میں مزہ آتا ہے مٹی کی عورت، مٹی کا کھانا، مٹی کے کباب، مٹی کی بریانی، مٹی کا مکان انہی چیزوں میں لگا رہتا ہے لیکن جب اللہ والا بننا چاہے تو اب ایک مرشد بنائے پھر ذکر اللہ اور تلاوت و تبلیغ کی محنتوں سے قلب میں ایک اسٹیم پیدا ہوتی ہے۔ شیطان دیکھتا ہے کہ اب اس کی اسٹیم تیار ہے اور اب یہ اللہ کی طرف ٹیک آف کرنا چاہتا ہے تو اس کو عورتوں میں، حسینوں میں، لڑکوں میں اور دنیا کے مال و دولت کے چکروں میں ڈال دیتا ہے، آنکھوں سے بدنظری کرا کے، کانوں سے

گانا سنوا کر، زبان سے غیبت کرا کے، جھوٹ بلوا کر، گناہ کرا کے اس کی اسٹیم ختم کر دیتا ہے جس سے وہ ساری زندگی خدا تک نہیں پہنچتا۔ ہاں اگر تقویٰ اختیار کرے تو محبت کی اسٹیم قائم رہتی ہے جس کی برکت سے اللہ تک پہنچتا ہے۔ پھر اس کا جسم تو یہاں رہتا ہے اور قلب و روح اپنے اللہ کے ساتھ رہتے ہیں، اس کی روح کا جہاز اللہ کے قرب میں اُڑتا ہے، صرف جسم سے دنیا کا کام کرتا ہے مگر وہی تین شرطیں یعنی شیخ اور راہ نما ہو، محبت کا پٹرول ہو اور خوب ہو اور اسٹیم ضائع نہ کرے یعنی گناہ سے بچے، صحبتِ اہل اللہ اختیار کرے اور ذکر کی کثرت کرے۔

آخر میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گذرے یہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد ہے۔ اے اللہ! ہم سب کو اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک بدون استحقاق و بدونِ صلاحیت پہنچا دے کیونکہ آپ کریم ہیں اور کریم بدون صلاحیت عطا فرماتا ہے۔

آج بعد عشاء ماریشس کے دار الخلافہ پورٹ لوئیس کی مسجد شانِ اسلام میں حضرت والا کے بیان کا نظم تھا راستہ میں شہر فینکس (Phoenex) میں ماریشس کے ایک نوجوان عالم نے کچھ دیر قیام کی درخواست کی تھی لہٰذا حضرت والا مع چند رفقاء کے تقریباً ڈیڑھ بجے پہنچے اور نماز کے بعد قیلولہ فرمایا۔

ولی اللہ بننے کا راستہ

نماز کے بعد چند نصیحتیں فرمائیں:

فرمایا کہ اللہ کی ولایت اور دوستی حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اللہ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کے معنی ہیں کہ ہمارے دوست ہو جاؤ کیونکہ دوسری آیت میں فرماتے

ہیں اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ہمارے اولیاء کون ہیں؟ متقی بندے۔ تو معلوم ہوا کہ متقی اللہ کا دوست ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے دوست بننا چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ حاصل کرنا ہے تو کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہمارے دوستوں کی یعنی متقی بندوں کی صحبت اختیار کرو۔ گدھا بھی اگر نمک کی کان میں گر جاتا ہے تو نمک بن جاتا ہے اور جب نمک بن گیا تو بادشاہ بھی کھاتا ہے اور مفتی اعظم بھی کھاتے ہیں لیکن نمک بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ گدھا مر جائے، اپنے کو مٹا دے، اگر نہ مرا تو گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ بس جو اللہ والا بننا چاہے وہ اپنے نفس کو کسی صاحبِ نسبت کے سامنے مٹا دے۔ اپنی رائے کو اس کی رائے میں فنا کردے، اس کی کامل اتباع کرے تو یہ بھی اللہ والا ہوجائے گا۔

یہ طریقہ بزرگوں سے چلا آرہا ہے اور اسی طریقہ سے لوگ اللہ والے بنے ہیں اور یہ سنت سے زیادہ قریب ہے لہٰذا زیادہ نفع بخش ہے جبکہ دوسرے طریقوں میں یہ خاص بات نہیں اگرچہ وہ بھی نافع ہیں کیونکہ دین کا کوئی کام نفع سے خالی نہیں لیکن تزکیہ واصلاحِ کامل کے لیے یہ طریقۂ بزرگاں خاص ہے جبکہ کسی دینی کام میں انتظاماً اگر کسی کو امیر بنادیا گیا تو دوسرے وقت وہ مامور بھی ہوسکتا ہے لیکن شیخ مرید نہیں ہوسکتا جس طرح نبی اُمتی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے شیخ ہر دن شیخ رہتا ہے لہٰذا اس کی صحبت سے اصلاحِ کامل ہوتی ہے۔ اللہ والا بننے کے لیے کسی صاحبِ نسبت سے جو بزرگوں کا اجازت یافتہ ہو تعلق ضروری ہے۔ اس کے بغیر عادۃً نسبت عطا ہونا محال ہے۔

دوسری ضروری چیز اللہ والا بننے کے لیے گناہوں سے بچنا ہے، ولایت کا مدار تہجد، نوافل، کثرتِ ذکر، نفلی حج وعمرہ پر نہیں ہے، تقویٰ پر ہے اور تقویٰ کے

معنی ہیں اللہ کی ناراضگی والے اعمال سے بچنا یعنی اللہ کو ناراض نہ کرنا اور اس زمانہ میں جو گناہ عام ہے اور جس کی وجہ سے ہزاروں سالکین خدا سے محروم ہوگئے ہیں وہ ہے بدنگاہی۔ حدیث پاک میں اس کو آنکھوں کا زِنا فرمایا گیا ہے زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ نظر بچانے میں دل کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے، نظر بچاؤ اور دل میں ایمان کا حلوہ کھاؤ اور آج کل تو سڑکوں پر، ائیر پورٹوں پر، ریلوے اسٹیشنوں پر، اسکولوں کے پاس ایمان کے حلوہ کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں، نظر بچاتے رہو اور حلوۂ ایمانی کھاتے رہو، نظر کو تکلیف دو اور دل میں ایمان کے حلوہ کی لذت اور مٹھاس لو، دنیا ہی میں جنت کا مزہ ملنے لگے گا۔ اہل اللہ کو ایک جنت دنیا ہی میں عطا ہوجاتی ہے جَنَّۃٌ فِی الدُّنْیَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰی جس دل میں خالقِ جنت ہے، جنت سے زیادہ مزہ اس کو نہ ملے گا؟ جس نے اللہ کو راضی کرلیا وہ خالقِ جنت کو ساتھ لیے پھرتا ہے ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

اور دوسری جنت آخرت میں ملے گی جَنَّۃٌ فِی الْعُقْبٰی بِلِقَآءِ الْمَوْلٰی جہاں دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔ اللہ ہم سب کو نصیب فرمائیں، آمین۔

دو وظیفے

فرمایا کہ دو وظیفے بتاتا ہوں جس کا خیال ابھی نماز ہی میں آیا اور سوچ رہا تھا کہ کوئی پوچھے گا تو بتادوں گا۔ نیک بننے کے لیے اور گناہ چھوڑنے کے لیے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ ان شاء اللہ بہت جلد گناہ چھوٹ جائیں گے کیونکہ اس کلمہ کے معنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمائے ہیں:

﴿لاَ حَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَۃِ اللہِ اِلاَّ بِعِصْمَۃِ اللہِ وَلاَ قُوَّۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللہِ اِلاَّ بِعَوْنِ اللہِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، کتابُ الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید، ج:۵، ص:۱۳۲)

ہم گناہوں سے نہیں بچ سکتے مگر اللہ کی حفاظت سے اور کسی عبادت کی ہم میں طاقت نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارک کی شرح میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جب بندہ لَاحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللہِ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَ اسْتَسْلَمَ اَیْ عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَ تَرَکَ الْعِنَادَ یعنی میرا بندہ مطیع وفرماں بردار ہوگیا اور سرکشی چھوڑ دی۔ وَاسْتَسْلَمَ کے معنی ہیں اَیْ فَوَّضَ عَبْدِیْ اُمُوْرَ الْکَائِنَاتِ بِاَسْرِھَا اِلَی اللہِ تَعَالٰی عَزَّ وَ جَلَّ اور میرے بندے نے اپنے سارے کام میرے سپرد کردیئے لہٰذا جب اللہ روزانہ فرشتوں کو بشارت دیں گے کہ میرا بندہ فرماں بردار ہوگیا تو کیا ان کو لاج نہ آئے گی ورنہ فرشتے کہیں گے یا اللہ آپ تو فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرماں بردار ہوگیا لیکن یہ تو ابھی نالائقیاں کررہا ہے لہٰذا اللہ اپنی بشارت کی لاج رکھتے ہوئے بندہ کو سنوارنے کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اسی لیے پہلے زمانے کے مشائخ اپنے مریدوں کو صرف لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللہِ ہی کا ذکر بتایا کرتے تھے اور اسی سے وہ صاحبِ نسبت ہوجاتے تھے۔

(۲) اور دوسری اس دعا کو روزانہ مانگا کیجیے معمول بنالیجیے:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ وَلاَ تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِکَ﴾

اے اللہ! مجھ پر رحم فرمایئے ترکِ معصیت کی توفیق عطا فرما کر اور مجھے بد بخت نہ کیجیے اپنی معصیت ونافرمانی سے۔ حدیثِ پاک کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ہر گناہ آدمی کو بدبختی کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ کا ترک خوش قسمتی کی طرف لے جاتا ہے۔ معصیت سببِ شقاوت ہے اس لیے بہت ڈرنا چاہیے، گناہ سے بہت بچنا

چاہیے اور ترکِ معصیت علامتِ رحمتِ حق اور علامتِ سعادت ہے۔

وضو کے دوران منقول دعا

ایک صاحب کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ وضو کے دوران ایک ہی دعا مسنون ہے، امام نسائی نے اپنی کتاب **عمل الیوم و اللیلۃ** میں یہ دعا نقل کی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ﴾

(عمل الیوم و اللیلۃ، ص: ۴۲، رقم الحدیث: ۸۰)

جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے دوران پڑھا کرتے تھے اور بعض کتابوں میں جو دعائیں لکھی ہوئی ہیں کہ داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے، بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے اور چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھے تو یہ علماء کی بنائی ہوئی دعائیں ہیں، سنت سے ثابت نہیں، میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جو ان دعاؤں کو پڑھتا ہے تو مسنون دعا رہ جاتی ہے لہٰذا ان کی بجائے مسنون دعا ہی پڑھنا چاہیے۔ ایک سنت میں جو نور ہے وہ دنیا بھر کے صالحین کے وظائف میں نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد کار سے ماریشس کے دارالخلافہ پورٹ لوئیس (Port Louis) کو روانگی ہوئی جہاں بعدِ عشاء مسجد شانِ اسلام میں وعظ کا نظم تھا۔ مغرب کی نماز پورٹ لوئیس کی مرکزی مسجد میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد کچھ حضرات نے درخواست کی کہ چند منٹ کچھ نصیحت فرمادی جائے۔ حضرت والا نے مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے جو مختصراً پیش کرتا ہوں۔

حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لیے سرورِ عالم ﷺ کی عظیم الشان دعا

ارشاد فرمایا کہ ایک مختصر حدیث سناتا ہوں جو پانچ سیکنڈ کا وعظِ نبوت ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری بات کو غور سے سنے اور اسے یاد کرلے اور کسی کو پہنچادے تو اللہ اس کو ہرا بھرا رکھے، خوش رکھے۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا لینے کے لیے ہم سب کو آپ کی حدیث کو غور سے سننا چاہیے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ایسی دعا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت میں کسی کو نہیں دی۔ پیروں کی دعا، بزرگوں کی دعا لینے کے لیے ہم کتنی فکر کرتے ہیں تو نبی کی دعا لینے کی کتنی لالچ اور کتنی تڑپ ہونی چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی ہی سے پیر بنتے ہیں، بزرگ بنتے ہیں۔ پانچ سیکنڈ کے اس وعظ کو یاد کرکے آپ اپنے بیوی بچوں یا دوستوں کو سنا دیجئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کے مستحق ہوجایئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

پانچ سیکنڈ کا وعظِ نبوت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا:

﴿یَا رَسُوْلَ اللہِ مَا النَّجَاۃُ﴾

نجات کا کیا راستہ ہے؟ دوزخ سے بچنے کا، اللہ کی سزا سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین نصیحتیں فرمائیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ ہے جو پانچ سیکنڈ میں ختم ہوگیا۔ آپ کہیں گے کہ پانچ سیکنڈ میں کیا فائدہ ہوگا تو انجکشن لگانے میں کتنی دیر لگتی ہے لیکن بخار اُتر جاتا ہے یا نہیں؟ بمبئی میں

قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ۱۰۵ بخار تھا اور قاری صاحب کو جلسہ میں مدعو کیا گیا تھا، مہتمم مدرسہ نے کہا کہ قاری صاحب کی شرکت کا پوسٹر شائع ہو چکا ہے اور اُنہیں بخار ہے۔ اگر قاری صاحب شریک نہ ہو سکے تو میری عزت خاک میں مل جائے گی۔ ایک مشہور ڈاکٹر کو بلایا گیا جو غیر مسلم تھا۔ اس نے کہا کہ دس ہزار روپے لوں گا اور اس نے ایک سیکنڈ میں ایک انجکشن لگایا اور قاری صاحب کا بخار اُتر گیا۔ جب دنیاوی ڈاکٹر کے ایک سیکنڈ کے انجکشن سے فائدہ ہوسکتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ سیکنڈ کے وعظ سے اُمت کے دل کی دنیا کیوں نہیں بدل سکتی، اس کی گمراہی ہدایت سے کیوں نہیں بدل سکتی؟ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ نبوت کو پیش کروں گا آپ اپنی گھڑیوں کو دیکھئے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پانچ سیکنڈ میں ختم ہو جائے گا۔ حدیثِ پاک ہے:

﴿اَمۡلِکۡ عَلَیۡکَ لِسَانَکَ وَلۡیَسَعۡکَ بَیۡتُکَ وَابۡکِ عَلٰی خَطِیۡئَتِکَ﴾

(مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۱۲۰۶)

پانچ سیکنڈ کا وعظِ نبوت ختم ہو گیا۔ اب اس حدیث کی مختصر شرح کرتا ہوں۔

زبان کو قابو میں رکھو

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَمۡلِکۡ عَلَیۡکَ لِسَانَکَ کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو، زبان کو اپنا غلام بنا کر رکھو جس سے بات کرو تو خیال رکھو کہ کیا بولیں، پہلے سوچو پھر بولو یا اپنے مشایخ اور بزرگوں سے بات کرو تو سوچو کہ ادب کے خلاف تو نہیں ہے۔ بیوی سے بات کرو تو ایسی بات نہ کرو کہ آپس میں لڑائی شروع ہو جائے اور طلاق کی نوبت آجائے، کسی استاد سے بولو تو تعظیم میں کمی نہ آنے دو، ڈرتے رہو کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے، جتنے دنیا میں

جھگڑے ہیں یہ سارے جھگڑے زبان سے شروع ہوتے ہیں۔ قتل وقتال کی نوبت آتی ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو کہ اللہ اس بات سے خوش ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر سے لڑا کرتی تھی۔ شوہر اس کو ڈنڈے مارا کرتا تھا، وہ تنگ ہو کر ایک بزرگ کے پاس گئی اور کہا کہ میرا شوہر مجھ کو ڈنڈے مارتا ہے کوئی تعویذ یا کوئی وظیفہ دے دو، شیخ اللہ والے تھے سمجھ گئے کہ یہ زبان کی خراب ہے اس کی زبان اگر روک دی جائے تو شوہر اس کو ڈنڈا نہیں مارے گا۔ ان بزرگ نے کہا کہ جلدی بوتل لاہم پانی دم کر کے دیتے ہیں۔ بوتل میں پانی دم کر دیا اور اس اللہ والے نے کہا کہ جب شوہر کو غصہ آئے اور وہ ڈنڈا اُٹھائے تو تو جلدی سے اس کا ایک گھونٹ منہ میں لے لیا کر مگر حلق سے نیچے نہ اُتارنا، اگر حلق سے اُتارا تو اس کا فائدہ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے بدتمیزی کی شوہر کو غصہ آیا وہ ڈنڈا اُٹھا کر لایا تو اس نے جلدی سے منہ میں بوتل سے پانی لیا اور خاموش بیٹھی رہی۔ شوہر حیران ہو گیا کہ ابھی تو یہ گالیاں دے رہی تھی اور عجیب معاملہ ہے کہ اب خاموش بیٹھی ہے۔ اُس کو رحم آگیا اور ڈنڈا رکھ دیا۔ کئی بار ایسا ہوا جہاں اس نے بدتمیزی کی اور جب شوہر ڈنڈا لایا تو اس نے جلدی سے منہ میں پانی رکھ لیا اب شوہر نے کہا کہ جب ہم کو کچھ کہتی نہیں تو میں اس غریب کو کیوں کچھ کہوں۔ غرض چھ مہینے تک ڈنڈا نہیں پایا اور انڈا خوب کھایا شوہر خوش ہو گیا کہ اب تو لڑتی نہیں۔ اس عورت نے جا کر اس بزرگ کو بہت بڑا ہدیہ دیا، کوئی میٹھی چیز پکا کر لائی کہ حضور آپ کے دم کیے ہوئے پانی نے تو کمال کر دیا چھ مہینے سے شوہر نے مجھے ڈنڈے نہیں لگائے۔ جب وہ چلی گئی تو پیر صاحب نے اپنے مریدوں اور شاگردوں سے فرمایا کہ میرے پڑھے ہوئے پانی نے

کچھ اثر نہیں کیا بلکہ میں نے اس عورت کی زبان روک دی۔ اسی زبان سے دنیا میں قتل و خون ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری دنیا کو امن بخشا، ساری کائنات کو آپ نے امن دے دیا کہ اگر زبان کو قابو میں رکھو گے تو لڑائی جھگڑا مقدمہ قتل و خون سب ختم ہو جائے گا۔

بے ضرورت گھر سے مت نکلو

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا ضرورت اپنے گھر سے مت نکلو۔ ذکر و تلاوت و نوافل و درود شریف کی کثرت سے اپنے گھر کو وسیع کر لو یعنی جو شخص اپنے گھر میں اللہ اللہ کرتا ہے، تلاوت کرتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے اس کا چھوٹا سا گھر بھی بہت بڑا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ والا ہے، زمین و آسمان کا خالق جس دل میں اپنی خاص تجلیات سے متجلی ہوگا وہ دل بہت وسیع ہو جاتا ہے، اس کو اپنا گھر بھی بڑا معلوم ہوتا ہے، ایک آدمی جس کا گھر بہت بڑا ہے اگر وہ گناہ کرتا ہے تو ساری دنیا اس کو تنگ ہو جائے گی۔ تو بلا ضرورت اپنے گھر سے نہ نکلو۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ھٰذَا زَمَانُ السُّکُوْتِ وَ مُلَازَمَۃُ الْبُیُوْتِ وَالْقَنَاعَۃُ بِالْقُوْتِ حَتّٰی یَمُوْتَ اپنے زمانہ میں یہ نصیحت فرمائی کہ یہ زمانہ خاموش رہنے کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر مت نکلو اللہ اللہ کرو، صرف ضروری کاموں کے لیے نکلو جیسے دفتر جانا ہے، تجارت کے لیے جانا ہے وغیرہ اور اللہ جو رزق دے اس پر قناعت کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

حیدر آباد دکن جب میں گیا تو ایک دوست نے کہا کہ چلیے آپ کو شہر دِکھا لائیں۔ میں نے ان کو جواب دیا جو خود بخود شعر بن گیا کہ ؎

نہ لے جاؤ مجھے ان کی گلی میں
اضافہ ہوگا میری بے کلی میں

یعنی شہر میں عورتیں بے پردہ پھر رہی ہیں۔ شیطان تو کہتا ہے کہ ان حسین عورتوں کو دیکھنے سے چین ملے گا لیکن چین چھن جاتا ہے۔ ہائی بلڈ پریشر والے کو ڈاکٹر نمک کھانے سے منع کرتے ہیں اسی طرح نمکین شکلوں کو دیکھو گے تو روح کا بلڈ پریشر ہائی ہوجائے گا۔ نمک کھانے سے جسم کا بلڈ پریشر بڑھتا ہے حسینوں کو دیکھنے سے روح کا بلڈ پریشر بڑھتا ہے، روح بیمار ہوجاتی ہے، بے چینی اور پریشانی میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ جو شخص پریوں کو دیکھتا ہے پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ پریشانی میں تو پری ہے ہی، جب پری آئے گی تو شانی ساتھ لائے گی۔ شانی میں یاء نسبتی ہے یعنی پری کہتی ہے کہ میری شان پریشانی ہے۔ بس اب نظر بچا کر رہو، اللہ سے دل لگا کر رہو، غیر اللہ سے دل چھڑاتے رہو اللہ سے چپکاتے رہو یہ ہے لا الٰہ الا اللہ۔ لا الٰہ سے غیر اللہ سے دل چھڑالو اور الا اللہ سے دل اللہ سے جوڑلو۔ دل میں ایمان کا نور آجائے گا۔ آج کل سائنسدانوں کی تحقیق ہے کہ بجلی مثبت اور منفی (plus اور minus) دو تاروں سے بنتی ہے۔ کلمہ میں اللہ نے لا الٰہ کا منفی تار اور الا اللہ کا مثبت تار دیا ہے۔ جب کوئی حسین لڑکی یا لڑکا سامنے آئے تو نظریں نیچی کرلو یہ لا الٰہ کا منفی تار ہوگیا اور ذکر و نوافل و اعمالِ صالحہ یہ الا اللہ کا مثبت تار ہے۔ ان دو تاروں سے دل میں ایمان کی بجلی پیدا ہوتی ہے۔

اپنی خطاؤں پر روتے رہو

اس وعظِ نبوت کا آخری جز ہے کہ اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ اس کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ میرا شعر ہے ؎

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا
تری سرکار میں بندوں کا ہردم چشمِ تر رہنا

۲۸ / صفر المظفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۸ / اگست ۱۹۹۳ء بروز بدھ بمقام پلین مایا، ماریشس

ڈاکٹروں کے لیے حفاظتِ نظر کے سنہری اصول

مولانا ابوبکر صاحب کی قیام گاہ میں ناشتہ کے بعد ایک عالم صاحب نے عرض کیا کہ رات مسجد شانِ اسلام میں بعد عشاء حضرت والا کی تقریر میں دل کے ایک ماہر ڈاکٹر بھی تھے جو میرے جاننے والے بھی ہیں رات حفاظتِ نظر کے متعلق حضرت والا نے جو بیان فرمایا اس سے وہ بہت متأثر ہوئے اور کہا کہ میرے پاس مسلم اور غیر مسلم عورتیں آتی ہیں مجھے ان کو دیکھنا پڑتا ہے ان کا معالجہ بھی کرنا پڑتا ہے ان سے باتیں بھی کرنی پڑتی ہیں میرے لیے نظر کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے حضرت والا سے پوچھ کر بتائیے۔

عورتوں کے معائنہ کے لیے لیڈی ڈاکٹر رکھی جائے

اِرشاد فرمایا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ عورتوں کے لیے کوئی عورت ڈاکٹر ماہر قلب (ہارٹ اسپیشلسٹ) ملازم رکھ لی جائے جو صرف عورتوں کو دیکھے، چاہے تنخواہ پر رکھ لیں یا نفع میں شریک کرلیں جیسا مناسب ہو۔ اس میں آمدنی چاہے کم ہوجائے اس کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کریں۔ انڈا مکھن چاہے کم ہوجائے لیکن دل کو ایسا سکون ملے گا کہ اس کے سامنے روپے کی کیا حقیقت ہے اور جو اللہ کو راضی کرنے کی ہمت کرلیتا ہے تو پھر اللہ اس کی مدد فرماتے ہیں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ بمبئی میں میرے ایک دوست دانتوں کے ڈاکٹر مجھے اپنے مطب میں میرے دانت بنانے کے لیے لے گئے، نوجوان تھے، میں

نے دیکھا کہ ایک کرسچین لڑکی کا گال پکڑ کر اس کا دانت دیکھ رہے ہیں۔ میں نے بعد میں ان سے کہا کہ آپ کے باطن کا تو ستیاناس ہوجائے گا۔ تبلیغ میں جو آپ چلّے لگاتے ہیں سارے چلّوں کا نور ضائع ہوجائے گا ایک ہی معائنہ میں۔ کہنے لگے کہ پھر میں کیا کروں۔ میرے پاس تو لڑکیاں بھی آتی ہیں اور مرد بھی آتے ہیں۔ میں نے کہا کہ عورتوں کے لیے آپ کوئی لیڈی ڈاکٹر ملازم رکھ لیں جو صرف عورتوں کو دیکھے اور آپ صرف مردوں کو دیکھیں۔ اب اس میں آمدنی اگر کم ہوتی ہے تو ہونے دیجئے، اللہ کے لیے کچھ تکلیف برداشت کرو۔ صحابہ نے تو پیٹ پر پتھر باندھے تھے ہمیں انڈے مکھن میں ذرا کمی کرنا گوارا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور آج تک وہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ واقعی اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری ڈاڑھی کا بچنا، میرا دین پر قائم رہنا محال تھا اور یہ بھی کہا کہ میری آمدنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ اور اضافہ ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ پر کوئی مر کر تو دیکھے۔ بھلا جوان پر مرے گا اس کو وہ برباد ہونے دیں گے؟

ترکِ معصیت کے لیے ہمت چاہیے

کراچی میں خون کے ایک بہت بڑے اسپشلسٹ ڈاکٹر جو علامہ سید سلیمان ندوی کے عزیز بھی ہوتے ہیں مجھ سے بیعت ہوگئے اور اللہ اللہ کرنے لگے، ڈاڑھی بھی رکھ لی۔ ایک دن کہنے لگے کہ مجھے ہفتہ میں دوبار کالج میں لڑکیوں کو ایک ایک گھنٹہ پڑھانا ہوتا ہے اور اس کے دس ہزار روپے تنخواہ کے علاوہ ملتے ہیں لیکن اب بیعت ہونے کے بعد یہ ہورہا ہے کہ جس دن میں ان کو پڑھاتا ہوں اس دن میری تہجد قضا ہوجاتی ہے اور دل میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ لڑکیوں کے پڑھانے کی نحوست ہے کیونکہ وہاں

نظر کی حفاظت پورے طور پر نہیں ہو پاتی لہٰذا میں اس پڑھانے کی نوکری سے استعفیٰ دے رہا ہوں کیونکہ میری ہسپتال کی ملازمت تو ہے ہی اور پڑھانے کی نوکری چھوڑنے سے جو دس ہزار کی کمی ہوگی تو میرے پاس ایک اور فن ہے دواؤں کا وہ شروع کردوں گا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے عطا فرمائیں گے۔ لیکن اب میں لڑکیوں کو نہیں پڑھا سکتا لہٰذا انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور ماشاء اللہ بہت آرام سے ہیں، کوئی معاشی تنگی اور رزق میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ آدمی ہمت کرے تو کچھ مشکل نہیں۔

کم ہمتوں کے لیے بھی اصلاح کا ایک راستہ

بہرحال اس کی ہمت نہ ہو تو ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیں کہ جب عورتیں یا لڑکیاں آئیں حتی الامکان نگاہ کی حفاظت کریں اگر نظر ڈالیں تو اُچٹی اُچٹی سطحی نظر ڈالیں نگاہ جما کر نہ دیکھیں جیسے ریل میں بیٹھے ہوئے سامنے سے درخت گذرتے جاتے ہیں کہ وہ نظر تو آتے ہیں لیکن آپ ان کی پتیاں نہیں گنتے جیسی نظر ان پر ڈالتے ہیں ایسی ہی سطحی نظر ڈالیں کہ ان کے حسن کا ادراک نہ ہو۔ اور یہ مراقبہ کریں کہ یہ عورت یا لڑکی جو ہے میری ماں ہے بہن ہے یا بیٹی ہے اس کو کیسے بُری نظر سے دیکھوں۔ اس سے کچھ شرم آئے گی۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

بد نظر اٹھنے ہی والی تھی کسی کی جانب
اپنی بیٹی کا خیال آیا تو میں کانپ گیا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کمزور ولی اللہ کو کوئی تنگڑی خوبصورت عورت گرالے اور اس کی آنکھیں اپنے ہاتھوں سے کھول کر کہے کہ مجھے دیکھ! دیکھتی ہوں کہ اب مجھے کیسے نہیں دیکھے گا تو حضرت فرماتے ہیں

کہ واقعی اگر وہ صاحبِ نسبت اور اللہ والا ہے تو اپنی شعاعِ بصریہ کو کنٹرول کرے گا، سطحی اور اُچٹی اُچٹی نظر ڈالے گا گہری نظر سے نہیں دیکھے گا۔ لہٰذا جب مجبوراً سطحی نظر سے دیکھنا پڑ رہا ہو تو یہ مراقبہ بھی کرو کہ میری نظر تو اس عورت یا لڑکی پر ہے لیکن میری نظر پر اللہ کی نظر پاسبان ہے، ذرا دھیان رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

میری نظر پہ ان کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

روحانی صفائی کی ''ون ڈے سروس''

اس کے بعد جب گھر آئیں تو دو نفل پڑھ کر اللہ سے معافی مانگ لیں کہ اے اللہ! نفس نے آپ کی ناخوشی کی راہوں سے خوشی کا جو ادنیٰ ذرّہ چرایا ہو میں ایسی مستلذاتِ محرمہ، مسروقہ سے آپ کی معافی چاہتا ہوں کیونکہ نفس کا مزاج مکھی کا سا ہے۔ گلاب جامن پر مکھی اگر ایک لمحہ کے لیے بیٹھے گی تو کوئی نہ کوئی ذرّہ چرا کے بھاگے گی۔ اسی طرح نفس حرام لذت کو چشم زدن میں چُرا کے بھاگتا ہے۔ لہٰذا اے اللہ! نفس کی ان خفیف اور پوشیدہ ادنیٰ ترین لذتوں سے بھی میں معافی چاہتا ہوں جو میرے نفس نے چرالی ہوں اور جس کا مجھے احساس نہ ہوا ہو۔ لہٰذا گھر واپس آ کر روزانہ دو نفل پڑھ کر خوب گڑگڑا کر گناہوں کی معافی اور آئندہ حفاظت کی خوب دعا کریں۔ اس کا نام ''ون ڈے سروس'' ہے جیسے گندے کپڑوں کی صفائی ڈرائی کلینگ والا کر دیتا ہے اسی طرح سے گناہوں کی گندگی سے روح کی صفائی روز کی روز کر لیجئے۔

۱؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۰؍اگست ۱۹۹۳ء، بروز جمعۃ المبارک

ری یونین کے لیے روانگی

نمازِ جمعہ کے بعد کھانا تناول فرما کر حضرت والا نے کچھ دیر قیلولہ فرمایا، ماریشس ایئر لائن کے طیارہ سے ساڑھے چار بجے شام ہم لوگوں کی سیٹ بُک تھی۔ سوا تین بجے ایئر پورٹ کے لیے روانگی ہوئی۔ ایئر پورٹ یہاں سے بالکل قریب ہے، تقریباً پانچ منٹ میں ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ ماریشس کے مقامی علماء اور میزبان مولانا ابوبکر صاحب کا حضرت والا نے شکریہ ادا کیا کہ آپ حضرات بہت محبت سے پیش آئے اور دین کا بھی خوب کام ہوا اللہ قبول فرمائیں، آمین۔

چار بجے حضرت والا نے فرمایا کہ اب عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ بعض حنفیہ کا بھی قول ہے کہ ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے چنانچہ مکہ شریف میں ہم لوگ جو نماز پڑھتے ہیں تو اسی قول پر عمل کرتے ہیں، اپنے ملکوں میں اس کی عادت تو نہ بنانی چاہیے لیکن سفر میں ایسے موقعوں پر ائیر پورٹ پر اس گنجائش سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ سفر میں بعض دفعہ یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ نماز ہی قضا نہ ہوجائے۔ حضرت والا دامت برکاتہم کی امامت میں ماریشس ائیر پورٹ پر نماز عصر ادا کی گئی۔

تقریباً ساڑھے چار بجے ہم لوگ جہاز پر سوار ہوئے، ماریشس سے ری یونین کا فضائی سفر بڑے طیارہ سے بیس منٹ اور چھوٹے طیارہ سے چالیس منٹ کا ہے۔ یہ چھوٹا طیارہ تھا جس میں ہم لوگ سوار تھے۔ جمعہ کے دن بعد نمازِ عصر قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت مرشدی دامت برکاتہم پرواز کے دوران دعا میں مشغول رہے۔ ویسے بھی اکثر پرواز کے دوران حضرت والا کا دعا مانگنے

کا معمول ہے۔ فرماتے ہیں کہ فضاؤں میں گناہ نہیں ہوتے اس لیے امیدِ قبولیت زیادہ ہے۔

تقریباً ساڑھے پانچ بجے شام طیارہ ری یونین اُترا۔ ائیرپورٹ پر حضرت والا کے شاگرد خاص اور خلیفہ مولانا عمر فاروق صاحب جو کراچی میں چار سال خانقاہ میں رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ ان کے یہاں دو روز پہلے ایک بیٹے کی ولادت ہوئی ہے اور اس کا نام جلال الدین رومی رکھا ہے۔ راستہ میں مولانا عمر فاروق صاحب کے خسر جناب حافظ امین پٹیل صاحب نے کہا کہ مولانا عمر فاروق اور ہماری سب کی خواہش ہے کہ اگر حضرت والا کو زحمت نہ ہو تو ہسپتال میں تشریف لے جا کر وہاں بچہ کی سنت تحنیک ادا فرما دیں اور اس کے بعد خانقاہ تشریف لے چلیں۔ حضرت والا نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور ہسپتال تشریف لے گئے۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین میں آمد

حافظ امین پٹیل صاحب کے گھر پر مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر حضرت والا بمعہ احقر راقم الحروف سینٹ پیئر (St.Pierre) کے لیے روانہ ہوگئے اور تقریباً ایک گھنٹہ میں سینٹ پیئر پہنچے اور خانقاہ دیکھ کر حضرت والا بہت خوش ہوئے۔ حافظ داؤد بدات صاحب جو حضرت والا کے خاص شاگرد اور خلیفہ ہیں یہ خانقاہ حضرت والا کے ایماء سے انہوں نے قائم کی ہے۔ اور کراچی میں حضرت والا کی خدمت میں چھ سال رہے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ الحمدللہ ری یونین میں سلسلہ تھانوی کی ایک خانقاہ قائم ہوگئی۔ اللہ یہاں ہمارے بزرگوں کا فیض جاری فرمائیں اور یہاں سے بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوں۔ حافظ داؤد صاحب سے فرمایا کہ ماشاءاللہ نقشہ بھی خوب اچھا نکالا لیکن دعا

بھی کیا کرو کہ اللہ ہم سے کام لے لیں۔ کیونکہ کام کے اسباب جمع ہونا اور بات ہے اور کام لینا اور بات ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ دعا کرو کہ اے اللہ! اسباب تو جمع ہوگئے کام آپ لے لیجئے اور قبول بھی فرمالیجئے۔

۲/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۱/اگست ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ، بعد فجر سینٹ پیئر کی مسجد اطیب المساجد میں حضرت والا نے تھوڑی دیر بیان فرمایا۔

تفسیر یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا

ارشاد فرمایا کہ امام صاحب نے ابھی نماز میں عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ کی سورۃ پڑھی ہے۔ نماز ہی میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس سورۃ کا شان نزول اور تفسیر چند منٹ میں عرض کروں۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ مخلوق پر فرمائیں گے اور جس کا جس پر ظلم ہوگا اس کو اس کا حق دلائیں گے یہاں تک کہ جانور جو ایک دوسرے کو ستاتے ہیں اللہ تعالیٰ میدانِ محشر میں ان جانوروں کو زندہ کریں گے اور فرمائیں گے کہ جس نے جس کو ستایا ہے آج تم اس کا بدلہ لے لو چنانچہ اگر کسی بکری نے کسی بکری کے سینگ مارا ہوگا تو مظلوم بکری کو حکم دیں گے کہ آج تم اس کو مارلو، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا حق دلائیں گے اور یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ جس کی حکومت اور سلطنت ہو وہ اگر اپنی رعایا کو اس کا حق نہ دلائے تو یہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ مالکِ دو جہان ہیں۔ مظلوم جانوروں پر بھی جو ظلم ہوا ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ میدانِ قیامت میں دِلائیں گے۔ جب اللہ پاک کے حکم سے جانور ایک دوسرے سے بدلہ لے لیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کُوۡنُوۡا تُرٰبًا اے ساری دنیا کے جانورو! تمہیں خدا نے تمہارا حق دلا دیا جو جانور تم میں کمزور تھے اور دنیا میں اپنا بدلہ نہ لے سکے اب

اللہ نے اپنی قدرت سے تم کو بدلہ دلا دیا لہٰذا اے جانورو! اب تم مٹی ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے نہ دوزخ ہے نہ جنت ہے۔ جنت و دوزخ انسانوں اور جنات کے لیے ہے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کُوْنُوْا تُـرَابًا فرمائیں گے تو سب جانور مٹی ہو جائیں گے تب ہر کافر کہے گا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُـرَابًا اے کاش! ہم بھی مٹی ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو مٹی نہیں ہونے دیں گے اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے، اَلْعَیَاذُ بِاللہِ۔

دنیا میں معافی مانگنا سستا سودا ہے

لہٰذا یہاں جس نے جس کو ستایا ہے اس کا دنیا ہی میں حق ادا کر دو معاف کرا لو ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا حق دلائیں گے۔ اب دوکان میں بیٹھے ہوئے ہیں زبان چل رہی ہے کہ فلاں صاحب میں یہ خرابی ہے فلاں بے وقوف ہے اسی کا نام غیبت ہے۔ پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی بیان کرنا غیبت ہے۔ یہ شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے:

﴿اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا﴾

(سورۃُ الحُجرٰت، اٰیۃ: ۱۲)

کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ وہ تو بے چارہ وہاں موجود نہیں ہے کہ اپنا دفاع کر سکے، مثل مردہ کے ہے۔

غیبت زِنا سے اشد کیوں ہے؟

غیبت زِنا سے زیادہ اشد ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت زِنا سے زیادہ سخت کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی زِنا کر لے پھر اللہ سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہے جس سے زِنا کیا ہے اس سے جا کر معافی مانگنا ضروری نہیں بلکہ جائز ہی نہیں کیونکہ اگر جا کر اس

سے کہے کہ ذرا میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں تو اس کو اور ندامت ہوگی اور اس کی رسوائی اور بدنامی کا اندیشہ ہے۔ زِنا حق العباد نہیں ہے۔ آہ! اللہ کا احسان ہے بندوں پر کہ ہماری آبرو کی کیا حفاظت کی ہے اللہ نے اپنے غلاموں کی عزت رکھ لی کہ اس کو حق العباد نہیں رکھا بلکہ اس گناہ کو اپنے حق میں شامل فرمایا کہ بس کہہ دو کہ یااللہ! جو مجھ سے یہ گناہِ کبیرہ ہوگیا یا آنکھوں سے نامحرم عورتوں کو دیکھا ان سب گناہوں سے معافی چاہتا ہوں تو معاف ہوجائے گا۔ بندوں یا بندیوں سے جاکر اس معاملہ میں یہ کہنا نہیں پڑے گا کہ مجھے معاف کردو۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت ایسی چیز ہے کہ جس کی غیبت کی گئی اس سے جاکر معافی مانگنی پڑے گی بشرطیکہ اس کو خبر لگ جائے مثلاً کوئی گجرات میں ہے یا ڈابھیل میں ہے اس کی یہاں کسی نے غیبت کی تو اگر اسے خبر نہیں ہے تو اس سے جاکر معافی مانگنا لازم نہیں ہے۔ یہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ جس کی آپ نے غیبت اور بُرائی کی ہے اس کو اگر خبر نہیں ہے تو اس سے جاکر معافی مانگنا لازم نہیں۔ تو پھر کیا کرے؟ اس کے لیے یہیں سے مغفرت مانگو کچھ پڑھ کر بخش دو، مشکوٰۃ شریف میں کفارۂ غیبت میں یہ روایت ہے کہ یوں کہے اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ وَلَہٗ کہ اللہ مجھ کو بھی معاف کرے اور اس کو بھی معاف کردے یعنی اس کی مغفرت کی بھی دعا کرے کہ جس کی ہم نے برائی کی ہے یا سنی ہے اے اللہ مجھے معاف کردیجئے۔ بُرائی کرنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ جب کسی کی غیبت ہورہی ہو اس وقت اس کا دفاع نہ کرنا اور گونگے کی طرح خاموش بیٹھا رہنا سخت گناہ ہے۔ اس سے کہو کہ آپ غیبت نہ کیجئے مجھے تکلیف ہورہی ہے مجھے گناہ میں مبتلا نہ کیجئے۔ اس کا دفاع کرو یعنی اس کی تعریف کرو کہ وہ اچھے آدمی ہیں۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کیا اور اس کی غیبت کو روک دیا اللہ اس کا اجر اس کو دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی دیں گے اور جس نے غیبت سنی اور غیبت کرنے والے کی ہاں میں ہاں ملائی کہ ہاں ہاں مجھ کو بھی یہی ڈاؤٹ (شک) ہے، ٹھیک کہتے ہو یار یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ اس کے اندر یہ خرابی ہے، تو اَدْرَکَہُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا اور اگر دفاع کی قدرت یا ہمت نہیں تو اس مجلس سے اُٹھ جائے جہاں غیبت ہو رہی ہے لہٰذا روزانہ اللہ سے یوں کہیے کہ یا اللہ! مخلوق کا کوئی حق ہم نے مارا ہو، کسی کی غیبت کی ہو، یا غیبت سنی ہو یا ان کو بُرا بھلا کہا ہو تو یہ جو میں صبح و شام تینوں قل پڑھتا ہوں اس کا ثواب ساری اُمت کو دے دیجیے یعنی جن جن کے حق ہمارے اوپر ہیں ان کو اس کا ثواب دے دیجیے تاکہ قیامت کے دن آپ ان کو ہم سے راضی کر دیں تو ان شاء اللہ یہ تینوں قل والا وظیفہ آپ کو مخلوق کے شر سے بھی بچائے گا اور ساتھ ساتھ بندوں کا حق بھی ادا ہوتا رہے گا۔ منشا یہ ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جب تک اس کو اطلاع نہیں ہوئی تو جس مجلس میں غیبت کی ہے ان لوگوں کے سامنے اپنی نالائقی کا اعتراف کرے کہ ہم سے بڑی نالائقی ہوئی، اگر ان میں ایک عیب ہے تو سینکڑوں خوبیاں بھی ہیں اور اللہ سے بھی معافی مانگیں اور اس کو ایصالِ ثواب کریں لیکن اگر اس کو آپ کی غیبت کی اطلاع ہوگئی تو اب اس سے معافی مانگنا واجب ہے اور اگر اطلاع نہیں ہے تو خواہ مخواہ جا کر اس کا دل خراب مت کرو۔ اس بے چارہ کو خبر بھی نہیں تھی اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مجھے معاف کر دیجیے میں نے کل آپ کی غیبت کی تھی۔ اِس سے اُس کو اذیت ہوگی۔

روزانہ صبح و شام تینوں قل پڑھ کر یوں دعا کیا کیجیے کہ اے اللہ! اس کا ثواب

ان لوگوں کو عنایت فرمایئے جن کا میں نے انجانے میں کوئی حق مارا ہو، بُرا بھلا کہا ہو، غیبت کی ہو کسی قسم کا بھی حق ہو تا کہ قیامت کے دن یا اللہ ہم پر کوئی مقدمہ نہ دائر کردے اور ان کو ثواب دے کر ان کو ہم سے راضی کردیجئے، اس طرح ان شاء اللہ آپ جنت کے راستہ پر آجائیں گے کیونکہ جنت اس وقت ملے گی جب اللہ کے حقوق میں بھی معافی ہوجائے اور بندوں کے حقوق میں بھی معافی ہوجائے۔

آخر میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمارے لیے سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہوجائیں اور یا اللہ! تمام گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق نصیب فرما، اللہ والی زندگی نصیب فرما، ہم سب کو یا اللہ! اولیاء کے زُمرہ میں داخل فرما، یا اللہ! جو کام بھی دین کا ہو اس کو قبول فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

مومن کی دلجوئی بہت بڑی عبادت ہے

حضرت والا صبح جب سیر کے لیے تشریف لے گئے تو کینیڈا سے کئی بار ایک صاحب کا فون آیا جو حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے فون پر کہا تھا کہ میں دوبارہ دو بجے فون کروں گا۔ حضرت والا ظہر کی نماز پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے۔ دو بجنے والے تھے تو فرمایا کہ فون آنے دو بعد میں کھانا کھائیں گے۔ اس اثناء میں حافظ داؤد صاحب ایک شخص کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میرے دوست ہیں آج کل کچھ پریشان ہیں دعا چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے اور دعا فرمائی اور دعا کے بعد ان صاحب سے فرمایا

کہ بعد میں بھی دعا کروں گا اور سب حاضرین سے فرمایا کہ جب کوئی دعا کے لیے فرمائش کرے تو ایک دعا فوراً کر دیا کرو اس سے اس کا دل خوش ہو جائے گا کیونکہ مومن کے دل میں خوشی داخل کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ مرقاۃ میں ہے:

﴿اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ﴾

(المرقاۃ، کتابُ الاداب، بابُ الحب فی اللہ و من اللہ، ج:۸، ص:۷۴۸)

یہ دعا حاضرانہ ہے اور بعد میں غائبانہ دعا بھی کرو کہ وہ اَسْرَعُ الْاِجَابَۃِ ہے:

﴿اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَۃً دَعْوَۃُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ﴾

(سنن ابی داؤد، کتابُ الصلٰوۃ، باب الدعاء بظھر الغیب)

کینیڈا کے فون پر نصیحت

کینیڈا سے تقریباً ہر ہفتہ حضرات والا کے ایک متعلق کلیم صاحب کا فون آتا ہے اور وہ حضرت والا کی نصیحت فون پر ٹیپ کر لیتے ہیں پھر وہاں سے امریکہ بھیجتے ہیں اور وہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے خلیفہ ہیں ان کو بھی کیسٹ بھیجتے ہیں۔ کراچی فون کر کے انہوں نے یہاں ری یونین کا فون نمبر حاصل کیا اور دو بجے ان کا فون آیا تو حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے ان کو فون پر یہ نصیحت فرمائی کہ جو سانس اور جو لمحہ اور جو وقت اللہ کی یاد میں یا اللہ والوں کی صحبت میں گذر جائے یہ ہے بس تمہاری زندگی اور اصلی دولت اور جس کو عام لوگ دولت سمجھتے ہیں اس کے لیے شرط ہے کہ وہ اگر اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال ہو تو ٹھیک ہے ورنہ وبال ہے لہٰذا اتنا زیادہ دنیا سے دل نہ لگاؤ کہ ہر وقت بس دوکان دیکھ رہے ہیں ہر وقت فرینک یا ڈالر گن رہے ہیں کیونکہ جس وقت روح نکلے گی اور جنازہ جائے گا اس وقت بتاؤ تمہارے پاس کیا رہے گا؟ قبرستان کس شاندار موٹر سے جاؤ گے یا آدمیوں کے کندھوں پر جاؤ گے، کتنی کاریں، کتنی بلڈنگیں، کتنے ٹیلیفون قبر میں جائیں گے، کتنے خادم

جائیں گے، کتنے ہاتھ چومنے والے جائیں گے۔ یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ ہی کو کہتا ہوں میں اپنا علاج بھی کرتا رہتا ہوں کہ اختر سوچ کہ ایک دن تو قبر میں اُتارا جائے گا تو کوئی یار کوئی مرید کوئی ہاتھ چومنے والا وہاں نہیں ہوگا لہٰذا اللہ کو خوش کرلیا تو سمجھ لو کہ تم کامیاب ہو ورنہ نہ مرید نہ خادم کوئی ساتھ جانے والا نہیں، ہاں اللہ کے لیے اگر یہ تعلق ہے تو ہمارے لیے ثواب ہے لیکن ذریعۂ مقصود کو مقصود کا درجہ مت دو۔ مقصود اللہ کو راضی کرنا ہے۔ یہ جو دین کی خدمت کررہا ہوں یہ سب ذریعۂ مقصود ہے، اللہ کو راضی کرنے کے ذرائع ہیں لیکن اصل مقصود اللہ کی رضا ہے۔ اللہ ہم سے راضی ہوجائیں۔ لہٰذا اپنی زندگی سے ہوشیار ہوجاؤ ایک دن جنازہ قبر میں جانے والا ہے، قبرستان جانا ہے۔

لہٰذا اللہ کی یاد اللہ کی محبت کے ساتھ اللہ والوں کی صحبت بھی ضروری ہے کیونکہ ان ہی کے ذریعہ سے اللہ کی محبت ملتی ہے، بس جو لمحہ، جو سانس اللہ کی یاد میں گذر جائے اور جو اہل اللہ کی صحبت میں گذر جائے اس کو بادشاہوں کے تخت وتاج سے زیادہ قیمتی سمجھئے جو ہمارے کفن کے ساتھ کام دے گا۔ ورنہ اگر کوئی شخص کروڑ پتی ہے، بادشاہ ہے، لیکن جب اس کا جنازہ قبر میں اُترے گا تو کون سا جنازہ کامیاب رہے گا؟ جس نے خوب مال کمایا لیکن اللہ کو ناراض کیا یا وہ جنازہ کامیاب رہے گا جس نے اللہ کو خوب یاد کیا اور اللہ کو راضی کرلیا۔ بس حاصلِ زندگی وہ سانس ہے جس میں بندہ اللہ کو راضی کرلے۔ میرے دو شعر ہیں ؎

وہ لمحۂ حیات جو تجھ پر فدا ہوا
اس لمحۂ حیات پہ اختر فدا ہوا
وہ میرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

معاملات وتجارت میں بھی شریعت کی پابندی کی تاکید

کل بعد عشاء اعلان ہوا تھا کہ روزانہ بعد عشاء مجلس ہوا کرے گی۔ لہٰذا آج حضرت والا سے تعلق رکھنے والے کچھ علماء حضرات خانقاہ میں جمع ہوگئے۔

اِرشاد فرمایا کہ مال بھی حلال طریقہ سے کمانا چاہیے ہم مسجد میں بھی اللہ کے غلام ہیں، بازار اور دوکان میں بھی اللہ کے غلام ہیں۔ یہ نہیں کہ مسجد میں اللہ کے بندے ہیں اور دوکان پر طوقِ غلامی اُتار کر پھینک دیا۔ لہٰذا جو حجام ڈاڑھی مونڈتا ہے اس کی روزی حلال نہیں۔ ڈاڑھی مونڈنا حرام ہے اور ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، بعض لوگ ڈاڑھی رکھتے ہیں لیکن تھوڑی تھوڑی رکھتے ہیں ذرا ذرا سی۔ ان سے عرض کرتا ہوں کہ ایک مٹھی رکھنے کا ارادہ کرلیجئے، تینوں طرف ایک مشت ہو پھر ان شاء اللہ ڈاڑھی بہت خوبصورت معلوم ہوگی۔ لہٰذا اللہ کو ناراض کرکے روزی نہ کمایئے۔ اسی طرح سے جو فوٹوگرافی کرتا ہے اور فوٹو بیچتا ہے اس کی آمدنی بھی صحیح نہیں۔ جس چیز سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں وہ چیز اپنی دوکان میں نہ رکھو۔ چٹنی روٹی کھالو ان شاء اللہ پیٹ پر پتھر نہیں بندھیں گے۔ صحابہ پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ صحابہ نے نعمتیں کم کھائیں عبادت زیادہ کی۔ ہم نعمتیں رات دن کھارہے ہیں اور عبادت کم کررہے ہیں۔ ہماری نعمتیں زیادہ اور شکر کم ہے، ان کی نعمتیں کم تھیں شکر زیادہ تھا۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ صاحب اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو آمدنی کم ہوجائے گی مثلاً دوکان پر ٹی وی نہیں رکھیں گے تو گاہک کم آئیں گے، میں کہتا ہوں کہ بھائی تھوڑی سی کمی پر راضی رہو۔ پوچھو علماء سے کہ کیا کیا چیزیں حرام ہیں ان شاء اللہ حلال میں اللہ برکت دیں گے۔ اگر مان لیجئے حرام سے ایک لاکھ فرینک زیادہ کمالیا اور گردہ بیکار ہوگیا تو سب حرام ہسپتال نکال لے گا۔ ایسی بلائیں آتی ہیں کہ سارا عیش وسکون وآرام چھن جاتا ہے۔ بس آرام وچین

اللہ کو راضی رکھنے میں ہے۔

کثرتِ ذکر سے کیا مراد ہے؟

اِرشاد فرمایا کہ کثرتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ پورا جسم یعنی قالب و قلب ہر وقت خدا کی یاد میں رہے۔ کوئی عضو کسی وقت نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، کان سے کسی وقت نافرمانی نہ ہو، غیبت نہ سنے، ساز و موسیقی نہ سنے، آنکھوں سے کسی نامحرم عورت کو نہ دیکھے، اگر نظر پڑ جائے فوراً ہٹا لے اور اگر ذرا دیر ٹھہرا لے تو فوراً اللہ سے معافی مانگ لے، دل میں گندے خبیث خیالات نہ لائے یعنی ہمہ وقت اس کی ہر سانس خدا پر فدا ہو اور ایک سانس بھی وہ اللہ کو ناراض نہ کرے اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو رو رو کر اللہ کو راضی کرے اس کا نام ہے کثرتِ ذکر۔ یہ نہیں کہ تسبیح ہاتھ میں ہے اور عورتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ کوئی کرسچین گاہک آ گئی ٹانگ کھولے ہوئے تو زبان پر سبحان اللہ ہے اور نظر اس کی ٹانگ پر ہے۔ یہ ذکر نہیں ہے کہ زبان پر اللہ اللہ اور جسم کے دوسرے اعضا نافرمانی میں مشغول۔ اگر جسم کا ایک عضو بھی نافرمانی میں مبتلا ہے تو یہ شخص ذاکر نہیں ہے۔ ذکر اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے۔

بدعت کی تعریف

آج مجلس میں جب حضرت مرشدی دامت برکاتہم تشریف لائے تو فرش پر تشریف فرما ہوئے جس سے احباب ٹھیک سے نظر نہیں آ رہے تھے تو حضرت والا نے کرسی منگائی اور فرمایا کہ فرش سے آپ لوگوں کی زیارت نہیں ہو پا رہی تھی تو آپ کو دیکھ کر دل میں خوشی امپورٹ یعنی درآمد کرنے کے لیے کرسی پر بیٹھا ہوں اور کرسی پر بیٹھنا بھی سنت ہے۔ امام بخاری نے **بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْكُرْسِى** ایک مستقل باب قائم کیا تاکہ کوئی اس کو بدعت نہ کہے۔ آج کل تو

لوگ ہر چیز کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ اگر پوچھو کہ دلیل کیا ہے؟ کہیں گے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں فریج نہیں تھا، ریل نہیں تھی، ہوائی جہاز نہیں تھا، غرض ہر وہ چیز جو اس زمانہ میں نہ ہو وہ ان کے نزدیک بدعت ہے۔ ایک عالم نے جواب دیا کہ پھر تو آپ خود بھی بدعت ہیں کیونکہ آپ بھی تو اس وقت نہیں تھے۔ اس لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعت کی تعریف ہے اِحۡدَاثٌ فِی الدِّیۡنِ یعنی دین کے اندر نئی باتیں ایجاد کرنا جس نئے کام کو ہم دین سمجھ کر کریں جیسے لاؤڈ اسپیکر کو دین سمجھ لیں یا سنت سمجھ لیں تو لاؤڈ اسپیکر بدعت ہوجائے گا، گھڑی کو دین سمجھ لیں تو گھڑی بدعت ہوجائے گی لیکن اِحۡدَاثٌ لِلدِّیۡنِ بدعت نہیں ہے یعنی دین کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہورہا ہے تاکہ دین کی باتیں پھیلیں، دین پھیلانے کے اسبابِ حاضرہ کو اختیار کرنا یہ اِحۡدَاثٌ لِلدِّیۡنِ ہے اور بدعت اِحۡدَاثٌ فِی الدِّیۡنِ ہے یعنی دین میں کوئی نئی بات پیدا کرنا اور کسی نئے کام کو دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔

لطیفۂ ناصحانہ

اسی وعظ کے دوران فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے:

﴿اِعۡمَلۡ لِلدُّنۡیَا بِقَدۡرِ مَقَامِکَ فِیۡهَا وَاعۡمَلۡ لِلۡاٰخِرَةِ بِقَدۡرِ مَقَامِکَ فِیۡهَا﴾

دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا وہاں رہنا ہے لہٰذا ہر وقت یہ بیلنس نکالتے رہو کہ دنیا کے لیے کتنی محنت کرنی چاہیے اور آخرت کے لیے کتنی محنت کرنی چاہیے اور جو یہ بیلنس نہیں نکالتا وہ بیل ہوتا ہے۔ بیلنس کے اندر بیل موجود ہے جو بیلنس نہیں نکالے گا بیل

ہو جائے گا۔ (حضرت اقدس کے اس لطیفے سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔)

۳ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۳ء، بروز اتوار، صبح ۱۱ بجے
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیر، ری یونین

رات بیان کے بعد بعض حضرات نے خواہش ظاہر کی تھی کہ کل صبح اتوار ہے چھٹی ہے اگر صبح بھی مجلس ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ حضرت والا نے منظور فرما لیا چنانچہ صبح ۱۱ بجے بہت سے علماء حضرات جن میں اکثر حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں خانقاہ میں تشریف لائے۔

بجلی کے اسراف پر استغفار

حضرت والا اپنے کمرے سے خانقاہ تشریف لائے تو دیکھا کہ بجلی کی ٹیوب لائٹ جل رہی ہے۔ فرمایا کہ روشنی بجھا کر دیکھئے اگر ضرورت محسوس ہو تو دوبارہ جلالیں گے ورنہ استغفار کریں گے۔ چنانچہ روشنی بجھانے سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہیں تھی۔ فرمایا کہ ہم سب کو چاہیے کہ استغفار کریں رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ اِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور اسراف سے بچائے۔ بعض وقت روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی آدمی سمجھتا ہے کہ ضروری ہے اس کا معیار یہی ہے کہ بجھا دو پھر دیکھو کہ ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ضرورت ہو تو دوبارہ جلالو۔ بجھانے کے بعد پتہ چلا کہ اس وقت ضرورت نہیں تھی لہٰذا اتنی دیر تک جو بجلی کا استعمال ہوا اس سے استغفار کرنا چاہیے کیونکہ اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتے۔ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ اِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا۔

نوٹ: قطبِ زمانہ عارف باللہ حضرت مرشدی و مولائی اَطَالَ اللہُ بَقَاءَ ھُمۡ وَ فُیُوۡضَھُمۡ کی یہ خاص شان ہے کہ ہمہ وقت ان باریک باریک باتوں پر نظر ہوتی ہے۔ ایک ذرّہ برابر کوئی بات حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے تو

حضرت والا کی طبع مبارک پر فوراً گراں ہوتی ہے جبکہ حضرت والا کے قلبِ مبارک پر عشق ومستی وجذب کا غلبہ ہے لیکن محبوبِ حقیقی کی رضا کا اہتمام سب احوال پر غالب ہے اور یہ ہرکس وناکس کے بس کا کام نہیں ؎

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

خاندان وقبائل کا مقصد تعارف ہے نہ کہ تفاضل وتفاخر

آج حضرت والا نے مجلس کے دوران یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا﴾

(سورۃُ الحجرات، اٰیۃ: ۱۳)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا یعنی بابا آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام سے وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ اور ہم نے تم کو مختلف خاندانوں میں تقسیم کردیا لیکن یہ تقسیم تفاخر کے لیے نہیں بلکہ اس کا مقصد ہے لِتَعَارَفُوۡا تاکہ تم کو ایک دوسرے کا تعارف حاصل ہوسکے۔ لیکن ہم لوگوں نے بجائے تعارف کے تفاضل اور تفاخر شروع کردیا۔ جو پٹیل ہے وہ کہتا ہے کہ ہمارے مقابلہ میں سب گھٹیل ہیں یعنی گھٹیا ہیں کوئی لمبات ہے کوئی گنگات ہے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ نکلا کہ اپنے خاندان پر، اپنی برادری پر، اپنے القاب پر فخر کرنا نادانی ہے جو مقصدِ تعارف کے خلاف ہے۔ اس وقت مجھے بس یہ تھوڑی سی نصیحت کرنی ہے کہ لِتَعَارَفُوۡا کا خیال رکھیے۔ تفاخر وتفاضل جائز نہیں کیونکہ تفریقِ شعوب وقبائل سے اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعارف ہوجائے کہ فلاں خاندان سے ہے، وہ فلاں قبیلہ سے ہے۔ خاندان وقبائل سببِ عزت وشرف نہیں ہیں۔ پھر عزت و شرف کس چیز میں ہے؟ آگے ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ

اور اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ کے نزدیک اتنا ہی زیادہ معزز ہے۔

تقویٰ کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کی تعریف کیا ہے؟ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ان پر عمل کرنا اور جن باتوں سے ناراض ہوتے ہیں ان سے بچنا۔ امتثال اوامر اور اجتناب عن النواھی کا نام تقویٰ ہے۔ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے خوش ہوتے ہیں اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ ایک تو ہماری خوشی ہے اور ایک اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی ہے جو اپنی ناجائز خوشی کو خوشی خوشی چھوڑ دے یعنی وہ اپنی خوشی کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان کر دے تو سمجھ لو کہ وہ متقی ہو گیا، اللہ کا ولی ہو گیا۔

حصولِ ولایت کے تین نسخے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ولایت ہمارے اکابر کی تحقیق میں تین عمل سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱) صحبتِ صالحین

بہت سے لوگوں نے بہت عبادت کی لیکن صحبتِ نبی سے مشرف نہ ہونے سے صحابی نہ ہو سکے۔ صحابی وہ ہوئے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہوئے تو اللہ کا ولی بننے کا سب سے پہلا نسخہ ہے **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ** اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو لیکن تقویٰ کے حصول کا طریقہ کیا ہے **وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** یہاں صادقین معنی میں متقین کے ہے۔ صادق اور متقی دونوں

میں نسبت تساوی ہے، قرآن پاک میں دونوں لفظ ایک ہی مفہوم میں استعمال کیے گئے ہیں اور یہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ معلوم ہوا کہ جو صادق ہے وہ متقی ہے اور جو متقی ہے وہ صادق ہے۔ اسی لیے ہمارے بزرگوں نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا ترجمہ کُوْنُوْا مَعَ الْمُتَّقِیْنَ سے فرمایا ہے۔ یعنی اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو تا کہ ان کے قلب کا تقویٰ تمہارے قلب میں منتقل ہو جائے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے پاس کتنے دن رہو، اس کی کیا حد ہونی چاہیے؟ اللہ جزائے خیر دے اس مفسرِ عظیم کو فرماتے ہیں اَیْ خَالِطُوْا ھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ یعنی اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ ان ہی جیسے ہو جاؤ یعنی گناہ سے بچنے میں، نظر بچانے میں، ان ہی جیسے ہو جاؤ۔ جیسے وہ گناہ سے بچتے ہیں ایسے ہی تم بھی بچنے لگو مثلاً راستہ چلتے وقت کوئی نامحرم لڑکی سامنے آگئی اب اگر وہ نظر بچاتا ہے تو بزرگوں کی صحبت کا اس کو صحیح انعام مل گیا اور یہ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ ہو گیا، مثل شیخ کے اس کو تقویٰ حاصل ہو گیا۔

اللہ والا بننے کی شرطِ اوّل اخلاص کے ساتھ اللہ والوں کی صحبت ہے۔ دعا کرلیں کہ اے اللہ! صرف آپ کے لیے اس اللہ والے کی خدمت میں جا رہا ہوں ان سے تو میرا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے، خاندانی رشتہ نہیں ہے، وہ میرا بزنس کا شریک نہیں ہے صرف آپ کے لیے جاتا ہوں آپ کی یہ نیت گھر سے نکلتے ہی آپ کے دل کو نور سے بھر دے گی۔

(۲) ذکر اللہ کا التزام

اللہ والوں سے تھوڑا سا روح کی طاقت کا خمیرہ لے لیجئے یعنی ذکر پوچھ

لیجئے۔اس کے لیے مرید ہونا بھی ضروری نہیں۔حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو پیر یہ کہے کہ تم جب تک ہم سے مرید نہیں ہوگے ہم تم کو ذکر نہیں بتائیں گے وہ دنیادار پیر ہے۔لہٰذا اللہ والوں سے اپنے خالق اور مالک کا نام لینا سیکھ لیجئے، ذکر کی برکت سے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوگی جس سے گناہوں سے مناسبت ختم ہوجائے گی۔جیسے قطب نما کی سوئی میں تھوڑا سا مقناطیس کا مسالہ لگا ہے اس کو جس طرف بھی گھماؤ وہ اپنا رُخ شمال کی طرف کرلیتا ہے۔ذکر اللہ کی برکت سے ہمارے دل کی سوئی میں نور کا ایک مسالہ لگ جائے گا پھر ساری دنیا کے گناہ آپ کو اپنی طرف دعوت دیں تو دل قطب نما کے سوئی کی طرح کانپنے لگے گا اور جب تک توبہ کرکے اپنا رُخ اللہ کی طرف صحیح نہیں کرے گا، بے چین رہے گا۔ذکر کی برکت سے آپ کو ساری دنیا مل کر بھی گمراہ نہیں کرسکتی ان شاء اللہ۔

(۳) گناہوں سے بچنے کا اہتمام

اور اللہ والا بننے کا تیسرا نسخہ کیا ہے؟ گناہوں سے بچنے کا اہتمام۔ جو اسبابِ گناہ ہیں ان سے مکمل دوری اختیار کرو۔اس کی دلیل ہے **تِلْکَ حُدُوْدُ اللہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا** جو اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ رہنا۔اللہ تعالیٰ ہمارے خالق ہیں ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں کہ یہ عورتوں سے قریب رہے گا تو کب تک بچے گا، اگر عورت کو پی اے رکھ لیا تو بغیر پیئے ہی پیئے رہے گا۔ لہٰذا اسبابِ گناہ سے بچنے کے لیے تھوڑی سی ہمت سے کام لینا پڑے گا، تھوڑا سا کم کھانا پڑے گا اس لیے کہ صحابہ کے پیٹ پر پتھر بندھے تھے ہمارے آپ کے پیٹ پر پتھر نہیں بندھے ہیں۔اگر لڑکیوں کو نوکر رکھنے سے پچاس ہزار فرینک کماتے ہو تو تھوڑا سا کم کماؤ کیونکہ ان لڑکیوں سے مسلمانوں کا بھی ایمان خراب ہوگا اور تمہارا بھی۔ کیونکہ جب تنخواہ دوگے تو پھر شیطان پہنچے گا کہ تم تنخواہ دیتے

ہو اور یہ تمہاری نوکر بھی ہے پھر کیوں نہ اس سے اور مزہ حاصل کرو۔ گمراہی کے وساوس آنے شروع ہو جائیں گے اور اگر آپ بچ بھی گئے کیونکہ آپ نے اللہ والوں کی صحبت اٹھائی ہوئی ہے لیکن آئندہ آپ کی اولاد نہیں بچ سکتی۔ کل کو ہمارے نوجوان بچوں کے اخلاق ان کرسچین لڑکیوں کے ساتھ خراب ہو سکتے ہیں اس لیے اسبابِ گناہ سے خود بھی بچیے اور اپنی اولاد کو بھی بچائیے۔ جو شخص یہ تین کام کر لے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ ہو جائے گا۔

اُردو کو جاری کیجئے

اب ایک اہم مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں اردو کو جاری کیجئے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں کو عشق ومحبت اور عقیدت ہے تو حکیم الامت نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ چونکہ ہمارے دین کا سارا ذخیرہ اردو میں ہے لہٰذا اپنے بچوں کو اردو پڑھاؤ تاکہ وہ دین کی کتابیں پڑھ سکیں۔ اور اس سے ان میں اور ہندوؤں میں فرق بھی رہے گا، جب وہ اردو بولے گا تو سمجھے گا کہ ہاں ہم ہندو نہیں ہیں۔ اسی طرح آپ اگر یہاں بچوں کو اردو پڑھائیں اور یہ جب آپس میں اردو بولیں گے تو ان کو احساس ہوگا کہ ہم میں اور کرسچین میں فرق ہے۔ زبان کا بھی فرق ہے کیونکہ کرسچین لڑکے آپس میں فرنچ بول رہے ہیں اور ہم اردو بول رہے ہیں جہاں ضرورت ہو وہاں فرنچ بولیے لیکن گھر میں اردو بولیے اور بچوں کو اردو سکھانا لازم کر لیجئے۔ اتنی اردو تو آجائے کہ اگر کوئی عالم آپ کے ملک میں آئے تو اس کی تقریر سمجھ سکیں، بہشتی زیور پڑھ سکیں اور دین کی کتابوں سے استفادہ کر سکیں۔ ہمارے دین کا سارا ذخیرہ اردو میں ہے، کہاں تک ترجمہ کرو گے اور ترجمہ میں وہ بات نہیں آسکتی اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ اپنے دینی مدارس میں اردو کو لازم

کرلیں۔ حکیم الامت پر اعتماد رکھیے ان شاء اللہ آپ گھاٹے میں نہیں رہیں گے۔ آپ کی آئندہ نسل گمراہ ہونے سے بچ جائے گی ورنہ مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ الخ کی آیت دیکھ لیجیے جنہوں نے یہود و نصاریٰ سے موالات یعنی دوستی کی وہی لوگ دین سے مرتد ہوئے:

﴿فَاِنَّ مُوَالَاتَ الۡیَہُوۡدِ وَالنَّصَارٰی تُوۡرِثُ الۡاِرۡتِدَادَ﴾

روح المعانی کی عبارت پیش کررہا ہوں کہ صحابہ کے زمانہ میں جن لوگوں نے یہود و نصاریٰ سے ربط وضبط رکھا وہی لوگ مرتد ہوئے۔ ان شاء اللہ ہمارے دین کی حفاظت، ہماری تہذیب، ہماری ثقافت، ہمارا کلچر، ہمارا معاشرہ اردو کی برکت سے محفوظ ہوجائے گا اور بہتر تو یہ ہے کہ عربی بھی پڑھائیے، عربی اور اردو دونوں زبانیں اپنے بچوں کے لیے لازم کردیجیے۔

دعوت الی اللہ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

اسی مجلس میں فرمایا کہ میں کوئی مضمون پہلے سے نہیں سوچتا صرف دعا کرتا ہوں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تقریر یا وعظ سے پہلے دو رکعت حاجت پڑھو اور سات مرتبہ یہ پڑھو:

﴿رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَیَسِّرۡلِیۡ اَمۡرِیۡ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ یَفۡقَھُوۡا قَوۡلِیۡ﴾

اور یہ اسم اعظم بھی بتایا تھا:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنۡتَ اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ الۡاَحَدُ الصَّمَدُالَّذِیۡ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھ کر دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں فرمائیں گے۔ فرمایا کہ اس کے بعد دعا کرے کہ یا اللہ اپنے نام کی برکت سے اور ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کا ہم نے دامن پکڑا

ہے وہ مضامین بیان کرادیجئے جو آپ کے بندوں کے لیے مفید ہوں۔اس لیے دعا کر کے بیٹھتا ہوں کہ اے اللہ! میرے دل و جان کو اور آپ کے دل و جان کو اللہ اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکا لیں کہ ساری دنیا کے حسین، ری یونین کی کرسچین لڑکیاں، بادشاہت اور سلطنت و تجارت کوئی چیز بھی ہمیں آپ سے ایک اعشاریہ الگ نہ کر سکے۔

اللہ کی بندگی کا طریقہ

اِرشاد فرمایا کہ دیکھو! بچہ اپنی ماں سے چپٹا ہوتا ہے اور کوئی اس کو ماں سے کھینچنے لگے تو بچہ کیا کرتا ہے؟ ماں سے اور زیادہ لپٹ جاتا ہے میں آپ کو اللہ کی بندگی سکھا رہا ہوں خدائے تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے۔ بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے لیکن جب دیکھتا ہے کہ کوئی اِدھر سے کھینچ رہا ہے کوئی اُدھر سے کھینچ رہا ہے تو ماں کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اور زور سے لپٹ جاتا ہے۔ بازاروں میں اللہ کو زیادہ یاد کرو کہ وہاں اللہ سے دور کھینچنے والے اسباب زیادہ ہیں لہٰذا اللہ میاں سے اور زیادہ چمٹ جاؤ **فَانۡتَشِرُوۡا فِیۡ الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ** کے بعد **وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ** ہے جس سے معلوم ہوا کہ بازاروں میں جہاں اللہ سے غفلت کے اسباب زیادہ ہیں اللہ کو زیادہ یاد کرو تاکہ تمہیں کوئی اللہ سے جدا نہ کر سکے۔ جس طرح بچہ کو اگر کوئی اور زیادہ طاقت سے کھینچنا شروع کر دے تو بچہ ڈرتا ہے کہ یہ تو اب مجھے لے ہی جائے گا، اماں سے جدا کر دے گا تو اماں سے کہتا ہے کہ اماں اب مجھے بچاؤ، مجھ میں آپ سے لپٹنے کی جو طاقت تھی، میں نے پوری خرچ کر دی، اپنے دونوں ہاتھ آپ کی گردن میں ڈال دیئے اور پوری طرح میں آپ سے چپک گیا ہوں لیکن جو غنڈا مجھے کھینچ رہا ہے اس کی طاقت اب اتنی زیادہ ہے کہ میرے ہاتھ اب

آپ کے دامن سے اور آپ کی گردن سے الگ ہو جائیں گے لہٰذا اب آپ مجھے بچائیے۔ اسی طرح جب تک آپ کی ہمت ہے ہمت استعمال کریں، جب دیکھیں کہ اب شیطان و نفس نے بہت زوروں سے دبا لیا اور گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو اپنے اللہ سے رونا شروع کر دیجئے کہ یا رب العالمین میری جتنی طاقت تھی، میں نے استعمال کر لی۔ اب ہم بچ نہیں سکتے اب آپ ہی اپنی مدد بھیج دیجئے جیسے بچہ ماں سے کہتا ہے کہ اب آپ مجھے لپٹا لیجئے تو پھر ماں اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سینہ سے چپکا لیتی ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اپنی ٹھوڑی کو اس کے سر پر رکھ دیتی ہے اور پھر آخر میں دوپٹے سے اس کو چھپا لیتی ہے تا کہ کوئی ظالم دیکھے ہی نہیں۔ یہ ہے غَشِیَتۡهُمُ الرَّحۡمَةُ اللہ کی رحمت بھی ایسے ہی ڈھانپ لیتی ہے جب بندہ ان کو یاد کرتا ہے۔ جب آپ دو رکعت پڑھ کر اللہ سے روئیں گے اور حفاظت مانگیں گے کہ اے خدا! میری جان کو، میرے جسم کو ہر نافرمانی سے بچائیے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آ جائے گی ان شاء اللہ۔

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں رہ کر اللہ والا رہنا ہی تو کمال ہے ورنہ جنگل میں جا کر فقیری لینا رہبانیت ہے جو اسلام میں حرام ہے کیونکہ یہ کوئی کمال نہیں کہ جنگل میں یا سمندر کے کنارے جا کر پڑ جانا جہاں کوئی عورت ہی نہیں صرف گھاس اور پیڑ ہوں تو کس چیز سے نظر بچاؤ گے یہ کوئی کمالِ ایمان نہیں ہے۔ کمالِ ایمان تو یہ ہے کہ مخلوق میں رہو، تعلقات کی کثرت پر اللہ کی محبت غالب رہے ؎

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

اللہ والے مر مر کے جی رہے ہیں اور جی جی کے مر رہے ہیں۔ ایک

صاحب نے پوچھا کیسا مزاج ہے میں نے کہا ؎

مرمر کے جی رہا ہوں جی جی کے مر رہا ہوں

کیا ہم بھی تارکِ سلطنتِ بلخ کا درجہ حاصل کرسکتے ہیں؟

اِرشاد فرمایا کہ ہم آپ اپنی معمولی حیثیت کے باوجود سلطان ابراہیم بن ادھم کا مقام حاصل کرسکتے ہیں جبکہ ہمارے آپ کے پاس سلطنتِ بلخ نہیں۔

غیر سلطنت والوں کو سلطان ابراہیم بن ادھم کا ترکِ سلطنت کا درجہ حاصل کرنے کا نسخہ آج بتانا چاہتا ہوں۔ مان لیجئے سڑکوں پر جاتے ہوئے اچانک بغیر ارادے کے کسی حسین لڑکی یا لڑکے پر نظر پڑگئی اور اس کی صورت آپ کو اتنی پیاری معلوم ہوئی کہ اس کے انتہائی حسن و جمال نے آپ کے دل کو پاگل کردیا اور اس کے حسن سے سر سے پیر تک بجلی گرگئی اور دل میں یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش میں اس کو حاصل کرلیتا اگر میرے پاس سلطنت بلخ ہوتی اور میں سلطانِ بلخ ہوتا تو سلطنت کے بدلہ میں اس کو حاصل کرلیتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے معشوق سے کہا ؎

اگر اے ترکِ شیرازی بدست آری دلِ ما را

بخالِ ہندوت بخشم سمرقند و بخارا را

اے شیراز کے معشوق! اگر تو میرے دل کو خوش کردے تو تیرے چہرہ کے ایک تل کے بدلہ میں میں سمرقند و بخارا دے دوں گا۔ اس وقت کے بادشاہ نے اس شخص کو گرفتار کرالیا کہ میں نے سمرقند اور بخارا بڑی محنت سے حاصل کیا ہے ہزاروں شہادتیں ہوئی ہیں اور تو اپنے معشوق کے تل پر مفت میں دے رہا ہے جیسے ایک شخص ایک حلوائی کی دکان پر گیا جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں تھا لیکن

دکان پر جا کر اس نے ہاتھ اُٹھائے کہ اے خدا! اس حلوائی کی دکان پر جتنی مٹھائی ہے سب کا ثواب میرے دادا کو پہنچے، جب سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ حلوائی کی دوکان پر دادا جی کی فاتحہ۔

لیکن اس حسنِ مجازی کی فنائیت دیکھئے کہ جب اس معشوق کی عمر زیادہ ہوگئی، دانت منہ سے غائب ہوگئے، گال پچک گئے، آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا اور تمام اعضاء بگڑ گئے، اس وقت اس معشوق نے سوچا کہ چلو آج اپنے عاشق سے سمرقند و بخارا لے آئیں کیونکہ آج کل غریبی بھی ہے اور قرضہ بھی لد گیا ہے لہٰذا اس عاشق کے پاس چلو جو سمرقند و بخارا دے رہا تھا۔ میں اس سے کہوں گا کہ بھائی تو دونوں نہ دے تو سمرقند ہی دے دے یا سمرقند نہ دے تو بخارا ہی دے دے۔ کیونکہ اس وقت میرا حسن زیادہ تھا تو دو ملک دے رہا تھا اب ایک ہی دے دے۔ جب اس نے جا کر یہ کہا کہ آپ دونوں ملکوں کے بجائے صرف ایک دے دیں کیونکہ میں مقروض ہوگیا ہوں تو اس نے کہا کہ تمہارے حسن کا جغرافیہ ہی بدل گیا ہے لہٰذا اب میرے عشق کی تاریخ بھی بدل گئی ۔

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

لہٰذا اب نہ میں سمرقند دے سکتا ہوں نہ بخارا۔ اس نے کہا کہ اچھا اگر آپ سمرقند و بخارا نہیں دے سکتے تو آلو بخارا ہی دے دیجئے، سوچا کہ کچھ تو لے کر جاؤں تو اس نے کہا کہ اب آلو بخارا بھی نہیں دوں گا کیونکہ تجھے دیکھ کر تو مجھے بخار آ رہا ہے، تیرے حسنِ عارضی کی وجہ سے میری جماعت کی نمازیں بھی گئیں، تیرے حسن پر شعر کہتے کہتے میرے اوقات ضائع ہوگئے، اگر میں اس جوانی کو تقویٰ میں گذارتا تو عرشِ اعظم کا سایہ ملتا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

﴿شَابٌ اَفْنٰی شَبَابَهٗ وَنَشَاطَهٗ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ﴾

(صحیحُ البخاری، کتابُ الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰة، ج: ۱، ص: ۹۱)

وہ جوان جس نے اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کردیا اس کو اللہ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔

یہ بات تو درمیان میں آ گئی۔ میں عرض کررہا تھا کہ کوئی ایسی شکل انسان کی زندگی میں نظر سے گذرے کہ دل تڑپ جائے کہ کاش سلطنتِ بلخ ہوتی تو اس سلطنت کو دے کر میں اس لڑکی سے شادی کرلیتا لیکن سلطنت ہے نہیں لہٰذا اب حرام کی لذت حاصل نہیں کروں گا، نہ دیکھوں گا، نہ اس کی باتیں سنوں گا، نہ اس سے گپ شپ لڑاؤں گا، نہ اس کو خط لکھوں گا، کسی درجہ میں ایک اعشاریہ بھی میں حرام لذت استیراد (درآمد) نہیں کروں گا۔ یہ محرمات مسروقہ مستوردہ واجب الاستغفار ہیں۔ لہٰذا بجائے اس کو دیکھنے کے اس نے آسمان کی طرف دیکھا کہ اے خدا! اگر سلطنتِ بلخ ہوتی تو اس سلطنت کے بدلہ میں اس سے نکاح کرلیتا لیکن میں آپ کے خوف سے اس صورت سے اپنی نظر کو بچارہا ہوں جو میرے قلب میں متبادلِ سلطنتِ بلخ ہے۔ علماء حضرات سے پوچھتا ہوں کہ آپ ذرا اس مضمون کو غور سے سنئے اور بتائیے کہ اس شخص نے اللہ کے راستہ میں سلطنتِ بلخ دے دی یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ یہ شخص حشر کے میدان میں ان شاء اللہ سلطان ابراہیم ادھم کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ غریبوں اور مفلسوں کو سلطانِ بلخ کا مقام حاصل کرنے کا یہ نسخہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو لوگ مجاہدہ کررہے ہیں، اپنی آنکھوں کی حفاظت کررہے ہیں، خونِ تمنا پی رہے ہیں، وہ شہیدوں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے کیونکہ یہ شہادتِ باطنی ہے، اندر اندر ان کے دل کا خون ہوا ہے۔ جو لوگ نظر بچاتے ہیں ان سے پوچھئے کہ دل پر کیا گذرتی ہے۔

مناسبت نہ ہو تو دوسرے شیخ سے تعلق کرنا چاہیے

مجلس کے بعد حضرت والا اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر جلدی میں کسی شیخ سے بیعت ہو جائے اور مناسبت نہ ہو، بعد میں کسی دوسرے شیخ سے مناسبت معلوم ہو تو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ اس راستہ میں نفع مناسبت پر موقوف ہے اور بدونِ مناسبت کے اس سے نفع نہیں پہنچ سکتا اور یہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا لہٰذا فوراً اس شیخ سے تعلق قائم کرے جس سے مناسبت ہے کیونکہ شیخ مقصود نہیں اللہ مقصود ہے لہٰذا شیخ بدل دے لیکن شیخِ سابق کو اطلاع نہ کرے کیونکہ اس سے اس کو تکلیف ہوگی حسبِ سابق اس کی خدمت میں آنا جانا رکھے، دعا بھی کرائے، خدمت بھی کرے لیکن اصلاح کا تعلق نہ رکھے۔ اصلاح وہیں کرائے جہاں مناسبت ہے۔

سارا دن بیان اور ملاقاتوں سے حضرت اقدس دامت برکاتہم تھک گئے تھے۔ قبیلِ مغرب میزبان حضرات سیر کے لیے حضرت والا کو کار سے سینٹ پئیر کے قریب سمندر کے اس کنارے پر لے گئے جہاں پہاڑ نما دیوار کے نیچے سمندر کا ساحل ہے۔ ساحل سے ذرا آگے ایک بہت بڑی چٹان مثل قالین کے سمندر کے اندر بچھی ہوئی ہے اور سفید جھاگ اڑاتی ہوئی سمندر کی موجیں جب اس کے اوپر سے گذرتی ہیں تو پوری چٹان ایک لمحہ کے لیے موجوں کے پانی میں چھپ کر پھر ظاہر ہو جاتی ہے، یہ منظر عجیب دلفریب ہوتا ہے۔ سامنے سورج ڈوب رہا تھا اور سورج کی سنہرے رنگ کی ٹکیہ ایسے معلوم ہو رہی تھی کہ سمندر میں غرق ہو رہی ہے ؎

قرصِ خورشید در سیاہی شد
یونس اندر دہان ماہی شد

ترجمہ: سورج کا دائرہ تاریکی میں ڈوب گیا جس طرح حضرت یونس

علیہ السلام کا آفتابِ نبوت مچھلی کے بطن میں پوشیدہ ہو گیا تھا۔

حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور شانِ خلّاقیت میں تفکر

غروب کے بعد مغرب کی اذان دی گئی اور ہم لوگوں نے سمندر کے کنارے باجماعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے تک سمندر کے اوپر آسمان پر تارے بکھر چکے تھے اور چاند بھی نکل آیا تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خلاقیت میں غور کرو کہ چوبیس ہزار میل کا یہ دنیا کا دائرہ اور آٹھ ہزار میل اس کا قطر جس میں سمندر اور پہاڑ اور انسان سب لدے ہوئے ہیں بغیر تھونی کھمبے اور بغیر ستون کے فضاؤں میں معلق پڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے قائم کیے ہوئے ہیں اور چاند سورج اور بے شمار دوسرے سیارے جو اپنے حجم اور طول وعرض میں زمین سے کئی کئی گنا زیادہ ہیں سب یوں ہی فضاؤں میں تیر رہے ہیں کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ حق تعالیٰ کی اس قدرتِ قاہرہ اور شانِ خلاقیت کو سوچو اور پھر اللہ کا نام محبت سے لو۔ ایک تسبیح ذکر نفی واثبات اور ایک تسبیح اللہ اللہ کریں اور آخر میں دعا کرلیں کہ اس سارے نظامِ شمسی، نظامِ قمری اور نظامِ ارضی کو آپ نے اپنی صفتِ قیومیت سے تھاما ہوا ہے اور میرا دل تو ایک چھٹانک کا ہے اس کو اپنی صفتِ قیومیت کے صدقہ میں دین پر استقامت عطاء فرمادیجئے۔ اس کو سنبھالنا آپ کے لیے کیا مشکل ہے جبکہ زمین وآسمان کو اور تمام ستاروں کو آپ نے سنبھالا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرت والا کے ساتھ ہم سب لوگوں نے اس بلند ساحل پر جہاں سے سمندر نظر آرہا تھا ذکر کیا۔ آخر میں حضرت والا نے دعا کرائی کہ اے خلاق عظیم! پوری دنیا کو مع اس سمندر کے پانی کے اور پہاڑوں کے آپ نے بغیر ستونوں کے تھاما ہوا ہے، ہم اگر ایک چھت بناتے ہیں تو انجینئر بتاتا ہے کہ اتنا لوہا اتنی سیمنٹ اور اتنا میٹیریل لگے گا ورنہ چھت بیٹھ جائے گی لیکن آپ نے بے شمار پانی اور پہاڑ زمین پر پیدا

فرمادیئے اور زمین معلق پڑی ہوئی ہے، کبھی نہ بیٹھی اور آپ کے یہ سورج چاند اور تارے دنیا سے بھی بڑے بڑے ہیں اور سب بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں۔ اے اللہ! جب اتنی زبردست آپ کی طاقت ہے تو ہم ضعیف بندے آپ کی اس مخلوق کے سامنے مچھر کے پر کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی نہیں ہیں، ہماری اصلاح آپ پر کیا مشکل ہے، ہم سب کو صاحبِ نسبت بنادیجئے۔ اے خالقِ شمس وقمر! اے خالقِ نجوم! اے خالقِ ارض وسماء! اے خالقِ بحار والجبال! آپ کی یہ مخلوق عظیم ہے، ہمارا دل ان کے مقابلہ میں کیا ہے، اس کو سنبھالنا آپ کے لیے کیا مشکل ہے، اس کو اللہ والا دل بنادیجئے۔ دعا کے بعد عشا سے قبل سب لوگ خانقاہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

۳/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۲/اگست ۱۹۹۳ء بروز اتوار، مجلس بعد عشاء، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیئر، ری یونین

کُفار سے موالات ومحبت سببِ اِرتداد ہے

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَھُوۡدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ﴾

(سورۃ المائدۃ، اٰیۃ: ۵۱)

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست مت بنانا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی کرنے کو منع فرمایا ہے اور اس کے بعد فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ﴾

(سورۃ المائدۃ، اٰیۃ: ۵۴)

جس میں مرتدین کا تذکرہ ہے اور یہ دلیل ہے کہ:

﴿اِنَّ مُوَالَاتَ الْیَهُوْدِ وَ النَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ﴾

یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی اِرتداد کا سبب ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے پیش بندی اور روک تھام فرمادی کہ دیکھو! میرے دشمنوں سے دوستی مت کرنا، ان سے معاملات جائز لیکن موالات حرام ہے یعنی اپنے قلب کو ان کے قلب سے قریب نہ کرنا ورنہ ان کے قلب کا کفر تمہارے قلب میں آجائے گا۔ جس تالاب میں مچھلی نہ ہو لیکن کسی مچھلی والے تالاب سے اس کا رابطہ ہوجائے تو ساری مچھلیاں اس میں منتقل ہوجائیں گی۔ اسی طرح اگر یہود و نصاریٰ سے تم نے اپنا دل قریب کیا تو ان کے کفر کی مچھلیاں تمہارے دل کے تالاب میں آجائیں گی۔ لہٰذا تم ان سے معاملات تو کرسکتے ہو لیکن ان کے ساتھ موالات یعنی محبت و دوستی حرام ہے اور معاملات کیا ہیں؟ تجارتی لین دین، خرید و فروخت وغیرہ۔ آپ فرانس جاکر کافروں سے مال خرید سکتے ہیں لیکن دل میں ان کی محبت و اکرام نہ آنے پائے۔ ایسا نہ ہو کہ دلی اکرام کے ساتھ ان کو گڈ مارننگ اور سلام کرلو۔ ان کی عزت دل میں آئی کہ کفر ہوا:

﴿مَنْ سَلَّمَ الْکَافِرَ تَبْجِیْلًا لَا شَکَّ فِیْ کُفْرِهٖ﴾

اگر کسی نے کافر کو اِکرام کے ساتھ سلام کرلیا تو وہ بھی کافر ہوجائے گا کیونکہ اللہ کے دشمن کا اِکرام کررہا ہے۔ ہمارے حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ہندو ڈاکیہ آتا تھا اور جب سلام کرتا تھا کہ مولوی صاحب آداب عرض تو حضرت فرماتے تھے آ........داب اور میرے کان میں فرماتے تھے کہ میں یہ نیت کرتا ہوں کہ آ اور میرا پیر داب۔ فرمایا کہ یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ کسی کافر کا اکرام لازم نہ آئے۔ غرض کافر کا اکرام دل میں نہ ہو اور تحقیر بھی نہ ہو کیونکہ کافر کے کفر سے تو بغض واجب ہے لیکن کافر کی تحقیر حرام ہے کیونکہ معلوم نہیں کہ کس کا خاتمہ کیسا ہونے والا ہے لہٰذا اگر کسی کافر کو دیکھو تو یہ پڑھ لیا کرو:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا﴾

(سننُ الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما یقول اذا رأی مبتلی)

اس میں آپ تحقیر سے بچ جائیں گے کیونکہ زبان و دل سے شکر نکل گیا اور شکر اور کبر جمع نہیں ہو سکتے۔

عہدِ نبوت کے تین مرتدین

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین آدمی مُرتَد ہو گئے تھے، اُن میں سے ایک یمن میں تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ جادوگر تھا اور شہر میں غالب ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عمّال وہاں زکوٰۃ وغیرہ کے لیے مقرر تھے اس نے ان کا وہاں سے اِخراج کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والیِ یمن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلع فرما دیا کہ اس خبیث مرتد کو ہلاک کر دیا جائے اور حضرت فیروز دیلمی کے ہاتھوں اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مسیلمہ کذاب کا خط

اس کے بعد مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس خبیث نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خط لکھا اور ذرا مضمون دیکھئے کہ کیسا خط لکھا؟ مضمون ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ مِنْ مُّسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ بسم اللہ وغیرہ کچھ نہیں، ظالم اصلی نبی تو تھا نہیں بناوٹی تھا تو اس کو کہاں سے آدابِ رسالت آتے، آدابِ رسالت تو اس کو آتے ہیں جو اللہ کا سچا رسول ہو لہٰذا اس ظالم نے بسم اللہ شریف بھی نہیں لکھی مِنْ مُّسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسیلمہ رسول اللہ یعنی مسیلمہ کذاب کی

طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ خود کو بھی رسول اللہ لکھ رہا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی رسول مان رہا ہے۔ پھر لکھتا ہے سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ اِنِّیْ قَدْ اُشْرِکْتُ فِی الْاَمْرِ مَعَکَ آپ پر سلام ہو اور میں شریک ہوں آپ کے ساتھ آپ کی نبوت میں یعنی آدھی نبوت میری آدھی آپ کی وَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ اور میں عرب کی آدھی زمین کا مالک ہوں وَلِقُرَیْشٍ نِصْفُ الْاَرْضِ اور آدھی زمین قریش کی ہے یعنی آدھی زمین آپ لے لیں آدھی میں لے لوں، پچاس پچاس فیصد تقسیم کرلیں وَلٰکِنَّ قُرَیْشاً قَوْمٌ یَّعْتَدُوْنَ لیکن قریش ظالم ہیں میرا حصہ نہیں لگا رہے ہیں۔

مسیلمہ کذاب نے اپنا یہ خط دو قاصدوں کے ہاتھ بھیجا تھا جنہوں نے یہ خط حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کیا فَحِیْنَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِتَابَہٗ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کا مکتوب پڑھا تو فرمایا فَمَا تَقُوْلَانِ اَنْتُمَا اے دونوں قاصدو! تمہارا کیا عقیدہ ہے مسیلمہ کے بارے میں قَالَا نَقُوْلُ کَمَا قَالَ کہا کہ اس نے جو دعویٰ کیا ہے ہم بھی اس کو مانتے ہیں فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا وَاللّٰہِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَکُمَا خدا کی قسم اگر بین الاقوامی قانون نہ ہوتا کہ قاصدوں اور سفیروں کو قتل نہ کیا جائے تو ہم تمہاری گردن اڑا دیتے۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک مسیلمہ کذاب کے نام

ثُمَّ کَتَبَ اِلَیْہِ پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کو خط لکھا اور کیسے لکھا؟ دیکھئے! اصلی نبی کا خط۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سنئے! اصلی نبی کا کلام سبحان اللہ! اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ یہ خط جا رہا ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے

اِلٰی مُسَیلَمَۃَ الْکَذَّابِ مسیلمہ کی طرف جو انتہائی جھوٹا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی میرا اسلام کسی کافر کو نہیں پہنچ سکتا، میرا اسلام مشروط ہے کہ جو اللہ کی ہدایت کو قبول کرے اس کو میرا اسلام ہے اور جو ہدایت کو قبول نہ کرے اس کو نبی سلام نہیں کرسکتا۔ یہ ہے اصلی نبی کی شان۔ ایک وہ جھوٹا نبی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کر رہا ہے کہ کسی طرح آدھی زمین مجھ کو مل جائے اور ایک سچے نبی کی شان ہے کہ آپ نے اس کی جھوٹی نبوت کی تکذیب فرمادی اور اس کو سلام بھی نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ساری زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور انجام متقیوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب کا قتل

یہ واقعہ ۱۰ ہجری کا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے جہاد کیا اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے قتل ہوا اور اس کے قتل کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکرادا کیا قَتَلْتُ فِیْ جَاھِلِیَّتِیْ خَیْرَ النَّاسِ زمانۂ جاہلیت میں میں نے ایک جرمِ عظیم کیا تھا کہ ایک بہترین انسان سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اور وَقَتَلْتُ فِیْ اِسْلَامِیْ شَرَّ النَّاسِ لیکن میرے اللہ نے میری عزت افزائی کی اور میری رسوائی کا داغ دھو دیا کہ زمانۂ اسلام میں میں نے دنیا کے بدترین انسان کو قتل کیا۔ دیکھو کسی کے بیٹے سے کوئی غلطی ہوجائے تو ابا رات دن روتا ہے کہ اللہ میرے بیٹے کی عزت بحال کردے تاکہ مخلوق میں جو اس کی رُسوائی ہوئی ہے اس کی تلافی ہوجائے تو اللہ کی رحمت نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

تاریخِ سیاہ کو تاریخِ روشن سے تبدیل کردیا۔ کتنے جلیل القدر صحابہ اس وقت موجود تھے۔ کیا کسی اور صحابی سے اللہ مسیلمہ کذاب کو قتل نہیں کرا سکتے تھے؟ لیکن یہ عزت اور یہ شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تاکہ ان کے ماضی کے جرم کی تلافی ہوجائے۔ آہ! ہم لوگوں کو اپنے اللہ پر مرجانا چاہیے۔ اللہ کے بے شمار احسانات پر اگر ہم بے شمار جانیں فدا کردیں تو بھی ان کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

مقامِ محبت

ارشاد فرمایا کہ محبت کا مقام عظیم الشان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ﴾

(سورۃُ المائدۃ، ایۃ: ۵۴)

جو تم میں سے مرتد ہوجائے گا دین سے پھر جائے گا اللہ تعالیٰ ان بے وفاؤں کے مقابلہ میں ایک قوم پیدا کریں گے جس کی شان کیا ہوگی **یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ** ان سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ یعنی یہ اللہ کے عاشقوں کی قوم ہوگی۔ مرتدین کے مقابلہ میں اللہ اہلِ محبت کو لا رہے ہیں۔ اس کے متعلق علماء محققین کی رائے ہے کہ اہلِ محبت کبھی مرتد نہیں ہوسکتے کیونکہ مقابلہ میں جو چیز لائی جاتی ہے وہ اس کی ضد ہوتی ہے لہٰذا بے وفاؤں اور غداروں کے مقابلہ میں اللہ اہلِ محبت کو لا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ قوم ہے جو ضد ہے بے وفاؤں کی، غداروں کی، مرتدین کی، اس لیے یہ کبھی مرتد نہیں ہوسکتی۔ مرتدین کے مقابلہ میں اگر اہلِ محبت بھی مرتد ہوجاتے تو اعتراض لازم آتا ہے کہ یہ کیسا مقابلہ ہوا؟ اس لیے ہمارے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ محبت کی صحبت میں زیادہ بیٹھا کرو تاکہ تم بھی اہلِ محبت ہوجاؤ۔ **التشرف بمعرفة احادیث التصوف** میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

﴿جَالِسُوا الْکُبَرَآءَ وَ سَائِلُوا الْعُلَمَآءَ وَخَالِطُوا الْحُکَمَآءَ﴾

(التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ص: ۳۸۴)

علماء سے مسئلے پوچھو اور بڑے بوڑھوں کے پاس بیٹھا کرو کہ کوئی بات تجربے کی معلوم ہوجائے گی لیکن اہل اللہ کے ساتھ رہ پڑو۔

یُحِبُّھُمْ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت بندوں کے ساتھ ایسی ہے جیسی اللہ کی شان ہے، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق محبت کرتے ہیں یعنی جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں اس کو اپنا مراد اور محبوب بنالیتے ہیں، پھر اس کی مفید چیزوں کا انتظام کرتے ہیں اور مضر چیزوں سے بچاتے ہیں یعنی اس کو اپنی طاعت میں مشغول رہنے کی اور معاصی سے بچنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ یہ علامت ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔

محبت بذاتِ خود نعمتِ عظمیٰ ہے

وہ خاص بندے جن کو اللہ تعالیٰ مرتدین کے مقابلہ میں لائیں گے ان کی پہلی صفت **یُحِبُّھُمْ** ہے کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور دوسری صفت ہے **یُحِبُّوْنَہٗ** کہ وہ اللہ سے محبت کریں گے تو **یُحِبُّوْنَہٗ** کی تفسیر کیا ہے؟ **اَیْ یَمِیْلُوْنَ اِلَیْہِ جَلَّ شَانُہٗ مَیْلًا صَادِقًا** یعنی اللہ کی طرف ان کا قلب ہر وقت میلانِ صادق اور سچی طلب کے ساتھ لگا رہتا ہے اور میلانِ صادق کیا ہے؟ **فَیُطِیْعُوْنَہٗ فِی امْتِثَالِ اَوَامِرِہٖ وَ اجْتِنَابِ عَنْ مَّنَاھِیْہِ** یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام بجالاتے ہیں اور گناہوں سے بچتے ہیں۔

اعمالِ نافلہ محبت کے لیے لازم نہیں

لیکن بعض لوگ زیادہ نفلیں اور زیادہ وظیفے نہیں پڑھتے تو کیا ان کا شمار اہلِ

محبت میں نہیں ہوگا؟ اس کے بارے میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا مَتی السَّاعَۃُ قیامت کب آئے گی؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَعْدَدْتَّ لَھَا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا کَبِیْرَ عَمَلٍ میرے پاس کوئی بڑے بڑے عمل نہیں ہیں یعنی فرض واجب سنن مؤکدہ ادا کرلیتا ہوں اور گناہوں سے بچتا ہوں اس کے علاوہ میرے پاس اور اعمال نہیں ہیں وَلٰکِنْ حُبَّ اللہِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بہت بڑا خزانہ میرے دل میں ہے فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ جنت میں رہے گا جس کے ساتھ اس کو محبت ہے۔ اب اس کی شرح سنئے! آج تک اس کی یہ شرح جو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ پینسٹھ سال کی عمر میں یہ عظیم نعمت ری یونین کی اس خانقاہ میں حاصل ہوئی۔ میں یہی سمجھتا تھا کہ محبت وہی ہے جس کے ساتھ اعمال لازم ہیں لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿فَھٰذَا نَاطِقٌ بِاَنَّ الْمَفْھُوْمَ مِنَ الْمَحَبَّۃِ لِلّٰہِ تَعَالٰی غَیْرُ الْاَعْمَالِ وَالْتِزَامِ الطَّاعَاتِ﴾

یعنی یہ حدیث کہہ رہی ہے، اس حدیث سے یہ بات مفہوم ہورہی ہے کہ اللہ کی محبت مستغنی ہے اعمالِ نافلہ اور التزامِ طاعاتِ نافلہ سے لِاَنَّ الْاَعْرَابِیَّ نَفَاھَا کیونکہ اعرابی نے کبیر عمل کی نفی کردی کہ میرے پاس بڑے بڑے اعمال نہیں ہیں لیکن وَلٰکِنْ حُبَّ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ کہہ کر اَثْبَتَ الْحُبَّ اس نے اپنی محبت کو ثابت کردیا اور لٰکِنْ کا استثنیٰ کبیر عمل کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہوا کہ محبت

خود ایک عظیم الشان عمل ہے۔ کبیر عمل کے مقابلہ میں صحابی نے اپنے قلب کا عمل پیش کیا کہ میرے پاس جسم کا عمل تو کم ہے، نوافل و تہجد و تلاوت و اشراق و چاشت میرے پاس نہیں ہیں لیکن میرے قلب میں ایک بہت بڑا عمل موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے اللہ و رسول سے محبت ہے وَاَقَرَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ذَالِکَ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی محبت کو تسلیم فرمایا اور عمل کی قید نہیں لگائی کہ تم اعمال میں تو کمزور ہو پھر کہاں کے عاشق بنتے ہو۔ اگر آپ سکوت بھی فرماتے تو بھی اس کی محبت ثابت ہو جاتی کیونکہ نبی کے سکوت سے بھی مسئلہ بنتا ہے کیونکہ نبی کسی نامناسب بات پر خاموش نہیں رہ سکتا لہٰذا آپ اس کی محبت کی تردید فرما دیتے بلکہ اس کے برعکس یہاں تو آپ نے اس کی محبت کو تسلیم فرمایا اور ارشاد فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی جنت میں اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اس کو محبت ہے۔ اگر بڑے بڑے اعمال کے بغیر صرف محبت سے جنت میں اہل اللہ کی صحبت نہ ملتی تو آپ کبھی یہ جملہ نہ ارشاد فرماتے اور یہ بشارت آپ نے اس وقت دی جب اس صحابی نے عمل کبیر کی نفی کی کہ میرے پاس کوئی بڑے بڑے اعمال نہیں ہیں لیکن ایک عمل ہے دل کا کہ میں اللہ و رسول سے شدید محبت رکھتا ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بشارت دینا کہ ہر شخص اُس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے دلیل ہے اس بات کی کہ محبت اتنی بڑی نعمت ہے جو محبوب کا ساتھ نصیب کرا دیتی ہے۔ اگر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بدون نقلِ حدیث کے یہ فیصلہ کرتے تو مجھے اس کا یقین نہ آتا لیکن فرماتے ہیں کہ یہ فیصلہ تو یہ حدیثِ پاک کر رہی ہے، یہ حدیث خود اعلان کر رہی ہے کہ محبت کا خود ایک اعلیٰ مقام ہے جو اعمال سے بالاتر ہے اور یہ کہ اعمالِ نافلہ محبت کے لوازم میں سے نہیں ہیں۔ محبت ایک عجیب نعمت ہے جو موہوب من اللہ ہوتی ہے، خدا کے دینے سے ملتی ہے اور اس کا ذریعہ خدا کے

عاشقوں کی صحبت ہے ؎

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے
جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بہ خانہ ہے

دوستو! تفسیر روح المعانی سے آج ایک بہت بڑا خزانہ مل گیا جس سے معلوم ہوا کہ محبت بذاتِ خود ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ بہت سے لوگ بطور عادت کے رسماً بہت زیادہ عمل کرتے ہیں لیکن دل میں محبت کی وہ نعمت نہیں جو بعض کم عمل والوں کے پاس ہے۔ مقابلہ کے وقت پتہ چلتا ہے، جب مقابلہ ہوتا ہے جان دینے کا، اللہ کے حکم کے سامنے اپنا دل توڑ دینے کا اس وقت پتہ چلتا ہے کہ کون اس نعمت سے مشرف ہے لَا شُجَاعَةَ قَبْلَ الْحَرْبِ۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

لَا شُجَاعَةَ یَا فَتٰی قَبْلَ الْحُرُوْبِ

شجاعت اور بہادری کا پتہ جنگ سے پہلے نہیں چلتا۔ اس لیے ہم سب محبت کی یہ نعمت اللہ سے مانگیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ﴾

(مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۱۰۹۳)

آج پتہ چل گیا کہ کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ بعض لوگ ہیں:

﴿مُتَنَفِّلِیْنَ طُوْلَ اللَّیْلِ وَ صَائِمِیْنَ طُوْلَ النَّھَارِ وَذَاکِرِیْنَ فِیْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَ اٰنَاءِ النَّھَارِ لٰکِنَّ الْمَحَبَّةَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ قَلِیْلَةٌ وَ بَعْضُ النَّاسِ کَمَا ھٰذَا الْاَعْرَابِیُّ یُحِبُّ اللہَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

عَلٰی مَحَبَّةٍ مُرتَفِعَةٍ عَالِیَةٍ﴾

بعض کم عمل والوں کے دل میں اللہ ورسول کی زبردست محبت ہوتی ہے۔

اس علمِ عظیم سے آج دل میں ایک عجیب خوشی محسوس کررہا ہوں، اگر دل میں محبتِ عظمیٰ کی یہ نعمت حاصل ہے تو کم عمل والے مایوس نہ ہوں اللہ کی محبت، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، اپنے بزرگوں کی محبت ہم کو ان شاء اللہ تعالیٰ انہی کے ساتھ لے جائے گی۔

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ عاشقانہ

اسی گفتگو کے دوران فرمایا کہ اللہ کی محبت اللہ کے عاشقوں سے ملتی ہے۔ میرے شیخ تھے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، اگر میں ان کو نہ دیکھتا تو ساری زندگی میں نہیں جان سکتا تھا کہ اللہ کے عاشق کیسے ہوتے ہیں۔ حضرت کا یہ مقام تھا کہ فضاؤں میں اللہ کا نام لکھتے تھے۔ بیٹھے ہوئے ہیں اور فضاؤں میں انگلی سے الف کھینچا پھر اللہ کا لام بنایا پھر تشدید بنائی اور اوپر الف بنادیا تو میں سمجھ جاتا تھا کہ اب حضرت فضاؤں میں اللہ کا نام لکھ رہے ہیں اور کبھی بیٹھے بیٹھے کرتے کی آستین پر اللہ لکھ دیا اور جب اللہ کا نام لیتے تھے تو ایک آنسو نکل کر رخسار کے قریب آکر ٹھہر جاتا تھا اور وہ ظالم گرتا بھی نہیں تھا اپنی جگہ بنالی تھی، وہیں چمکتا رہتا تھا۔

اور کیا کہوں کہ حضرت کس طرح عبادت کرتے تھے۔ ان کی جیسی عاشقانہ عبادت میں نے روئے زمین پر نہیں دیکھی۔ جب تلاوت کرتے تھے تو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد زور سے اللہ کا نعرہ لگاتے تھے، آہ وفغاں کرتے تھے، تلاوت کرتے کرتے اُچھل اُچھل جاتے تھے اور اللہ اللہ ایسے کہتے تھے جیسے روح نہ جانے کیا لذت پارہی ہے۔ ہم لوگ تو ایسی عبادت کرتے ہیں جیسے کوئی کھانا کھا

رہا ہے اور اس کو بھوک ہی نہیں ہے اور اگر تین دن کا بھوکا ہو اور بریانی کباب مل جائے تو کیسے کھائے گا، وہ اُچھل اُچھل جائے گا۔ حضرت والا کی روحِ مبارک اللہ کی ایسی عاشق تھی کہ عبادت و تلاوت اور ذکر کرتے تھے تو اُچھل اُچھل جاتے تھے۔ حضرت کی عبادت ایسی تھی جیسے کوئی شدید بھوک میں لذیذ کھانے کھا رہا ہو۔ کیا کہوں جب حضرت کی یاد آتی ہے تو دنیا میں دل نہیں لگتا، دل تڑپ جاتا ہے۔

جو یاد آتی ہے وہ زُلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں
جو پوچھے گا کوئی مجھ سے یہ آ کر
کہ کیا گذری ہے اے دیوانے تجھ پر
نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے اپنے شیخ میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر کہے تھے۔

حاصلِ کائنات

مجلس کے اختتام کے قریب یہ ارشاد فرمایا کہ اگر ہم اللہ کی محبت پا گئے اور ہمارے دل میں اللہ پاک کا نورِ خاص عطا ہو گیا اور ہم صاحبِ نسبت ہو گئے تو پھر ساری کائنات کے ہم حاصلِ کائنات ہو گئے، کیونکہ کائنات ہمارے لیے پیدا ہوئی ہے اور ہم اللہ کے لیے پیدا ہوئے ہیں تو جس نے اللہ کو پا لیا وہ حاصلِ کائنات اپنے دل میں پا گیا اس کے قلب میں زمین و آسمان بھی ہیں سورج و

چاند بھی ہیں۔ سورج چاند کا خالق جب دل میں ہے تو سورج کیا بیچتا ہے، جس کے دل میں خالقِ آفتاب ہو وہ بے شمار آفتاب اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ یہ مزہ ہے۔ آپ بتائیے اس مزہ کے سامنے بادشاہوں کے تخت و تاج، وزارتِ عظمٰی اور سلطنت کا خیال آئے گا؟ دنیا کی لیلاؤں کا خیال آئے گا؟ ہر لیلیٰ لاش معلوم ہوگی۔ لاش کے معنی ہیں لاشے۔ گلنے سڑنے والی لاشیں ہیں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی سے دل کو مت بہلاؤ، یہ سب سہارے فانی ہیں، عارضی ہیں، جب ان کا جغرافیہ بدل جائے گا، نقوش بگڑ جائیں گے تو کہاں جاؤ گے کس سے دل بہلاؤ گے؟ اللہ پر فدا ہو جاؤ سمجھ لو ساری دنیا کی لیلاؤں کا حسن مل گیا، جو اللہ پر مر گیا ساری دنیا کی سلطنت اس کے ہاتھ میں ہے، ساری کائنات اور دولت سب کچھ اس کے پاس ہے چاہے چٹنی روٹی کھا رہا ہے لیکن اگر دل میں اللہ ہے تو بہار ہی بہار ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

جب اُن کی یاد آتی ہے تو گھبراتا ہوں گلشن میں
مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہِ صحرا نے

۴؍ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۳؍ اگست ۱۹۹۳ء، دوشنبہ

تعلیم حسنِ ظن

حضرت والا کے ایک خاص دوست جو ایک سلسلہ کے شیخ بھی ہیں ان سے ملنے کے لیے حضرت والا ان کے گھر تشریف لے گئے۔ کل ان کو حضرت نے بار بار فون کرایا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ جب حضرت والا ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے حافظ داؤد بدات صاحب کو فرنچ میں بتایا کہ حضرت والا کا کل کئی بار فون آیا لیکن میں رات میں بہت دیر سے لوٹا۔ اس وجہ سے میں نے فون نہیں کیا کہ حضرت کو بے وقت فون کرنے سے حضرت کی نیند میں خلل پڑے گا۔ اس

پر حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے! فون کا جواب نہ آنے کی یہ وجہ تھی، اس لیے شریعت نے حکم دیا ہے کہ حسنِ ظن رکھو ورنہ ایسے وقت شیطان پہنچ جاتا ہے کہ دیکھو تم تو فون پر فون کر رہے ہو اور وہ جواب بھی نہیں دے رہے ہیں لہٰذا اگر اس کے کہنے پر عمل کر لیا تو گنہگار بھی ہوئے اور تعلقات بھی کشیدہ ہوگئے لہٰذا ایسے موقع پر سوچنا چاہیے کہ کوئی مجبوری ہوگی۔ حسنِ ظن رکھو۔ شریعت کی کیسی پیاری تعلیم ہے۔ لہٰذا الحمدللہ میں سمجھ رہا تھا کہ کوئی مجبوری ہے جو فون نہیں آیا۔

حضرت والا کی خوش طبعی

اس کے بعد حضرت والا سینٹ پیئر کے لیے واپس ہوئے۔ کار میں حضرت والا کے ساتھ احقر راقم الحروف اور مولانا داؤد تھے اور حسان پٹیل صاحب کار چلا رہے تھے۔ راستہ میں گنے کے کھیت بہت تھے۔ ری یونین میں گنا بہت پیدا ہوتا ہے۔ حضرت والا نے احقر کو مخاطب کر کے مزاحاً یہ شعر فرمایا اور ہم خدام کو محظوظ فرمایا؎

جو میرا اپنے ملک میں کنجوس رہے ہیں
ری یونین میں گنے کا رس چوس رہے ہیں

مولانا داؤد صاحب نے عطر لگایا جس سے کار میں خوشبو پھیل گئی تو حضرت والا نے پوچھا کون سا عطر ہے؟ مولانا داؤد نے عرض کیا کہ سلمٰی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ندوۃ سے مولانا سلمان کراچی آئے تھے تو مجھ سے ملنے بھی آئے۔ ان کے لیے میں نے ایک شعر کہا تھا؎

ایک سلمٰی چاہیے سلمان کو
دل نہ دینا چاہیے انجان کو

اور میں نے کہا کہ جو انجان (نامحرم) کو دل دیتا ہے اس کو انجائنا ہو جاتا

ہے۔ مولانا سلمان اتنے خوش ہوئے کہ ندوۃ جا کر میرے بارے میں کہا کہ یہ دُرویش بہت زندہ دل ہے۔ ان کی مجلس میں دل بالکل نہیں گھبراتا۔

۵؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۳؍اگست ۱۹۹۳ء، بعد نمازِ عشاء، ۹ بجے شب، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیئر، ری یونین

حسبِ معمول خانقاہ میں آج بھی کچھ حضرات اعلان کے مطابق جمع ہوگئے جن میں اکثر تعداد علماء کی تھی اور حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے بیان فرمایا۔

نگاہِ نبوت میں محبت کا مقام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

صحبت اہل اللہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور دوستوں کو جو تعلق عطا فرماتے ہیں وہ تعلقِ خاص موقوف ہے صحبت پر۔ کوئی کتنا ہی علامہ اور قابل ہو لیکن اگر اس کو اہل اللہ کی صحبت نہ ملے تو اہل اللہ نہیں ہوسکتا۔ علم کے باوجود کہیں نہ کہیں نفس کی شرارت داخل ہوجائے گی، اس لیے دین کو اللہ نے صحبت پر موقوف رکھا ہے۔ ایک لاکھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک لاکھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بھی پیدا ہوجائیں لیکن قیامت تک صحابی نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا آفتاب اور بلب جتنے کروڑ ملین پاور کا تھا اب دنیا میں اس پاور کا کوئی بلب قیامت تک نہیں مل سکتا لہٰذا اب کوئی صحابی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہمارے اکابر کا یہ جو سلسلہ ہے کہ مختلف شہروں میں اور ملکوں میں جانا، کچھ دن

وہاں قیام کرنا مجلسیں کرنا یہ حقیقت میں اسی صحبت پر عمل ہے۔

عورتوں کے لیے معیت صادقین کا طریقہ

اسی بہانہ سے مستورات کو پردوں سے آواز تو پہنچتی ہے یہ بھی ایک قسم کی صحبت ان کو حاصل ہے۔ یعنی مرد کا مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ نبی کو دیکھ لے تو صحابی ہوگیا، اگر اندھا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو بھی صحابی ہوگیا حالانکہ اس نے خود نہیں دیکھا جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے کہاں دیکھا تھا نابینا تھے لیکن حالتِ ایمان میں اگر خود نہ بھی دیکھ سکے لیکن نبی اس کو دیکھ لے تو بھی وہ صحابی ہوجاتا ہے۔ عورتیں اگرچہ اپنے شیخ کو نہ دیکھیں کیونکہ ان کے لیے پردہ کا حکم ہے لیکن شیخ کی آواز سننا اور اس کی مجلس میں ان کا موجود رہنا یہی ان کا صحبت یافتہ ہوجانا ہے۔ اس لیے وہ بھی صحابیات ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر دیکھے زیارت کی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ نبوت کی سماعت کی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ نبوت پایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لی۔ نہ نبی نے ان کو دیکھا نہ انہوں نے نبی کو دیکھا لیکن وہ صحابیات ہیں یا نہیں؟ تو یہ صحبت کا طریقہ جو ہمارے اکابر کا چلا آرہا ہے، یہ میرا سفرری یونین اور مولانا داؤد کا یہ سب انتظام کرنا خانقاہ وغیرہ کا سب کا حاصل صحبت ہے کہ اپنے بزرگوں کی صحبت مل جائے، اکابر کی صحبت مل جائے، اگر اکابر نہ ہوں تو ان کے صحبت یافتہ کی صحبت بھی کافی ہے۔ اگرچہ دہلی کے حکیم اجمل خان اب زندہ نہیں ہیں لیکن اگر آپ کو معلوم ہوجائے کہ فلاں صاحب دس سال حکیم اجمل خان کے ساتھ رہے ہیں تو آپ ان پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔ بس یہی مسئلہ ہے، اب ظاہر بات ہے کہ اکابر تو چلے گئے لہٰذا ان کے صحبت یافتہ کی صحبت بھی مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھو اور اس کی برکت ایسی

ہوتی ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہما ان دونوں کے ہاتھوں پر دو خواتین بیعت ہوئیں جو پہلے بہت گنہگار زندگی گذارتی تھیں اور بیعت ہوئیں کپڑے سے، پردہ سے، انہوں نے انہیں نہیں دیکھا لیکن ان کی باتیں سنتی رہیں، نصیحتیں سنتی رہیں یہاں تک کہ جب ان بزرگوں نے جہاد کا اعلان کردیا کہ بھئی اب بالاکوٹ چلنا ہے اور سکھوں سے جہاد کرنا ہے، تو جب حضرت سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید چلے تو یہ دونوں رونے لگیں کہ ہم کو توبہ کرا کر آپ کہاں جارہے ہیں اب ہم کس سے دین سیکھیں گی؟ لہٰذا ہمیں بھی لے چلو تو سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید نے فرمایا کہ تم لوگ کیا کروگی وہاں چل کر؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے شوہروں کے ساتھ جائیں گی اور میدانِ جہاد کے پہاڑوں کے دامن میں جہاں ہمارا خیمہ ہوگا رات بھر مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا دلیں گی، چکی چلائیں گی جبکہ یہ پہلے بہت مالدار تھیں، پھولوں پر سونے والی، لہٰذا جب جہاد شروع ہوا تو بالاکوٹ کے پہاڑوں کے دامن میں ان کے خیمے لگے، رات بھر چکی چلانے سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، کیونکہ یہ کام کبھی کیا نہ تھا، دلّی کے ایک آدمی نے پوچھا کہ اے میری بہنو! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں، آپ لوگ پہلے بہت مالدار تھیں پھولوں پر سونے والی تھیں، نوکر چاکر تھے، اور تمہاری زندگی آزادی کی تھی، نہ روزہ نہ نماز، گنہگار زندگی تھی، کیا تم کو اب اس میں مزہ آرہا ہے کہ پھولوں کے بجائے بالاکوٹ کی کنکریوں پر سورہی ہو اور ہاتھوں میں بجائے پلاؤ بریانیوں کے چھالے پڑ گئے ہیں تو ان دونوں نے جو کہا اس کو مجھے سنایا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میں وہ الفاظ نقل کرتا ہوں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ ہیں مگر مشائخِ چشتیہ کے بھی شیخ ہیں، ہمارے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے بھی ان کو اپنا شیخ

بنایا تھا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اور بارہ سال تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہے ہیں، سر سے پیر تک عشقِ الٰہی کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ان کی صحبت میں میں تین سال رہا ہوں۔ جب میں سولہ سال کا تھا تو تین برس تک روزانہ مسلسل ان کی صحبت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ عصر تک تو میں کالج میں حکمت پڑھتا تھا، عصر کے بعد رات گیارہ بجے تک حضرت کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ تو میں نقشبندی بزرگوں کا بھی صحبت یافتہ ہوں اور صرف صحبت یافتہ ہی نہیں بلکہ مجازِ بیعت بھی۔ حضرت نے مجھ کو اور میرے شیخ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب کو مجازِ بیعت بنایا ہے۔ مولانا کے حالات بھی چھپ کے آئے ہیں۔ اس میں اس فقیر کا بھی مجازین میں تذکرہ ہے۔

تو حضرت نے جو مجھ کو سنایا وہ میں آپ کو سنا رہا ہوں کہ جب ان دو عورتوں سے مجاہدین میں سے کسی نے پوچھا کہ میری بہنو! تم کو یہاں کنکریوں پر سونے کو مل رہا ہے اور تم دلّی کے مالدار گھرانے کی ہو، اور رات بھر چکی چلانے سے تمہارے ہاتھوں میں چھالے پڑے ہوئے ہیں تو یہ زندگی تم کو مزیدار معلوم ہوتی ہے یا دلّی میں جو عیش کی تھی، غفلت کی تھی؟ ان دونوں نے جو جواب دیا وہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے مجھ کو سنایا، ان دونوں نے یہ کہا کہ سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید ان دو بزرگوں کے ہاتھوں پر جب سے ہم بیعت ہوئے اور پردہ کے ساتھ ان کی نصیحتیں سنی گویا ان کی صحبتیں ملی، اور ان کنکریوں پر سونے کی تکلیف اٹھانے سے اور مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے رات بھر چکی چلانے سے ان دونوں بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے میں ہم کو ایسا ایمان اور یقین عطا ہوا ہے کہ اگر ہمارا ایمان ہمارے قلب سے نکال کر بالاکوٹ کے ان پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور برداشت نہیں کر سکیں گے۔

گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے

آہ! اللہ ایسے نہیں ملتا۔ مجاہدے سے ملتا ہے، تکلیف اٹھانے سے ملتا ہے۔ جو ظالم ذکر کے مزے سے مست رہے لیکن جہاں عورتیں سامنے آگئیں اب وہاں فیل ہوگیا اور اللہ سے دور ہوگیا کیونکہ حرام لذت کے مقابلے میں وہ اللہ کو ترجیح نہیں دے رہا ہے، اپنے نفس کو آگے بڑھا رہا ہے۔ آپ سے میں پوچھتا ہوں کیا یہ شرافتِ محبت ہے کہ رات کو تہجد پڑھی اللہ سے روئے لیکن جب گناہ کا موقع آیا تو وہاں خدا یاد نہیں رہا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے یعنی اپنی آنکھوں کو نامحرموں سے بچانا، جھوٹ سے بچنا ہر نافرمانی سے بچنا غرض جتنی چیزیں شریعت کے خلاف اس وقت ری یونین کے معاشرہ میں ہیں ان میں خاص کر عورتوں کا بے پردہ گھومنا بھی شامل ہے۔

پردہ مرد و عورت دونوں پر واجب ہے

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی جب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں دو بیویاں حضرت میمونہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِحْتَجِبَا اے میری بیویو! پردہ کرلو تو ہماری ان دونوں ماؤں نے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں بیویوں نے عرض کیا:

﴿ اَلَیْسَ ھُوَ اَعْمٰی لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا ﴾

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی قولہ عزَّ وجلَّ و قل للمؤمنات یغضضن)

کیا عبداللہ ابن مکتوم نابینا نہیں ہیں وہ ہم کو کیسے دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ ﴾

(سنن ابی داؤد، کتابُ اللباس، ج:۲، ص:۲۱۲)

کیا تم دونوں بھی نہیں دیکھتی ہو؟ کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟

جب اللہ نے اپنے معصوم پیغمبر کی پاکیزہ بیویوں کو حضرت عبداللہ ابن مکتوم جیسے صحابی سے پردہ کرایا تو ہم جیسے ناپاکوں کا کیا منہ ہے کہ تقدس کا دعویٰ کریں۔ پردہ دونوں طرف سے واجب ہے، نہ مسلمان مرد عورت کو دیکھے نہ مسلمان عورتیں مردوں کو دیکھیں، اسی لیے ٹیلی ویژن حرام ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایک مرد خبریں سنا رہا ہے اور عورتیں بیٹھی دیکھ رہی ہیں اور نامحرم عورتوں کو مرد دیکھ رہے ہیں۔ اِدھر حاجی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اُدھر جن صاحبہ بیٹھی تسبیح لیے پڑھ رہی ہیں اور غیر محرم مردوں کو دیکھ رہی ہیں اور حاجی صاحب بھی ہر سال حج کر کے ٹیلی ویژن پر خواتین سے خبریں سن رہے ہیں۔ کان ہی سے نہیں آنکھوں سے بھی سنتے ہیں، جو شخص ٹیلی ویژن پر خبر سنتا ہے وہ کان سے بھی سنتا ہے، آنکھ سے بھی سنتا ہے یعنی آنکھ سے دیکھتا رہتا ہے کہ یہ عورت کیسے مٹک مٹک کر خبر سنا رہی ہے، کیا لچک ہے، کیا الفاظ کو چبا چبا کر بیان کرتی ہے۔ یہ مشق کرتی ہیں کہ ایسا بولو کہ مرد پاگل ہو جائے جبکہ حکم ہے:

﴿لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾

(سورۃُ الاحزاب، اٰیۃ: ۳۲)

یعنی اپنی فطری نرم آواز کو بھاری کر کے بولو ورنہ جن کے دل میں مرض ہے وہ طمع کریں گے، لالچ کریں گے گناہ کے خیالات شروع ہو جائیں گے۔ خیر القرون کا زمانہ ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں قرآن کا نزول ہو رہا ہے، جبرئیل علیہ السلام کی آمد و رفت ہو رہی ہے صحابہ جیسی مبارک ہستیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! اگر اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے لیکن خبردار دوسری نظر مت ڈالنا:

﴿لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ﴾

(مشکوٰۃُ المصابیح، کتابُ النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ، ص: ۲۶۹)

پہلی نظر معاف ہے کیونکہ اچانک ہے لیکن دوسری نظر حرام ہے۔ آج کل کی عورتیں اور مرد دونوں کہتے ہیں، گمراہی کے اندھیروں میں ان کے الفاظ یہ ہوتے ہیں کہ

مولانا پردہ تو دل کا ہے، دل صاف نظر پاک یا دل پاک نظر صاف! تو معلوم یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کا ایمان اس مقام پر تھا کہ فرماتے ہیں کہ جب میں قیامت کے دن جنت اور دوزخ کو دیکھوں گا تو مَا ازْدَدْتُّ یَقِیْناً میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا، اتنا یقین مجھ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے صدقہ میں دنیا ہی میں حاصل ہے۔ تو جن کا ایمان اس درجہ کا ہے کہ گویا وہ جنت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں ان کے لیے تو نظر کی حفاظت کا حکم ہے اور آج اس زمانے میں کیا ہم لوگوں کا دل حضرت علی کے دل سے زیادہ پاک ہے اور ہماری نظر ان کی نظر سے زیادہ صاف ہے؟ یا دل صاف نظر پاک یا دل پاک نظر صاف بتائیے یہ کیا ہے؟ بیوقوفی نادانی کی بات ہے، اسی لیے آج کل اولیاء اللہ کم پیدا ہو رہے ہیں۔ اور کمی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر تقویٰ کی کمی ہے۔ اللہ نے اپنی دوستی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہے کہ گناہ سے بچو اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اللہ کے جو دوست ہیں ان کو میدانِ محشر کی ہولناکیوں کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا سے جدا ہونے کا ان کو کوئی غم ہوگا کیونکہ اعلیٰ چیز کی طرف جا رہے ہیں۔

اولیاء اللہ کی ولایت کا میٹیریل

لیکن اولیاء اللہ کی ولایت کا میٹیریل اور اجزاء ترکیبیہ دو ہیں (۱) ایمان، (۲) تقویٰ جیسا کہ آگے آیت میں ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ماضی ہے یعنی ایک دفعہ ایمان لانا کافی ہے وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یہ استمرار ہے، جب مضارع پر ماضی داخل ہوتا ہے تو استمراری بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ایمان لانے کے بعد ولی اللہ بننے کے لیے ساری زندگی تقویٰ کا غم اور گناہ چھوڑنے کا غم اور نافرمانی سے بچنے کے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، پہلے پاپڑ بیلنے کو ملیں گے پھر پاپڑ کھانے کو ملیں گے لیکن ہم لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ پاپڑ بیلنے نہ پڑیں عورتیں بیل کر پیش کر دیں یعنی مجاہدات نہ کرنے پڑیں اور ثمرات مل جائیں لیکن ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

اِصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ صحبتِ صالحین ہو، اہل اللہ کی صحبت خصوصاً کسی صاحبِ سلسلہ شیخ کی صحبت ہو جو بیعت ہو کسی کے ہاتھ پر تو اس کی صحبت کا کیا کہنا کیونکہ شیخ کی عظمت ہوتی ہے، احترام ہوتا ہے کہ میرا شیخ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنا پیر پیر، دوسرے کا پیر آدمی، عظمت کی وجہ سے اس کی اتباع آسان ہوتی ہے۔ اسی لیے اکابر نے صحبتِ شیخ کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے، اسی لیے اپنے مشایخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے شیخ کا انتخاب کیا تاکہ سر پر بڑے کا سایہ رہے کیونکہ مقصود اللہ کی ذات ہے، شیخ ذریعۂ مقصود ہے۔ پس شیخ کو اتنا زیادہ مقصود بنالینا کہ صاحب ان کے بعد کسی سے دل ہی نہیں لگتا یہ شرک فی الطریق ہے اور یہ شخص اللہ کے مقابلے میں شخصیت کو ترجیح دے رہا ہے۔ اللہ نے کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ فرمایا ہے اور کُوْنُوْا امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے جس میں تجددِ استمراری کی شان ہے جس سے ثابت ہوا کہ معیتِ صادقین میں استمرار ہو، ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہو، کوئی زمانہ ایسا نہ ہو کہ معیتِ صادقین تمہیں حاصل نہ ہو اور جب شیخ کا انتقال ہوگیا تو اس کا ساتھ تو ختم ہوگیا لہٰذا دوسرا شیخ تلاش کرو کیونکہ اب اس کا فیض بند ہوگیا۔ مردہ شیخ سے اصلاح نہیں ہوتی زندہ شیخ سے ہوتی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ ڈولیں نیچے کنویں میں گری ہوئی ہیں اور ایک آدمی کنویں کے اوپر زندہ کھڑا ہے اور وہ اوپر سے اپنی ڈول کنویں میں ڈالے ہوئے ہے جس سے وہ گری ہوئی ڈولوں کو کنویں سے نکال رہا ہے۔ تو یہ شیخ ہے اور اس کے دو مرتبے ہیں۔ جسم سے وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح کے اعتبار سے وہ دنیا سے باہر ہے۔ آپ کی روح کو وہ اپنی روح سے پکڑ کر دنیا سے نکال رہا ہے اور اللہ سے ملا رہا ہے، ولی اللہ

بنا رہا ہے لیکن اگر وہ اوپر کا آدمی جو ڈول سے نکال رہا تھا انتقال کر گیا تو اب وہ کنویں سے نہیں نکال سکتا کیونکہ جس ہاتھ میں ڈول اور رسی تھی وہ نہیں رہا لہٰذا اب دوسرا آدمی آئے اور اپنی ڈول ڈال کر کنویں سے دوسری ڈولوں کو نکالے گا۔ ایسے ہی شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ کرو کیونکہ اس کا فیض اب بند ہوگیا۔ اگر خود بھی شیخ ہے تو اپنے خصوصی معاملات میں وہ دوسرے شیخ کا محتاج ہوگا، اپنی اصلاح خود نہیں کرسکتا جس طرح ڈاکٹر بیمار ہوجائے تو خود اپنا علاج نہیں کرسکتا دوسرے ڈاکٹر کے مشورہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی پر میرے دو شعر ہیں جو ری یونین ہی میں ہوئے ؎

نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دواؤں سے
کرے ہے جستجو دکتور بھی دکتورِ ثانی کی
بدونِ صحبت مرشد تجھے کیسے شفا ہوگی
نہیں جب شیخِ اوّل، جستجو کر شیخِ ثانی کی

شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو

لیکن شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو، یہ شرط ہے، یہ نہیں کہ چونکہ میرا باپ ہے یا میرا فلاں اور فلاں ہے لہٰذا میں بھی اس سے تعلق رکھوں گا۔ یہ راستہ بالکل مناسبت کا ہے، اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہ ہوگا۔ جیسے مثال کے طور پر آپ کو کسی کا خون چاہیے اور میر صاحب کو دیکھا کہ بھئی یہ تگڑا آدمی ہے اس کا خون بھی تگڑا ہوگا لیکن ڈاکٹر نے کہا نہیں بھائی اس کو دبلے پتلے مولانا داؤد کا خون فٹ ہوگا، تو جب خون کا گروپ ملتا ہے پھر ڈاکٹر چڑھاتا ہے اور اسی سے فائدہ پہنچتا ہے۔ جب تک روحانی مناسبت نہ ہو اس وقت تک مزہ نہیں، نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ اگر مناسبت نہیں ہے تو نفع نہیں ہوسکتا۔

گناہوں سے بچنے کی ہمت صحبتِ صالحین سے ملتی ہے

بہرحال تو یہ عرض کررہا ہوں کہ صحبتِ صالحین اور صحبتُ المشائخ کا ہم اہتمام کریں جو اس وقت ہمیں حاصل ہے الحمدللہ، مجھ کو بھی آپ لوگوں کی صحبت حاصل ہے، شیخ اور مرید دونوں کو نفع ہوتا ہے۔ اگر شیخ اکیلا رہے، دین کی دعوت کا کام نہ ہو تو اس کا ایمان بھی کمزور ہوجائے گا، جو بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ بھی پیار کرتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے جیسے کسی کا بچہ گم ہوگیا اور ایک آدمی نے اخبار میں پڑھا کہ بچے کو لانے والے کو پچاس ہزار کا انعام بھی ہے۔ وہ گیا اور ڈھونڈ کر باپ کے پاس لے آیا۔ وہ بچے سے نہیں کہے گا کہ لاؤ انعام۔ اگر بچے سے کہتا ہے کہ انعام لاؤ تو مخلص نہیں ہے، ابا سے انعام مانگے گا اور ابا اس بچے کو پیار کرنے سے پہلے اس لانے والے کو پیار کرے گا اور سینے سے لگا کر کہے گا جزاک اللہ آپ نے میرے آنکھوں کی روشنی، میرے جگر کا ٹکڑا لادیا۔ اسی طرح جو محنت کرکے اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے تو اللہ کا پہلا پیار جوڑنے والے کو ملتا ہے لیکن علامت یہ ہے کہ بندہ سے نہ کہے کہ انعام لاؤ جس طرح بچے سے انعام نہیں مانگتا کیونکہ بچہ کہاں سے دے گا، ابا سے لو، اسی طرح بندہ کہاں سے دے گا، تم ربا سے لو۔

اور جو بندہ اللہ والوں سے جڑ جاتا ہے وہ اللہ والا ہوجاتا ہے کیونکہ گناہوں سے بچنے کی ہمت بھی صحبت ہی سے نصیب ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ دیکھو یہ ہمارے بزرگ ری یونین میں جارہے ہیں اور کیسی کیسی لڑکیاں سامنے آتی ہیں مگر بالکل نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے اور اس سے حرام لذت نہیں لیتے تو انسان سوچتا ہے کہ جب ہم جیسے انسان بھی یہ کررہے ہیں تو ہم بھی کریں، ان کی ہمت کا فیض پہنچتا ہے اور توفیق نصیب ہوتی ہے۔ تو دوستو! اس لیے اللہ کی اس

نعمت کی قدر کیجیے، ہم بھی کریں آپ بھی کریں، یہاں سے کراچی کا کتنا فاصلہ ہے اور یہاں آکر ہم دینی مجلسیں کررہے ہیں، اس میں علمِ دین بھی مل رہا ہے اور اہلُ اللہ کی صحبت بھی مل رہی ہے، ہر آدمی دوسرے کو صالح سمجھے اور سوچے کہ مجھ کو ری یونین کے صالحین کی صحبت مل رہی ہے۔

دعائے سفر کی عجیب وغریب تشریح

اس لیے سفر کی جو دعا سکھائی گئی اس میں صالحین کی صحبت مانگی گئی ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا وَارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا﴾

(حصن حصین)

اے اللہ! اس بستی میں برکت عطا فرما اور یہاں کے پھل فروٹ اور نعمتیں بھی ہم کو نصیب فرما اور اس بستی والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے مگر ہمارے دِل میں محبت صرف صالحین کی آئے، ایسا نہ ہو کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی محبت آجائے، وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا اس بستی کے جو صالحین ہیں ان کی ہمیں محبت نصیب فرما۔ یہ مضمون دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی کا مضمون ہے، غیر نبی ایسی دعا مانگ سکتا ہے؟ وہ تو کہے گا کہ سب کے دل میں میری محبت اور میرے دل میں سب کی محبت ہو۔ لیکن اللہ کے نبی نے یہ دعا مانگی کہ اس بستی والے صالح ہوں یا غیر صالح سب کے دل میں ہماری محبت ڈال دے تاکہ وہ ہم سے قریب ہوجائیں اور ہم سے دین سیکھیں اور غیروں کے دل میں بھی جب ہماری محبت ہوگی تو ان کے شر سے محفوظ رہیں گے لیکن ہمارے دل میں صرف صالحین کی محبت ہو کیونکہ غیروں کی محبت اللہ سے دور کرتی ہے۔ اور اہل اللہ کی محبت سے اہل اللہ کے قلب کا ایمان ویقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کو آہستہ آہستہ مل جاتا ہے۔ مجھے اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

اچھی اور بری صحبت کے اثرات

بظاہر اہل اللہ کے ہاتھوں میں تسبیح نہیں، زبان بھی حرکت میں نہیں مگر اُن کا قلب ہر وقت اللہ کے ساتھ رہتا ہے، ہر وقت ان کا دل اللہ کی یاد میں مشغول رہتا ہے، بیٹھ کر دیکھ لو، جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں آپ تاریخ دیکھیں گے تو کسی نہ کسی کی صحبت میں رہے ہوں گے، خالی کتاب پڑھ لینے سے کوئی ولی اللہ نہیں ہو جاتا، جن کو کتب بینی تو ملی لیکن قطب بینی نہ ملی، ان کی عقل میں وہ نورِ ایمان و یقین نہیں ہوتا جو انہیں جاہ اور باہ کے ہاتھوں بکنے سے روک سکے، وہ بکنے والے ہو جاتے ہیں، بکاؤ مال ہو جاتے ہیں، کہیں جاہ سے مار کھا گئے، کہیں باہ سے مار کھا گئے، کہیں غصے کے فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ صحبت اہل اللہ، اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

کل جو مضمون میں نے بیان کیا تھا اس میں بھی صحبت کی اہمیت تھی کہ غیروں کی صحبت سے بچو۔ کل جو لوگ مجلس میں تھے انہوں نے بہت مزے لیے اس لیے میں نے سوچا کہ جو بے چارے کل نہیں تھے آج ان کو سنا دوں اس میں میرا اپنا بھی فائدہ ہے۔ کل یہ بات تھی کہ گمراہی کے اسباب میں بڑا سبب صحبتِ اغیار ہے۔

کفار سے ترکِ موالات

دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ﴾

(سورۃُ المائدۃ، اٰیۃ: ۵۱)

یہودیوں اور عیسائیوں سے محبت نہ کرو، موالات نہ کرو، انہیں اولیاء مت بناؤ،

ان سے معاملہ کر سکتے ہو، لین دین خرید وفروخت کر سکتے ہولیکن ان کو دوست نہیں بنا سکتے کیونکہ دوستی اور موالات کا مرکز قلب ہے اور معاملات کا مرکز قالب ہے، جسم سے بات کریں گے کہ یہ لاؤ وہ لاؤ لیکن قلب ان کو نہیں دیں گے۔ پس چونکہ موالات کا مرکز قلب ہے اور معاملات کا مرکز قالب ہے، تو اگر قلب صحیح ہے اور کافروں کی موالات سے خالی ہے تو ان کے ساتھ معاملات سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر قلب اللہ والا ہے اور کافر سے مال خرید رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ کافر ہے، دل میں اس کی کوئی محبت نہیں تو اس سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اسی لیے کفار سے معاملات جائز اور موالات حرام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اپنے اسلام اور ایمان کی تم حفاظت چاہتے ہو تو میرے دشمنوں سے محبت مت کرو لہٰذا اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ﴾

(سورۃُ الْمائدۃ: اٰیۃ:۵۴)

اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد اسلام چھوڑ کر بھاگے تو دل چھوٹا مت کرو، یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی تسلی کے لیے ہے کہ میں ایک ایسی قوم پیدا کروں گا جو میرے عاشقوں کی ہوگی، میں ان سے محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کریں گے، یہ جملہ بتاتا ہے کہ عاشقوں کی قوم کبھی گمراہ نہیں ہوگی، اس لیے زیادہ علم کے بجائے محبت زیادہ سیکھو۔ اہلِ محبت گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اسی لیے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت زیادہ تر اہلِ محبت کی اختیار کرو تاکہ عشقِ الٰہی پیدا ہو۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا، فرماتے ہیں ؎

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے

یعنی میں اللہ کے در اور اس کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی رکھ چکا ہوں، عمر بھر میں ان کا رہوں گا، اللہ کا بن کے رہوں گا ؎

سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

یہ خشک ملا کا نہیں، خشک زاہد کا نہیں عاشقوں کا سر ہے۔ اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محبت ایسی چیز ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے بھی فصل اور جدائی پر راضی نہیں ہے۔ اگر دو ہونٹ نہ ملیں تو محبت کا لفظ ادا نہیں ہوسکتا۔ دونوں ہونٹ الگ کرکے کوئی بڑے سے بڑا قاری بھی محبت کا لفظ منہ سے نہیں نکال سکتا، پس جس کی لغت متقاضی وصل ہے اور فصل پر راضی نہیں اس کا مسمّٰی کیسا ہوگا، جس کو اللہ محبت دے گا وہ خدا کے فراق اور جدائی پر راضی نہیں ہوسکتا یعنی نافرمانی جو سببِ بُعد ہے، اللہ سے دوری کا سبب ہے اس کا عادی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اللہ کے عاشقین گناہ سے ڈرتے ہیں، ان کو ایک ہی غم ہوتا ہے کہ کہیں ہم سے کوئی گناہ نہ ہوجائے اور ہم اپنے اللہ سے، اپنے محبوب سے دور ہوجائیں۔ اسی لیے صحبتِ صالحین نمازیں، حج، عمرہ، نفلیں، تلاوت، ذکر و تسبیح کرتے ہیں کہ ہم اللہ سے قریب ہوجائیں، اللہ اللہ کہتے ہوئے ہمارے قلب و جان اللہ سے چپک جائیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ یاد آیا کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ ذال کاف را، ذاکر میں بھی ہے اور مذکور میں بھی ہے۔ اللہ پاک کا نامِ مبارک اسمِ اعظم ہے، اس کا پڑھنے والا ناممکن ہے کہ اللہ تک نہ پہنچے مگر خمیرہ کتنا ہی عمدہ ہو لیکن اگر خمیرہ کے ساتھ زہر بھی کھائے تو خمیرہ کیا کام کرے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ صحبتِ صالحین اور ذکر و تلاوت کے ساتھ گناہوں سے بھی پرہیز رکھو۔

تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ایک نصیحت فرمائی لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دل سے دوستی مت کرو۔ علامہ آلوسی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلا کہ اِنَّ مُوَالَاتَ الْیَھُوْدِ وَ النَّصٰرٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ یعنی یہود ونصاریٰ کی محبت تم کو مرتد بنادے گی۔

یمن میں ایک شخص مرتد ہوگیا، اس نے پورے یمن پر اتنا غلبہ حاصل کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جتنے بھی عُمّال تھے یعنی صدقات وصول کرنے والے حُکّام سب کو یمن سے باہر نکال دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس شخص کو قتل کرو، مرتد واجب القتل ہوتا ہے، اس سے لین دین، سودا خریدنا بیچنا سب حرام ہے۔ تو فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے یمن کے اس مرتد کو ہلاک فرمایا تَنَبَّأَ بِالْیَمَنِ وَکَانَ کَاھِنًا یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور وہ جادوگر تھا۔

ایک جھوٹے نبی کا واقعہ

میں نے کل مسیلمہ کذّاب کا واقعہ سنایا تھا، وہ دوبارہ سناتا ہوں، دوبارہ سننے سے علم میں رُسوخ پیدا ہوگا اور جنہوں نے نہیں سنا وہ سن لیں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خط لکھا۔ ذرا اس خبیث کا خط تو دیکھو کہ کیسا خط لکھتا ہے یعنی جھوٹے نبی کا خط بھی بتاتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ لکھتا ہے مِنْ مُّسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللہِ یعنی یہ خط مسیلمہ لکھ رہا ہے جو رسول ہے اور کسے لکھ رہا ہے؟ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کے ساتھ رسول بھی لکھا اور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا پھر اس نے لکھا سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ قَدْ اُشْرِکْتُ فِی الْاَمْرِ مَعَکَ آپ پر سلامتی ہو، میں نبوت میں آپ کے ساتھ شریک ہوں وَ اِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ عرب کی زمین میں آدھا حق میرا ہے

وَلِقُرَیْشٍ نِصْفُ الْاَرْضِ اور اہل قریش کو زمین کا آدھا حق ہے لٰکِنَّ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَّعْتَدُوْنَ لیکن قریش بڑے ظالم لوگ ہیں، میرا حصہ نہیں دے رہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ مکتوب پیش کیا گیا فَحِیْنَ قَرَأَ صلی اللہ علیہ وسلم کِتَابَہٗ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھوٹے نبی کا یہ خط پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قاصدوں سے پوچھا جو خط لائے تھے فَمَا تَقُوْلَانِ اَنْتُمَا؟ تم لوگ کیا کہتے ہو یعنی کیا تم بھی اس کو نبی سمجھتے ہو؟ ان دو قاصدوں نے کہا نَقُوْلُ کَمَا قَالَ ہم وہی کہتے ہیں ہیں جو وہ کہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاللہِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ خدا کی قسم اگر سفیروں اور قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَکُمَا ہم تمہاری گردنیں اُڑا دیتے، کتنے بد اور خبیث ہو کہ غیر نبی کو نبی بنا رہے ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھئے کہ اصلی نبی کے خط کا کیا مضمون ہے سبحان اللہ! جھوٹے کا خط تو آپ نے سن لیا اب سچے نبی کا خط سنئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ کا پیغمبر اس طرح خط لکھتا ہے، پہلے اللہ کا نام لیا اور اس ظالم کذاب نے تو کچھ بھی نہیں لکھا تھا، جس کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس خدا کا نام بھی نہیں لیا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا آسمان سے تعلق ہی نہیں تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کے نام سے شروع کیا بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ اِلٰی مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابِ اس نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تجھ کو رسول تسلیم نہیں کرتے تو کذاب ہے، جھوٹا ہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی جھوٹے نبی کے سلام میں اور اصل نبی کے سلام میں فرق ہو گیا، جھوٹے نبی نے کیا کہا سَلَامٌ عَلَیْکَ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا لکھا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی سلام جب ہے

جب تو ہدایت کو قبول کرلے، اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ یُوۡرِثُھَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ زمین کا مالک اللہ ہے، اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے دیتا ہے وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ اور انجام متقیوں کے لیے ہے یعنی تو تو بہت ہی کذاب ہے، تقویٰ سے محروم ہے، تیرا انجام کیسے ٹھیک ہوگا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے جہاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت بخشی کہ ان کے ہاتھ سے مسیلمہ کو قتل کرایا اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا قَتَلۡتُ فِیۡ جَاھِلِیَّتِیۡ خَیۡرَ النَّاسِ میں نے زمانۂ کفر میں بہترین انسان سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا وَ قَتَلۡتُ فِیۡ اِسۡلَامِیۡ شَرَّ النَّاسِ اور زمانۂ اسلام میں سب سے بدترین انسان کو میں نے قتل کیا یعنی میری تاریخ جو سیاہ ہو چکی تھی اس تاریخ کو اللہ نے روشن فرمادیا۔

حضرت وحشی کے اسلام کا واقعہ

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام بھی عجیب طریقہ سے ہوا جس کو علامہ محمود نسفی کی تفسیرِ خازن کے حوالہ سے پیش کررہا ہوں۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ وحشی کو دعوت اسلام پیش کیجئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بھیجا کہ اللہ تم کو یاد فرمارہے ہیں، اللہ پر ایمان لے آؤ۔ وحشی حالت کفر میں ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بعد میں ہوئے، ابھی ایمان نہیں لائے لہٰذا انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے خدا نے تو قرآنِ پاک میں یہ نازل فرمایا کہ جو مشرک ہوگا، قاتل ہوگا، زانی ہوگا:

﴿وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا یُضٰعَفۡ لَہُ الۡعَذَابُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ﴾

(سورۃُ الفرقان، اٰیۃ: ۶۹)

وہ شخص مجرم ہے اس کو تو ڈبل عذاب ملے گا لہٰذا آپ مجھے کیسے دعوت اسلام دے رہے ہیں جبکہ میں یہ سب کام کرچکا ہوں **وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ کُلَّهٗ** میں نے قتل بھی کیا، شرک بھی کیا کوئی گناہ نہیں چھوڑا۔ دیکھئے سوال و جواب چل رہے ہیں، اللہ کا پیغام بواسطۂ نبوت وحشی کو پہنچ رہا ہے اور وحشی کا پیغام بواسطۂ نبوت اللہ تعالیٰ تک پہنچ رہا ہے، آپ سوچیے کہ اس کے بعد اگر اللہ عذاب نازل کرتا تو کیا عجب تھا کہ اچھا مردود نخرے بھی کرتا ہے اس کے اوپر آگ برسا دو، لیکن آہ! ارحم الراحمین کی شان دیکھیے کہ ان کے اسلام کے لیے دوسری آیت نازل ہو رہی ہے:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً﴾

(سورۃُ الفرقان، اٰیۃ: ۷۰)

وحشی سے کہہ دو کہ اگر وہ توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے تو سب معاف، پھر کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ اس پر انہوں نے دوسرا پیغام بھیجا کہ میں ایمان لانے کے لیے تیار ہوں، توبہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن ساری زندگی صالح عمل کرنا یہ شرط بہت سخت ہے **هٰذَا شَرْطٌ شَدِيْدٌ لَعَلِّیْ لَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ** مجھے امید نہیں کہ میں اس پر قائم رہ سکوں، یعنی میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ساری زندگی عملِ صالح کرتا رہوں، اب بتلائیے حالتِ کفر میں ہیں، اتنے بڑے مجرم ہیں کہ نبی کے چچا کو قتل کیا ہے اور ناز دِکھا رہے ہیں لیکن آہ! کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ ان کے ایمان کے لیے تیسری آیت نازل فرمائی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾

(سورۃُ النسآء، اٰیۃ: ۴۸)

اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں فرمائیں گے لیکن شرک کے علاوہ سب گناہ معاف کردیں گے چاہے وہ عملِ صالح کرے یا نہ کرے یعنی عملِ صالح سے بھی آزادی دے دی۔ اب ان کا جواب سن لیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ

قاصد بھیجتے ہیں کہ اِنِّیْ فِیْ رَیْبٍ میں ابھی شک میں ہوں کیونکہ اللہ نے میری مغفرت کو مقید بالمشیت کر دیا ہے کہ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ تو مشیت کی جو قید ہے اس میں مجھ کو شک ہے اَنَّ مَشِیَّۃَ اللہِ تَعَالٰی تَکُوْنُ فِیَّ اَمْ لَا یعنی اللہ کی مشیت میرے بارے میں ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اس میں کوئی ضمانت، کوئی گارنٹی نہیں ہے، مجھ کو اس کا یقین نہیں آ رہا ہے۔ تین آیتیں نازل ہو گئیں۔ اب چوتھی آیت اللہ تعالیٰ نازل فرما رہے ہیں وحشی کے اسلام کے لیے، اس سے اندازہ کرو کہ حق تعالیٰ کتنے ارحم الراحمین ہیں کہ ایک جلیل القدر صحابی یعنی نبی کے چچا حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو بھی آغوشِ رحمت میں لے رہے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ اللہ کی کیا شان ہے کہ کروڑوں زِنا اور بدمعاشی کے باوجود کوئی نادِم ہو کر توبہ کر لے تو سب معاف فرما دیتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے چوتھی آیت نازل فرمائی:

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا﴾

(سورۃُ الزمر، اٰیۃ: ۵۳)

اے نبی! آپ میرے بندوں سے فرما دیں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا کہ میری رحمت سے نا امید نہ ہوں، اب اس میں مشیت کی بھی قید نہیں۔ اِنَّ تاکید ہے، جملہ اسمیہ دوام اور ثبوت پر مقتضی ہے الذنوب پر الف لام داخل کر دیا استغراق کا اور پھر جمیعاً کی بھی تاکید لگا دی، چار چار تاکیدوں کے ساتھ فرمایا کہ کوئی بھی گناہ ہو، اللہ سب بخش دے گا۔ اس آیت کو سن کر حضرت وحشی کیا کہتے ہیں؟ نِعْمَ ھٰذا واہ! کیا ہی اچھی آیت ہے فَجَآءَ وَ اَسْلَمَ فوراً آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے جو یہ آیت نازل فرمائی ہے ھٰذَا لَہٗ خَاصَّۃٌ اَمْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّۃٌ

کیا یہ وحشی کے لیے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَلْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّۃٌ سارے مسلمانوں کے لیے عام ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے بدلے میں اگر مجھ کو ساری کائنات بھی مل جائے تو مجھے عزیز نہیں، ساری کائنات سے زیادہ یہ آیت مجھے محبوب ہے:

﴿مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الدعوات، باب التوبۃ والاستغفار، ص: ۲۰۶)

اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت وکرم کا کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اتنے بڑے مجرم کو اسلام عطا فرمایا، صحابی بنایا یعنی بعد میں آنے والے تمام اولیاء سے افضل ہوگئے، جنتی ہوگئے، اور اس کے ساتھ ایک انعام اور عطا فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت اور حالتِ کفر میں ان سے سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا جو گناہ ہوا تھا اس کی تلافی کا انتظام بھی فرمایا اور ان کے ہاتھوں سے ایک جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کو قتل کرا کے ان کی تاریخِ سیاہ کو روشن تاریخ سے تبدیل کردیا۔ معلوم ہوا کہ جب کوئی گنہگار خواہ مرد ہو یا عورت صدقِ دل سے توبہ کرلے تو اللہ اس کی رسوائیوں کو عزت سے تبدیل فرمادیتے ہیں اور اس کی ذلتوں کے جو چرچے ہورہے تھے کہ فلاں بڑا نالائق آدمی ہے، فلانی لڑکی کو چھیڑ رہا تھا یا فلاں گناہ کررہا تھا اس کو توبہ کی توفیق دے کر جب اپنا ولی بناتے ہیں تو اس کی تمام رسوائیوں کی اپنی شانِ کرم کے شایانِ شان تلافی فرمادیتے ہیں اور اس سے کوئی کام ایسا لے لیتے ہیں جس سے اس کی رسوائیوں کی تلافی ہوجاتی ہے جیسے ابا اپنے بیٹے کی ذلت کو گوارا نہیں کرتا، اس سے کوئی کام ایسا لے گا جس سے وہ سب چرچے ختم ہوجائیں گے۔ ایسے لوگوں سے روئے زمین پر اکثر کوئی کرامت بھی صادر ہوجاتی ہے، تاکہ اس کی ذلت کے سیاہ بادلوں پر عزت کا آفتاب روشن ہوجائے۔

اس واقعہ کو بیان کیا تفسیر معالم التنزیل کے مصنف علامہ بغوی نے جلد نمبر

چار صفحہ ۸۳ پر اور علامہ محمود نسفی نے تفسیرِ خازن میں صفحہ ۵۹ پر اور محدثِ عظیم ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۴۹ پر۔ بس اتنا حوالہ کافی ہے۔ اللہ کا شکر ہے جس وقت میں نے اس کو بیان کیا تو نیپال کے سفیر جو میرے وعظ میں ہر جمعہ کو آتے ہیں انہوں نے کہا کہ اس شخص کا دماغ ہے یا کمپیوٹر ہے؟ میں نے اللہ کا شکرادا کیا۔ الحمدللہ یہ میرے بزرگوں کی کرامت ہے۔

بندوں سے اللہ کی محبت کے معنیٰ

ایک چیز اور عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ دین سے مرتد ہوتے ہیں ہم ان کے مقابلے کے لیے عاشقوں کی ایک قوم پیدا فرمائیں گے **یُحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗ** جن سے اللہ تعالیٰ محبت کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اِشکال قائم فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی محبت کو مقدم کیوں فرمایا اور بندوں کی محبت کو بعد میں کیوں بیان فرمایا؟ پھر اس کا جواب دیتے ہیں:

﴿قَدَّمَ اللہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَہٗ عَلٰی مَحَبَّۃِ عِبَادِہٖ لِیَعۡلَمُوۡا اَنَّھُمۡ یُحِبُّوۡنَ رَبَّھُمۡ بِفَیۡضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّھِمۡ﴾

اللہ نے اپنی محبت کو اس لیے مقدم کیا تاکہ جس کو اللہ سے محبت نصیب ہو اس میں ناز نہ پیدا ہو اور اس کو یقین رہے کہ ہم جو اللہ سے محبت کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کر رہے ہیں یہ اصل میں اللہ کی محبت کا ہم پر فیضان ہو رہا ہے ؎

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کو چاہتا ہے وہی اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے اپنی محبت کو مقدم کیا

تا کہ بواسطۂ صحابہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ہم لوگ جو اپنے رب سے محبت کرتے ہیں یہ حق تعالیٰ کی محبت کا فیضان ہے۔ ہم جو اُن کو چاہ رہے ہیں یہ ہمارا کمال نہیں ہے، دراصل وہی ہم کو چاہ رہے ہیں ؎

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

بتائیے! کیا عمدہ تفسیر ہے۔ آہ! یہ اللہ کے کلام کی تفسیر ہمیں اللہ سے قریب کر رہی ہے اور اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت سے کیا مراد ہے؟ مراد وہ محبت ہے **مَا تَلِیْقُ بِشَانِهٖ تَعَالٰی** جو اللہ کی شان کے لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ ارادہ فرما لیتے ہیں کہ مجھے فلاں کو اپنا ولی بنانا ہے، بس اللہ کی محبت سے یہ مراد ہے **اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَرَادَ اَنْ یَّجْعَلَهٗ مُرَادًا وَّ مَحْبُوْبًا لِّنَفْسِهٖ** یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ذات کے لیے محبوب بنانے کا ارادہ کر لیتے ہیں اور اللہ کے ارادہ اور مراد میں تخلف محال ہے، جس کو اللہ اپنا ولی بنانے کا ارادہ کر لے ناممکن ہے کہ ساری دنیا اس کو گمراہ کر سکے بلکہ خود اس کا نفس و شیطان بھی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا، پھر اس کے لیے اسبابِ ہدایت خود اللہ پیدا فرماتے ہیں ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

بندوں پر اللہ کی محبت کے آثار

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سارا انتظام اللہ میاں نے کیا ورنہ وہ کہاں سے ایمان پاتے؟ ہماری محبت کا ایک نام ہے ورنہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ؎

کار فرما تو لطف ہے اُن کا
ہم غلاموں کا نام ہوتا ہے

اور بندوں کی محبت سے کیا مراد ہے؟ کہ اللہ کی طرف وہ طبعاً، عقلاً اور قلباً مائل رہیں اور اللہ کے احکام کو بجالائیں اور ان کی منع کی ہوئی باتوں سے اجتناب کریں یعنی امتثالِ اوامر اور اجتنابِ نواہی اہلِ محبت کی علامات سے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں محبت کا مقام

آخر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جو طاعات ہیں وہ محبت کے لیے موافقات میں سے ہیں یعنی محبت سبب ہے اور اطاعت کرنا مسبب ہے اور گناہ سے بچنا یہ محبت کا اثر ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر اعمال میں کمزوری ہو تو یہ محبت کے مغایر نہیں یعنی کہ اگر کسی شخص میں عملی طور پر کوئی کمزوری ہو تو اس کو یہ نہ کہو کہ یہ اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ آگے اس کی دلیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں اَلا تَریٰ اِلَی الْاَعْرَابِی کیا تم اس بدوی کو نہیں دیکھتے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا اَعْدَدْتَّ لَھَا؟ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہوئی ہے؟ اس نے کہا مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا کَبِیرَ عَمَلٍ میرے پاس کوئی بڑے بڑے عمل نہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فرض، واجب، سنت مؤکدہ ضروری عمل کر لیتا ہوں مگر رات رات بھر جاگنا، بڑی بڑی محنتیں کرنا یہ مجھ سے نہیں ہوتا، میرے پاس کبیر اعمال تو نہیں ہیں لٰکِنْ حُبَّ اللہِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لیکن میرے پاس اللہ اور رسول کی محبت بہت ہی عظیم ہے۔ کبیر کا استثنٰی کبیر سے ہوگا یعنی میرے پاس کبیر عمل نہیں ہے لیکن میرے پاس محبت کبیر ہے فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے یعنی جنت میں اسی کے ساتھ رہے گا جس سے وہ اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔ اب علامہ آلوسی کا فیصلہ دیکھیے۔ اگر اور کوئی یہ بات کہتا تو یقین نہ

آتا لیکن یہ اتنا بڑا شخص ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اور علامہ شامی دونوں مرید بھی ہیں مولانا خالد کُردی کے اور مولانا خالد کُردی خلیفہ ہیں مولانا شاہ غلام علی صاحب کے اور وہ خلیفہ ہیں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ سب ہمارے دِلّی کے بزرگوں کا سلسلہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

﴿فَهٰذَا نَاطِقٌ بِاَنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنَ الْمَحَبَّةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ الْاَعْمَالِ وَ الْتِزَامِ الطَّاعَاتِ﴾

یعنی یہ حدیث محبت کے مفہوم کو واضح کررہی ہے کہ اللہ کی محبت اعمال سے مغایر ہے اور طاعات کا التزام بھی یہاں مراد نہیں لِاَنَّ الْاَعْرَابِیَ نَفَاهَا کیونکہ اعرابی نے اعمال کی نفی کردی مَا اَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ عَمَلٍ میں نے قیامت کی کوئی تیاری نہیں کی کبیر عمل سے یعنی بڑے بڑے اعمال میرے پاس نہیں ہیں لہٰذا اُس نے اعمال اور التزامِ طاعات کی نفی کردی لیکن اُس نے اپنی محبت کو بیان کردیا کہ اگرچہ میرے اندر اعمال کی کمزوریاں ہیں لیکن اس کے باوجود میں اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہوں، میں اللہ کا عاشق ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے محبت ہے۔ آہ! اس صحابی کی بات دیکھئے! لٰكِنْ حُبَّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ رَسُوْلِهٖ سے اس نے اپنی محبت کو ثابت کردیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اللہ و رسول کی محبت ہے اور کبیر محبت ہے کیونکہ کبیر کا مستثنیٰ کبیر ہوگا وَ اَقَرَّهُ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس صحابی نے اپنی محبت کا دعویٰ کیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دعویٰ قبول فرمالیا کہ ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ سبحان اللہ! دوستو اگر ایک کروڑ جانیں ہم اللہ پر اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کردیں تو ان کا حق ادا نہیں ہوسکتا، اور علامہ آلوسی کو داد دیجیے کہ کیا نکتہ نکالا ہے کہ اس کے اثباتِ محبت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار فرمایا یعنی اس کے دعویٰ محبت کو آپ نے قبول فرمالیا اور اس کا ثمرہ بتادیا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ

اَحَبَّ تم کو جس کے ساتھ محبت ہے اسی کے ساتھ رہو گے یعنی جنت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہو گے۔ واہ! میں تو کہتا ہوں کہ علامہ آلوسی کو اللہ بے شمار جزا دے (آمین) کہ ناامیدوں کے دلوں میں اُمید ڈال دی اور فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی محبت کو اللہ کے لیے حقیقتاً ولغۃً ثابت کر دیا ثُمَّ اَثْبَتَ اِجْرَاءَ مَحَبَّةِ الْعَبْدِ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی حَقِیْقَتِہَا لُغَۃً یعنی اس کا دعویٰ کرنا کہ میرے دل میں اللہ و رسول کی بہت زیادہ محبت ہے اگرچہ میرے پاس اعمال زیادہ نہیں ہیں اور آپ کا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ فرمانا دلیل ہے کہ بندوں کی اللہ کے ساتھ محبت کی اس حقیقت کو لغۃً آپ نے قبول فرما لیا ورنہ آپ فرما دیتے کہ جب تمہارے پاس عمل نہیں ہے تو خواہ مخواہ جھوٹا دعویٰ کرتے ہو لہٰذا اللہ کی محبت کے ان درجات کے بارے میں کسی مومن کو حقیر مت سمجھو۔ حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے کہ ایک شخص تھا جو عمل میں بالکل صفر تھا، اس سے کہا گیا کہ کچھ روزہ نماز کر لو، اس نے کہا میاں جنت تو میرے دو ہاتھ میں ہے، ایک ہاتھ اِدھر ماروں گا، ایک ہاتھ اُدھر ماروں گا اور جنت میں چلا جاؤں گا لہٰذا جب ہندوؤں سے جہاد شروع ہوا تو وہ تلوار لے کر نکلا، ایک ہاتھ اِدھر مارا ایک ہاتھ اُدھر مارا اور شہید ہو گیا اس لیے کسی کو حقیر مت سمجھو، نہ کسی کو مایوس ہونا چاہیے۔ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ کتنے بندے ایسے ہیں جو اللہ کی محبت چھپائے بیٹھے ہیں اور اس کا عام لوگوں کو پتہ نہیں۔

بزرگی کا معیار

عام لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کہ کتنی رکعات نفل پڑھتے ہیں، جو زیادہ نفل پڑھتا ہے، زیادہ تہجد پڑھتا ہے اس کو زیادہ بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ بزرگی کا معیار تہجد و

نوافل نہیں تقویٰ ہے۔ بعض لوگ رات بھر تہجد پڑھتے ہیں لیکن دن میں کسی کرسچین لڑکی کو نہیں چھوڑتے، دن بھر ہر ایک کی ٹانگ کو دیکھتے ہیں یعنی عبادت کر کے رات بھر عرشِ اعظم پر ٹنگا ہوا ہے اور دن بھر کافر لڑکیوں کی ٹانگوں میں ٹنگا ہوا ہے، سب کو دیکھتا ہے یہ کون سی ولایت ہے؟ اس لیے تقویٰ سے ایمان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اگر کسی کی ولایت دیکھنا ہے تو یہ نہ دیکھو کہ کتنی تہجد اور نوافل پڑھتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کتنی احتیاط سے رہتا ہے، حسینوں سے بچتا ہے یا نہیں، نگاہوں کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں۔ جو جتنا بڑا متقی ہے اتنا بڑا ولی اللہ ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہے، دس بیس رکعت پڑھ کر کسی اللہ والے کو حقیر نہ سمجھنا کہ ہم نے بیس پڑھی ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اس کا ایک سجدہ تمہاری ساری زندگی کی عبادت سے افضل ہے۔ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک مرید نے میرے ساتھ ریل میں سفر کیا، میں نے سفر کی تعب اور تھکن سے تہجد نہیں پڑھی حالانکہ مسافر کے لیے حکم ہے کہ وہ وطن میں جو اعمال کرتا تھا سفر میں بغیر کیے ان کا ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی بیمار آدمی صحت میں جو عمل کرتا تھا بیماری میں مفت میں اس کا ثواب ملتا ہے، لہٰذا بعض لوگ اس مسئلہ پر عمل کرتے ہیں کہ جب خدا دے مفت میں کھانے کو تو کون جائے کمانے کو، اللہ کی رخصت سے فائدہ اٹھانا اللہ کو محبوب ہے، جتنی عزیمت محبوب ہے اتنی ہی رخصت محبوب ہے بلکہ رخصت میں زیادہ خیر ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں رخصت پر عمل کرنے والا کبر میں مبتلا نہیں ہوتا، عزیمت والا کبر میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ میں تو سفر میں بھی تہجد نہیں چھوڑتا، اتنا بڑا مقدس انسان ہوں اور جو رخصت سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کا دل شکستہ ہوتا ہے کہ دیکھو بھئی تعب ہے، تھکن ہے سفر میں ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ تو حضرت

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا جو مرید تھا اس ظالم نے سفر میں بھی تہجد پڑھی اور گھر جا کر خط لکھا کہ میں آپ سے اپنی مریدی توڑتا ہوں کیونکہ آپ کو میں نے تہجد پڑھتے ہوئے نہیں پایا جبکہ مرید تہجد پڑھ رہا ہے تو مرید افضل ہوا شیخ سے۔ جب حضرت نے یہ واقعہ سنایا تو میرا قلب پاش پاش ہوگیا۔ کاش کہ اس جاہل کو عقل ہوتی کہ مولانا کا سونا تیری عبادت سے افضل تھا۔

عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟ ایک بڑھئی دروازہ بنا رہا ہے، اس کا اوزار گھس گیا، اس کے بعد اس نے پتھر پر آدھا گھنٹہ گھسا تو اس آدھے گھنٹے کی مزدوری دیتے ہو یا نہیں؟ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اتنی دیر تک تو تم نے اوزار تیز کیا لہٰذا اس آدھے گھنٹہ کی مزدوری نہیں دوں گا؟ تو وہ کہے گا کہ آپ ہی کے کام میں تو اوزار گھسا ہے، آپ ہی کا تو دروازہ بنا رہا ہوں۔ تو جو علماء دین اللہ تعالیٰ کا دین پھیلانے میں اپنے دماغ کو تھکا دیتے ہیں ان کا سونا بھی عبادت ہے تاکہ تازہ دم ہو کر پھر اور دین پھیلائیں۔ ان میں بعض کے لیے تہجد جائز نہیں، اگر وہ تہجد پڑھ لیں اور دن بھر دین سیکھنے کے لیے مجمع آئے جیسے آپ لوگ آگئے اور میں کہوں کہ صاحب رات بھر عبادت اتنی زیادہ کی ہے کہ آپ کو پڑھانے کی اب تاب نہیں، آپ لوگ تشریف لے جایئے تو کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوں گے؟ ایک بادشاہ اپنے بچوں کا استاد مقرر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اچھی طرح سے پڑھانا، وہ آیا اور بادشاہ کے لڑکوں سے کہا کہ دیکھو آج معاف کرنا، رات بھر مجھے سجدہ میں بڑا مزہ آیا، رات بھر روتا رہا، ٹھیک سے پڑھایا نہیں سارا وقت جھپکی لیتا رہا اور چلا گیا تو جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو بادشاہ

دے گا اُس کو انعام؟ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ بعض بندے ایسے ہیں کہ جن کے لیے اللہ فرشتہ بھیجتا ہے کہ اس کے پیر دباؤ تا کہ وہ سوتا رہے، اٹھنے نہ پائے، میرا بندہ دن بھر کا تھکا ہوا ہے تو وہ سویا ہوا بوجہ تقویٰ کے اللہ کو بعض تہجد پڑھنے والوں سے زیادہ پیارا ہے۔ آپ سوچئے! آپ کا ایک ہی بیٹا ہو اور تھکا ہوا ہو، سر میں درد ہو تو کیا آپ چاہیں گے کہ وہ رات کو بھی اٹھ کر ابا کی ٹانگ دبائے یا آپ چاہیں گے کہ اس کے سر میں مالش کرو، اپنے نوکر سے کہیں گے کہ دیکھو ہمارا بیٹا آج تھکا ہوا ہے، ذرا اس کے سر پر بادام کا تیل لگاؤ تا کہ اس کو خوب اچھی طرح نیند آئے۔ پس بعضوں کا سونا دوسروں کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔

تو یہ آج کا سبق ختم ہے، ان شاء اللہ یہ مزہ کل پھر چلے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کے قلب میں یہ علوم محفوظ فرمائے۔ ایک تو خالی علم ہے اور ایک علم کے ساتھ ساتھ کیف علم بھی ہے، کیفِ علم سب کو نہیں ملتا، خشک ملا، خشک زاہد کو کیفِ علم نہیں ملتا، چنانچہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے میں نے بیت اللہ میں ایک دفعہ مثنوی کی شرح بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری مثنوی کی شرح سے میرے سر میں جو درد تھا وہ سب چلا گیا، طبیعت منشرح ہوگئی اور الٰہ آباد میں میں نے تھوڑی سی روح المعانی کی تفسیر بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ روح المعانی دوسرے لوگ بھی بیان کرتے ہیں لیکن تم جب روح المعانی بیان کرتے ہو تو اس میں کچھ اور ہی مزہ آتا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ایک دفعہ ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی موجودگی میں میرا بیان ہوا اور صدر مفتی دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہی بھی موجود تھے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، بڑے بڑے علماء آئے ہوئے تھے، حضرت ہردوئی نے فرمایا آج تم کو بیان کرنا ہے۔ تو میں نے مفتی صاحب سے

عرض کیا کہ حضرت آپ کے سامنے بیان کرنے میں تو مجھے ڈر لگ رہا ہے، آپ جائیے کمرے میں آرام کیجیے کیونکہ مفتی صاحب کا اتنا زبردست حافظہ ہے کہ پوری بخاری شریف جیسے ان کو زبانی یاد ہے، میں نے کہا عبارت میں کہیں غلطی ہو جائے گی تو بلاوجہ بدنامی ہوگی۔ تو حضرت نے فرمایا اچھا آپ مجھے اپنے بیان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، میں ہرگز نہیں جاؤں گا، مجبوراً میں اللہ سے دعا کر کے بیٹھ گیا، جب میرا بیان ختم ہوا تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور مجھے سینے سے چمٹا لیا اور انہوں نے جو فرمایا کیا عرض کروں کہتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن بزرگوں کا حسنِ ظن ہے اس لیے عرض کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ اختر کسی کو تو اللہ زبان دیتا ہے اور کسی کو دل تجھ کو اللہ نے دونوں عطا فرمائے ہیں، میں اپنے منہ سے تعریف سے پناہ چاہتا ہوں، لیکن کیا کروں اللہ تعالیٰ کے انعامات کو بھی نہ بیان کروں تو ناشکری معلوم ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ آپ کے نیک بندوں نے جو بشارت دی ہے اس کو آپ میری شامتِ اعمال سے نہ چھینئے، اس کو قائم رکھیے اور اس میں برکت ڈالیے۔ اللہ کی نعمت کا شکر کرتا ہوں اور قلب میں اپنے آپ کو سب سے کمتر محسوس کرتا ہوں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں سے کم تر بلکہ کافروں سے اور جانوروں سے بھی کم تر سمجھ کر میں نے اس کو پیش کیا کیونکہ جب تک خاتمہ ایمان پر نہ ہو جائے ہم کسی ایک کافر کو بھی اپنے آپ سے بدتر نہیں سمجھتے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال یعنی اس وقت تمام مسلمانوں کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور ساری دنیا کے جانوروں کافروں سے خود کو کمتر سمجھتا ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے، کیونکہ پتہ نہیں خاتمہ کیسا ہوگا، اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت یہ غم رہتا ہے کہ اشرف علی کا پتہ نہیں قیامت کے دن کیا حال ہوگا، آہ! یہ غم مل جائے تو کیا کہنا۔

شیخ سے استفادہ بیان پر موقوف نہیں

دوسری بات یہ کہ بعض لوگ اہل اللہ یا اہل اللہ کے غلاموں کی صحبت کے لیے بیان کو ضروری سمجھتے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ بیان ہوگا یا نہیں۔ آہ نکل جاتی ہے کہ کیا ملاقات اور صحبت کے لیے بیان لازم ہے، کہیں صحبت کے معنیٰ دِکھلا دو کہ صحبت کے لیے بیان لازم ہے۔ اگر ایک شخص حالتِ ایمان میں نبی کو دیکھ لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولیں تو صحابی ہوا یا نہیں؟ تو صحبت کے لیے بولنا ضروری نہیں، خاموشی سے بھی فائدہ ہوتا ہے، لیکن یہ پوچھنا کہ آج بیان ہوگا یا نہیں، معلوم ہوا لذتِ دیدار و لذتِ ملاقات سے یہ ظالم نا آشنا ہے، بولو بھائی کیا خالی ملاقات نعمت نہیں؟ آپ بتلایئے، یہ عاشقِ بیان ہے، عاشقِ تقریر ہے، یہ ظالم عاشقِ مقرر ہوتا تو یہ نہ پوچھتا بلکہ کہتا کہ بھئی ملاقات ہوجائے گی یا نہیں بس ملاقات ہوجائے یہی کافی ہے۔

شیخ سے والہانہ تعلق کی مثال

میں اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتے تھے، تین بجے رات کو اٹھتے اور گیارہ بجے دن تک عبادت میں مشغول رہتے، دس دس پارے تلاوت کرتے تھے، مناجاتِ مقبول زبانی یاد تھی اور اس کی ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے، قصیدہ بردہ زبانی یاد تھی، بارہ تسبیح اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں روتے تھے، یہ سب پندرہ سال تک میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، لیکن میں کبھی حضرت سے غائب نہیں ہوا، الحمدللہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت فارغ ہوئے ہوں اور مجھے نہ پایا ہو، میں حضرت کی جوتیاں لیے ایک جگہ بیٹھا رہتا، ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے، تاکہ ان کو احساس نہ ہو کہ میرے رازِ خلوت سے کوئی واقف ہو رہا ہے، تاکہ آزادی سے میرا شیخ اپنے

اللہ کو خوب یاد کرے، کیونکہ دیکھنے سے عبادت مشکل ہو جاتی ہے، اس لیے کونے میں بیٹھتا تھا جب حضرت اٹھتے اور مسجد سے باہر آتے تو حضرت کے پاؤں میں جوتا پہنا دیتا۔ کبھی حضرت بارہ بجے رات تک جلسہ میں جاگے اس کے بعد تین گھنٹہ سوئے پھر اٹھ گئے اور میں حضرت کے پاؤں دباتا رہا، جوانی میں ایک گھنٹہ سونے کو ملا، ایک دن حضرت نے فرمایا کہ حکیم اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے۔

ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت کی مسجد اور خانقاہ سے ذرا فاصلے پر ایک چھوٹا سا تالاب تھا، اس میں ہم لوگ کپڑے دھوتے تھے، میں حضرت کے کپڑے دھو رہا تھا کہ حضرت نے آواز دی حکیم اختر دل میں ایک علمِ عظیم وارد ہوا ہے جلدی نوٹ کرو، میں نے کہا حضرت میں حاضر ہوا اور جلدی سے اٹھ کر آیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اللہ بہت بخشنے والا ہے، بہت محبت کرنے والا ہے لیکن غفور کو مقدم کیوں کیا؟ اپنے بندوں کو بتادیا کہ جانتے ہو ہم تم کو جلدی کیوں بخش دیتے ہیں؟ مارے محبت کے، غلبۂ محبت کی وجہ سے جس کو حضرت نے پوربی زبان میں فرمایا ہم تم کو جلدی بخش دیتے ہیں، جلدی معاف کر دیتے ہیں مارے مَیَا کے۔ ہندوستان میں مَیَا کہتے ہیں محبت کو۔ مارے مَیَا کے، آہ کیا لفظ ہے، وجد آ گیا، تو اس طریقے سے میں حضرت کے علوم نوٹ کرتا تھا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ مجھ کو بھی اللہ نے ایسے دوست احباب دیئے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ دیکھو میر صاحب رات دن ساتھ میں ہیں، یہ اسٹیل مل میں آفیسر تھے، پرچیز آفیسر جہاں بڑی بالائی آمدنی ہوتی ہے یعنی حرام کی آمدنی کا امکان ہوتا ہے لیکن انہوں نے کبھی رشوت نہیں لی اور سفر میں حضر میں میرے ساتھ رہنے کے لیے نوکری بھی چھوڑ دی۔

مجالسِ اہل اللہ کی اہمیت

یہ مجلس جو میں نے آپ کے ساتھ اس وقت کی ہے پوری امت کے اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ ان مجالس سے ہی دین پھیلا ہے۔ یہ مجلس ان مجالس کی نقل ہے۔ اب حقیقت کہاں سے لاؤ گے، اب نقل ہی کو غنیمت سمجھ لو ورنہ وہ بھی کہاں ملے گی، اب اولیاء سابقین کہاں ملیں گے، جو موجود ہیں ان کو غنیمت سمجھ لو، میرے شیخ فرماتے تھے گندم اگر بہم نہ رسد بھس غنیمت است گندم اگر نہ ملے تو بھوسی کی روٹی کھالو لیکن شیخ اپنے کو ایسا سمجھے، طالبین نہ سمجھیں کہ میرا شیخ بھوسی ہے ورنہ مرید پھُوسی ہوجائے گا، پھُوسی کہتے ہیں بلی کو یعنی شیخ کو حقیر سمجھنے والا محروم ہوجائے گا۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ تو یہی سمجھے کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر مریدین سمجھیں کہ روئے زمین پر میرے لیے ان سے بہتر کوئی مربی نہیں۔ یہ عقیدہ لازم ہے ورنہ فائدہ نہیں ہوگا، اور مولانا گنگوہی نے اس کو سکھادیا۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ اگر ایک مجلس ہو اور اس میں ہمارے پیر حاجی امداد اللہ صاحب تشریف فرما ہوں اور اسی مجلس میں امام غزالی، جنید بغدادی، بابا فریدالدین عطار، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم ہوں تو میں کسی کی طرف رُخ نہیں کروں گا، اپنے حاجی صاحب کو دیکھتا رہوں گا، مرید کو یہ محبت ہونی چاہیے، آج کل تو ایسا ہے کہ اولیاء اللہ تو درکنار لوگ کسی دنیادار کو دیکھ کر بھی شیخ کو بھول جاتے ہیں۔ ایک صاحب اپنے شیخ سے ملنے آئے، اتنے میں ایک نواب صاحب آگئے تو شیخ صاحب کو بھول گئے بس نواب صاحب سے باتیں کررہے ہیں، شیخ صاحب ہنسے اور مجھ سے کہا اس مخلص کو دیکھا؟ آیا تھا ہم سے ملنے اور ایک نواب آگیا تو اب نواب کی طرف منہ کیے ہوئے ہے، ہماری طرف پیٹھ کیے ہوئے بیٹھا ہے۔ اگر شیخ سے صحیح عقیدت اور محبت ہے تو چاہے بادشاہ اور وزیر اعظم بھی آجائے تو اس کو خاطر میں بھی نہیں لائے گا کہ ہمارا بادشاہ

تو ہمارا شیخ ہے۔ اللہ کا شکر ہے جب میرے شیخ پاکستان آتے ہیں تو میں اعلان کر دیتا ہوں کہ میرا بادشاہ میرا وزیر اعظم آ رہا ہے، سب کام بند کرو اور شیخ کے استقبال اور خدمت کی فکر کرو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے مگر اے حکیم اختر سن لے کہ اگر سچا اللہ والا شیخ مل جائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا مزے دار ہو جاتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ مولانا رومی کو شمس الدین تبریزی کی برکت سے ان کی محبت کے صدقے میں اتنا اونچا مقام نصیب ہوا کہ اگر وہ سینکڑوں سال تہجد پڑھتے تب بھی اس مقام پر نہ پہنچتے لہٰذا مولانا رومی کا عشق دیکھ لو، جہاں کہیں شیخ کا نام آتا ہے پورے صفحے کے صفحے شمس الدین تبریزی کی محبت میں کہہ جاتے ہیں۔ ایک ہی شعر کافی ہے ان کا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

لوگ مجھ کو مُلّا مُلّا کہتے تھے، آج شمس الدین تبریزی کی برکت سے مولائے روم بنا ہوا ہوں۔ جب حضرت شاہ عبد القادر صاحب مفسر قرآن شاہ ولی اللہ کے بیٹے، تفسیر موضح القرآن کے مصنف آٹھ گھنٹے عبادت کر کے مسجد فتح پوری سے نکلے ایک کتے پر نظر پڑ گئی تو وہ کتا دلی میں جہاں جاتا تھا سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے جبکہ کتوں کا مزاج یہ ہے کہ اپنی برادری سے ان کو مناسبت نہیں، جب کوئی کتا آ جائے تو اس کو دوڑا لیتے ہیں بھونکتے ہوئے دور بھگا دیتے ہیں، لیکن وہ شیخ الکلاب بن گیا، جہاں جا رہا ہے سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ رہے ہیں تو حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ آہ جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے ان کی نگاہوں سے انسان کیسے محروم رہے گا۔

دیکھئے! ابھی کھانا بھی نہیں کھایا لیکن اتنا مزہ آ رہا ہے کہ میں کیا عرض

کروں۔ آہ! سب کچھ بھول جاتا ہے اگر اللہ اپنی محبت کا صحیح مزہ دے دے تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا، اسی لیے جنت میں جب اللہ تعالیٰ اپنے کو دِکھائیں گے، دیدار نصیب ہوگا تو کسی جنتی کو جنت یاد نہ رہے گی۔

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظامِ کار اس کا
یہ پوچھتی ہے تری نرگسِ خمار آلود
وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

غنیمت سمجھ لو ان ملاقاتوں کو، بڑی مشکل سے آیا ہوں جبکہ امریکہ لے جانے کے لیے ایک آدمی کراچی آیا ہوا ہے۔ اب سفر کی تاب بھی نہیں، کمزور بھی ہوگیا ہوں اس لیے مسجد نہیں جا پاتا، زیادہ سیڑھیاں چڑھنے سے دل پر اثر پڑ جاتا ہے اس لیے یہاں نماز پڑھ رہا ہوں اس لیے غنیمت سمجھ لو پتہ نہیں اگلے سال آنا ہو یا نہ ہو۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
مبادا پھر یہ وقت آئے نہ آئے

بس اللہ سے دعا کرلو کہ جو حضرات تشریف لائے، اختر کو اور میرے سارے احباب کو اور جو عورتیں آئیں، اللہ اپنے کرم سے سب کو ولی اللہ بنا دیں کیونکہ آپ کریم ہیں اور کریم کی تعریف یہ ہے جو محدثین نے ہمیں بتائی کہ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر مہربانی کردے اور استعداد نہ دیکھے، اللہ! ہم سب نا اہل ہیں لیکن اپنی نااہلیت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے کریم ہونے کے صدقے میں درخواست کرتے ہیں کہ اولیاء صدیقین کی جو سب سے آخری سرحد ہے جہاں ان کی منتہا ہوتی ہے ہم سب کو، ہماری اولاد کو، ہمارے احباب کو، ہمارے گھر والوں کو سب کو اے اللہ اس مقام تک پہنچا دے۔ اور ان مجلسوں

کو اور ری یونین کی میری حاضری کو قبول فرما اور میرے پاس جو لوگ تشریف لا رہے ہیں اللہ ان کو بھی قبول فرما اور ہم سب کو اپنی محبت کا وہ اونچا مقام دے جو تو اپنے اولیاء صدیقین کو نصیب فرماتا ہے اور جس کو جو روحانی بیماری ہو کسی کو بدنظری ہو، کسی کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو کسی کو غصہ کی بیماری ہو اللہ ہم سب کی تمام روحانی بیماریوں کو اور جسمانی بیماریوں کو شفاء عاجل کامل مستمر نصیب فرمائے اور سکونِ قلب عطا فرمائے۔ اے اللہ! سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ زندہ رکھ اور سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے اُٹھا اور یہ دعا ہمارے لیے اور ہمارے گھر والوں کے لیے اور سارے عالم کے مؤمنین اور مؤمنات مسلمین اور مسلمات کے لیے قبول فرما، آمین۔

۶ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۹۳ء، بروز منگل، بعد نمازِ عشاء، ۹ بجے شب، خانقاہ ری یونین

حدیث اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الخ کی تشریح

فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ﴾

(مسند احمد، ج: ۱، ص: ۸۰)

یہ حدیث میں نے آج اس لیے پڑھی ہے کہ ری یونین جیسے علاقوں میں جہاں رات دن بے پردگی، عریانیوں اور فحاشیوں کی آندھیاں چل رہی ہیں ایسی جگہ تو شیطان دل توڑ دے گا کہ ہم سب تو جہنم ہی میں جائیں گے۔ اس لیے آج اس حدیث کا انتخاب کیا تاکہ شیطان ہمیں مایوس نہ کرسکے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اس عبد کو جو مومن ہے یعنی عبدیتِ کاملہ بھی ہے، ایمان بھی ہے لیکن مفتن بھی ہے یعنی کبھی کبھی اس سے خطا ہوجاتی ہے، فتنہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور یہاں فتنہ سے مراد

فتنۂ معصیت ہے لیکن وہ توّاب بھی ہے، بہت زیادہ توبہ کرنے والا ہے اس لیے عنداللہ یہ بھی محبوب ہے اور اس کی توّابیت کس مقام کی ہے؟ محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توّابیت کے جو تین درجے ہیں یہ ان تینوں کو حاصل کرلیتا ہے۔

(۱) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِیَۃِ اِلَی الطَّاعَۃِ کبھی نافرمانی ہوگئی تو جلدی سے اللہ سے معافی مانگ لی اور عبادت میں لگ گیا۔ نافرمانی کو چھوڑ دینا اللہ کے راستہ کا پہلا قدم ہے۔

(۲) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَۃِ اِلَی الذِّکْرِ کبھی اس سے ذکر چھوٹ گیا، تلاوت چھوٹ گئی، اللہ کو بھول گیا تو غفلت کی زندگی سے توبہ کرکے پھر اللہ میاں کو یاد کرنا شروع کردیتا ہے۔ اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے وظیفے، تلاوت، درود شریف اور دیگر معمولات کو شروع کردیتا ہے۔ پہلی توبہ عوام کی ہے اور دوسری توبہ خواص کی ہے اور تیسری توبہ جو آگے مذکور ہے اخص الخواص کی ہے۔

(۳) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَۃِ اِلَی الْحُضُوْرِ اپنے دل کو کسی وقت خدا سے غائب نہیں ہونے دیتا، دل کو ہر وقت اللہ کے حضور میں رکھتا ہے، آپ اندازہ کیجیے کہ یہ کتنا بڑا شخص ہے جو توبہ کی تینوں قسموں کا حامل ہے تَوْبَۃُ الْعَوَامِ بھی اس کے پاس ہے، تَوْبَۃُ الْخَوَاصِ بھی اور تَوْبَۃُ اَخَصِّ الْخَوَاصِ بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کا مقام اس کو حاصل ہے کہ اپنے قلب کو کسی وقت اللہ سے غافل نہیں ہونے دیتا۔ جب دل ذرا سا غافل ہوا فوراً اللہ کو یاد کرتا ہے کہ تجھ کو اللہ دیکھ رہا ہے اور تو کہاں دیکھ رہا ہے؟ مثال کے طور پر میں یہاں اپنے کسی دوست کو دیکھ رہا ہوں اور وہ کہیں اور دیکھ رہا ہو تو بتائیے یہ ناقدری ہے یا نہیں؟ تو بندے کو اللہ تعالیٰ ہر وقت دیکھ رہے ہیں اور وہ بندہ نالائق ہے جو کہیں اور دیکھ رہا ہے۔ میرا اردو شعر ہے ؎

میری نظر پہ اُن کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

ہماری نظر پر اللہ کی نظر محاسب ہے، ہر وقت، ہر لمحہ، ہر سانس اللہ محتسب ہے کہ میرا بندہ کہاں دیکھتا ہے، مجھ کو دیکھتا ہے یا مخلوق میں پھنستا ہے اور مخلوق کو نافرمانی کی راہ سے دیکھتا ہے یا ہماری وجہ سے دیکھتا ہے مثلاً کسی حسین لڑکے کو دیکھ رہا ہے تو میری نافرمانی کی راہ اختیار کر رہا ہے۔ کسی اللہ والے کو دیکھ رہا ہے تو فرماں برداری کی راہ اختیار کر رہا ہے کیونکہ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ کسی عالم کو عقیدت اور محبت سے دیکھنا عبادت میں داخل ہے، والدین کو ایک نظر محبت سے دیکھ لینا ایک حجِ مقبول کا ثواب ہے۔

جینے کا مزہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحابہ نے پوچھا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم آپ کے گھر تشریف لاتے تھے تو کون سی دعا زیادہ پڑھا کرتے تھے تو ہماری ماں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت پڑھا کرتے تھے:

﴿یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ﴾

(سنن الترمذی کتابُ القدر، باب ماجآء اَنَّ القلوب بین اصبعی الرحمٰن، ج: ۲، ص: ۳۶)

اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو دین پر جما کر رکھیے۔

ہمارے دل کو دین پر استقامت نصیب ہو جائے تو پھر دیکھیے کہ جینے کا کیا مزہ ہے۔ دنیا کا مزہ بریانی اور کبابوں سے نہیں ہے، دنیا کا مزہ قالینوں اور شاندار مکانوں سے نہیں ہے، دنیا کا مزہ حسین اور ننگی لڑکیوں سے نہیں ہے۔ اگر ان سے مزہ ہوتا تو یہ دنیا دار خودکشی کیوں کر رہے ہیں۔ دنیا کا مزہ صرف اور صرف اللہ سے تعلق اور اللہ کی فرماں برداری اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے میں

ہے۔ساری دنیا اگر مل بھی جائے تو اللہ کے نام سے جینا اصل جینا ہے۔ایک آدمی کانٹوں پر لیٹا ہوا ہے اور مسکرا رہا ہے کیونکہ اس کے دل میں خوشی ہے، اللہ سے اس کے دل کا تعلق ہے، ولی اللہ ہے، اللہ نے اپنے نام کے صدقے میں اس کے دل میں خوشی دی ہے اس لیے وہ کانٹوں میں خوش ہے اور دوسرا پھولوں میں لیٹا ہوا ہے، ملائم ملائم گھاس پر، نرم نرم قالینوں پر لیٹا ہوا رو رہا ہے، بنگلوں اور سامانِ راحت کے باوجود خودکشی کے پروگرام بنا رہا ہے، کیوں صاحب پھولوں نے اِس کو کیوں خوش نہیں کیا اور کانٹوں نے اُس کو کیوں غم نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ جس سے اللہ خوش ہوتا ہے اس کو کانٹوں میں، کنکریوں پر غم کے اسباب میں بھی خوش رکھتا ہے اور جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے وہ دنیا میں کہیں چین نہیں پاسکتا، وہ خوشیوں کے اسباب میں بھی بے سکون رہے گا۔

لیکن اگر انسان سے خطا ہو جائے تو اس کا علاج توبہ ہے۔آج ری یونین کے احباب کے لیے مشکوٰۃ شریف کی وہ حدیث میں نے سنائی ہے جس کی یہاں بہت ضرورت ہے کیونکہ یہاں کا ماحول ایسا ہے جہاں خطا کا امکان زیادہ ہے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ شیطان مایوس کردے کہ تم کہاں اللہ کے پیارے ہو سکتے ہو کیونکہ تم سے تو ایسی ایسی خطائیں ہوتی ہیں۔تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کو مایوسی سے بچالیا۔

نفس کی سازشیں اور آمیزشیں

ہم لوگ عبد بھی ہیں الحمدللہ مومن بھی ہیں لیکن مفتتن بھی ہیں۔ ہر وقت لڑکیاں دوکان پر آرہی ہیں خریداری کے لیے لہٰذا جب ان کا سامنا ہوتا ہے تو بہت کم لوگ نظر نیچی کر پاتے ہیں۔تسبیح پڑھتے پڑھتے بالوں کو ذرا سنوار لیتے ہیں اور ٹوپی کو ذرا سا ٹھیک کر لیتے ہیں اور ڈاڑھی کو ذرا ہاتھ سے سڈول کر لیتے

ہیں تاکہ بے ڈول نہ معلوم ہو۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس نے کسی حسین لڑکی یا لڑکے کو دیکھ کر اپنی ٹوپی ٹھیک کی، ڈاڑھی کو درست کیا یا بالوں کو سنوارا یہ سب حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے اس میں نفس کی سازش اور آمیزش ہے۔ حرام لذت کو درآمد کرنے کے لیے اس کی یہ سب حرکات ہیں۔ اللہ دیکھ رہا ہے کہ اس نے ایک حسین کی نظر میں محبوب بننے کی کوشش کی اور میری نظر میں محبوبیت کا مقام لینے سے گریز کیا۔ لڑکیوں کو نامحرموں کو خوش کرنے کے لیے میرا غضب مول لے رہا ہے۔

آج سے تیس پینتیس سال پہلے کراچی میں میں نے خود ایک تاجر کو دیکھا کہ عمر پچپن سال کے قریب ہے، خوب پان کھائے ہوئے اور آنکھوں میں زبردست کاجل لگائے کپڑا مارکیٹ میں ہر آنے والی لڑکی اور ہر عورت کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپا آپا کہہ رہا ہے کہ آپا کیا چاہیے آپ کو۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جو آپا آپا کہہ رہا ہے یہ دراصل آپا کا کھا رہا ہے پاپا اور یہ کاجل وغیرہ جو لگایا ہے اس سے مارنا چاہتا ہے چھاپا۔ نفس بڑا دھوکہ دیتا ہے۔

مان لیجیے ایک شخص حج عمرہ کرکے ائیر فرانس سے ری یونین آرہا ہے، ائیر ہوسٹس پوچھتی ہے کہ حاجی صاحب کیا چاہیے تو آپ آنکھیں نیچی کرکے بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ چائے چاہیے۔ بھاری آواز سے کہیے، عورتوں کے لیے آواز کو نرم کرنا بھی جائز نہیں۔ نظر کو بچائیے ورنہ حج وعمرہ کا سارا نور ضائع ہوجائے گا۔ بخاری کی حدیث ہے کہ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے۔ دیکھیے ایک تو ہے اچانک نظر پڑجانا۔ جیسے آپ ری یونین کی سڑکوں پر جارہے ہیں ایک تو اچانک نظر پڑجانا ہے جیسے گائے بھینس پر پڑجاتی ہے اور ایک نظر ڈال کر حرام لذت درآمد کرنا ہے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ننگی ننگی ٹانگیں دیکھ کر دل گرم ہوجاتا ہے۔ بدنگاہی کے دنیوی نقصانات بھی بے انتہا ہیں۔

بدنگاہی کے دنیاوی نقصانات

بدنگاہی کا دنیاوی نقصان کیا ہے کہ نظر ڈالتے ہی دل میں خیال پکائے گا کہ کاش یہ مل جاتی تو منی گرم ہو کر پتلی ہو جائے گی، گردوں میں کمزوری آ جائے گی، رات میں بیوی کا صحیح حق ادا نہ ہو سکے گا، جلد اِنزال ہو جائے گا کیونکہ پہلے ہی سے منی گرم ہو چکی تھی۔ بیوی بھی پریشان، دنیا کا مزہ بھی گیا اور صحت الگ خراب ہو جائے گی۔ بار بار نظر ڈالنے سے دل پر جھٹکا لگتا ہے۔ آپ بتائیے جس علاقہ میں زلزلہ زیادہ آتا ہے وہاں کی عمارتیں کمزور ہو جاتی ہیں یا نہیں اگرچہ اس درجہ کا قوی زلزلہ نہ ہو کہ گر جائیں لیکن دیواروں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے چٹخ جاتے ہیں اسی طرح ہر بدنظری سے دل پر ہلکا سا زلزلہ ریکارڈ ہو جاتا ہے، اعصاب میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اسی لیے آج کل دل کی بیماریاں بڑھتی جارہی ہیں، فالج کا حملہ اور دل کا اٹیک ہو رہا ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی سبب ہے اور اسباب بھی ہیں لیکن اکثر حالات ایسے ہیں کہ بے پردگی و عریانی کی وجہ سے نظر کی حفاظت کما حقہ نہ کرنے سے ان بیماریوں کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے لیکن اس سبب کو لوگ اہمیت نہیں دیتے۔ غرض صحتِ جسمانی کا تحفظ اسی میں ہے کہ نظر کی حفاظت کی جائے۔ دیکھیے تمام پٹرول پمپوں پر لکھا رہتا ہے (No Smoking) یہاں سگریٹ پینا منع ہے اور عرب ممالک میں لکھا رہتا ہے ممنوع التدخین تو کیا ہمارے ایمان کے پٹرول میں نامحرموں اور حسینوں کی چنگاریوں سے آگ نہ بھڑک اٹھے گی اور صحت خراب نہ ہو گی؟ اس کے علاوہ بدنظری کے جو دینی نقصانات ہیں اصل نقصانات تو وہی ہیں۔ کیا یہ نقصان کم ہے کہ بدنظری سے بندہ اللہ کی رحمت کے سائے سے نکل کر اللہ کی لعنت میں آ جاتا ہے اور آنکھوں کے زِنا کا اسی وقت مرتکب ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ

دل میں اتنی پریشانی آتی ہے کہ تلاوت کے لیے قرآن شریف سامنے ہوگا مگر سامنے وہی عورت نظر آئے گی۔ عبادت کی مٹھاس سے بھی محرومی ہوجاتی ہے کیونکہ نظر بچانے پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ تھا اور جب نظر کو نہیں بچایا تو حلاوتِ ایمانی چھن گئی، نماز میں تلاوت میں، ذکر میں کچھ مزہ نہیں آئے گا۔ عبادات کا جسم رہے گا لیکن روح نکل جائے گی۔

غرض بدنظری کے اتنے نقصانات ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا لہٰذا جتنی نظر بچائیں گے اتنی ہی صحت اچھی رہے گی اور دل کو جو چین و سکون اللہ کی فرماں برداری سے ملے گا اس کا کیا پوچھنا۔

ایک بار نظر بچانا ہزار تہجد سے افضل ہے

ایک بار نظر بچانے سے ایک ہزار تہجد کا نور پیدا ہوتا ہے۔ نظر بچا کر دیکھ لیجیے، حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے۔ جس کے دل کو اللہ تعالیٰ میٹھا کردیں اس کے سامنے گنے کا رس اور شکر کے کارخانے اور ساری دنیا کے شربت روح افزا اللہ کی دی ہوئی ایمان کی مٹھاس کے ایک ذرّہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ نظر بچانے کے انعام میں اللہ کسی کو حلاوتِ ایمانی دے دے اپنی محبت کی مٹھاس کا ایک ذرّہ دے دے تو پھر دیکھو گے کہ سارا عالم گنوں کے رس سے اور شربت روح افزا سے بھر جائے گا اور یہ تو صرف مثال کے لیے ہے ورنہ کہاں اللہ کی محبت کی مٹھاس اور کہاں شربت روح افزا، کہاں اللہ کا ذکر اور اللہ کا نورِ غیر فانی اور کہاں یہ مخلوقِ فانی۔

جنت سے بھی عظیم دو نعمتیں

اسی لیے اللہ کی عبادت اور لذت قرب کے مقابلہ میں جنت کو نہیں رکھنا چاہیے۔ جو شخص جنت کی حوروں اور جنت کے دودھ، شہد اور پانی کی نعمتوں کو اللہ کی لذتِ عبادت کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے وہ اللہ کا عارف نہیں ہے کیونکہ اللہ

اللہ ہے، وہ خالق ہے، جنت مخلوق ہے، جنت بھلا اللہ کے نام کے مقابلہ میں آئے گی؟ جو تسبیح ہم یہاں پڑھتے ہیں، جو لطف اللہ کے نام میں اس دنیا میں آتا ہے اور جو مزہ جنت میں اللہ کے دیدار میں آئے گا اس کے سامنے جنت کیا چیز ہے۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو میرے جسم میں جتنے بال ہیں سب شہد کے دریا بن جاتے ہیں آہ! اللہ اکبر ؎

نامِ او چو بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

جب میری زبان سے اللہ نکلتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے بال بال سے شہد کے دریا جاری ہوگئے۔ ارے وہ خالقِ شہد ہے، شہد اس کے سامنے کیا چیز ہے۔

نسبت مع اللہ کی شان وشوکت

میں تو علماء سے کہتا ہوں کہ اللہ کو حاصل کرلیجیے پھر بلا الیکشن آپ بادشاہ ہیں۔ سلاطین کیا بیچتے ہیں، تخت وتاج کیا بیچتے ہیں، حکومت وسلطنت کیا بیچتی ہے، کیا حقیقت ہے ان کی۔ جو سلاطین کا خالق ہے اور جو ان کو تخت وتاج کی بھیک دیتا ہے اگر تقویٰ کی برکت سے، اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے ہمارے دل میں وہ سلطان السلاطین آجائے تو ساری دنیا کے سلاطین کے تخت وتاج ہماری نگاہوں سے گرجائیں، اور ہم ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔ ارے کہاں خالق اور کہاں مخلوق؟ مگر اس کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے، اہل اللہ کی صحبتِ طویل چاہیے اس کے لیے، اس کے لیے ایک زمانہ اپنے شیخ کی خدمت میں لگایا جاتا ہے۔ دنیا میں اگر کسی کی صحت خراب ہوجاتی ہے تو مدرسہ سے چھٹی لے کر، بیوی کا زیور بیچ کر کسی نہ کسی طریقہ سے وقت نکال کر کسی صحت افزا مقام پر چلے جائیں گے۔ پھر کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔

نسبت مع اللہ کے حصول کا طریقہ

ہم تو صرف چالیس دن کا مشورہ دیتے ہیں کہ شیخ کے پاس ایک چلہ لگاؤ مگر اس زمانہ میں خانقاہ سے مت نکلو کسی سے ملنے بھی نہ جاؤ۔ ملک شام سے مولانا خالد کُردی جب چلہ لگانے شاہ غلام علی صاحب کے پاس دہلی آئے جو حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے تو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے گئے لیکن مولانا خالد کُردی نے کسی کے ذریعہ شاہ عبدالعزیز سے کہلا دیا کہ اس وقت میں آپ سے نہیں مل سکتا کیونکہ اس وقت میں اپنے شیخ کے زیرِ علاج ہوں، اپنے نفس کا علاج کرا رہا ہوں۔ لہٰذا جب میرا چلہ ختم ہوگا تو میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا، فی الحال معذرت چاہتا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں سلوک و تصوف اور ادبِ طریق اور شاہ عبدالعزیز صاحب چونکہ خود شیخِ وقت تھے اس لیے ان کو ناراضگی نہیں ہوئی۔

اسی لیے کہتا ہوں کہ چالیس دن تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ جو آپ سے خطاب کر رہا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں پہلی ملاقات میں شیخ کی خدمت میں چالیس دن رہ گیا اور اس چلہ کا نفع آج تک محسوس ہو رہا ہے لہٰذا اللہ کو حاصل کرنے میں دیر نہ کرو، اس لیے کہ جیسے جیسے عمر بڑھے گی آپ مشغول ہوتے جائیں گے، ابھی تو ابا ہی ہیں پھر کچھ دن میں دادا ہو جائیں گے، ابھی بچہ نہیں چھوڑتا، پھر پوتا نہیں چھوڑے گا۔ روز بروز تعلقات بڑھتے چلے جائیں گے۔ پس جس نے دنیا میں تعلق مع اللہ کی دولت حاصل نہیں کی وہ یاد رکھے کہ بہت محرومی کے ساتھ اس کی واپسی ہوگی، اُس وقت غم ہوگا کہ آہ! میں نے اللہ کو کم یاد کیا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ پاک کی محبت سیکھنے میں چاہے کتنا ہی مجاہدہ کرنا پڑے، چاہے ملک سے بے ملک ہونا پڑے، وطن سے بے وطن ہونا

پڑے، اللہ کے لیے سب برداشت کرلو۔ کاروبار کے لیے فرانس جاتے ہیں کہ نہیں، کبھی اللہ کے لیے بھی وقت نکالیے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مرغی کے پروں میں انڈا مسلسل اکیس دن تک رہے تب انڈے میں جان آتی ہے اور اگر مرغی کو بھگا دو یا انڈے کو ہٹا دو کہ مسلسل اکیس دن گرمی نہ پہنچے تو بچہ نہیں ہوگا لہٰذا چالیس دن شیخ کے پاس اس طرح رہو کہ نہ مارکیٹ جاؤ، نہ دعوت میں جاؤ، نہ کسی سے ملنے کے لیے جاؤ بس مسجد اور خانقاہ میں رہو۔ اگر نسبت مع اللہ یعنی نسبتِ اولیاء کا موتی لینا ہے تو چالیس دن اس طرح رہو کہ کسی پر نظر بھی نہ ڈالو، نظر کی خاص حفاظت کرو۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں اللہ نے اختر کو چالیس دن شاہ عبدالغنی صاحب کی خدمت میں لگانے کی توفیق دی۔ شیخ کی آہ وفغاں سنی، تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد جب اللہ کہتے تھے تو اتنے درد سے کہتے تھے کہ آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ میں میر صاحب کو پھولپور (اعظم گڑھ) لے کر گیا تھا جہاں میرے شیخ رہتے تھے، حضرت کی خانقاہ شہر سے باہر تھی رات کو کسی کی آواز بھی نہیں آتی تھی۔ ان سے پوچھو وہاں کیا انوار ہیں۔ جہاں کوئی اللہ والا ہوتا ہے اس کے انوار کا کیا عالم ہوتا ہے۔ پوچھ لو ان سے آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں، اس مسجد میں اور جنگل کا ذرّہ ذرّہ جہاں جہاں حضرت نے آہ و فغاں کی ہے ابھی تک اس کے انوار قائم ہیں۔ مسجد کو دیکھ کر میر صاحب نے کہا کہ پوری مسجد نور میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جس محراب میں حضرت دس دس پارے پڑھتے تھے آہ و نالوں کے ساتھ اسی محراب میں بیٹھ کر جب میں نے تقریر کی تو وہاں کا عجیب رنگ تھا، عجیب و غریب مضامین بیان ہوئے۔ اس محراب میں میں نے خود اپنی آنکھوں سے سولہ سال تک دیکھا کہ حضرت پانچ پانچ پارے دس دس پارے تلاوت کر رہے ہیں۔ تہجد کے وقت کے اُٹھے ہوئے

ہیں اور بعض دن آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک دن تلاوت کرتے کرتے یہ مصرعہ پڑھا ؎

آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

آہ! وہاں کون تھا محراب میں سوائے دیوار کے، گویا اللہ سے باتیں کر رہے ہیں، حضرت کی عبادت ایسی تھی گویا اللہ کو دیکھ رہے ہیں ؎

جو یاد آتی ہے وہ زُلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں
جو پوچھے گا کوئی مجھ سے یہ آکر
کہ کیا گذری ہے اے دیوانے تجھ پر
نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر ہیں جو حضرت نے اپنے شیخ میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر کہے تھے۔ مجھے بھی جب حضرت کی یاد آتی ہے تو پڑھتا ہوں۔ حضرت کے بغیر سارا عالم مجھے عجیب سا لگتا ہے، وہ حاصلِ جنت تھے، حضرت کی عبادت اور آہ وفغاں اور مسجد میں رونا حاصلِ جنت تھا ؎

وہ اپنی ذات سے خود انجمن تھے
اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

فتنوں اور گناہوں کی سرزمین پر طلوعِ آفتابِ اُمید

آج میں نے اس حدیث کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ مایوسی دور ہو اور امید بندھ جائے کہ یہاں ری یونین میں بھی اولیاء اللہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہزاروں فتنوں اور گناہوں کی آندھی اور دھول میں بھی ولی اللہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث سے قلب کو بڑا سکون ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو محبوب رکھتے ہیں جو مومن بھی ہے، عبدیت میں کامل ہے، ایمان بھی اس کا کامل ہے لیکن پھر بھی اس سے خطا ہوجاتی ہے۔ بعض حالات اور بعض ماحول ایسا ہوتا ہے کہ آدمی مفتن ہوجاتا ہے الا ماشاء اللہ لیکن آہ! سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ان لوگوں کو بھی جو ری یونین اور ساؤتھ افریقہ اور لندن اور امریکہ جیسی جگہوں پر رہتے ہیں محبوب بننے کی ترکیب بتادی کہ اگر وہ اس ماحول میں مفتن ہوجاتے ہیں تو توّاب ہوجائیں، کثیر التوبہ ہوجائیں لیکن تَــوّاب کی تینوں قسمیں حاصل کریں یعنی معصیت سے طاعت کی طرف آجائیں پھر اس سے آگے اور ترقی کریں کہ اگر ذکر و تلاوت و تسبیح چھوٹ جائے تو غفلت سے ذکر کی طرف آجائیں اور پھر اس سے آگے ترقی کریں کہ ہر وقت دل کو اللہ کے سامنے رکھیں، ہاتھ سے دنیا کے کام کریں لیکن دل میں اللہ ہو۔

کوئی عورت گاہک آجائے اور فرنچ میں کہے کہ مولانا صاحب مجھے فلاں سامان دو تو آپ بے شک دیں لیکن اس وقت بھی یہ خیال رکھیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اپنی نظر پر ہر وقت مالک کی نظر کو نگراں سمجھئے کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ اگر باوجود اس کے کبھی خطا ہوجائے نفس پٹک دے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں اور توبہ کریں کیونکہ ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ چار صفات جس میں ہوں گی وہ اللہ کا محبوب بندہ ہے۔ سب سے پہلے تو بندگی کے لحاظ سے وہ کامل ہو، اپنے کو اللہ کا بندہ سمجھ رہا ہو فرعون نہ سمجھ رہا ہو، دوسری صفت یہ ہے کہ وہ مومن ہو، اللہ پر اس کو ایمان ہو لیکن اس کے بعد وہ کبھی مفتن ہوجاتا ہے، کبھی اس سے گناہ ہوجاتا ہے لیکن گناہ کے بعد وہ چین سے نہیں رہتا توّاب بھی بلا کا ہے کہ اپنی توبہ میں توبہ

کی تینوں قسموں کو شامل کر لیتا ہے یعنی گناہ سے بھی توبہ کرتا ہے اور ذکر بھی شروع کر دیتا ہے اور اپنے دل کو اللہ سے غائب نہیں ہونے دیتا، ہر وقت اللہ کے حضور میں رکھتا ہے تو جس کی توبہ اتنے بلند مقام کی ہوگی کہ جو اپنے دل کو اللہ سے غائب نہیں ہونے دیتا وہ بھلا اللہ کا محبوب نہ ہوگا؟ توبہ ایسا کیمیکل ہے کہ جس سے بندہ کا تمام شر خیر سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

بہترین خطا کار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الدعوات، بابُ التوبۃ والاستغفار، ص: ۲۰۴)

بہترین خطا کار وہ ہے جو بہت توبہ کرنے والا ہے۔ یہ توبہ کا کیمیکل ایسا کیمیکل ہے کہ جب گناہ پر ڈالا جاتا ہے تو وہ گناہ خیر بن جاتا ہے جیسے شراب پر جب سرکہ ڈال دیا جاتا ہے تو شراب سرکہ بن جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے گنہگارو! توبہ کا کیمیکل ایسی چیز ہے کہ اگر تم اللہ سے توبہ کرلو تو تم بہترین خطا کار ہو جاؤ گے، اب کوئی کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر خطائین نہ لگاتے تو ہم لوگ خیرِ مطلق رہتے یعنی خیر ہی خیر رہتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خطائین کا مضاف الیہ نہ ہوتا تو توبہ کی کرامت ظاہر نہ ہوتی یہ مضاف الیہ توبہ کی کرامت کو ظاہر کر رہا ہے کہ تم تھے تو بڑے نالائق لیکن توبہ نے تم کو لائق بنایا ہے اور جو آپ کا مقصد ہے کہ ہم خیر ہی رہیں تو ترکیبِ اضافی میں مضاف ہی مقصود ہوتا ہے، لہٰذا یہاں خیر ہی مقصود ہے۔ جیسے جَآءَ غُلَامُ زَیْدٍ یعنی زید کا غلام آیا تو یہاں غلام ہی مقصود ہے زید مقصود نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر الخطائین فرما کر توبہ کی کرامت بھی بیان فرما دی اور ہمارا خیرِ مطلق ہونا بھی بیان فرما دیا کہ مضاف الیہ سے مت گھبراؤ کیونکہ کلام میں مضاف الیہ مقصود ہی

نہیں ہوتا لہٰذا یہاں خطائین مقصود نہیں خیر ہی مقصود ہے اس لیے تم خیر ہی خیر ہو۔ اب اگر کوئی اِشکال کرے کہ نبی کے کلام میں غیر مقصود ہونا بلاغتِ کلامِ نبوت کے خلاف ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف الیہ اس لحاظ سے غیر مقصود نہیں رہا کہ توبہ کی کرامت کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ کلامِ نبوت کا کمالِ بلاغت ہے۔

۷/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۵/اگست ۱۹۹۳ء، بروز بدھ، بعد نمازِ عشاء، پونے نو بجے شب، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیئر، ری یونین

تقویٰ کا موقوف علیہ

ارشاد فرمایا کہ ایک عالم نے مجھ سے سوال کیا کہ آیت **فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰهَا** میں اللہ تعالیٰ نے فجور کو تقویٰ پر کیوں مقدم فرمایا ہے حالانکہ بتقاضائے عقل اچھی چیز کو پہلے بیان ہونا چاہیے تھا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا کہ فجور اگرچہ خراب چیز ہے مگر اسی خراب چیز سے تقویٰ کی تعمیر ہوتی ہے۔ اگر مادّہ نافرمانی کا نہ ہو، تقاضا گناہ کا نہ ہو تو تقویٰ پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے فرشتوں کو متقی کہنا جائز نہیں کیونکہ ان کے اندر گناہ کا تقاضا ہی نہیں ہے، وہ تو معصوم ہیں۔ تقویٰ نام ہے **کَفُّ النَّفۡسِ عَنِ الۡهَوٰی** کا کہ گناہ کا تقاضا ہو، جی چاہے کہ میں اس عورت کو دیکھ لوں، جھوٹ بول کر تجارت میں نفع کمالوں، ٹی وی، وی سی آر دیکھ لوں یعنی گناہ کا تقاضا پیدا ہو پھر اس کو روکے اور اس تقاضے پر عمل نہ کرے اس کا نام تقویٰ ہے جیسے بغیر موقوف علیہ پڑھے ہوئے بخاری نہیں ملتی جب موقوف علیہ تک پڑھ لیتا ہے تب دورہ ملتا ہے اس لیے تقویٰ کے موقوف علیہ یعنی مادّۂ فجور کو دبانا پڑے گا، تقاضائے گناہ پر عمل نہ کرو اور متقی ہو جاؤ۔

جتنی روشنیاں آپ دیکھ رہے ہیں یہ دو تاروں سے ہوتی ہیں، ایک مثبت،

دوسرا منفی۔ اگر ہمارے پاس ایک ہی تار ہوتا یعنی نیک عمل کا مادّہ ہوتا لیکن گناہ کا تقاضا پیدا نہ ہوتا جس کو ہم روکتے تو تقویٰ کی روشنی بھی پیدا نہ ہوتی لہٰذا اللہ نے ہم کو دونوں تار عنایت فرمائے بلکہ ہمارے کلمہ کی بنیاد میں رکھ دیئے اور منفی تار کو مقدم کیا۔ لا الٰہ پہلے ہے اور الا اللہ بعد میں ہے یعنی باطل خداؤں سے جان چھڑاؤ تب اللہ ملے گا۔ پہلے کپڑے کو دھویا جاتا ہے پھر عطر لگایا جاتا ہے۔ لا الٰہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے قلب و روح کو پاک فرمایا، پہلے غیر اللہ کی نجاست سے اپنے قلب و جاں کو پاک کرو، پھر الا اللہ کا عطر تمہارے قلب و جاں کو معطر کردے گا۔ لہٰذا جس کا لا الٰہ جتنا زیادہ قوی ہوگا یعنی غیر اللہ سے جس کا قلب جتنا زیادہ پاک ہوگا اتنا ہی اس کا الا اللہ قوی ہوگا، تعلق مع اللہ اسی کا قوی ہوتا ہے جس کا تعلق غیر اللہ سے نہیں ہوتا جیسے مثال کے طور پر سب سے عمدہ عطر دھن العود ہے۔ لیکن اگر کسی نے چالیس دن سے غسل ہی نہ کیا ہو کپڑوں میں میل کچیل اور پسینہ کی بدبو ہو اس پر اگر دس ہزار فرینک کا عطر لگاؤ گے تو اس کی خوشبو محسوس نہ ہوگی اور اگر ہوگی تو کم محسوس ہوگی لیکن صاف ستھرا بہترین دھلا ہوا کپڑا ہو پھر اس میں یہ عطر لگائے گا تو اس خوشبو کا کیا کہنا! لہٰذا جو جتنا زیادہ غیر اللہ سے پاک ہوتا ہے اور نافرمانی سے بچتا ہے اتنی ہی اس کے اندر اللہ کی محبت کی خوشبو بڑھتی چلی جاتی ہے۔

تقاضائے گناہ کو مضمحل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ قلب میں کتنا ہی گناہ کرنے کا تقاضا آئے، دل کو سمجھادو کہ گناہ کرنے سے سکون نہیں ملے گا، نہ پیٹ بھرے گا۔ ایک گناہ کروگے تو پھر دس گناہ کا اور شدید تقاضا پیدا ہوگا۔ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ ہمت کرکے نفس کو گناہ سے قالباً اور قلباً دوری اختیار کراؤ اور ذکر اللہ کا اہتمام رکھو۔

ذکر کی برکت سے جب قلب میں نور آئے گا تو گناہوں سے مناسبت ختم ہوتی جائے گی۔ اللہ کی تجلی سے جب دوزخ کا پیٹ بھر جائے گا اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کہنا بند کردے گی تو نفس تو برانچ اور شاخ ہے اس کی۔ قیامت کے دن جب اللہ دوزخ سے پوچھیں گے کہ تیرا پیٹ بھر گیا تو کہے گی ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ یعنی کچھ اور غذا چاہیے تو اللہ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے یعنی خاص تجلی نازل فرمائیں گے تو دوزخ کہے گی قَطْ قَطْ قَطْ یعنی بس بس بس اے اللہ پیٹ بھر گیا۔ نفس کا ہیڈ آفس دوزخ ہے، جب اللہ تعالیٰ کی تجلی سے ہیڈ آفس کا پیٹ بھر گیا تو ذکر کے نور سے نفس کے تقاضوں میں بھی ان شاء اللہ سکون آجائے گا۔ اللہ کے نام کی برکت سے اور اہل اللہ کی صحبت سے گناہوں کے تقاضے مضمحل ہوجاتے ہیں۔ بس یہی علاج ہے، اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔ تقاضائے گناہ کو مضمحل کرنے کا مختصر علاج یہ ہے:

(۱) تقاضے کے وقت گناہ نہ کرنے کے لیے استعمالِ ہمت

(۲) اسبابِ گناہ سے مباعدت

(۳) ذکر اللہ پر مداومت

(۴) اہل اللہ کی مصاحبت

سکون کا واحد راستہ

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ گناہ نہیں چھوڑ رہے ہیں بدحواس اور پاگلوں کی طرح پھرتے ہیں۔ آج کل پاگل خانے زیادہ تر انہی لوگوں سے آباد ہیں جنہوں نے رومانی دنیا میں قدم رکھا اور غیر اللہ سے دل لگایا۔ پہلے اس محبوب کی یاد میں بے چین ہوئے، پھر نیندیں غائب ہوئیں اور آخر میں پاگل خانے پہنچ گئے۔ میرے دواخانے میں ایک عاشق مزاج نوجوان آیا اور کہا کہ میرے مغز

میں ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی کیل ٹھونک رہا ہے، ایک پل کے لیے چین نہیں ہے، اضطراب کا عالم ہے اور دل میں ہر وقت اسی کی یاد آتی ہے جس سے دل لگا بیٹھا ہوں۔ اُس وقت میں نے یہ شعر کہا ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

میں نے اس سے کہا کہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اس گلی میں جانا چھوڑ دو اور اللہ سے دل لگاؤ، غیر اللہ سے دل لگا کر چین نہیں پا سکتے۔ پھر میں نے ان کو ایک واقعہ سنایا کہ کعبہ شریف میں ایک بچہ اپنی ماں سے گم ہو گیا۔ بچہ بے قراری میں رو رہا تھا۔ پولیس والے نے اس کو گود میں اٹھا کر اعلان کیا کہ یہ بچہ کس کا ہے، حج کے زمانے میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کی عورتیں کعبہ شریف میں نہ آتی ہوں۔ تو ساری دنیا کی ماؤں نے اس بچہ کو پیار کیا، گود میں لے کر اس کو چپ کرانے کی کوشش کی مگر وہ برابر چلاتا رہا۔ اتنے میں اس کی اصلی ماں آ گئی، رنگ بھی اس کا کالا اور کپڑے بھی میلے اور پسینے والے لیکن اس نے جیسے ہی اس کو گود میں لیا وہ فوراً سو گیا۔ اس سے پہلے مصر اور ایران اور ہندوستان وغیرہ کی خوبصورت عورتوں نے اس کو پیار کیا مگر اس کو چین نہیں آیا لیکن اصلی ماں کی گود میں آتے ہی اسے نیند آ گئی۔ اس وقت کا میرا شعر ہے ؎

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب میں
ان کے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا

اسی طرح جب اللہ کی رحمت کی گود ملتی ہے تب بندہ کو چین آتا ہے۔ اگر ساری دنیا ہم کو پیار کرے اور ہماری عزت کرے اور اللہ کو چھوڑ کر ہم حسینوں سے دل کو چین دینا چاہیں لیکن چین نہیں پا سکتے جب تک اللہ کا نام لینے کی توفیق ہم کو نہ ہو۔ سارا عالم اگر ہم پر مہربانی کرے لیکن اللہ اگر ناراض ہے تو واللہ اس کو چین

نہیں مل سکتا۔ چین اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿اَ لَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

(سورۃُ الرعد، اٰیۃ: ۲۸)

کہ تم کہاں چین تلاش کررہے ہو، میری نافرمانیوں میں، گناہوں میں، ننگی عورتوں میں تم چین تلاش کرتے ہو؟ میری نافرمانی اورقہر کے نیچے بھلاتم چین پاؤگے؟ جہاں جاؤگے پریشان رہوگے۔ اگر چین ملے گا تو میری یاد ہی میں ملے گا، میرا نام لوگے تو چین پاؤگے۔ تفسیر مظہری میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں بِذِكْرِ اللهِ میں جو باء ہے معنی میں فی کے ہے یعنی جب اللہ کی یاد میں ڈوب جاؤگے تب چین پاؤگے اور ذکر میں ڈوبنے کے معنی یہ ہیں کہ سر سے پیر تک کوئی عضو نافرمانی نہ کرے، کان گانا نہ سنے، آنکھ عورتوں کو نہ دیکھے، زبان جھوٹ نہ بولے، دل گندے خیالات نہ پکائے اس طرح سر سے پیر تک فِیْ ذِكْرِ اللهِ ہوجاؤ كَمَا اَنَّ السَّمَكَةَ تَطْمَئِنُّ فِي الْمَآءِ لَا بِالْمَآءِ جیسے مچھلی پانی کے ساتھ چین نہیں پاتی بلکہ پانی میں چین پاتی ہے مثلاً اگر مچھلی کا جسم تو پانی میں ہے لیکن اس کا سر پانی سے باہر نکلا ہو تو وہ پانی کے ساتھ تو ہے مگر پانی میں نہیں ہے اس لیے چین نہیں پاسکتی۔ جب پانی میں ڈوب جائے کہ کوئی عضو پانی سے باہر نہ ہو تب مچھلی چین پاتی ہے۔ ایسے ہی مومن جب سر سے پیر تک اللہ کا فرماں بردار ہوجائے تو سمجھ لو کہ اب اللہ کی یاد میں وہ ڈوب گیا، اب اس کو سو فیصد چین ملے گا۔ ایک عالم نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ ذکر اللہ سے اطمینان ملے گا میں روزانہ ذکر کرتا ہوں لیکن میرے دل میں کامل اطمینان نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی گناہ کی عادت میں مبتلا ہو، تمہارا ذکر ناقص ہے اس لیے تم کو اطمینانِ ناقص مل رہا ہے۔ جس دن تمہارا ذکر

کامل ہوگا یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کامل نصیب ہوگی اسی دن تم کو اطمینانِ کامل نصیب ہوگا۔ ذکرِ کامل پر اطمینانِ کامل کا وعدہ ہے۔ **اَلْمُطْلَقُ اِذَا یُطْلَقُ یُرَادُبِہِ الْفَرْدُالْکَامِلُ** تو ذکر کامل جب ہوتا ہے جب تقویٰ کامل ہو، گناہوں سے کلی اجتناب ہو۔ جس دن گناہوں سے مکمل طور پر بچنے لگو گے اسی دن اطمینانِ کامل نصیب ہو جائے گا۔

دھوکہ باز تاجر

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تاجر یعنی بزنس مین آپ کو نمونہ اچھا دکھائے اور مال خراب بھجوادے تو آپ کبھی اس کی گلی میں بھی نہیں جائیں گے اور سات پشت کو وصیت کر دیں گے کہ یہ تاجر نہایت خطرناک اور دھوکہ باز ہے، اس سے کبھی مال مت خریدنا کہ یہ نمونہ اچھا دِکھاتا ہے اور مال خراب دیتا ہے۔ مجدد زمانہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان مردود حسینوں کے گورے گال اور کالے بال اور آنکھیں دِکھاتا ہے لیکن بعد میں کہاں پہنچاتا ہے؟ تم کو پیشاب اور پاخانہ کے گندے مقامات پر۔ بولیے کہ نمونہ کیا دِکھایا اور پہنچایا کہاں، دِکھایا بال اور گال اور پیش کیا گندا مال۔ تو یہ شیطان کتنا دھوکہ باز تاجر ہے مگر افسوس ہے کہ جتنے بزنس مین ہیں سب دھوکہ بازوں سے بچ گئے مگر شیطان سے نہ بچے الا ماشاء اللہ۔ بار بار اس کے دھوکہ میں آکر حسینوں سے دل لگاتے ہیں۔

اس لیے کہتا ہوں کہ اگر شیطان مردود کے دھوکہ سے بچنا ہے تو نظر کی سختی سے حفاظت کیجیے ورنہ شیطان کے نمونہ سے دھوکہ کھا جائیں گے۔ اسی لیے میں حفاظتِ نظر کا مضمون زیادہ بیان کرتا ہوں کیونکہ جہاں کالرا پھیلا ہو وہاں نزلہ زکام کی دوا دینا حماقت ہے۔ ری یونین اور ساؤتھ افریقہ وغیرہ ممالک میں

جہاں عریانی عام ہے اور بدنظری کا کالرا پھیلا ہوا ہے وہاں کالرا کا انجکشن لگائیں گے یا زکام کی دوا پلائیں گے؟ اس دور کا سب سے بڑا مرض یہی ہے اس لیے میں روزانہ اس کو اسی لیے بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نظر کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً جہاں عورتیں ٹانگیں کھولے ہوئے پھر رہی ہوں لہٰذا جیسے ہی کوئی عورت سامنے آئے تو اللہ سے کہو کہ یا اللہ اس پر اچانک نظر پڑ گئی آپ معاف فرما دیجیے، زبان سے توبہ کے الفاظ ضرور کہو چاہے دل اندر سے مزہ لے رہا ہو، یہ زبان کا استغفار بھی ان شاء اللہ قبول ہو جائے گا کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ دل پر اس بندہ کا اختیار نہیں، زبان پر اختیار ہے تو زبان سے استغفار کر رہا ہے جیسے کسی کے دل میں بتوں کا عشق ہے لیکن زبان سے کہتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں تو یہ مسلمان ہے اگرچہ دل ساتھ نہیں دے رہا کیونکہ بندہ غیر اختیاری چیز کا مکلّف نہیں اسی طرح باوجود پوری کوشش کے ہمارے دل کا حرام لذت چرالینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے لیکن یہ اختیار میں ہے کہ اس حرام لذت کو قے کردو، زبان سے توبہ واستغفار کرو، اللہ کے غضب کو اور دوزخ کو یاد کرو، قبر کا مراقبہ کرو کہ قبر میں ان حسینوں کا کیا حال ہوگا اور خود ہمارے اعضاء کا کیا حال ہوگا، عاشق و معشوق سب خاک ہو جائیں گے ؎

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈسٹمپر کی خاطر راہ پیغمبر نہ چھوڑ

حاصلِ سلوک

ارشاد فرمایا کہ سارے سلوک و تصوف کا اور ساری خانقاہوں اور تمام اذکار و اشغال کا حاصل گناہ چھوڑنا ہے۔ اگر انسان اہل اللہ کی صحبت میں رہے، خانقاہ میں زندگی گذارے لیکن گناہ سے نجات نہیں پا رہا ہے تو ابھی اسے

حاصلِ سلوک نہیں ملا۔ سلوک وتصوف کا حاصل یہی ہے کہ انسان سر سے پیر تک اللہ کا ہو جائے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جا رہا ہوں

جن کا ہوں اُنہی کا ہوا جا رہا ہوں، پیدا تو اللہ نے کیا، پھر دوسروں پر کیوں مروں۔ جس نے مجھے وجود بخشا ہے اسی پر مروں گا، میں اللہ کو ناراض نہیں کرسکتا۔ بس جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اور گناہ چھوڑ دیئے وہ حاصلِ سلوک پا گیا۔ لیکن یہ نعمت بزورِ دست وبازو نہیں ملتی اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔ اس لیے اللہ سے روتے رہو، مانگتے رہو لیکن تدبیر میں کمی نہ کرو۔ جب ان کا فضل ہوگیا تو بڑے بڑے چور اور ڈاکو تائب ہوگئے، بڑے بڑے رند بادہ نوش توبہ کرکے ایک آہ میں اللہ تک پہنچ گئے۔ مولانا رومی بہت بڑے شخص ہیں فرماتے ہیں ؎

اے ز تو کس گشتہ جان ناکساں
دست فضل تست در جانہا رساں

اے خدا! بہت سے نالائق لوگ آپ کی رحمت سے لائق بن گئے، آپ کی رحمت ومہربانی کا ہاتھ ہماری جانوں میں ہے، آپ بس ارادہ کرلیں کہ اس بندہ کو ولی بنانا ہے پھر سب اخلاقِ ولایت اور اعمالِ ولایت خود ہی ملنے لگیں گے۔ حکومت جب کسی کو ڈپٹی کمشنر بناتی ہے تو فیصلہ کرتی ہے کہ اس کو ڈپٹی کمشنر بنایا گیا۔ بعد میں اس کو بنگلہ ملتا ہے، بعد میں موٹر ملتی ہے، بعد میں موٹر پر جھنڈا ملتا ہے اور بعد میں سرکاری سیکوریٹی اور پولیس اس کے بنگلہ پر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو اپنا ولی بنانے کا فیصلہ پہلے کرتے ہیں پھر اس کو اخلاقِ ولایت اور اعمالِ ولایت عطا فرماتے ہیں یعنی نیک اعمال کی توفیق، اہل اللہ کی محبت وغیرہ تمام لوازم بعد میں ملتے ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سن لے اے دوست! جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

جس کی قسمت اچھی ہونے والی ہوتی ہے اللہ خود اس کے دل میں ڈالتے ہیں کہ اللہ کیسے ملے گا اور کہاں سے ملے گا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، کپڑا خریدتے ہو کپڑا والوں سے، امرود ملتا ہے امرود والوں سے، آم ملتا ہے آم والوں سے، انسان دنیا میں وہیں جاتا ہے جہاں اس کا والا ہوتا ہے لیکن اللہ کو حاصل کرنے کے لیے نہیں پوچھتا کہ اللہ کہاں سے ملے گا۔ خوب سمجھ لو کہ جب ہر چیز اس کے والے سے ملتی ہے تو اللہ بھی اللہ والوں سے ملتا ہے۔ کتاب پڑھ کر کیا کباب مل جائے گا؟ کتاب پڑھنے سے کیا مٹھائی مل جائے گی؟ تو صرف کتاب پڑھنے سے اللہ بھی نہیں مل سکتا۔ اسی لیے بعض لوگوں نے کتابیں نہیں پڑھیں مگر اللہ والوں کے پاس پہنچ گئے وہ ولی اللہ ہو گئے اور بعضوں نے بہت کتابیں پڑھیں مگر اللہ والوں سے نہ ملے لہٰذا ان کو اللہ نہیں ملا کیونکہ علم پر عمل کی توفیق اہل اللہ کی صحبت ہی سے ملتی ہے۔

اسبابِ گناہ سے دوری ضروری ہے

فرمایا کہ ایک بہت نصیحت کی بات عرض کرتا ہوں کہ اہل اللہ کی صحبت اور ذکر اللہ کی کثرت کے ساتھ ساتھ جہاں تک ہو سکے اسبابِ گناہ سے دور رہیے ورنہ جہاں کیچڑ زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے اور جہاں اسبابِ گناہ سے دوری میں مجبوری ہو کہ مثلاً ٹکٹ خریدنا ہے اور لڑکی ٹکٹ دے رہی ہے تو نگاہ کو بہت ہمت سے بچائیے اور کثرت سے یا حی یا قیوم پڑھیے کہ اس میں اسمِ اعظم ہے۔ ان دونوں ناموں سے ہی دنیا قائم ہے۔ یہ زمین و آسمان چاندو

سورج اور ستارے، پورا نظامِ شمسی اور نظامِ قمری انہی دو ناموں سے قائم ہے۔ یَا حَیُّ کے معنیٰ ہیں اَیْ اَزَلًا اَبَدًا وَّ حَیَاتُ کُلِّ شَیْءٍ بِہٖ مُؤَبَّدًا یعنی ہر شئ اور ہر ذرّہ کائنات کی حیات اس نام سے قائم ہے اور قیوم کے معنیٰ ہیں قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَ یُقَوِّمُ غَیْرَہٗ بِقُدْرَتِہِ الْقَاھِرَۃِ جو اپنی ذات سے قائم ہے اور پوری کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ لہٰذا جب دیکھئے کہ کوئی عورت یا لڑکی سامنے آرہی ہے یا کوئی گاہک آپ سے سامان خریدنے آرہی ہے تو فوراً یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ کا وِرد شروع کردو کہ اے سارے عالم کو سنبھالنے والے! میرے دل کو سنبھال دیجیے لیکن جب وہ چلی جائے اور نگاہ کی حفاظت بھی کرلی ہو پھر بھی استغفار کرلو کیونکہ نفس کا مزاج ایسا ہے کہ جیسے آپ گلاب جامن کھارہے ہیں اور اس پر مکھی بیٹھ گئی تو اگر آپ فوراً اڑادیں لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ ذرّہ وہ لے جائے گی۔ نفس کا مزہ بھی ایسا ہی ہے کہ اگر ایک سیکنڈ کے لیے بھی کوئی عورت آگئی تو نفس حرام لذت کا کچھ نہ کچھ ذرّہ ضرور چرالے گا لہٰذا اس کے جانے کے بعد اللہ سے کہو کہ اے اللہ میں بشر ہوں اور چور بھی ہوں، میرے نفس نے جو حرام مال آپ کی ناخوشی کی راہ سے چرالیا اور جو خوشی میرے دل میں آئی آپ کی ناخوشی کی راہ سے آئی ہے میں اس خوشی سے خوش نہیں ہوں کیونکہ ہماری وہ خوشی ملعون خوشی ہے جو آپ کو ناخوش کرکے ہم نے حاصل کی۔ جو بندہ اپنے مالک اور خالق کو خوش کرکے خوش ہو وہ شرافت کی خوشی اور جو بندہ اور غلام اپنے مالک کو ناخوش کرکے اپنے دل میں حرام خوشی محسوس کررہا ہے یہ خبیث الطبع ہے، بے غیرت ہے، بے حیاء ہے لہٰذا معافی مانگئے اور معافی مانگنے سے نہ گھبرایئے جہاں آندھی زیادہ چلتی ہے وہاں روزانہ کپڑا بدلنا پڑتا ہے لہٰذا روزانہ دوکانوں پر اور سڑکوں پر کثرت سے استغفار کیجیے اور رات کو گھر جاکر دو نفل پڑھ کر معافی مانگئے۔ یہ روح کی صفائی کی ون ڈے سروس ہے۔ غرض ہر لمحہ اللہ کو

خوش رکھنے کا اہتمام کیجیے۔

جو بندہ اللہ کو خوش رکھے گا تو کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوش نہیں رکھیں گے؟ بتایئے! اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کو ہر وقت خوش رکھتا ہے کیا باپ کا دل نہیں چاہتا کہ میں بھی اپنے بیٹے کو خوش رکھوں۔ اور باپ تو مجبور بھی ہوسکتا ہے کہ باوجود چاہنے کے وہ بیٹے کو خوش نہ رکھ سکے لیکن اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہیں۔ جو بندہ ان کو خوش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو خوش رکھنے کے اسباب پیدا کردیتے ہیں اور وہ اسباب سے بھی بے نیاز ہیں۔

اللہ کو ایسی قدرت حاصل ہے کہ غم کے اسباب میں بھی وہ اپنے بندے کے دل کو خوش رکھ سکتا ہے۔ اجتماعِ ضدین اللہ کے لیے محال نہیں ہے۔ اسی پر میرا ایک قطعہ ہے ؎

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
لبوں سے ہنستے ہیں گو دل پہ زخم کھاتے ہیں
عجیب جامعِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

ایک صاحب نے کہا کہ یہ بات تو ناممکن سی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ میرا دوسرا شعر سن لو تو سمجھ میں آجائے گی ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

کلیاں چاروں طرف کانٹوں سے گھری ہوتی ہیں کہ نسیمِ صبح کا ایک جھونکا آتا ہے اور وہ ان کانٹوں کے درمیان ہی کھل جاتی ہیں۔ تو نسیمِ صبح کے ایک جھونکے سے نباتات اور کلیاں تو کھل جائیں اور اللہ کے عاشقوں کا دل اللہ کی نسیمِ رحمت سے بھلا شگفتہ نہ ہوگا!

محبت کے بارے میں جو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون چل رہا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کہا کہ مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا كَبِيْرَ عَمَلٍ میرے پاس کوئی بڑا عمل نہیں ہے لٰكِنْ حُبَّ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ ،لیکن اللہ اور رسول کی محبت۔ کبیر سے استثنیٰ کیا ہے یعنی میں اللہ ورسول سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ هٰـذَا نَاطِقٌ یہ حدیث بول رہی ہے بِاَنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنَ الْمَحَبَّةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ الْاَعْمَالِ وَالْتِزَامِ الطَّاعَاتِ کہ اللہ سے محبت کا جو مفہوم ہے وہ غیر الاعمال اور غیر التزام طاعات ہے یعنی عبادت اور اعمال سے الگ ایک چیز ہے، لِاَنَّ الْاَعْـرَابِـيَ نَفَاهَا کیونکہ اعرابی نے نفی کی کہ میرے پاس اعمال بڑے نہیں ہیں لیکن نفی کے باوجود وَاَثْبَتَ الْحُبَّ اس صحابی نے اپنی محبت کو ثابت کیا وَاَقَـرَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلیم فرمایا اس لیے آج کل میں بار بار اس کا مزہ لے رہا ہوں کہ اللہ اس محبت کو ہم لوگوں کے لیے بھی نصیب فرمائے، اور محبت کی تین علامات ہیں (۱) اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ، مؤمنین پر مہربان ہیں، ایمان والے بھائیوں پر فدا ہورہے ہیں، اور کافروں پر تیز ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب کے لوگ تَذَلَّلَ زَيْدٌ لِفُلَانٍ کہتے تھے کہ زید مہربان ہوگیا فلاں پر۔ عرب کے محاورہ میں تَذَلُّلٌ کے لیے علٰی استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کا صلہ لام آتا ہے اور قرآن پاک محاورۂ عرب پر نازل ہوا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں علٰی کیوں استعمال فرمایا؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اِشکال کا جواب دیا ہے کہ اللہ نے یہاں عـلٰـی استعمال فرما کر صحابہ کی بلندی شان ظاہر کی

ہے کہ مَعَ عُلُوِّ شَانِھِمْ وَفَضْلِ مَرَاتِبِھِمْ یعنی ان کی فضیلتیں بہت زیادہ ہیں اوران کے بڑے بڑے درجے اور مرتبے ہیں اس کے باوجود وہ اپنے اللہ کے لیے اپنے کو مٹا کر ملتے ہیں مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کیا درجہ ہے کہ آپ کے اسلام پر فرشتوں نے آسمان پر خوشیاں منائیں لیکن ایک دن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے لیے ان کے منہ سے یہ نکل گیا کہ اے بلال! تم کالے ہو، اسی وقت زمین پر لیٹ گئے اور فرمایا کہ اے بلال! میرے جسم پر چلو اور اپنے پاؤں سے مجھے کچل دو تا کہ میری یہ خطا معاف ہوجائے کہ میں نے تم کو کالا کیوں کہا، کیوں کہ کالے اور گورے سے کوئی مطلب نہیں ہے، اللہ جس کو پیار کرے وہ چاہے کالا ہو وہ ان گوروں سے افضل ہے جو اللہ سے محبت نہیں رکھتے، عَلٰی نازل کرکے اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ میرے یہ صحابہ بڑے درجہ کے لوگ ہیں مگر میری محبت میں اپنے بھائیوں سے اپنے کو مٹا کے ملتے ہیں تو اگر اللہ عَلٰی نازل نہ فرماتے تو یہ مقصد حاصل نہ ہوتا کہ یہ حاملِ علوء مراتب، اور حاملِ ارتفاعِ فضل ہیں، بڑی فضیلتوں والے ہیں اوراس کی دلیل اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ہے کہ اور کافروں پر تیز ہیں، ان کی تواضع اور فنائیت اپنے ایمان والے بھائیوں کے ساتھ ہے۔ اگر یہ فطرتاً ذلیل ہوتے تو کافروں پر سخت نہ ہوتے۔ اور محبت کی دوسری علامت ہے یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وہ اللہ کے راستہ کا ہر غم اور ہر مجاہدہ برداشت کرتے ہیں اور اگر کبھی خطاء ہوتی ہے تو ان کی توبہ بھی عجیب و غریب ہوتی ہے، مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

در مناجاتم بہ بیں خونِ جگر

اے خدا! میری مناجات میں میرے جگر کا خون تو دیکھئے کہ میں کیسا رو رہا ہوں۔ آپ کے لیے یعنی توبہ اور استغفار میں کتنا رو رہا ہوں کہ میرے آنسوؤں میں میرے جگر کا خون بھی شامل ہے، یہ معمولی توبہ نہیں ہے ؎

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر ز باغِ دل خلالے کم بود

اللہ والوں پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں اگر ان سے کوئی خطا ہو جاتی ہے اور رو رو کے سجدہ گاہ بھر دیتے ہیں، لہٰذا یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ میں اللہ نے یہ بتادیا کہ مجھ کو راضی کرنے کے لیے یہ چار قسم کی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں۔ اب میں مجاہدہ کی تفسیر کر رہا ہوں:

(۱) اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا میری رضامندی کو ڈھونڈنے میں ہر تکلیف کو اُٹھا لیتے ہیں، نظر بچانے میں تکلیف ہو یا گناہوں سے بچنے پر مخلوق کی لعن طعن کی تکلیف ہو یہ سب برداشت کرتے ہیں۔

(۲) اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِنَا ہمارے دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی مشقت اختیار کرتے ہیں۔

(۳) اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا اور میرے احکام کی بجا آوری میں ہر قسم کی تکلیف کا گوارا کر لیتے ہیں۔

(۴) اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی الْاِنْتِھَاءِ عَنْ مَّنَاھِیْنَا میری نافرمانی سے بچنے کا سب غم اٹھا لیتے ہیں کچھ بھی دل پر گذر جائے، دل تڑپ جائے برداشت کرو دوزخ کی آگ سے تو کم ہے۔ جب نظر بچانے میں شیطان کہے کہ اس سے نظر ہٹانے میں بہت تکلیف ہوگی تو اپنے نفس سے پوچھو کہ دوزخ کی آگ زیادہ تکلیف دہ ہوگی یا نظر بچانے کی آگ تکلیف دہ ہے؟ جبکہ یہاں وعدہ بھی ہے کہ نظر ہٹانے پر ایمانی حلاوت بھی نصیب ہوگی اور نظر ڈالنے پر کون سا وعدہ ہے؟ ایمانی حلاوت چھن جائے گی۔ اگر خدانخواستہ اسی حال میں ہارٹ فیل ہو جائے تو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا اور عبادت کا مزہ ختم ہو جاتا ہے، پھر لاکھ امامت کرو، تلاوت اور ذکر کرو کچھ مزہ نہیں آتا، اس گناہ کی

ظلمت بہت زیادہ ہوتی ہے اور اُس وقت تک نہیں جاتی جب دوبارہ کہیں ایسا موقع آئے اور نظر بچائے تب جا کے پرانا نور ملے گا، خالی توبہ سے معافی تو مل جائے گی مگر قلب میں نورِ سابق واپس نہیں آئے گا، آج میں یہ خاص بات بیان کررہا ہوں، یہ میرے شیخ نے مجھے بتایا ہے کہ بدنظری کا گناہ توبہ سے معاف تو ہوجائے گا لیکن قلب میں پہلا والا نور نہیں آئے گا جب تک سڑک پر کہیں آنا جانا ہو اور پھر کوئی ایسا موقع آئے اور پھر وہ نظر بچانے کا غم اٹھائے۔ اگر کہیں ایسا موقع آئے تو دل میں یہ خیال کرو کہ اگر اس کے منہ میں کینسر ہوجائے اور بدبو آنے لگے تو اس سے دور بھاگو گے۔ آپ بتایئے کہ اب کیوں بھاگے ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

کسی کے سوال پر میں نے کہا کہ تمہارا جو دل ہر وقت پریشان رہتا ہے تو میں تمہارے حال پر یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

اور محبت کی تیسری علامت ہے وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ کہ یہ جو کچھ دین کا کام کرتے ہیں اس میں کسی کی ملامت کا خوف نہیں کرتے، یہ حال ہے اور عطف بھی ہے اور جملہ مستقلہ بھی ہے مگر حال بھی ہے اور دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اگر عطف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مثبت اور منفی دونوں صورتوں میں، دونوں عبادتوں میں یعنی اللہ کے راستہ میں نیک کام کرنے یا گناہوں سے بچنے میں لوگوں کی ملامت کا خوف نہیں کرتے، اور اگر حال ہے تو معنی یہ ہیں کہ حَالُهُمْ حَالَ غَیْرِ الْمُنَافِقِیْنَ یعنی منافقین مخلوق سے ڈرتے ہیں، اس لیے صحابہ سے ملتے ہوئے ہر وقت ڈرتے تھے کہ کہیں ہمارے پرانے کافر دوست ہم کو نہ دیکھ

لیں، لیکن ہمارے صحابہ اور ہمارے عاشق اس کو نہیں دیکھتے کہ کچھ بھی ہو جائے، کسی کا خوف نہیں کرتے حَالُھُمْ غَیْرَ حَالِ الْمُنَافِقِیْنَ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ اور لَوْمَۃَ یہاں واحد ہے لیکن معنیٰ میں اسمِ جنس کے ہے جس کا ترجمہ تفسیر روح المعانی کے اعتبار سے یہ ہوگا وَلَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَوْمَاتِ لَآئِمِیْنَ ساری دنیا کے ملامت کرنے والوں سے یہ لوگ بے خوف ہیں لومۃ اسمِ جنس ہے اور اسمِ جنس وہ کلّی ہے جو انواعِ مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتی ہے، مطلب یہ ہوا کہ دنیا میں جتنی بھی ملامتیں ہیں یہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

پھر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لومۃ اسمِ جنس ہے اور معنی میں لومات کے ہے۔ اس پر یہ اِشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لومات کیوں نازل نہیں فرمایا؟ واحد کیوں نازل فرمایا تو فرماتے ہیں کہ اس میں بلاغت زیادہ ہے کہ میرے عاشقین اتنے بہادر ہیں کہ ان کے نزدیک ساری کائنات کی ملامتیں مثل لومۃ واحدہ کے ہیں، جس کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ مومن کی شان مرغابی جیسی ہے کہ جب موج اوپر آتی ہے تو مرغابی بھی اوپر چلی جاتی ہے اور جب موج نیچے جاتی ہے تو وہ بھی نیچے چلی جاتی ہے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں پھرتی۔ کمال ہے اس کی استقامت کا۔

دعویِ مرغابی کردہ ست جاں
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

میں نے بمبئی میں سمندر کے کنارے اس شعر کو حل کیا کہ سمندر میں ایک لہر آئی اور مرغابی وہاں بیٹھی تھی وہ لہر کے ساتھ اوپر چلی گئی اور جب لہر نیچے آئی تو وہ بھی نیچے آگئی، میں نے بہت غور سے دیکھا کہ وہ ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں

ہوئی، تب معلوم ہوا کہ اللہ کے عاشقوں کا یہی مقام ہے کہ وہ دنیا کی بلاؤں کی پرواہ نہیں کرتے، بلاؤں کی موجیں آتی رہتی ہیں لیکن وہ اپنی جگہ پر ہی رہتے ہیں، اس سے متاثر نہیں ہوتے، اللہ ہم سب کو یہ مقام عطا فرمائے اور ہم کو مرغابی والی استقامت دے دے۔

بعض لوگ اس لیے بدنظری کرتے ہیں کہ اگر ہم نہیں دیکھیں گے تو لوگ کہیں گے کہ مولانا لوگ بڑے بداخلاق ہوتے ہیں مثلاً ائیر پورٹ پر ٹکٹ دینے والی اگر عورت ہے تو چونکہ اس سے ٹکٹ لینا ہے لہٰذا اس سے بات بھی کرتے ہیں اور مسکراتے بھی ہیں تاکہ اس کو یہ شکایت نہ ہو کہ ملّا لوگ بڑے خشک ہوتے ہیں دیکھو ان کے اخلاق کیسے خراب ہیں۔تو یہ ڈر گئے، یہی ملامت خلق کا خوف ہے، ارے اگر وہ دل میں تمہیں جانور سمجھ لے مگر اللہ تو خوش ہے لہٰذا کسی کی پرواہ مت کرو، ایسی لاکھ بداخلاقیاں جو بظاہر بداخلاقی ہے لیکن اللہ اس سے خوش ہے تو دنیا بھر کی خوش اخلاقیاں اس پر فدا ہو جائیں، جس وقت کہ ملک شام میں حضراتِ صحابہ داخل ہوئے تو شامیوں نے شام کی عیسائی عورتوں کو ان کے سامنے سجا کر پیش کر دیا، راستہ کے دونوں طرف جوان جوان خوبصورت لڑکیاں کھڑی کر دیں، صحابہ کے سپہ سالار نے یہ آیت پڑھی **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ** اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ وہ نظریں نیچی کرلیں تو سب صحابہ نے نظریں نیچے کرلیں، صحابہ کہتے ہیں کہ ایسا لگا کہ ابھی ابھی یہ آیت نازل ہوئی ہے تو ان لڑکیوں نے یہ نہیں کہا یہ لوگ بداخلاق ہیں بلکہ گھر جا کر اپنے والدین سے کہا کہ تم نے ہم کو کہاں فرشتوں کے پاس بھیجا تھا، وہ تو سب فرشتے تھے انسان نہیں تھے انہوں نے تو ہم کو نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں اور ان کی تعریف کی اور عیسائیوں نے بغیر لڑے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے، آپ نظر کی حفاظت کر کے تو دیکھیں، جس عورت کو

آپ نہیں دیکھیں گے اگر چہ وہ عیسائی ہو اس کے دل میں اللہ ہیبت ڈال دے گا اور وہ کہے گی کہ یہ خدا والے ہیں جو ہم کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ حضرت حکیم الامت کا ایک جملہ یاد آیا، فرمایا کہ جو خدا کے حکم کو اپنے اوپر غالب کر لیتا ہے تو اللہ اس کو سارے زمانے پر غالب کر دیتا ہے، جس کو مفتی اعظم پاکستان فرماتے تھے ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

جگر مرادآبادی جب اللہ والا شاعر ہو گیا اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کر لی تب اس نے یہ شعر کہا ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی تعریف کے لیے لومۃ واحد نازل فرمایا ہے لیکن وہ اسمِ جنس ہے اس لیے ساری دنیا کی ملامتیں اس میں شامل ہیں۔ پس واحد نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ میرے عاشقوں کی جان مرغابی جیسی ہے، بلاؤں کی ساری موجیں اور ساری دنیا کی ملامتیں ان کے نزدیک مثل ایک ملامت کے ہیں وَاللہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ واسع کے معنیٰ ہیں کَثِیْرُ الْفَضْلِ وَلَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ اللہ کثیر الفضل ہے اور اپنے خزانۂ فضل و مہربانی کے ختم ہونے کا اس کو خوف نہیں اور عَلِیْم کے معنیٰ ہیں عَلِیْمٌ بِاَھْلِہٖ وَمَحَلِّہٖ اور اللہ کو علم ہے کہ کس کو ولی بنانا ہے اور کون اس کا اہل ہے اور جو اہل نہیں ہوتے اس کے ارادہ کے بعد وہ بھی اہل بن جاتے ہیں اور نا اہلوں پر مہربانی کرنے والی ذات کا نام ہی کریم ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ کہ جو نالائقوں پر مہربانی کرے وہی کریم ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ ہر وقت چلتے

پھرتے یَا کَرِیْمُ کا ذکر کیا کرو، تاکہ نالائقی کے باوجود ہم اللہ پاک کی رحمت سے محروم نہ ہوں، یَا حَلِیْمُ سے عذاب رُک جائے گا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتقال کے وقت یہی نام لیتے لیتے انتقال کرگئے، یا کریم، یا کریم، یا حلیم اور یا کریم کے بعد آخر میں یَا وَاسِعَ الْمُغْفِرَةِ پڑھ لو یعنی اے اللہ! آپ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے بہت وسیع ہے، یہ تین نام آخرت کے کام بنانے کے لیے ہیں اور دنیا میں بھی اس کے پڑھنے والے ان شاء اللہ محروم نہیں رہیں گے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

۷؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۶؍اگست ۱۹۹۳ء، بروز جمعرات،
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیئر (St.Pierre) ری یونین

ٹیلیفون پر دوسری نصیحت

آج ظہر کے بعد کینیڈا سے کلیم صاحب کا دوبارہ فون آیا۔ ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ ہر نماز کے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ تین دفعہ اور جب گناہ کا وسوسہ آئے تو اٰمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهٖ تین بار پڑھ لیا کرو اور ہر وقت یہ مراقبہ کرو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور چلتے پھرتے یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم پڑھیے اور تھوڑی تھوڑی دیر پر یا کریم کا نعرہ بھی ماریئے۔ بس اس وقت اتنی ہی نصیحت ہے۔ اسی بہانہ سے اللہ کا نام لیتے رہیے، نہ یہ ستانے والے ہوتے نہ خدا یاد آتا ؎

پڑی بیداد بتوں کی تو خدا یاد آیا

ان بتوں کے ستانے سے خدا یاد آتا ہے اور ان کا ستانا یہی ہے کہ عریاں و بے پردہ گھوم رہے ہیں، نظر کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور میری صحت کے لیے خوب دعا کرو۔ ہر فرض نماز کے بعد دعا کرو کہ اللہ خوب عمر میں برکت دے۔ دل میں اور جسم میں ہر طرح سے قوت دے روحانی بھی جسمانی بھی۔ اچھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ کا نام سن کر بھی دل کو مزہ آنا چاہیے

ساڑھے چھ بجے شام مغرب کے بعد کچھ لوگ خانقاہ میں ذکر کر رہے تھے اور حضرت والا اپنے کمرہ میں تھے جو خانقاہ سے متصل ہے۔ احقر راقم الحروف حضرت والا کے کمرہ میں داخل ہوا تو فرمایا کہ اللہ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا نام سن کر دل کو مزہ آئے، روح پر سُکر کی کیفیت طاری ہو جائے ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اور اگر کسی کو اللہ کا نام سن کر اثر نہیں ہوتا اور مزہ نہیں آتا تو اس کی محبت ابھی کامل نہیں ہے۔ جب کوئی درد سے اللہ کا نام لیتا ہے تو الحمدللہ میرا دل تڑپ جاتا ہے اور مولانا داؤد صاحب سے فرمایا کہ خانقاہ میں ذکر ضرور کرایا کرو۔ اگر خانقاہ میں ذکر نہیں ہوگا تو وہاں علومِ خانقاہ تو ہوں گے روحِ خانقاہ نہیں ہوگی۔ حاشیہ حموی میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

﴿اَجۡمَعَ الۡعُلَمَآءُ سَلَفاً وَّخَلَفاً عَلٰی اِسۡتِحۡبَابِ ذِکۡرِ الۡجَمَاعَةِ فِی الۡمَسَاجِدِ وَغَیۡرِھَا اِلَّا اَنۡ یُّشَوِّشَ جَھۡرُھُمۡ عَلٰی نَائِمٍ اَوۡ مُصَلٍّ اَوۡ قَارِئٍ﴾

(فتاوٰی شامیة، ج: ۲، ص: ۳۷۷، مطبوعة بیروت)

ترجمہ: متقدمین اور متاخرین (یعنی پہلے اور بعد کے) تمام علماء کا مساجد وغیرہ میں اجتماعی ذکر کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے بشرطیکہ ان کے جہر کی وجہ سے کسی بھی سونے والے یا نماز پڑھنے والے یا تلاوت کرنے والے کو تشویش یعنی پریشانی لاحق نہ ہو۔

اپنے نابالغ بچوں کو چیزوں کا مالک نہ بناؤ

آج دوپہر کچھ علماء اور کچھ دوسرے حضرات تشریف لائے۔ایک صاحب نے عرض کیا کہ میرے بچے نے کچھ پیسے جمع کیے تھے، آپ کو ہدیہ پیش کرنے کے لیے لایا ہے تو حضرت اقدس دامت برکاتہم نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ نابالغ سے ہدیہ لینا جائز نہیں، نہ اس کا مال استعمال کرنا جائز ہے خواہ وہ اجازت بھی دے دے کیونکہ نابالغ کی اجازت معتبر نہیں۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک بچے بالغ نہ ہوں ان کو جو چیز دو، ہدیہ یا تحفہ یا کپڑا بنواؤ تو ان کو مالک نہ بناؤ کیونکہ اگر ان کو مالک بنادیا تو نابالغ کی اجازت معتبر نہیں، خود باپ بھی وہ چیز ان سے نہیں لے سکتا اور اس کا وہ لباس اس کے چھوٹے بھائیوں کو بھی نہیں دے سکتا۔ مثال کے طور پر ایک بچہ پانچ سال کا ہے آپ نے اس کے کپڑے بنادیئے اور اس کو ان کپڑوں کا مالک بنادیا۔ اب وہ آٹھ سال کا ہوگیا تو اس کے کپڑے اب آپ اس کے چھوٹے بھائیوں کو نہیں دے سکتے کیونکہ نابالغ کی اجازت معتبر نہیں۔ اس لیے حکیم الامت نے فرمایا کہ نابالغ بچوں کو مالک مت بناؤ۔ مالک خود رہو، دل میں یہ نیت کرلو کہ اے اللہ! ان کپڑوں کا میں مالک ہوں، ان کو پہننے کے لیے دے رہا ہوں پھر جس کو چاہو دے دو۔ ورنہ اگر ایک بچہ کو قلم کا مالک بنادیا تو پھر اس کے قلم سے آپ لکھ بھی نہیں سکتے۔ بس ایک بار نیت کرلیں کہ یا اللہ جو چیز بھی میں ان کو دے رہا ہوں یا آئندہ دوں گا ان کو مالک نہیں بناتا ہوں عاریت کے طور پر دیتا ہوں، میری چیز ہے ان کو عاریت کے طور پر استعمال کے لیے دے رہا ہوں۔ بار بار نیت کرنے کی ضرورت نہیں بس ایک بار نیت کرلینا کافی ہے۔ اس نیت کے بعد جو چیز آپ ان کو دیں پھر آپ خود بھی استعمال کرسکتے ہیں، ان کے

قلم سے لکھ بھی سکتے ہیں، ان کی کاپی سے ورق بھی لے سکتے ہیں اور ان کا لباس جب چھوٹا ہو جائے تو دوسرے بچوں کو دے سکتے ہیں۔ بتایئے کتنے کام کی بات ہے۔ اس میں بہت آرام رہے گا۔ جب یہ مسئلہ حضرت والا نے دوپہر کو بیان فرمایا تو حضرت والا سے تعلق رکھنے والے بعض علماء نے عرض کیا کہ آج رات کے اجتماع میں بھی اس مسئلہ کو بیان فرمادیں کیونکہ اکثر لوگ اس سے واقف نہیں ہیں۔

معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ محبت پیدا ہوتی ہے معرفت سے، جب تک جان پہچان نہ ہو محبت نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ دو شیخ الحدیث میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک داہنی طرف ایک بائیں طرف اور دونوں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کے بیٹے تھے، دونوں شیخ الحدیث تھے اور سہارن پور میں ساتھ پڑھے ہوئے تھے لیکن تیس چالس سال کے بعد ملاقات ہوئی، ایک دوسرے کو نہیں پہچانا اور اجنبی کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے دونوں کا تعارف کرایا کہ یہ جو داہنی طرف محدث ہیں یہ مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں جو حکیم الامت کے خلیفہ تھے ملتان میں اور یہ مولانا محمد نبیہ صاحب جو رام پور میں حکیم الامت کے خلیفہ تھے ان کے صاحبزادے ہیں مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب جو کہ ٹنڈوالہ یار میں شیخ الحدیث ہیں۔ یہ سنتے ہی دونوں کھڑے ہوگئے اور ایک دوسرے کو لپٹ گئے اور کہا کہ ارے ہم تم تو ساتھ پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ محبت میں اشتداد معرفت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک بچہ ری یونین میں ہو اس کا باپ بچپن ہی میں سعودیہ نوکری کے لیے چلا گیا ہو اور بیس سال کے بعد اگر آئے گا تو یہ بچہ اس کو نہیں پہچان سکتا بلکہ باپ کے کسی دوست سے معلوم کرے گا کہ میرے والد کون ہیں۔ ری یونین کے

ائیر پورٹ پر باپ اترا اور اس نے پہچان لیا کہ یہ میرا بیٹا ہے لیکن بیٹے نے نہیں پہچانا۔ باپ نے کہا کہ میرا بستر اٹھاؤ تو کہتا ہے کہ آپ کو کیا حق ہے مجھ سے بستر اٹھوانے کا، میں تو اپنے باپ کی تلاش میں مشغول ہوں۔ تب اس بڑے بوڑھے نے کہا کہ ارے یہی تو ہے تیرا ابا تو پھر باپ سے لپٹ جائے گا اور معافی بھی مانگ رہا ہے اور بستر بھی سر پر رکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ابا آپ خود بھی میرے کندھے پر بیٹھ جایئے۔ معلوم ہوا کہ معرفت کے بعد محبت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے لیے ضرورت ہے ایک معرف کی جو جان پہچان کرائے۔ ساری دنیا اللہ سے غافل ہوتی ہے، ایک نبی آتا ہے اور ایک عالَم کو اللہ کا عارف بنا دیتا ہے اور اب نبوت تو ختم ہوگئی، اب نائبین رسول قیامت تک ہمارے اور اللہ کے درمیان معرف کے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ تقویٰ کا حصول یعنی اللہ کی معرفت و ولایت موقوف ہے اہل اللہ کی صحبت پر اور آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اس پر دلالت کررہی ہے، اسی لیے ہمارے اکابر مولانا قاسم نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہم اللہ وغیرہ کے پاس کیا علم کی کمی تھی لیکن علم کے یہ آفتاب و ماہتاب ایک غیر عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اللہ کی معرفت حاصل کرنے۔ آج لوگ علماء کی خدمت میں جانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج نسبت مع اللہ اور درد بھرے دل سے محروم ہیں، ان کی تقریر میں جان نہیں ؎

جب نور نہیں خود ہی دل میں منبر پہ وہ کیا برسائیں گے

صحبت اہل اللہ کا فائدہ لوگوں کو نہیں معلوم ورنہ چالیس دن کیا دو سال کسی صاحبِ نسبت کے دروازے پر پڑے رہتے اور یہ کہتے ؎

جی چاہتا ہے در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

جس کو اہل اللہ کی معیت وصحبت کا لطف حاصل ہوگیا انہیں وہ مزہ ملا کہ ساری زندگی کے مجاہدے ایک طرف اور اہل اللہ کی صحبت کا انعام ایک طرف۔ یہی میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی صحبت میں اللہ کا راستہ صرف آسان ہی نہیں ہوتا لذیذ بھی ہوجاتا ہے۔ ورنہ صرف مجاہدہ بھی کافی نہیں، تل اپنے آپ کو لاکھ رگڑ لے کہ بھوسی چھوٹ جائے یہاں تک کہ کولہو میں پیل دو لیکن تلی کا تیل ہی رہے گا کیونکہ پھولوں کی صحبت میں نہیں رہا لیکن اسی رگڑی ہوئی تلی کو پھولوں میں ایک مدت بسادو پھر کولہو میں پیلو گے تو اب روغن گل اور روغن چنبیلی نکلے گا۔ اسی طرح اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرو، ان کے مشورہ پر چلو تب ولی اللہ بنو گے، بدونِ صحبتِ اہل اللہ محض اپنے مجاہدوں سے اللہ والے نہیں بن سکتے۔ ان کی صحبت سے جب معرفت نصیب ہوتی ہے تو عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہوتی ہے کیونکہ جس درد واخلاص ومحبت سے عارف کا سجدہ ہوگا غیر عارف کو اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ اسی لیے ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ اپنی نفلوں اور اپنی تسبیحات میں مشغول ہونے کے بجائے کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھو۔ اہل اللہ کی صحبت کا جو فائدہ ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے یہ فائدہ اٹھایا ہو، غرض ولایت موقوف ہے تقویٰ پر اور تقویٰ بدونِ صحبتِ صادقین متقین صالحین کے حاصل نہیں ہوسکتا جیسا کہ آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ دلالت کررہی ہے اور اولیاء اللہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ یونس، اٰیۃ: ۶۲)

معلوم ہوا کہ ایمان اور تقویٰ ان دو نعمتوں سے ولایت مرکب ہوتی ہے۔

ایمان تو الحمدللہ ہم لوگوں کو حاصل ہے بس اگر ہم تقویٰ بھی حاصل کرلیں تو اللہ کے ولی ہوجائیں۔اسی لیے علامہ آلوسی نے **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** کی تفسیر میں فرمایا کہ صادقین متقین کے ساتھ اتنی مدت رہو کہ تم ان کے مثل ہوجاؤ، ان کا سا تقویٰ تمہیں بھی حاصل ہوجائے یعنی جس طرح وہ گناہوں سے بچتے ہیں تم بھی بچنے لگو، ان کی سی اشکبار آنکھیں، ان کا سا درد بھرا دل تمہیں بھی عطا ہوجائے، ان کا سا سجدہ، ان کی سی عبادت تمہیں بھی نصیب ہوجائے، ان کی طرح تمہیں بھی حفاظتِ نظر کی توفیق اور ہر گناہ سے اجتناب کی ہمت عطا ہوجائے تو سمجھ لو کہ ان کے ساتھ رہنے کی مدت حاصل ہوگئی۔

درسِ مثنوی

بعض علماء نے آج حضرت والا سے مثنوی کے درس کی درخواست کی تھی۔ ان کی خواہش پر حضرت والا نے مثنوی کے چند اشعار کا درس دیا۔

ہر ولی را نوح کشتی باں شناس
صحبت ایں خلق را طوفاں شناس

ارشاد فرمایا کہ دنیا کی گمراہی مثلاً ٹی وی، وی سی آر، سینما اور فحاشی و عریانی کے طوفانوں میں ہر ولی اللہ نوح علیہ السلام کی طرح اپنی کشتی چلا رہا ہے اور اپنی صحبت کی کشتی میں اپنے متعلقین کو لے کر چل رہا ہے۔اور اللہ سے غافل اور نافرمان مخلوق کی صحبت یہی طوفان ہے لہٰذا جو اہل اللہ کی کشتی کو چھوڑ کر نافرمانوں کی صحبت اختیار کرے گا وہ اس طوفان میں غرق ہوجائے گا۔تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ؎

ضعفِ قطب درتن بود در روح نے
ضعف در کشتی بود در نوح نے

ارشاد فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ضعیف ہوسکتا ہے، ان کی روح

میں ضعف نہیں ہوتا۔ کمزوری کشتی میں تھی حضرت نوح علیہ السلام میں نہیں تھی۔ ان ظالموں نے کشتی کو دیکھا لیکن کشتی چلانے والے کو نہ دیکھا کہ وہ نبوت سے مشرف ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نورِ نبوت ان کو نظر نہ آیا۔ اسی لیے ان ظالموں نے کہا کہ ہم ان کا مذاق اڑاتے ہیں بھلا یہ کشتی طوفان سے بچاسکتی ہے اس لیے سب غرق ہوگئے کیونکہ انہوں نے کشتی کے ضعف پر نظر کی اور کشتی چلانے والے پر نظر نہ کی کہ وہ نبی ہے۔ لہٰذا مولانا نصیحت فرماتے ہیں ؎

ہیں برادر کشتی بابا نشیں

اے بھائیو! کسی بابا کی کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ بابا سے مراد متبع سنت و متبع شریعت بزرگ ہے نہ کہ بھنگ پی کر سمندر کے کنارے سٹہ کا نمبر بتانے والے شیطان کے متبعین۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی کشتی میں بیٹھنے میں دیر نہ کرو کیونکہ جتنے اولیاء اللہ ہیں یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے نائب ہیں ان کی کشتی تمہیں گمراہی کے طوفان میں غرق ہونے سے بچاسکتی ہے ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند با حضورِ اولیاء

فرماتے ہیں کہ جس شخص کا دل چاہے کہ وہ اللہ کے پاس بیٹھے تو اس سے کہو کہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھ جائے۔ جس طرح اگر کوئی عطر کی شیشی کے پاس بیٹھا ہے تو گویا وہ عطر ہی کے پاس بیٹھا ہے۔ اولیاء اللہ کے قلوب حق تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہیں لہٰذا جو ان کا جلیس ہے گویا وہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا ہے ؎

چوں شوی دور از حضورِ اولیاء
در حقیقت گشتی دور از خدا

جو اہل اللہ کی صحبت سے اپنے کو مستغنی قرار دے دے چاہے مشغولیت کی

وجہ سے یا ان کو حقیر سمجھ کر تو وہ اللہ والوں سے دور نہیں ہوا در حقیقت خدا سے دور ہو گیا۔ جو عطر کی شیشی سے دور ہوا در حقیقت عطر سے دور ہو گیا کیونکہ عطر اس کو شیشی کے واسطے ہی سے مل سکتا ہے لٰہذا عطر کی شیشی سے استغناء عطر سے استغناء ہے۔

طبعِ نافِ آہویست ایں قوم را
از بروں خوں واندروں شاں مشک ہا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اہل اللہ کی شان ایسی ہے جیسے ہرن کی ناف کہ اس کے اوپر خون ہے اور اندر مشک بھرا ہوا ہے۔ ناف کا ظاہر گوشت اور خون ہے کہ اگر کاٹو تو خون بہے گا لیکن اس کے باطن میں مشک بھرا ہوا ہے جس کی قیمت لاکھوں کی ہوتی ہے۔ ایسے ہی اہل اللہ کے ظاہر کو مت دیکھو کہ ان کے بھی ہماری طرح دو کان اور ایک ناک ہے، یہ بھی ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، ان کو بھی پیشاب پاخانے کی حاجت ہوتی ہے، اگر ان کے ظاہر کو دیکھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے لٰہذا ان کے باطن پر نظر رکھو جس میں نسبت مع اللہ کا موتی چھپا ہوا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ پہلے زمانے میں دریا کا ایک جانور دریائی گاؤ ہوتا تھا اس کے اندر ایک قیمتی موتی ہوتا تھا جس کو وہ نکال کر رکھ دیتا تھا جس سے رات کے وقت سارا جنگل روشن ہو جاتا اور وہ جلدی سے اچھی اچھی گھاس چر لیتا۔ تاجر لوگ اس دریائی گاؤ کے موتی لینے کے لیے درخت پر چڑھ جاتے تھے اور ایک مٹکے میں مٹی اور بھوسہ ملا کر اس موتی کے اوپر گرا دیتے جس سے اندھیرا ہو جاتا اور دریائی گاؤ اسے تلاش کرنے کے لیے بار بار اس جگہ آتا جہاں موتی چھپا ہوا تھا لیکن مٹی اور کیچڑ دیکھ کر واپس چلا جاتا اور صبح تک مایوس ہو کر دریا میں واپس چلا جاتا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ جانور مٹی اور کیچڑ میں چھپے ہوئے موتی کو نہ پہچان سکا ایسے ہی ابلیس حضرت آدم علیہ السلام

کے مٹی کے پتلے میں چھپے ہوئے نبوت کے موتی کو نہ دیکھ سکا ورنہ انکار نہ کرتا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر نہ سمجھتا۔ اسی طرح بعض لوگ اہل اللہ کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان کو اپنا ہی جیسا گمان کرتے ہیں ؎

گفت اینک ہم بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

جیسے ہم بشر ہیں ایسے ہی یہ بھی بشر ہیں جیسے ہم کھاتے ہیں ایسے ہی یہ بھی کھاتے ہیں، کھانے پینے اور سونے کے محتاج ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے قلب کے اندر ایک موتی چھپا ہوا ہے اور اس کا نام ہے تعلق مع اللہ کا موتی، نسبت مع اللہ کا موتی، اللہ کی محبت کا موتی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے جسم کو نہ دیکھو ولایت کے اس موتی کی قیمت کو پہچانو ورنہ تم بھی ابلیس کی طرح گمراہ ہو جاؤ گے اور اللہ کی محبت سے محروم مرو گے۔

درسِ نظامی کے بانی کا عجیب واقعہ

ارشاد فرمایا کہ آج کل درس نظامی پڑھنے کو کافی سمجھتے ہیں اور اہل اللہ کی صحبت کو ضروری نہیں سمجھتے وہ اس واقعہ سے سبق لیں کہ درسِ نظامیہ کے بانی ملا نظام الدین جنہوں نے فتاویٰ عالمگیری مرتب کی ان کو بادشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عالم گیری لکھنے کے لیے پانچ سو علماء کا افسر مقرر کیا تھا، پانچ سو علماء ان کے ماتحت تھے لیکن وہ خود جا کر بیعت ہوئے شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کا قرآن شریف بھی ختم نہیں ہوا تھا لیکن ان کو علمِ لدنی حاصل تھا۔ یہ واقعہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ ملا نظام الدین صاحب کے ان سے بیعت ہونے پر لکھنؤ کے پانچ سو علماء نے مذاق اڑایا اور اعتراض کیا کہ حضرت اتنے بڑے عالم ہو کر

آپ ایک غیر عالم سے بیعت ہوگئے تو فرمایا کہ آپ لوگ نہیں جانتے، ہم کتاب اللہ جانتے ہیں وہ اللہ کو جانتے ہیں۔ لیکن علماء نہیں مانے تو حضرت نظام الدین شاہ عبدالرزاق صاحب کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ حضرت لکھنؤ کے علماء مجھ پر اعتراض کررہے ہیں، آپ میری عزت کے لیے تشریف لے چلیں، میں ان کو آپ کی تقریر سنواؤں گا تو حضرت دو رکعت پڑھ کر بہت روئے کہ یا اللہ! اتنے بڑے عالم کی عزت کا مسئلہ ہے لہٰذا مجھے بیان کرنے کی سعادت نصیب فرمادے۔ جس کا قرآن بھی ختم نہ ہوا ہو اور جو بالکل اُمّی تھے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ اسٹیج پر بٹھایا گیا اور پانچ سو علماء کے محضر میں حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب نے تقریر شروع کی اور بخاری شریف کی حدیث بیان کی اور اس کے بعد منطق و فلسفہ کے مسائل اور شیخ بوعلی سینا کی تحقیقات بیان کرنا شروع کیں اور پھر ایسے دقیق اور غامض مضامین بیان کیے کہ شروع شروع میں تو علماء کچھ کچھ سمجھے لیکن اس کے بعد بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تب حضرت نے جوش میں فرمایا کہ اے علماء کرام آپ لوگوں نے الف باء تاء چھوٹے چھوٹے حرفوں میں پڑھا ہے اور اپنے ہاتھ کو دراز کرکے فرمایا کہ ہم کو اللہ نے اتنے بڑے حروف میں پڑھایا ہے۔ افسوس لوگ اللہ والوں کو نہیں پہچانتے کہ ان کا کیا مقام ہے اور ان کی صحبت سے کیا ملتا ہے۔ جس کو کسی اللہ والے کی صحبت مل جائے اس پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اور چاہے وہ بڑا عالم بھی نہ ہو لیکن اس سے لوگوں کو نفع زیادہ ہوگا۔

۸؍ربیع الاول ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۲۷؍اگست ۱۹۹۳؁ء، بروز جمعۃ المبارک، بعد نمازِ عشاء، خانقاہ ری یونین

حدیث زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا کی شرح

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کُنْتُ

اَلْزَمُ بِصُحْبَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہر وقت چپکا رہتا تھا اور ایک حدیث میں ہے کہ زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا ناغہ دے کر ملنا محبت کو بڑھاتا ہے فَمَا تَطْبِیْقُ بَیْنَ عَمَلِ الصَّحَابِیِ وَالْحَدِیْثِ یعنی صحابی کے قول اور حدیث پاک میں کیا تطبیق ہے، تو اس کی تطبیق مولانا جلال الدین رومی نے بیان کی ہے کہ زُرْغِبًّا کا حکم رشتہ داروں کے لیے ہے مثلاً داماد سسرال جائے اور وہیں پڑا رہے، سسرال والے بھی کہیں کہ پتہ نہیں کب جائے گا، غرض یہ عام رشتہ داریوں کا مسئلہ ہے، لیکن جو شخص اللہ اور رسول پر عاشق ہو یا اپنے شیخ پر عاشق ہو اس کے لیے زُرْغِبًّا کا حکم نہیں ہے ؎

نیست زُرْغِبًّا وظیفہ ماہیاں

زاں کہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں

یعنی اگر مچھلی سے کہو کہ ناغہ دے کر پانی میں جائے تو مچھلی تو مر جائے گی کیونکہ بغیر پانی کے وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روحِ مبارک ایسی تھی جیسے کہ مچھلی کو پانی سے تعلق ہوتا ہے اور جملہ حضراتِ صحابہ کو اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی تعلق تھا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک اور صحابی کے قول میں تطبیق یہ ہے کہ زُرْغِبًّا یعنی ناغہ دے کر ملاقات کرنا اعزا و اقربا اور عام رشتہ داروں کے لیے ہے لیکن کسی پر کسی اللہ والے کے عشق کی کیفیت غالب ہو جائے مثلاً اپنے شیخ سے ایسی محبت ہو جائے کہ بغیر شیخ کے اس کو چین نہیں آتا تو اس اللہ والی محبت کے لیے زُرْغِبًّا کا حکم نہیں ہے، وہ روزانہ آئے، ایک دن بھی ناغہ نہ کرے، چالیس دن مکمل لگائے یا اگر اس کے ذمہ کوئی حقوقِ واجبہ نہیں ہیں تو شیخ کے در پر رہ پڑے، ہر شخص کے اپنے اپنے حالات ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ والے کی ذات پر عاشق ہو اس کی کسی صفت پر عاشق نہ ہو جیسے بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ آج بیان

ہوگا یا نہیں۔ جب معلوم ہوجائے کہ بیان نہیں ہوگا تو گھر بیٹھ گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ تقریر کا عاشق ہے مقرر کا عاشق نہیں حالانکہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے محبت ہواس کو ایک نظر دیکھنا دنیا و مافیہا سے قیمتی ہے۔ محبت ہو تو ایک نظر کی کیا قیمت ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر صدیق! مجھ کو دنیا میں تین چیزیں عزیز ہیں (۱) خوشبو (۲) نیک بیوی (۳) نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ کو بھی تین چیزیں دنیا میں عزیز ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بتاؤ! وہ چیزیں کیا ہیں؟ عرض کیا (۱) اَلنَّظْرُ اِلَیْکَ (۲) وَالْجُلُوْسُ بَیْنَ یَدَیْکَ (۳) وَ اِنْفَاقُ مَالِیْ عَلَیْکَ یعنی ایک نظر آپ کو دیکھ لینا اور تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھ لینا اور اپنا مال آپ پر فدا کرنا، اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز مجھ کو محبوب نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سکھا دیا کہ شیخ سے ایسی محبت ہونی چاہیے۔

نافرمانی کے ماحول میں ولی اللہ بننے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ ری یونین میں اولیاء اللہ کی تعداد اور زیادہ بڑھ سکتی ہے اور قوی نسبت ہوسکتی ہے، اگرچہ یہاں کی مارکیٹ میں مار یعنی حسن کے سانپ بہت زیادہ ہیں، یہ سانپ آگے پیچھے پھر رہے ہیں لیکن جتنا ہی زیادہ مجاہدہ ہوگا اتنا ہی زیادہ مشاہدہ ہوگا۔ اللہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ ری یونین میں ہر طرف سے مار کھا رہا ہے، اِدھر دیکھتا ہے تو لڑکی، اُدھر دیکھتا ہے تو لڑکی، حسن کے مار (سانپ) سے بچنے کے لیے نظریں بچا کر مار کھا رہا ہے، غم اُٹھا رہا ہے تو اتنی مار کھانے پر کیا اللہ کو اس پر رحم نہیں آئے گا۔ ہر وقت فریاد کر رہا ہے کہ یا اللہ رحم کر دے، یا اللہ رحم کر دے، جہاں دریا میں طوفان ہوتا ہے وہاں کشتی چلانے

والا جس کو ناخدا کہتے ہیں جب دیکھتا ہے کہ طوفان میں شدت آگئی اور کشتی موجوں میں کبھی اوپر جارہی ہے کبھی نیچے آرہی ہے تو اس وقت وہ ناخدا کہتا ہے یا خدا، یا خدا، تو جب اتنا زیادہ وہ یا خدا یا خدا کہے گا تو باخدا نہیں ہوجائے گا؟ ری یونین کی سڑکوں پر اتنا زیادہ طوفانِ عریانی ہے کہ یہاں جو ہر وقت کہے گا کہ یا خدا بچا، یا خدا بچا تو ان شاء اللہ وہ اسی سے ولی اللہ بن جائے گا۔ اب آپ کہیں گے کہ صاحب نظر بھی تو خراب ہوجاتی ہے تو جواب یہ ہے کہ ہم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہیں، خدا ہم کو معاف کرتے کرتے نہیں تھک سکتا، پس شرط یہ ہے کہ توبہ کرتے وقت دل سے نادم ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا عزم ہو، اللہ یہ کبھی نہیں فرمائیں گے کہ اے ری یونین والو! ہم تم کو معاف کرتے کرتے اب تھک گئے ہیں۔ آپ توبہ کرتے رہیں اللہ تعالیٰ معاف کرتے رہیں گے، ندامت سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ ایک چھٹانک بارود پہاڑ کو اُڑادیتی ہے، جب اللہ کی مخلوق میں یہ صفت ہے کہ پہاڑ کو اُڑادے تو کیا اللہ کی رحمت میں یہ شان بھی نہیں کہ ہمارے گناہوں کے پہاڑوں کو اُڑادے؟ سمندر کی ایک موج پورے ری یونین کا پیشاب پاخانہ اُڑادیتی ہے، تو اللہ کی رحمت کا سمندر غیر محدود ہے جس کے سامنے ہمارے بے شمار گناہوں کی محدود اکثریت کوئی حقیقت نہیں رکھتی لیکن روحانی ڈرائی کلین کی ون ڈے سروس کا اہتمام کرو یعنی اگر خطا ہوجائے تو روزانہ نادم ہوکر توبہ کرو اور ایک نیک ماحول بنالو، خانقاہ کا مقصد یہی ہے کہ شام کو آکر تھوڑی دیر کے لیے آپس میں بیٹھ کر بزرگوں کی کتاب سن لو، ایک دوسرے کی صحبت میں بیٹھو، ان شاء اللہ دن بھر کا جتنا کچرا گندگی اور برائی ہے سب صاف ہوجائے گی اور آپ پاک ہوجائیں گے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر شیخ کامل نہ ملے تو آپس میں ایک دوسرے کی صحبت میں بیٹھیے کیوں کہ ایک ہزار پاور کا بلب اگر نہ رہے تو بیس پاور کے دس بلب جمع

ہوجائیں تو نور بڑھے گا یا نہیں؟ چراغوں کی تعداد بڑھ جائے تو نور بڑھ جائے گا۔ پس جب شیخ چلا جائے تو پیر بھائی آپس میں مل بیٹھیں، اس سے نفع ہوگا، یہ صحبتیں بے کار نہیں ہیں۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہے فرماتے ہیں ؎

بست مصباح از یکے روشن تر است

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ صالحین برابر درجہ کے ہوں اور کوئی اس میں شیخ نہ ہو تو اس صحبت کو بھی غنیمت سمجھو کیوں کہ بیس چراغوں کا نور ایک چراغ سے روشن تر ہوگا، بعض لوگ شیخ کا انتظار کرتے ہیں اور بغیر شیخ کے جڑنا اپنی توہین سمجھتے ہیں، اس کو بیکار سمجھتے ہیں۔ میں آپ لوگوں سے خاص طور سے عرض کررہا ہوں کہ اس نعمت کو غنیمت سمجھئے اور میرے جانے کے بعد آپ لوگ آیئے اور ایک دوسرے کو کتاب پڑھ کر سنایئے۔ آپ یہ نہ سوچئے کہ ہمیشہ مولانا داؤد ہی سنایا کریں گے، کبھی کوئی سنادے کبھی کوئی سنا دے لیکن اس اجتماع کو باقی رکھیں، اس لیے کہ صالحین کا اجتماع بہت اہم ہے، معمولی درجہ کے اہل اللہ اور صالحین جب بیٹھیں گے تو اللہ سب کو بڑے اولیاء کی صف میں لکھ دیں گے **ھُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ** مقبولین کے پاس بیٹھنے والے بدنصیب نہیں ہوسکتے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ **اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ فِیْ جَمِیْعِ مَایَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ** یعنی جو صالحین کے ساتھ بیٹھتا ہے اللہ بڑے اولیاء کے ساتھ ان کو بھی لکھ دیتا ہے **اِکْرَامًا لَّھُمْ** اللہ یہ اپنے مقبول بندوں کے اکرام کے لیے کرتا ہے۔ تو شکر کریں کہ اللہ نے اپنے سلسلے کی خانقاہ یہاں بنوادی اور مولانا داؤد کے والد صاحب نے اس زمین کو دین کے لیے وقف کردیا۔ اتنے لوگ یہاں آرہے ہیں تو یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رکھیں خواہ ہفتہ میں ایک دفعہ ہو، اگر

ہر ہفتے کوئی نہیں آ سکتا تو ماہانہ اجتماع رکھیں جس میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سب متعلقین حاضر ہو جائیں، چاہے ان کا بابا کوئی بھی ہو دادا تو ایک ہے، اس لیے کمالاتِ اشرفیہ سے دادا کی بات پڑھو کہ حکیم الامت کے ارشادات ہیں۔ ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ دن بھر کا سارا میل کچیل معاف ہو جائے گا، یہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

وضو کے بعد کی دعا کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ توبہ نام ہے دل کی پاکی کا، توبہ دل کا غسل ہے، اس سے قلب دُھل جاتا ہے، صاف ہو جاتا ہے، پانی سے تو جسم پاک ہوتا ہے لیکن چونکہ دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ظاہری اعضاء دھولو اور وضو ہو جائے تو درود شریف پڑھ کر کلمہ شہادت پڑھو اور یہ دعا پڑھو **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ** یعنی یا اللہ مجھ کو توبہ کرنے والوں میں شامل کر لیجیے اور پاک ہونے والوں میں شامل کر لیجیے۔ یہ دعا بتا رہی ہے کہ ہم کو ولی اللہ بننے کی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دی کہ توبہ اور پاکی اولیاء اللہ کی خاصیت ہے۔ چونکہ جسم کی پاکی اور جسم کا دھونا تو ہمارے اختیار میں تھا، لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اختیاری غسل کا انتظام فرما دیا کہ جو تمہارے اختیار میں ہے اس کو کرو اور اعضاءِ وضو کو دھولو اور جو اختیار میں نہیں ہے اس کو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ جسم تک تو ہمارا ہاتھ پہنچ سکتا تھا وہ ہم نے کر لیا لیکن دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا پس ہمارے دل کو آپ پاک فرما دیجیے اور توبہ کی تینوں قسموں کو شامل کر لو، ظاہری گناہ سے توبہ، غفلت کی زندگی سے توبہ، اور دل کو بھی اللہ سے غافل مت ہونے دو۔

اللہ کے وجود کی ایک عظیم دلیل

ارشاد فرمایا کہ چوبیس ہزار میل کی یہ زمین جس کی عمارات پر چھت ڈالنے کے لیے سارے سائنسدان اور انجینئر ستون اور پلر (Pillar) کے محتاج ہیں وہ خود بغیر کسی ستون اور عمود اور بغیر کسی سہارے اور پلر کے قائم ہے۔ مزید یہ کہ سمندر جیسی عظیم مخلوق اور ہزاروں عظیم القامت پہاڑوں کا بوجھ اور کروڑوں انسانوں کا بوجھ لیے ہوئے ہے۔ آج صبح ہم لوگ سیر کو گئے تھے تو ایک خاموش سمندر ملا جہاں ہوا بھی زیادہ ٹھنڈی نہیں تھی۔ سمندر کے کنارے ہم لوگوں نے دو رکعت پڑھی اور دعا کی۔ پھر ذکر ہوا اور سمندر کو گواہ بنایا کہ سبحان اللہ کیا شان ہے یا اللہ آپ کی خلّاقیتِ عظمیٰ کی کہ اتنی بڑی زمین، اتنا وسیع سمندر، اتنے وزنی پہاڑ بغیر کسی سہارے کے فضا میں معلّق ہیں۔ اگر اللہ کا فضل ہو تو ایمان لانے کے لیے یہی ایک مشاہدہ کافی ہے۔

ذکر کی دو قسمیں

ارشاد فرمایا کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں (۱) زبان سے ذکر کرنا، (۲) سارے اعضاء کو گناہ سے بچانا، جب بے پردہ عورتیں گذر رہی ہوں اس وقت اپنی آنکھوں پر قابو پانا اور اس وقت آنکھوں کو ان کے دیکھنے سے محفوظ رکھنا کیا یہ معمولی ذکر ہے؟ ارے یہ اتنا بڑا ذکر ہے کہ اس پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے، اور اس پر اتنا بڑا اجر ہے کہ کسی دوسری عبادت میں نہیں ہے کیونکہ نظر بچانے کی مصیبت اور غم دل اُٹھاتا ہے اور دل جسمِ انسانی کا بادشاہ ہے تو جب بادشاہ مزدوری کرتا ہے تو اس کی مزدوری زیادہ دی جاتی ہے۔ اگر ایک معمولی آدمی آپ کے ہاں نوکری کرے مثلاً بلاک وغیرہ اُٹھا دے اور ایک بادشاہ اُٹھا کر دے تو ظاہر ہے کہ اس میں تفاوتِ عظیم ہے، تو دل جسم کا بادشاہ ہے اور نظر

بچانے کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اس نے کیا عمل کیا ہے، نہ اس کے ہاتھ میں تسبیح ہے، نہ یہ سبحان اللہ کہہ رہا ہے لیکن اسی پر اس کو حلاوتِ ایمانی نصیب ہو رہی ہے، اور حلاوتِ ایمانی کا کیا انعام ہے؟ جس کو ایک دفعہ حلاوتِ ایمانی نصیب ہوگی اس کا خاتمہ ایمان پر لازم ہے، گویا نظر بچانے پر اتنا بڑا انعام ہے کہ جنت مل جائے گی کیونکہ جب ایمان پر خاتمہ ہوگا تو جنت ہی میں جائے گا۔ معلوم ہوا کہ صرف ایک نظر بچانے پر حسنِ خاتمہ اور جنت کا وعدہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ اس سے حلاوتِ ایمانی نصیب ہوتی ہے اور دوسری حدیث میں وارد ہے وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا اگر ایمانی حلاوت داخل ہوگئی تو اس کو واپس نہیں لیا جائے گا۔ پس اسی ایمان پر موت آئے گی۔

محبتِ الٰہی کا عظیم الشان انعام

دورانِ گفتگو فرمایا کہ اگر کوئی اپنے شیخ سے ملاقات کے لیے آتا ہے تو اُس کو کیا انعام ملتا ہے؟ یہ کوئی معمولی بات ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ جب کوئی اللہ کے لیے کسی سے ملتا ہے تو راستے بھر ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جب وہ مصافحہ کرتا ہے تو کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّهٗ وَصَلَ فِیْکَ فَصِلْهُ یا اللہ یہ آپ کے لیے اس بندے سے مل رہا ہے اس کو اپنا پیارا بنا لیجیے، اللہ ہمارا پیارا ہے، محبوب ہے اور ہم اس کے بندے ہیں اور بندوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کو دوست کہے اور مالک کو یہ حق ہے کہ وہ محض اپنے کرم سے بندوں کو اپنا دوست کہے جیسا کہ فرمایا ہے اَللہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہ میں ایمان والوں کا دوست اور ولی ہوں، تو اللہ تو ہم کو اپنا دوست فرما رہے ہیں لہٰذا ہم صرف زبانی دعوے نہ کریں بلکہ عمل کر کے دکھائیں اور اللہ کی نافرمانی نہ کریں۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ تربیت

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرات رات کے وقت تہجد پڑھ رہے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آہستہ آواز سے تلاوت کر رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب زور سے پڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں ملاقات کے وقت فرمایا کہ اے صدیق تم اتنا آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تو سنتا ہے اس لیے ہم کو زور سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اتنا زور سے کیوں پڑھ رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں شیطان کو بھگا رہا تھا۔ چونکہ ان کی جلالی شان تھی کہ اگر شیطان کو معلوم ہو جاتا کہ اس راستہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں تو ڈر کے مارے ادھر سے دوسری طرف بھاگ جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صدیق! تم آواز کو ذرا بلند کرو، اور اے عمر فاروق! تم آواز کو تھوڑا سا پست کرو، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے نفس کو مٹایا کہ نہ اِن کی چلے اور نہ اُن کی چلے، چلے گی صرف نبی کی، نہ ان کا زور چلا، نہ ان کی پستی چلی، ان کو تھوڑا سا بڑھا دیا اور ان کو تھوڑا سا گھٹا دیا تاکہ اپنی اپنی رائے سے ان کی خودرائی ختم ہو جائے اور دونوں فنا فی النبی ہو جائیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کو اختیار ہے کہ مرید کو اس کی رائے سے ہٹا کر فنائیت کے مقام تک پہنچا دے، اور اصل میں فنا فی الشیخ وہی ہوتا ہے جو اپنے جذبات کو قابو میں لے آئے اور شیخ کی رائے میں اپنی رائے کو فنا کر دے۔ دیکھو دونوں صحابی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں دونوں نے اپنی رائے کو فنا کر دیا۔ کسی کے بارے ایک آواز ذرا سی

بلند ہوئی تھی تو اللہ نے گوارا نہیں کیا اور آیت نازل ہوگئی:

﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

(سورۃُ الحجرات، اٰیۃ: ۲)

نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت کرو۔ اس کے بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی آواز بلند نہیں کی۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے کہ وہ اپنے کو مٹا دیتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ صاحب ہم تو شیر ہیں ہم غرائیں گے تو ٹھیک ہے آپ غرائیں لیکن غرانے سے آپ کو کچھ نہیں ملے گا سوائے محرومی کے، خودرائی سے کچھ نہیں ملتا، تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے یعنی ادب اور احترام سے اپنی تمام صفات کو بھول جاتا ہے کہ میں کیا ہوں لہٰذا اللہ پاک فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ جن لوگوں نے ہمارے رسول کے سامنے آواز کو پست کردیا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ہم نے ان کو اپنی دوستی کے لیے قبول کرلیا۔ اس لیے آج دل میں آیا کہ فنا فی الشیخ ہونے کی اللہ سے توفیق مانگو، اللہ توفیق نہ دے تو آسان کام بھی مشکل ہے، اور جو اللہ سے توفیق مانگ لے تو مشکل سے مشکل کام بھی اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے، پھر وہ جان کی بازی لگادیتا ہے جیسے صحابہ نے جان کی بازی لگادی اور ستر صحابہ احد کے دامن میں شہید ہوگئے۔ اس لیے اللہ سے توفیق مانگو کہ اے خدا! ہمیں توفیق دے اور اس مقام پر پہنچادے جس مقام پر ہم کو ہمارا شیخ دیکھنا چاہتا ہے۔ اب کوئی کہے کہ بھائی کتنا مٹائیں تو اللہ سے یہ کہیں کہ اتنا مٹا دیجیے کہ جس مٹنے سے، جس فنائیت سے آپ خوش ہوجائیں، ہماری بندگی کی آخری تکمیل آپ کی رضا ہے، آپ خوش ہوگئے تو سب کام بن گیا۔

اے میرے خالقِ حیات تجھ پہ فدا ہو صد حیات
تیری رضا سے بندگی میری تمام ہوچکی

اور میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! مجھ کو اتنا مٹا دے کہ حضرت والا شاہ ابرارالحق صاحب خوش ہوجائیں، اور ان کے بال بال سے مجھ کو دعا ملے، اور کوئی کام میرا ایسا نہ ہو کہ جس سے حضرت والا کو ذرہ برابر تکدر ہو۔ مرید پر فرض ہے کہ وہ یہ دعا کرے کہ یا خدا مجھ کو ایسی کوئی خطا ہونے سے بچا لیجیے کہ جس سے میرے شیخ کو ادنیٰ تکدر ہو، تو بس جس نے رضائے شیخ حاصل کرلی تو حضرت حکیم الامت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر شیخ راضی ہے اور اتباعِ سنت کی توفیق ہے تو اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں اور اگر شیخ ناراض ہے یا اتباعِ سنت کی توفیق نہیں تو اس کے اُجالے بھی اندھیرے ہیں۔

غزوۂ بدر کا ایک واقعہ

ارشاد فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر عشاء کے بعد سے اذان فجر تک دعائیں مانگی اس وقت صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھے اور کوئی نہ تھا اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن سے دوستی اور محبت تھی، وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ بدر کے دن بھی وہ ساتھ تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ کے دونوں ہاتھ دعا میں اوپر کی طرف اُٹھ گئے، زندگی مبارک میں بہت کم ایسا ہوا کہ دعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اتنے اوپر اٹھے ہوں یہاں تک کندھوں سے آپ کی چادر گرگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس چادر کو اٹھالیا فَاَخَذَ رِدَاءَ ہٗ فَاَلْقَاہُ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ اور آپ کے مبارک کندھوں پر ڈال دیا اور اس دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کیا تھی؟

﴿اَللّٰھُمَّ اَنجِزلِی مَا وَعَدتَّنِی اَللّٰھُمَّ اٰتِ مَا وَعَدتَّنِی اَللّٰھم اِنَّکَ اِنْ تُھلِکُ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھلِ الْاِسلَامِ لاَ تُعبَدُ فِی الْاَرْضِ﴾

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب الامداد بالملائكة، ج: ۲، ص: ۹۳)

اے اللہ! آپ نے جو وعدہ کیا وہ آج پورا کر دیجیے۔ اے اللہ! اگر مسلمانوں کی جماعت آج ہلاک ہوگئی تو پھر کبھی زمین پر آپ کی عبادت نہیں ہوگی۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ آپ پر حال طاری ہوا تھا اور غلبۂ حال میں بندہ معذور ہوتا ہے اس لیے اللہ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اور اللہ کا نکیر نہ فرمانا دلیل ہے کہ اللہ اپنے نبی کو اسی حال میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کی جانب سے کندھوں کو لپٹ گئے اور عرض کیا کہ یَا نَبِیَّ اللہِ کَفَاکَ مُنَاشَدَتُکَ رَبَّکَ اے اللہ کے نبی! یہ دعا آپ کے لیے کافی ہوگئی، یعنی اب بس کیجیے اپنے رب سے آپ کا یہ مناشدہ آپ کے لیے کافی ہے اور مناشدہ کہتے ہیں کیا ہوا وعدہ بار بار یاد دِلانا، جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فریاد کر رہے تھے کہ یا اللہ! جو وعدہ کیا اس کو پورا کر دیجیے، یا اللہ! جو وعدہ کیا اس کو پورا کر دیجیے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر رونا برداشت نہیں ہوا۔ کس کی ہمت تھی جو نبی سے یہ جملہ کہہ سکتا، یہ صدیق اکبر ہی کا مقام تھا جن کو مقامِ نبوت کی معرفت حاصل تھی اور آپ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا رائیگاں نہیں جا سکتا چنانچہ عرض کیا:

﴿یَا نَبِیَّ اللہِ کَفَاکَ مُنَاشَدَتُکَ رَبَّکَ فَاِنَّہٗ سَیُنجِزُلَکَ مَا وَعَدَکَ﴾

(صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب الامداد بالملائكة، ج: ۲، ص: ۹۳)

پس اللہ عنقریب آپ کا وعدہ پورا کرے گا، زبان صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ جملہ نکلا اور ادھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آ گئے۔ یہ ہے مقامِ صدیق کہ اسی

وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمادی۔ کیا یہ معمولی بات ہے؟ میں تو کہتا ہوں کہ ہماری کروڑ ہا جانیں ان پر فدا ہوں بڑی زبردست شخصیت تھے۔

اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اِذۡ تَسۡتَغِیۡثُوۡنَ رَبَّکُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَکُمۡ اَنِّیۡ مُمِدُّکُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُرۡدِفِیۡنَ﴾

(سورۃُ الانفال، اٰیۃ: ۹)

اور جب تم لوگ ہم سے فریاد کرر ہے تھے، حالانکہ نبی کی دعا تھی مگر تَسۡتَغِیۡثُوۡنَ جمع کیوں فرمایا؟ چونکہ اس وقت تمام صحابہ آمین کہہ رہے تھے تو معلوم ہوا کہ آمین کہنے والے اتنا ہی حق رکھتے ہیں جتنا دعا کرنے والا رکھتا ہے، پس ایک ہزار فرشتے آ گئے اور کفار کو عبرتناک شکست ہوئی۔

۹؍ربیع الاول ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۲۸؍اگست ۱۹۹۳؁ء، بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء، پونے نو بجے، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سینٹ پیئر (St.Pierre) ری یونین

نسبت مع اللہ کا خدائی منشور

حضرت والا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ﴾

(سورۃ التوبۃ، اٰیۃ: ۱۱۹)

ارشاد فرمایا کہ یہ آیت دین کی بنیاد اور دین کی ابتداء سے انتہاء تک نسبت مع اللہ کے تمام درجات کا خدائی منشور ہے اور نسبت کسے کہتے ہیں؟ بندے کو اللہ سے اور اللہ کو بندے سے تعلق ہو اور تعلق بھی کیسا؟ وہ تعلق خاص جو اللہ اپنے اولیاء کو عطا فرماتا ہے، وہ خاص رابطہ جو اللہ اور بندے کے مابین ہو جاتا ہے ؎

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اور ؎

نسبت اِسی کا نام ہے نسبت اِسی کا نام
اُن کی گلی سے آپ نکلنے نہ پایئے

اس کو کہتے ہیں نسبت، اس میں عطاء نسبت بھی ہے، بقاء نسبت بھی ہے، ارتقاء نسبت بھی ہے۔ غور سے سنئے یہ سرکاری الفاظ ہیں یعنی **مُنَزَّل مِنَ السَّمَآءِ مِنَ الْاِلْهَامَاتِ** سے ہیں۔ اللہ والوں کی دعاؤں کے صدقے میں اللہ سے وہ خاص تعلق ہو جانا جو اللہ اپنے اولیاء اور دوستوں کو دیتا ہے یعنی اپنا خاص تعلق علیٰ سطح الولایت نصیب فرما دے یہ عطائے نسبت ہے، پھر اس کو باقی بھی رکھے یہ بقائے نسبت ہے اور پھر اس میں ترقی بھی ہوتی رہے یہ ارتقائے نسبت ہے۔ یہ تین الفاظ اللہ نے مجھ کو نصیب فرمائے۔ یہ تینوں نعمتیں اہل اللہ کی صحبت میں موجود ہیں۔ اس لیے میں نے کہا کہ یہ آیت نسبت مع اللہ کے تمام درجات و مقامات کا خدائی منشور ہے۔

دنیا میں کوئی شخص ولی اللہ نہیں ہوا جب تک اس نے کسی ولی کی تربیت اور صحبت نہ اُٹھائی ہو۔ جس طرح میاں بیوی کی صحبت کے بغیر کسی انسان کا ظاہری وجود نہیں ہوا اسی طرح آج تک جب سے زمین و آسمان قائم ہوئے کسی کا روحانی وجود، ایمانی وجود نسبت مع اللہ کا وجود اللہ والوں کی صحبت کے بغیر نہیں ہوا یعنی بدونِ صحبتِ اہل اللہ کوئی شخص ولی اللہ نہیں ہوا۔ میرا اللہ والوں سے تعلق شروع کرنے کا سبب صرف ایک جملہ بنا جبکہ میں بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔ سمجھئے کہ میں بزرگوں کی گود میں بالغ ہوا ہوں۔ وہ جملہ یہ تھا کہ اللہ جس کو اپنا ولی بنانا چاہتا ہے، اس زمانے کے کسی ولی سے اس کی دوستی کرا دیتا ہے اور وہ ان کے پاس آنا جانا شروع کر دیتا ہے، پھر آہستہ آہستہ وہ اس ولی کی صحبت سے ولی ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایک ولی اللہ جب دنیا سے جاتا ہے تو ہزاروں کو ولی بنا کر جاتا ہے ورنہ

آج پوری دنیا میں اولیاء اللہ کا بیج بھی نہ ملتا، آپ کو روئے زمین پر ایک ولی اللہ بھی نہ ملتا لیکن اللہ کا دستور یوں ہی جاری ہے کہ ایک ولی کی صحبت سے لاکھوں ولی بن جاتے ہیں۔ اس لیے میں اس آیت کو دین کی بنیاد اور عطاء نسبت، بقاء نسبت اور ارتقاء نسبت کا خدائی منشور سمجھ کر بار بار ذکر کرتا ہوں لیکن اس کے مضامین آپ کو بدلے ہوئے ملیں گے۔ آیت تو وہی ہوگی مگر جو مضامین عطاء حق ہیں تو ان شاء اللہ آپ کو ضرور بدلے ہوئے ملیں گے۔ اگر رٹی رٹائی تقریر ہو تو روزانہ ایک ہی مضمون ہوگا لیکن چونکہ اللہ کی شان ہر وقت نئی ہے تو جس پر ہر وقت ان کی ایک نئی شان کا ظہور ہوتا ہے تو اس کے لیے مضامین میں بھی نئی نئی شان آتی ہے۔ اس لیے علامہ سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کی تفسیر کی ہے کہ یہاں یوم سے مراد دن نہیں ہے بلکہ:

﴿فِیۡ کُلِّ وَقۡتٍ مِّنَ الۡاَوۡقَاتِ وَفِیۡ کُلِّ لَمۡحَۃٍ مِّنَ اللَّمۡحَاتِ وَفِیۡ کُلِّ لَحۡظَۃٍ مِّنَ اللَّحۡظَاتِ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ﴾

یعنی ہر وقت، ہر لحظہ، ہر لمحہ اللہ کی نئی شان ہے، کسی کو سلطنت دے رہا ہے، کسی سے سلطنت چھین کر اس کو ذلیل و خوار کر رہا ہے، کسی فقیر کو بادشاہ بنا رہا ہے، کسی بادشاہ کو فقیر کر رہا ہے، کسی گنہگار کو توفیقِ توبہ دے کر اپنا بنا رہا ہے، ہر وقت اس کی ایک نئی شان ہے۔ اس وقت اس آیت کو اختیار کرنے کا سبب یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں ہر انسان کی کسی اللہ کے ولی سے دوستی ہو جائے اور اس کی برکت سے پھر وہ اللہ کا دوست اور ولی بن جائے اور میں اپنی طرف کبھی نسبت نہیں کروں گا کیونکہ یہ کہنا کہ سب مجھ سے بیعت ہو جاؤ سلوک و تصوف میں یہ ایک مجرمانہ اقدام ہے، کیونکہ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی سے تعلق میں سب سے پہلے مناسبت دیکھیں۔ اگر محمد علی کلے یہاں ری یونین میں آجائے اور کہے کہ بھائی سب لوگ میرا بلڈ (Blood) لے لو کیونکہ میں بہت

تگڑا ابو کسر ہوں، مشہور ہوں، ٹی وی پر اور اخبارات میں میرا نام آتا ہے تو آپ کے مقامی ڈاکٹر کہیں گے کہ اس کو بکنے دو، پہلے اپنے بلڈ سے اس کا بلڈ گروپ ملا لو، اگر گروپ مل رہا ہے تو شاباش۔ تو ایسے ہی روحانی مناسبت دیکھ لو کہ جس کو جہاں مناسبت ہو اس سے تعلق کرے، روئے زمین خالی نہیں ہے۔ ہمیں تو اللہ والوں کی غلامی کی نسبت کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم کہتے ہیں کہ ہم اولیاء اللہ کے خادم اور غلام ہیں تو اس میں بھی ہم کو شرم آتی ہے کیونکہ ان کی خدمت اور غلامی کا حق ادا کہاں ہو رہا ہے لیکن اب اگر بالکل ہی کچھ نہ کہوں تو بقول حکیم الامت کے کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن فرمایا کہ خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں تو ان کا یہ کہنا خود ایک عظیم مقام پر فائز ہونے کی علامت تھی، حضرت شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے میرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

جو اپنی ہستی کی نفی کر دے تو معلوم ہوا کہ اللہ کی عظمت اور بڑائی کو یہ شخص پہچان گیا، ایک قطرہ کبھی سمندر کے سامنے اپنے وجود کو پیش کر سکتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں؟ تو جن کے دل پر اللہ کی عظمت منکشف ہو جاتی ہے ان کو اپنا وجود نظر ہی نہیں آتا، وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں لیکن معلوم ہوا کہ دیہاتیوں کے سامنے ایسا کہنا مناسب نہیں کیونکہ یہ سن کر ایک دیہاتی بھاگ گیا۔ اس نے کہا کہ جب مولانا قسم اٹھا رہے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں تو جب ان کے پاس کچھ نہیں ہے تو پھر ان سے ہمیں کیا ملے گا حالانکہ یہی بات ان کے کامل ہونے کی علامت تھی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس طرح چاند کی روشنی ذاتی نہیں ہے سورج کی روشنی سے چاند روشن ہے اِنَّ نُوْرَ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُوْرِ الشَّمْسِ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے مستفید ہے۔ آفتاب منیر ہے اور قمر

مستنیر ہے، سورج افادۂ نور میں مفید ہے اور چاند مستفید ہے لیکن جب دنیا کا گولا سورج اور چاند کے درمیان میں حائل ہوجاتا ہے اس دن چاند بے نور ہوجاتا ہے اور لوگ اس کو چاند گرہن کہتے ہیں اور جیسے ہی دنیا کا وہ گولا ہٹے گا تو اتنا ہی حصہ چاند کا روشن ہوجائے گا اور جیسے جیسے وہ گولا ہٹتا جائے گا اتنا ہی چاند روشن ہوتا چلا جائے گا، اور چاند کی چودہ تاریخ کو زمین کا یہ گولا چاند اور سورج کے درمیان سے بالکل ہٹ جاتا ہے اور چاند مکمل روشن ہوجاتا ہے۔ اب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نسبت مع اللہ کے تمام درجات حاصل کرنے کا طریقہ اس تمثیل سے خوب سمجھ میں آجائے گا کہ اصلی مرید وہی ہے اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حق وہی ادا کرتا ہے جو اپنے شیخ کے مشورہ سے اپنے نفس کے گولے کو مٹاتا رہے اور اس کے قلب کو اللہ کے آفتابِ قرب سے روشن کرتا رہے اور اپنی انا کو فنا کرتا رہے۔ تو جیسے جیسے وہ خدا کے راستے میں اپنے نفس کو مٹائے گا اس کے دل کا چاند روشن ہوتا چلا جائے گا اور نسبت مع اللہ میں ترقی ہوگی اور اگر نفس کچھ ابھی زندہ ہے تو اتنا حصہ ابھی دل کے چاند کا بھی کم روشن ہوگا اور فائدہ کم ہوگا۔ اور جس دن بالکل مٹ جائے گا اور انا بالکل فنا ہوجائے گی اس کا قلب اللہ کے آفتابِ نور سے مکمل روشن ہوجائے گا کیونکہ اللہ اور قلب کے درمیان سے نفس کی حیلولۃ بالکل ہٹ گئی اس لیے نورِ حق کا قلب پر اب مکمل انعکاس ہو رہا ہے اور ایسا شخص فانی فی اللہ کہلاتا ہے۔ اس لیے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں یہی بات ان کے کامل ہونے کی دلیل تھی اور یہ دلیل اس بات کی تھی کہ ان کے قلب کا چاند مکمل روشن ہوچکا تھا۔ اسی نفس کے مٹانے کا نام سلوک ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت تصوف کس چیز کا نام ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ آپ جیسے فاضل کو مجھ جیسا طالبِ علم کیا بتا سکتا ہے لیکن

جو اپنے استادوں سے سنا ہے اُسی سبق کا تکرار کرتا ہوں کہ تصوف نام ہے اپنے کو مٹانے کا۔ جس نے اپنے نفس کو نہیں مٹایا اس کا کوئی حصہ اللہ کے راستے میں نہیں ہے اور نفس کو مٹانے کے کئی مفہوم ہیں، ایک تکبر کو مٹادے، اپنی جاہ کو مٹادے، اپنے شیخ کے سامنے اپنے نفس کی کوئی حقیقت نہ سمجھے، اگر شیخ خانقاہ میں جھاڑو لگوادے تو جھاڑو لگانے پر تیار ہوجائے اور دوسرے اپنی باہ کو مٹادے یعنی بدنظری وشہوت پرستی وغیرہ جتنی بیماریاں ہیں ان سب کو مٹانا بھی فنا فی اللہ میں داخل ہے۔ ایک شعر آپ لوگوں کی برکت سے یاد آگیا اور شعر بھی اللہ کے ایک خاص بندے کا ہے یعنی حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کہ اللہ کے راستہ کا پہلا سبق اپنے نفس کو مٹانا ہے ؎

مدرسہ میں عشق کے جس کی بھی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یارو فنا فی اللہ ہو

یہ نفس ہی تو حائل ہے جس کی وجہ سے آج لوگ بزرگوں سے تعلق قائم نہیں کر رہے ہیں۔ اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم ہمارے سامنے موجود ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس طرف خیال ہی نہیں جاتا۔ نسبت مع اللہ کے حاصل کرنے اور صاحبِ نسبت بننے کی اس وقت علماء میں بھی فکر نہیں ہے۔ اہل علم کو اپنے علم کا پندار مانع بن جاتا ہے کہ مجھے کیا ضرورت ہے بزرگوں کے پاس جانے کی، میرے پاس بخاری شریف کا علم ہے، میں بخاری پڑھا رہا ہوں لہٰذا میرا علم کافی ہے۔ نہیں علم کافی نہیں ہے، علم اور عمل میں فاصلے ہوتے ہیں۔ علم ایک روشنی ہے جیسے آپ کی کار میں روشنی ہے جس سے ایک میل تک دیکھ رہے ہیں، راستہ نظر آرہا ہے، لیکن کار میں پیٹرول نہیں ہے اب ذرا کار چلا لیجیے! معلوم ہوا کہ علم کی روشنی کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت اور اللہ کے خوف کا پیٹرول بھی ہونا چاہیے ورنہ علم وعمل میں فاصلے ہوں گے۔

حضرت شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ میں ایک دن کار سے جدہ سے مکہ شریف جارہا تھا۔ راستہ میں پیٹرول پمپ پر پیٹرول ڈلوانے کے لیے کار روکی گئی۔ اتنے میں ایک ٹینکر آیا جس کی پشت پر دس ہزار گیلن پیٹرول تھا۔ اس کے ڈرائیور نے کہا کہ پانچ گیلن پیٹرول ڈال دو۔ تب حضرت نے فرمایا کہ دس ہزار گیلن اس کی پیٹھ پر ہے لیکن یہ کیوں پانچ گیلن پیٹرول مانگ رہا ہے؟ کیونکہ انجن میں پیٹرول نہیں ہے اور پیٹھ کے لدے ہوئے پیٹرول سے نہ خود فائدہ لے سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو دے سکتا ہے۔ اس پر مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ علماء ظاہر کا یہی حال ہے کہ ان کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہیں، علم ہے لیکن ان کے دل میں پیٹرول اللہ کی محبت کا نہیں ہے جس کی وجہ سے نہ وہ خود اللہ والے بن سکے اور نہ کوئی دوسرا ان کی صحبت سے اللہ والا بن سکا۔ مدرسوں میں پڑھانے سے ان کی تنخواہیں تو حلال ہوجائیں گی، مسجدوں میں امامت سے امامت کی تنخواہ بھی حلال ہوجائے گی لیکن دردِ دل اور نسبت مع اللہ تو کسی اللہ والے کی صحبت ہی سے ملے گی، اللہ والے اللہ کی محبت کے پیٹرول پمپ ہیں۔ جو ان سے اللہ کی محبت کا پیٹرول حاصل کرلے وہی صاحبِ نسبت اور اللہ والا بنتا ہے اور علم پر عمل کی توفیق ہوتی ہے۔ اپنے اکابر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا علم کی کمی تھی؟ لیکن اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے ایک غیر عالم کے غلام بن گئے اور آج یہ حال ہے کہ صاحبِ نسبت علماء کے پاس جاتے ہوئے بھی اہل علم کو شرم آتی ہے۔ اسی طرح بعد کے علماء میں دیکھ لیجیے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان جو تفسیر معارف القرآن لکھ سکتا ہے ان کے پاس کیا علم کی کمی تھی؟ لیکن وہ تھانہ بھون گئے اور بھی جتنے اکابر علماء ہندوستان پاکستان کے ہوئے سب نے

اہل اللہ کی جوتیاں اٹھائی ہیں لیکن اب جو یہ نئی نسل چلی ہے اور مدرسوں سے نکلی ہے اور مسجدوں کے منبروں پر بیٹھ گئی ان کو فکر ہی نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہے۔ اسی لیے آج علماء کی عزت نہیں رہی کیونکہ اُمت دیکھتی ہے کہ ان کے علم وعمل میں فاصلے ہیں۔ لیکن آج بھی وہ علماء جنہوں نے اہل اللہ کی صحبت اٹھائی ہے امت اشک بار آنکھوں سے ان کی تقریر سنتی ہے اور آج بھی ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے کے لیے تیار ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ یہ آیت:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

(سورة التوبة، اٰية: ۱۱۹)

دین کی بنیاد اور نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کے جملہ درجات علیٰ وجہ الکمال حاصل کرنے کا خدائی منشور ہے۔

معصیت کے ساتھ ذکر اللہ کا نفع کامل نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ جب ہماری کار ذرا اور آگے بڑھی تو حضرت نے فرمایا کہ جلدی ائیر کنڈیشن چالو کرو، سخت گرمی اور لُو چل رہی ہے۔ حضرت کے خلیفہ انجینئر انوار الحق صاحب کار چلا رہے تھے انہوں نے چالو کر دیا لیکن کار ٹھنڈی نہیں ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ کار ٹھنڈی نہیں ہوئی تو انوار الحق صاحب نے کہا کہ حضرت کسی طرف کا شیشہ کھلا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا تو میری طرف ہی کا شیشہ دو انگل کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس کو بند کر دیا تو پوری کار ٹھنڈی ہوگئی۔ اب مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ ذکر اللہ کا ائیر کنڈیشن تو چلا رہے ہیں مگر کبھی اپنی آنکھوں کا شیشہ کھول دیتے ہیں، کان کا شیشہ کھول دیتے ہیں، کبھی زبان کا شیشہ کھول دیتے ہیں ان کے دل میں اللہ کے نور کی ٹھنڈک کا صحیح اِدراک نہیں ہوسکتا۔ کار میں چار شیشے ہوتے ہیں اور انسان کے پاس پانچ شیشے ہیں یعنی حواسِ خمسہ۔ قوت باصرہ (دیکھنے کی قوت)،

قوت ذائقہ (چکھنے کی قوت)، قوت سامعہ (سننے کی قوت)، قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) اور قوت لامسہ (چھونے کی قوت) ان پانچوں حواس پر تقویٰ کا شیشہ چڑھادو۔ ایک گناہ بھی عادۃً سرزد نہ ہونے دو پھر اللہ کے ذکر کا نفع کامل ہوگا، پھر دل میں ٹھنڈک آئے گی اور کامل سکون اور کامل اطمینان حاصل ہوگا۔

معصیت کے ساتھ ذکر اللہ کا پورا فائدہ نہیں ہوتا، ذکر اللہ نفع سے خالی نہیں لیکن کامل نفع ترکِ معصیت پر موقوف ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو ذکر ہی چھوڑ دو کیونکہ اللہ کا ذکر ہر حالت میں مفید ہے۔ بعض لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ میرا مرید ہونا بیکار ہے کہ میں مرید بھی ہوں، ذاکر بھی ہوں مگر گناہ مجھ سے نہیں چھوٹتے تو سنئے کہ ذاکر گنہگار اور غافل گنہگار میں فرق ہے۔ ہمارے دادا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرق بیان کر رہے ہیں کہ ایک آدمی بالکل ذکر نہیں کرتا نہ کسی بزرگ سے تعلق ہے، نہ نماز نہ روزہ،، مسلمان تو ہے لیکن غافل ہے، نہ عبادت کرتا ہے نہ گناہوں سے بچتا ہے اس سے جب کوئی گناہ ہوگا تو اس کو کوئی افسوس نہیں ہوگا اور توفیقِ توبہ نصیب نہیں ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی نابینا ہو اور بجلی چلی جائے تو اس کو کوئی احساس نہیں ہوگا کہ بجلی چلی گئی کیونکہ اس نے کبھی نور دیکھا نہیں۔ جہاں پہلے سے اندھیرا ہو اس کو بجلی جانے کا احساس کیا ہوگا۔ اسی لیے غیر ذاکر کو گناہ کی ظلمت کا احساس نہیں ہوتا کیونکہ اس کے پاس ذکر کا نور نہیں، گناہوں کے اندھیروں کا عادی ہے، اس کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ گناہ میں کتنے اندھیرے ہیں۔ اور جو ذکر کرتا ہے اس کے دل میں ایک روشنی، ایک نور اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ جس گھر میں روشنی ہو وہاں بجلی فیل ہوتی ہے تو احساس ہو جاتا ہے اور سخت گھبراہٹ ہوتی ہے اور وہ پاور ہاؤس کے متعلقہ حکام کو فون کرتا ہے کہ آج میرے گھر میں بجلی نہیں ہے، ازراہِ کرم بجلی جلد بھیج

دیجیے۔ اسی طرح جو ذاکر ہے، اللہ اللہ کرتا ہے اس کے قلب میں ایک نور ہوتا ہے، ری یونین کی مارکیٹ میں اس کی بھی نظر غلط ہوسکتی ہے لیکن جب اس سے گناہ ہوگا تو چونکہ ذکر کی برکت سے، اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے اس کے قلب میں نور ہے وہ نور گناہ سے جب ختم ہوجاتا ہے اور دل میں اندھیرا آتا ہے تو اس کو سخت پریشانی اور گھبراہٹ ہوتی ہے اور یہ بھی اللہ میاں کو فون کرتا ہے۔ کیسے؟ دو رکعت پڑھ کر اللہ سے کہتا ہے کہ یا اللہ! مجھ سے سخت جرم ہوگیا مجھے معاف فرما دیجیے، گناہ سے میرے دل میں جو ظلمت آگئی ہے، جو اندھیرے آگئے ہیں ان کو آپ اُجالے سے بدل دیجیے، میرے ندامت کے آنسوؤں کو اور میری توبہ کو قبول فرما کر دل کے اندھیروں کو اُجالوں سے بدل دیجیے اور توبہ کی برکت سے یہ شخص اللہ کا محبوب بھی ہوجاتا ہے لہٰذا اگر گناہ نہیں چھوٹ رہے ہیں تو مایوس ہوکر ذکر نہ چھوڑو۔ ذکر نفع سے خالی نہیں البتہ ذکر کا کامل نفع ترکِ معصیت پر موقوف ہے لہٰذا ذکر کرتا رہے، ذکر کی برکت سے ایک دن گناہ چھوٹ جائیں گے۔

شیخ کے انتقال پر غم کی مدت

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ جب شوہر مرجائے تو بیوی کی عدت چار مہینہ دس دن ہے لیکن مرید کی عدت صرف تین دن ہیں۔ تین دن شیخ کا غم مناؤ اور چوتھے دن شیخ زندہ تلاش کرو خواہ کتنا ہی طبعی غم ہو کیونکہ شیخِ اوّل سے محبت بے پناہ ہوتی ہے لیکن طبیعت پر جبر کرکے دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرو ورنہ اصلاح نہیں ہوگی اور ترقی رک جائے گی۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ شیخ کے انتقال کے بعد جنہوں نے دوسرا شیخ نہیں کیا وہ مصلح تو کیا صالح بھی نہ رہے۔ ڈاکٹر کا انتقال ہوجائے تو

دوسرا ڈاکٹر تلاش کرتے ہیں، یہ نہیں کرتے کہ مردہ ڈاکٹر کی قبر پر بیٹھ جائیں اور قبر کے اندر سے مردہ نسخہ لکھواتا رہے اور مریض اچھا ہوجائے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبروں سے اصلاح نہیں ہوگی، اصلاح زندہ شیخ سے ہوگی۔ یہی وجہ ہے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا پیر بنایا، ان کے انتقال کے بعد مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیملپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا، ان کے بعد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیر بنایا، اور ان کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو۔ کمال ہے ان بزرگوں کا کہ کبھی بغیر شیخ کے نہیں رہتے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ مناسبت دیکھ لو، اگر تردد ہے تو استخارہ کرلو لیکن مناسبت ہے تو پھر استخارہ کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ استخارہ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کسی کام میں تردد ہو کہ کروں یا نہ کروں اس وقت استخارہ مسنون ہے۔ علامہ ابن سنّی رحمۃ اللہ علیہ نے **عمل الیوم و اللیلۃ** میں استخارہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

﴿یَا اَنَسٍ اِذَاھَمَمْتَ بِاَمْرٍ فَاسْتَخِرْ رَبَّکَ سَبْعَ مَرَّاتٍ﴾

(عمل الیوم و اللیلۃ لابن سنی، ص: ۲۸۲)

جب تم کو کسی کام میں تردد ہوجائے تو سات مرتبہ استخارہ کرو اور جب سو فیصد مناسبت ہے وہاں استخارہ کی کوئی ضرورت نہیں، برکت کے لیے کوئی کرلے تو اور بات ہے۔

وضو کی تین مسنون دعائیں

ارشاد فرمایا کہ وضو میں تین دعائیں مسنون ہیں:

(۱) وضو شروع کرتے وقت بِسْمِ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلہِ پڑھنا۔ مجمع الزوائد میں یہ حدیث ہے کہ جب تک وضو رہے گا فرشتہ ثواب لکھتا رہے گا۔

(۲) امام نسائی اور علامہ ابن سنّی سے یہ حدیث منقول ہے کہ وضو کے دوران یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ﴾

(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، ص: ۴۲، ولابن سنّی، ص: ۱۷)

اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرمادے اور میرے مکان کو وسیع کردے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔ مکان کے وسیع ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ دو ہزار گز کا بنگلہ ہو بلکہ توفیقِ ذکر دے جس کو اللہ ذکر کی توفیق دے دے تو اس کا مکان چھوٹا بھی ہو تو بھی وہ دو ہزار گز سے زیادہ ہے، چھوٹا مکان بھی ذکر کی برکت سے وسیع معلوم ہوتا ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہے پوری دنیا اس کے لیے تنگ ہوجاتی ہے ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے زمین اپنی وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہوجاتی ہے وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ اپنی جان سے بھی وہ بیزار ہوجاتے ہیں اور ان کو خودکشی تک کے خیالات آنے لگتے ہیں۔ اللہ جس سے ناراض ہوتا ہے یعنی جو اللہ کا نافرمان ہے اور گناہ نہیں چھوڑتا عرصۂ حیات تو اس پر تنگ ہوتا ہی ہے عرصۂ کائنات بھی اس پر تنگ ہوجاتا ہے، یعنی پوری دنیا اس کو تنگ معلوم ہوتی ہے اور جو اللہ کو راضی کیے ہوئے ہے اس کا کیا کہنا کہ اس کا دل تو ساتوں آسمان پر محیط ہوتا ہے۔ جب خالقِ ارض وسما اس کے دل میں ہے، یعنی اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہے تو وہ آسمان وزمین کو اپنے اندر سموئے ہوتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرے قلب میں ایسی وسعت آتی ہے کہ ساتوں آسمان وزمین مجھے چھوٹے نظر آتے ہیں ؎

چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست

آسمان اپنی گردش میں میرے ہوش کا قیدی ہے اور قیدی چھوٹا ہوتا ہے قید خانے

سے۔

ظاہرش را پشۂ آرد بہ چرخ

اللہ کے ولی کو ایک مچھر کاٹ لے تو وہ شوشو کرنے لگے گا اس کے ظاہر یعنی جسم کو ایک مچھر بھی نچا سکتا ہے لیکن۔

باطنش باشد محیط ہفت چرخ

لیکن اس کا باطن اتنا وسیع ہے کہ ساتوں آسمان کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے، جب خالقِ آسمان کو لیے ہوئے ہے تو آپ ذکر اللہ کو، اہل اللہ سے تعلق کو اور خانقاہوں کو معمولی نہ سمجھیں کہ یہاں سے اتباعِ سنت اور گناہوں سے حفاظت کا سبق سیکھ کر کتنے بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں۔

۳) وضو کی تیسری مسنون دعا وضو کے بعد کی ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھائی۔ اللہ کا نام بہت بڑا نام ہے، جو اُن کا نام لیتا ہے وہ محروم نہیں رہتا، ان کا نام لینے والے سے اگر کبھی گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ اپنے نام کے صدقہ میں اس کو توفیقِ توبہ دے دیتے ہیں اور جس شخص کو اللہ توفیقِ توبہ دے دے تو وہ محبوب ہے اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے آخر میں دعا سِکھائی کہ اگر وضو کے بعد تم یہ دعا پڑھ لو تو تمہاری نماز محبوبین اور مقبولین کی نماز ہوگی، اولیاء اللہ جیسی نماز ہوگی اور وہ دعا ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی اے اللہ! مجھے توابین یعنی توبہ کرنے والوں میں سے بنادیں اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنادیں تو جب آپ نے یہ کہہ دیا کہ اے اللہ! مجھ کو تَوَّابِیْنَ میں سے بنادیں تو آپ لوگ یہ بتلائیں کہ توابین اللہ کے محبوب ہیں یا نہیں؟ ان کی محبوبیت کی دلیل قرآن ہی میں موجود ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ یعنی اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ علامتِ محبوبیت اور اولیاء اللہ کا شعار ہے۔ تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے وضو کے بعد یہ دعا سکھا کر ہمیں اللہ کا محبوب بنانے کا اور ہماری نماز کو اللہ کے محبوبین اور مقبولین اور اولیاء اللہ والی نماز بنانے کا انتظام کیا ہے کہ اگر تم وضو کے بعد یہ دعا کرلو تو اللہ کے محبوب اور ولی اللہ بن جاؤ گے، پھر تمہاری نماز بھی اولیاء اللہ اور اللہ کے محبوبوں والی نماز ہو جائے گی۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ اس طرف کبھی ذہن نہیں گیا، ری یونین آکر اس طرف ذہن گیا ہے، بعض نعمتیں بعض زمین پر مقدر ہوتی ہیں، یہ نعمت یہاں مقدر تھی۔

اب دو نعمتیں اور پیش کرتا ہوں، جو یہاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین میں عطا ہوئیں۔ ایک نعمت تو یہ ہے کہ اللہ کی محبت کے بارے میں میرا اب تک خیال تھا کہ جو شخص اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے لیے اعمال لازم ہیں ورنہ وہ اس میں کاذب ہے مگر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں نے دیکھی کہ اللہ کی محبت کے لیے التزامِ طاعت اور اعمال ضروری نہیں ہیں، اس کے بغیر بھی محبت کا وجود ہوسکتا ہے اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل پیش کی کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مَتَی السَّاعَۃُ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اَعْدَدْتَّ لَھَا تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا کَبِیْرَ عَمَلٍ وَ لٰکِنْ اُحِبُّ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، اس کے علاوہ میرے پاس کوئی بڑا عمل نہیں ہے، یہ اعرابی کبیر اعمال کی نفی کر رہا ہے اور محبت کو عمل کے مقابلہ میں مستثنیٰ کر رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم نے کچھ تیاری نہیں کی تو تمہارا دعویٰ محبت بیکار ہے بلکہ فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ قیامت کے دن آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ھٰذَا الْحَدِیْثُ نَاطِقٌ اَنَّ الْمَحَبَّۃَ لِلّٰہِ تَعَالٰی شَانُہٗ مُغَایِرَۃٌ مِّنَ الْاَعْمَالِ وَ اِلْتِزَامِ الطَّاعَاتِ اس حدیث سے

ثابت ہوا کہ اعمال میں کمزوری اللہ کی محبت کے منافی نہیں ہے، بعضوں کے قلب میں اللہ کی محبت تو بہت ہوتی ہے مگر اعمال میں کمزور ہوتے ہیں جیسے اِن صحابی نے اعمال کی کثرت کی نفی کی اور اپنی محبت کا دعویٰ کیا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی محبت کو تسلیم فرمایا اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی بشارت دی، جب نبوت کی زبان اس کو تسلیم کرلے تو پھر کون ظالم ہے جو اس کے خلاف بات کرے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے لیے اولیاء اور اپنے شیخ سے محبت معمولی نعمت نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اعمال میں سست پڑ جائیں، ہم آپ کو اعمال سے غفلت زدہ نہیں کرنا چاہتے البتہ مایوسی سے بچانا چاہتے ہیں کہ آپ مایوس نہ ہوں۔ آہ! مجھ کو ری یونین کی خانقاہ میں آکر اس حدیث کی تحقیق کی نعمتِ عظمیٰ عطا ہوئی، یہاں آکر میں نے روح المعانی دیکھی ورنہ یہ حدیث بارہا سن چکا ہوں، سارے مولوی درسِ نظامی میں یہ حدیث پڑھتے ہیں لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحقیق بہت مدلل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کی نعمت جس کو نصیب ہوجائے اس کو معمولی اور حقیر مت سمجھو، اگر کوئی شخص رات دن کسی بزرگ کے ساتھ رہتا ہے مگر عمل میں کمزور ہے تو اس کو حقیر مت سمجھو، اب اس پر ایک تائید پیش کرتا ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حکیم جالینوس جس کی جوارش جالینوس مشہور ہے ٹہلنے کے لیے نکلے، اس سے معلوم ہوا کہ ٹہلنے کا رواج کئی سو برس سے چلا آرہا ہے اس لیے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا۔ الحمد للہ! میں بھی اکثر صبح ٹہلنے کے لیے جاتا ہوں۔ تو حکیم جالینوس جب ٹہلنے کے لیے گئے تو راستہ میں ان کو ایک پاگل مل گیا جس نے انہیں آنکھ ماری اور قہقہہ لگایا اور بہت خوش ہوا تو وہ فوراً اپنے دواخانہ میں گئے اور خادم سے کہا کہ میں پاگلوں کو جو دوا دیتا ہوں اس کی ایک خوراک

جلدی سے مجھے کھلا دو۔ خادم نے کہا کہ حضور ابھی تو آپ صحیح گئے تھے پھر آپ کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے بیماری تو کوئی نہیں لیکن ایک پاگل نے مجھ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور مجھے آنکھ ماری، مجھے دیکھ کر اس کا خوش ہونا دلیل ہے کہ میں بھی کچھ پاگل ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ نقل کرنے کے بعد بیان کیا کہ کسی اللہ والے کو دیکھ کر کوئی شرابی، زانی بلکہ ہندو، عیسائی بھی اگر خوش ہوتا ہے تو ضرور اس کو کبھی ایمان نصیب ہوگا کیونکہ اللہ والے کو دیکھ کر اس کا خوش ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کا کوئی ذرّہ موجود ہے۔

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے، ایک ہندوان کے پاس آیا کرتا تھا مگر ظالم غسل کر کے سورج کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پوجا کرتا تھا پھر اس کے بعد فجر کے درسِ حدیث میں شریک ہوتا تھا، شاہ صاحب اس کو دیکھتے رہتے تھے لیکن کبھی اس سے یہ نہیں کہا کہ تم سورج کی پوجا مت کرو کیونکہ شاہ صاحب یہ سمجھتے تھے کہ اگر اس کو اللہ سے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ ہوتی تو میرے درس میں کیوں آتا اور یہ کمال ہے ان بزرگوں کا کہ سب کچھ برداشت کیا، آج کل کے ملا تو یہ کہتے کہ انہوں نے منکر پر نکیر کیوں نہیں کی فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ پر عمل کیوں نہیں کیا لیکن اللہ والوں کی نظر مستقبل پر ہوتی ہے، وہ سمجھتے تھے کہ اس کا میرے پاس آنا کسی وقت ضرور رنگ لائے گا، یہاں تک کہ شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا اور ان کے صاحبزادہ کا زمانہ آیا تو ایک دن اس ہندو پنڈت نے کہا کہ صاحبزادہ ہاتھ بڑھاؤ میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں تو وہ رونے لگے اور کہا کہ کاش آپ میرے ابا کی زندگی میں اسلام لے آتے تو وہ کتنا خوش ہوتے، اس پنڈت نے کہا کہ میرا اسلام انہی کا صدقہ ہے جنہوں نے مجھ جیسے کافر کو درسِ حدیث میں بیٹھنے دیا، نہ کبھی نکیر کی نہ کبھی اپنی مجلس سے نکالا، اسی وقت سے میرے دل میں

اسلام آگیا تھا لیکن اب تمہارے ہاتھ پر ظاہر کررہا ہوں، قلب کو اسلام ملا تمہارے والد سے اور زبان سے اسلام بیٹے پر پیش کررہا ہوں۔ اس لیے اگر کوئی بزرگ کسی گنہگار کو گلے لگائے اور پیار کرے تو ان سے بدگمانی مت کرو۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدگمانی کا مرض بہت خطرناک ہے اس کی وجہ سے انسان بزرگوں کے فیض سے محروم ہوجاتا ہے چنانچہ جب اللہ والے کسی پر غصہ کرتے ہیں تو بعض لوگوں کو شیطان کہتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا ولی اللہ ہے، اس کو کتنا غصہ آتا ہے اور اگر انہوں نے کسی کو عزت دی تو کہتے ہیں کہ دیکھو یہ مالدار تھا اس لیے اس کی عزت کی، اس سے چندہ کی کوئی بڑی رقم ملنے کی امید ہے، آہ! مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من

و اندرونِ من نہ جُست اسرارِ من

میرے باطن کے دردِ محبت کو ان ظالموں نے نہ سمجھا۔ حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مالداروں کی عزت اس لیے کرتا ہوں کہ جب یہ ہمارے دروازہ پر آگئے تو یہ **نِعْمَ الْاَمِیْرُ** ہوگئے اور اگر کوئی بزرگ کسی امیر کے پاس جاتے ہیں تو سمجھ لو کہ اس لیے جاتے ہیں کہ اس کو بھی کچھ دین کا فائدہ پہنچ جائے اور ان کی صحبت کے فیض سے وہ ولی اللہ ہوگیا تو اس کی برکت سے کتنے مسلمان ولی ہوجائیں گے۔

ایک بزرگ حاکم وقت سے ملتے تھے، لوگوں نے کہا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں جب دیکھو سرکاری لوگوں سے ملتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی معاملہ میں ان کے معترض پھنس گئے اور حکومت نے ان کو گرفتار کرلیا، جب ان بزرگ کو معلوم ہوا تو وہ حاکم کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ یہ ہمارے دوست ہیں، مظلوم ہیں، اس جرم میں بالکل مبتلا نہیں ہیں، ان کو چھوڑ دو، اس نے فوراً اپنے عملہ کو حکم دیا کہ ان

لوگوں کو چھوڑ دو۔ تب وہ معترضین آ کر ان کے پیروں پر گر گئے کہ حضرت ہم آپ سے بدگمانی کرتے تھے کہ آپ حاکموں سے کیوں ملتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ غریبوں اور مظلوموں کی مدد کے لیے ملتے ہیں تو ایسے اللہ والوں سے بدگمانی کرنا جن کے دل میں سلاطین کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو اپنی آخرت کو برباد کرنا ہے۔

جب سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت سے بیعت ہوئے تو خواجہ صاحب کے منہ سے نکل گیا کہ علامہ سید سلیمان ندوی جیسا بڑا عالم حضرت سے بیعت ہو گیا اب تو خانقاہ چمک جائے گی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اور غصہ آ گیا اور فرمایا آہ! خواجہ صاحب آپ نے مجھے پہچانا نہیں، ان کے بیعت ہونے سے میری خانقاہ چمک جائے گی یا یہ خود چمک جائیں گے؟ پھر حضرت نے جوش سے فرمایا کہ اگر ساری دنیا کے بادشاہ جو مسلمان ہیں وہ بھی اور جو کافر ہیں وہ بھی مسلمان ہو کر اشرف علی کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں تو بھی مجھے کوئی فرق محسوس نہیں ہوگا، میرا رجوع الی اللہ کا جو حال اب ہے تب بھی وہی رہے گا اور بعض اہل سیاست کی پیشکش پر فرمایا کہ کیا تم مجھے دولت سے خریدنا چاہتے ہو؟ میں اُس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جس نے سلطنت بلخ چھوڑ دی تھی۔ حکیم الامت حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تھے، حضرت فرماتے تھے کہ میں فاروقی ہوں۔

تو مالداروں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک میں اتنا مال دیا تھا جس سے تہائی فوج کا انتظام ہو گیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اللہ کی راہ میں دیئے ہوئے دراہم کو ایک ہاتھ میں لے کر دوسرے ہاتھ میں رکھا اور دعا دی کہ یا اللہ! تیرا نبی عثمان سے خوش ہو گیا تو بھی عثمان سے خوش ہو جا۔ لہٰذا اللہ کے دین کے معاملہ میں مالدار کا مال باعثِ نصرت ہے، ابھی اگر مدرسہ کے طلبہ کو کھانے

کے لیے نہ ملے تو سب بھاگ جائیں گے یا نہیں؟ یا اصحابِ صفہ کی طرح پیٹ پر پتھر باندھنے والے ہیں؟ آج کل تو ماشاء اللہ مدارس میں طلبہ کو بوٹیوں کی پلیٹ ملتی ہے جبکہ ہمارے زمانہ میں ہفتہ میں ایک دن گوشت ملتا تھا اور ایک دن سبزی اور باقی دن دال اور دال بھی ایسی پتلی کہ طلبہ کہتے تھے کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے، لیکن آج زمانہ بدل گیا ہے، پہلے تو گوشت کھانے کو نہیں ملتا تھا اور آج طلبہ کہتے ہیں کہ ہم گوشت کھاتے کھاتے تنگ آگئے، اب دال کھلاؤ۔ لیکن جو زیادہ پاپڑ بیلتا ہے یعنی مجاہدے کرتا ہے اس کو درد بھرا دل بھی عطا ہوتا ہے۔ اب میں شکر ادا کرتا ہوں کہ ایسے مدرسہ میں پڑھا جس میں نہ ناشتہ ملتا تھا نہ گوشت، مجھے بس یہی لالچ تھی کہ وہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ تھا، وہاں پڑھنے سے میرا مقصد اپنے شیخ کی صحبت تھا اور حضرت اتنے بڑے ولی اللہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اتنے پرانے خلیفہ تھے کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت کہنے کو تو آپ میرے پیر بھائی ہیں لیکن میں آپ کو استاد کے درجہ میں سمجھتا ہوں کیونکہ آپ میرے استاد مولانا اصغر میاں دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ میرے شیخ اتنے بڑے عالم تھے اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ میرے استاد بھی تھے، انہوں نے مجھے بخاری شریف کے اکثر اجزاء پڑھائے ہیں اور یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے شیخ میرے والد بھی تھے کیونکہ میری والدہ سے حضرت کا نکاح ہوا تھا اور جب نکاح پڑھایا تو فرمایا کہ امام محمد کی والدہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کیا تھا، مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اور میں نے دعا کی کہ یا اللہ! اللہ والوں کے عمل سے مطابقت کے صدقہ میں میرے اس عمل کو قبول فرما لیجیے۔

تو دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بدگمانی سے بچو، اگر اہل اللہ کا کوئی عمل سمجھ میں نہیں آرہا تو اس کی تاویل کرلو کہ اگر یہ کسی امیر سے محبت کرتے ہیں تو

اللہ ہی کے لیے کرتے ہیں، ہاں اگر کوئی امیر ایسا بد دین ہے کہ اسلام کو گالیاں دیتا ہے اور اہل اللہ کے ساتھ گستاخیاں کرتا ہے تو ایسے امیروں کو وہ گھاس بھی نہیں ڈالتے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں مالداروں سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ ان کو بھی تو دین سکھانا ہے، اگر یہ اللہ والے بن گئے تو اللہ کے دین پر مال خرچ کریں گے اور ان کا مال صحیح جگہ استعمال ہوگا اور پھر وہ بھی تو اللہ کے بندے ہیں۔ کیا مالدار ولی اللہ نہیں بن سکتا؟ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام مالدار نہیں تھے؟ وہ بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی تھے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ نقل کرتا ہوں کہ جب نبوت سلطنت کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے تو ولایت سلطنت کے ساتھ کیوں نہیں جمع ہوسکتی کہ آدمی بادشاہ بھی ہو اور ولی بھی ہو جیسا کہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ولی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔

ایک واقعہ سناتا ہوں، میرے ایک پیر بھائی بہت بڑے رئیس تھے، ان کے یہاں کاریں گھوڑے بندوق کا پہرہ ہوتا تھا اور پستول لگا کر خود بھی ایسی آن بان سے رہتے تھے کہ بادشاہ معلوم ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بحری جہاز پر کراچی سے بمبئی گئے، اس وقت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت حافظ عبدالولی صاحب بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ اور وہ رئیس صاحب بھی ہمراہ تھے، وہ عالم نہیں تھے مگر بہت ہی دین دار اور تہجد گذار تھے۔ ایک دن چائے بنا کر مجھ سے کہنے لگے کہ ذرا پیالیاں دھولیں، وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے لیکن میں نے ان سے کہا کہ جناب! سنئے مجھ کو اللہ نے دو حرف علم عطا فرمایا ہے۔ اگر مجھ کو چائے پلانی ہے تو آئندہ کبھی پیالی دھونے کے لیے نہ کہیے گا ورنہ میں اُس کی چائے کبھی نہیں پیتا جو بعد میں مُلّا سے پیالی دُھلوائے، انہوں نے اُسی وقت اپنی ٹوپی اُتاری اور کہا کہ آپ میرے سر پر جوتے لگائیے، مجھ سے یہ گستاخی کیوں ہوئی، لہٰذا جب اس طرح کا

موقع آئے گا تو پتہ چلے گا کہ میں مال داروں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہوں لیکن ہر ایک کے ساتھ ڈنڈے کا استعمال مناسب نہیں ہے بلکہ اخلاق کے ساتھ پیش آنا بھی ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہے۔ پھر جن کا مال اللہ کے راستہ میں خرچ ہورہا ہے وہ واجب الاحترام ہیں یا نہیں؟ کیا یہ سنت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مال پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ اگر آپ ایک مدرسہ قائم کریں اور کوئی آپ کو ایک لاکھ روپے دے دے تو کیا آپ اس کو لات ماریں گے یا اس کو انگوٹھا دکھائیں گے۔ ہاں مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ایک شہزادہ کو انگوٹھا دکھایا تھا لیکن وہ کسی مدرسہ کے لیے چندہ لے کر نہیں آیا تھا بلکہ وہ ان کے پیر چوم رہا تھا یعنی آدابِ شاہی بجا لا رہا تھا تو مولانا نے اس کو پہلے انگوٹھا دکھایا، اس کو تعجب ہوا کہ یہ کیسے ولی اللہ ہیں کہ میں ان کا پیر چوم رہا ہوں اور یہ مجھے انگوٹھا دِکھا رہے ہیں۔ آخر میں اس کی عقیدت ختم کرنے کے لیے مولانا نے اس کا منہ چڑا دیا اور بالکل آخر میں پیر دکھا دیا، شہزادہ وہاں سے بھاگ گیا کہ ان کا تو دماغ ہی ٹھیک نہیں ہے۔ بعض وقت بزرگانِ دین ایسی حرکت کرتے ہیں تاکہ بادشاہ یا مالدار لوگ ان کے زیادہ معتقد نہ ہوں لہٰذا مالداروں کے بارے میں یہ اصول ہمیشہ یاد رکھو کہ اُن کو حقیر مت سمجھو کیونکہ وہ اللہ کے راستہ میں اپنا مال دے رہے ہیں اِس لیے اُن کی عزت کرو اور سوچو کہ معلوم نہیں قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو اور ہمیں کسی کو حقیر سمجھنے کا حق ہی کیا ہے؟ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ بعض مال دار خود تو بے عمل ہوں لیکن انہوں نے اپنا جو مال مدرسہ میں دیا اس سے بعض اولیاء اللہ پیدا ہوگئے جن کی برکت سے وہ مال دینے والے بخشے جائیں، آہ! کیا بات فرمائی! اس لیے کسی کو حقیر مت سمجھو لیکن قلب میں ان کا احترام علماء کے احترام سے زیادہ نہ ہو کہ علماء سے بھی زیادہ ان کو محترم

سمجھنے لگو۔ ایک بزرگ تھے جو علماء سے پیر نہیں دبواتے تھے لیکن جو مالدار ان کے پاس آتا اس سے کہتے تھے کہ پیر دباؤ، اس طرح ان کا دماغ ٹھیک کرتے تھے مگر علماء کی عزت کرتے تھے۔

اب مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا ایک شعر پیش کررہا ہوں، میں نے تین برس ان کی صحبت اٹھائی ہے اور سلسلۂ نقشبندیہ میں انہوں نے مجھے اجازت بھی دی ہے، حضرت نقشبندیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان میں ہزاروں چشتیوں سے زیادہ عشق تھا۔ ان کا ایک شعر سناتا ہوں جو میری ان سے دلچسپی کا سبب بنا۔ میں پندرہ سال کا تھا جب حضرت کی خدمت میں گیا، اُس وقت حضرت کی خدمت میں لکھنؤ کے علماء آئے ہوئے تھے اور حضرت یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
تیرے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

اور ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

یہاں تڑپنے سے مراد وہ تڑپنا نہیں ہے جیسے دردِ دل والے تڑپتے ہیں اور ہسپتال جاتے ہیں، دردِ دل سے مراد اللہ کی محبت کا درد ہے، جس کو اللہ کی محبت کا درد حاصل ہوجائے اُس کو دنیا ہی میں جنت مل جاتی ہے، ساری دنیا کے بادشاہ جو تخت و تاج کو لیے بیٹھے ہیں اگر ان کو اللہ والوں کے ذکرِ کامل کا مزہ مل جائے تو

اپنے تخت و تاج کو نیلام کردیں، سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی جانِ پاک جب حق آشنا ہوگئی تو انہوں نے کچھ تو مزہ پایا تھا جو بلخ کی سلطنت چھوڑ دی، اس پر میرے اشعار سنئے ؎

جسمِ شاہی آج گدڑی پوش ہے
جاہِ شاہی فقر میں روپوش ہے
الغرض شاہِ بلخ کی جانِ پاک
عشقِ حق سے ہوگئی جب دردناک
فقر کی لذت سے واقف ہوگئی
جانِ سلطاں جانِ عارف ہوگئی

میرے یہ اشعار معارفِ مثنوی میں بھی موجود ہیں، اس کو پڑھو اور دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ میری اس کتاب کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اختر کی یہ کتاب پڑھ کر مجھے ان سے اتنی عقیدت ہوگئی جس کا مجھے تصور بھی نہیں تھا۔

تو میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کررہا تھا، ایک مرتبہ مولانا علی میاں ندوی لکھنؤ کے علماء کے ساتھ ان سے ملنے گئے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب عمر میں ان سب سے بڑے تھے لہٰذا ڈانٹ کر فرمایا کہ اے ندوہ کے علماء بری نظر لگ جاتی ہے، یہ اسلامی عقیدہ ہے، اسلام نے اس کو قبول کیا ہے اور کہا ہے کہ اَلْعَیْنُ حَقٌّ بری نظر سے درخت سوکھ جاتے ہیں، انسان سوکھ کر کانٹا ہوجاتا ہے تو جب بری نظر لگنا آپ تسلیم کرتے ہیں تو اللہ والوں کی اچھی نظر لگنے کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ پھر یہ شعر پڑھا ؎

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں اُن پر مرمٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

اللہ پر مر کر دیکھو پھر حیات کا اصلی مزہ ملے گا، جو اللہ پر مرجائے یعنی بری خواہشات اور گناہ چھوڑ دے پھر اس کی زندگی زندگی پاجائے گی۔ میرا شعر ہے ؎

آپ کے نام پر جان دے کر
زندگی زندگی پاگئی ہے

تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے ندوہ کے علماء سے فرمایا کہ اگر کسی اللہ والے کے ناز نہیں اٹھاؤ گے تو زبانِ ہوشمند تو پاجاؤ گے لیکن دلِ روشن سے محروم رہو گے ؎

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند
اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند
اب علی گڈھ کی بھی تشبیہ جان لو
اک معزز پیٹ اُس کو مان لو

پھر حضرت نے فرمایا ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیے

لہٰذا حضرت کے دردِ محبت سے متأثر ہوکر علماء ندوہ حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور پھر ان سے بہت فیض پھیلا۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ ذکر کے ساتھ ہم لوگ نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے جیسی کرنی چاہیے، خاص کر جب مارکیٹ جاتے ہیں اور کرسچین لڑکیوں کی ٹانگوں اور رانوں پر نظر پڑتی ہے تو کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ آپ محسوس کریں گے، بتایئے عورتوں کی ننگی ران دیکھنے سے کَلَّا بَلْ رَانَ کا زنگ لگتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا ہمت سے کام لو، یہ سب لاشئی ہیں اور سب لاشیں قبرستانوں میں جانے والی ہیں، مجھے اپنا ایک بہت ہی پیارا شعر یاد آرہا ہے ؎

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈسٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

لیکن یہ وہ شعر نہیں ہے جو میں سنانا چاہتا ہوں، ابھی اُس شعر کو میں قصداً چھوڑ رہا ہوں کیونکہ بعض اوقات ابا لڈو ہاتھ میں رکھ کر ہاتھ اوپر کر لیتا ہے اور بچہ کود کود کر لینے کی کوشش کرتا ہے تو میں بھی آپ کو اس شعر کے لیے اس لیے تڑپا رہا ہوں تاکہ خوب بے چینی پیدا ہو جائے لٰہذا ری یونین میں جب آپ سڑکوں پر جا رہے ہوں، مارکیٹنگ کرنی ہو، کچھ خریدنا ہو اور داہنی طرف دیکھیں تو کرسچین لڑکی کھڑی ہے، بائیں طرف دیکھیں تو اُدھر بھی لڑکی کھڑی ہے، اوپر دیکھیں تو اُدھر بھی فلیٹ سے جھانک رہی ہے اب کہاں جائیں گے؟ جس طرف دیکھو اَعُوْذُ بِاللہِ اور اَسْتَغْفِرُ اللہَ ہے، آپ اس وقت بِسْمِ اللہِ نہیں کہہ سکتے، ہر طرف اِنَّا لِلہِ ہے البتہ اس وقت نظر بچا کر اَلْحَمْدُ لِلہِ کہو کہ یا اللہ! آپ کی توفیق اور کرم سے آنکھوں کو بچانے کی توفیق ہوئی اب اس بصارت کے بدلے ہم کو بصیرت عطا فرما دیجیے۔ علامہ ابن القیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنی آنکھ کی روشنی خدا پر فدا کرتا ہے اور نامحرموں کو نہیں دیکھتا تو اللہ اس کی بصارت کی قربانی پر اس کی بصیرت کو حلاوتِ ایمانی سے روشن کر دیتا ہے۔ ترازو کے ایک پلڑے میں ہزار تہجد کا نور رکھ دو اور نظر بچانے سے قلب میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو ہزار تہجد کے مقابلہ میں وہ پلڑا جھک جائے گا۔

اللہ والی محبت میں احتیاط کا حکم ہے کہ جو آنسو نکلیں ان کو کوئی مخلوق نہ دیکھے صرف اللہ دیکھے یعنی مخلوق کو دِکھانے کی نیت نہ ہو ؎

میں نے چھپائی لاکھ محبت نہ چھپ سکی
آنکھوں نے رو کے یار سے اظہار کر دیا

جو آنسو صرف اللہ کے لیے نکلیں گے اس پر عرش کا سایہ ملے گا لیکن اگر کبھی بے ساختہ

مخلوق کے سامنے نکل آئیں تو بھی کوئی گناہ نہیں، اس کے برعکس لوگ دنیاوی محبت بہت چھپاتے ہیں۔ ایک شاعر نے میرے شیخ کو ایک شعر سنایا کہ دنیاوی محبت میں ایک عاشق نے کہا کہ میں آنسوؤں کو بہنے نہیں دوں گا ورنہ میری محبت کا راز فاش ہوجائے گا ؎

میں اشکوں کو کس طرح بہہ جانے دیتا
کہ مدِّنظر آبرو تھی کسی کی

کیونکہ اگر آنسو نکل جاتے تو سب کہتے کہ دال میں کچھ کالا ہے لیکن اگر اللہ کی محبت میں آنسو نکل آئیں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہاں کوئی بدنامی کا خطرہ نہیں، اگر رونا آئے تو رولیں اور اگر نہیں آئے تو نہ روئیں البتہ رونے والوں کی شکل ضرور بنالیں۔

اب میں آپ کی خدمت میں وہ شعر پیش کررہا ہوں جس کے لیے آپ کو اتنا انتظار کرایا اور وہ شعر ہے ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

یہ میرا شعر ہے اور بتائیں کتنا پیارا شعر ہے کیونکہ کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ میں نفی پہلے ہے اور اثبات بعد میں ہے، غیر اللہ سے تعلق کی نفی پہلے ہے اور اللہ سے تعلق کا اثبات بعد میں ہے، اگر آپ کہیں کہ یہاں لَآ اِلٰـہَ سے مراد باطل خدا ہیں جبکہ ہم خواہشاتِ نفس کو خدا نہیں سمجھتے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اپنی خواہشاتِ نفس کو جو پوجتے ہو یہ بھی تمہارے باطل اِلٰـہَ ہیں اور اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بعض نالائقوں نے اپنی بری خواہشات کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو بدنظری کرتا ہے وہ اپنی بری خواہشات کو خدا بنائے

ہوئے ہے۔ میں بحیثیت طبیب کے عرض کرتا ہوں کہ نظر کی حفاظت میں صحت کی ضمانت بھی ہے کیونکہ بدنظری سے صحت خراب ہوجاتی ہے، جو شخص جتنی نظر بچائے گا اس کی آنکھ کی روشنی بھی محفوظ رہے گی اور مثانہ کی بیماریوں سے بھی بچا رہے گا کہ بار بار پیشاب آرہا ہے اور اس کا دل بھی مضبوط رہے گا، قلب میں سکون رہے گا کیونکہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق بدنظری کو آنکھوں کا زِنا قرار دیا گیا ہے زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ تو بتاؤ کیا آنکھوں کا زِنا کرنے پر ہم کو صحت ملے گی؟ خالقِ صحت کو ناراض کر کے ہم صحت مند رہیں گے؟ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بدنظری سے دل پریشان رہتا ہے مگر شیطان بہکاتا ہے کہ بہت مزہ آئے گا تو شیطان کو جواب دینے کے لیے میں نے ایک شعر بنایا ہے، جب آپ سڑکوں پر چلیں اور شیطان کہے کہ دیکھو کیسے کیسے جلوے نظر آرہے ہیں اور کہے کہ بدنظری کرنے سے بڑا مزہ آئے گا تو اس وقت آپ یہ شعر پڑھ لیں ؎

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن کو دیکھنے سے رب میرا ناراض ہوتا ہے

اور اگر شیطان پھر بھی وسوسہ ڈالے تو اس کو سختی سے جواب دو ؎

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے، انہیں ہرگز نہ دیکھیں گے
کہ جن کو دیکھنے سے رب میرا ناراض ہوتا ہے

لہٰذا ہمت سے کام لو، حسینوں کو دیکھنے سے کچھ نہیں ملے گا، آج میں کار میں جارہا تھا تو دیکھا کہ یہاں کی سڑکوں پر بے پردہ عورتوں کا سیلاب آیا ہوا ہے، اس پر ایک عجیب مضمون دل میں آیا کہ اللہ نے بے پردگی کو جو حرام قرار دیا ہے کہ عورتیں بے پردہ نہ نکلیں تو یہ ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ کسی کے پیٹ میں آٹھ کباب کھانے کی گنجائش ہے تو وہ آٹھ کباب کھانے کے بعد نویں کباب کی طرف دیکھے گا بھی نہیں اور اگر زیادہ کباب

کھالے تو پیچش بھی لگ سکتی ہے لیکن اگر کوئی کباب کھائے نہیں صرف دیکھ لے تو بدہضمی سے بچ جائے گا اور کباب کو دیکھنے سے معدہ کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچے گا لیکن عورتوں کو چاہے استعمال کریں یا نہیں ان کو صرف دیکھنے ہی سے منی پتلی ہوجائے گی اور آپ بے وضو ہوجائیں گے جبکہ اللہ نے ہم کو اپنا مقرب بنانے کے لیے وضو کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی ہے کہ اگر باوضو ہو تو جب چاہو نماز پڑھ سکتے ہو اور اگر نظر کی حفاظت نہ کی تو مذی نکل آئے گی اور اگر مذی نکل آئی تو وضو ٹوٹ جائے گا لہٰذا وضو شکن کام مت کرو کیونکہ وضو ذریعہ ہے میرے دربار میں آنے کا اور تم نے ذریعہ ہی ختم کردیا اور بدنظری سے صحت الگ خراب ہوتی ہے اس لیے یہ اللہ کا عجیب وغریب حکم ہے اور ہر حکم میں بندوں کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ نظر بازی احمقوں کا گناہ ہے، ملتا ملاتا کچھ نہیں اور اگر حسین مل بھی گیا تو کیا کروگے؟ اس زمانہ میں ایک ہی بیوی کا حق ادا کرنا دشوار ہے، اس کے لیے معجونیں تلاش کرتے پھرتے ہو تو خواہ مخواہ اِدھر اُدھر دیکھ کر قلب مت خراب کرو، یہ قلب اللہ کا گھر ہے جو غیر اللہ کو دیکھے گا اس کے دل میں اللہ کیسے گھر کرے گا، اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

خواجہ صاحب کا ایک اور شعر ہے ؎

حسنِ فانی سے جو دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا

بعض سانپ کی جلد پر رنگین نقش ونگار بنے ہوتے ہیں، اگر یہ سانپ کسی سے کہے کہ آدھی رات کو جو آپ کسی کے عشق میں یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

ڈال دو میری گردن میں بانہیں

تو میں بھی اس وقت چارپائی کے نیچے موجود تھا لہٰذا اب میں آپ کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتا ہوں کیونکہ میں بھی حسین ہوں، میرے جسم پر حسین نقش ونگار بنے ہوئے ہیں تو آپ کہیں گے کہ بے شک تم حسین تو ہو مگر تمہارے منہ میں زہر بھی تو ہے لہٰذا یہ جتنے حسین سڑکوں پر پھر رہے ہیں یہ منقش سانپ ہیں، ڈس جائیں گے اور اگر کبھی کسی کے لال لال گال نظر آجائیں تو خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھو ؎

دیکھ ان آتشی رُخوں کو نہ دیکھ
ان کی جانب نہ آنکھ اُٹھا زِنہار
دور ہی سے یہ کہہ الٰہی خیر
وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

یعنی ان آگ جیسے چہروں کو نہ دیکھنا، اگر اچانک نظر پڑ جائے تو رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہنا ان شاء اللہ آپ قلب میں نور محسوس کریں گے۔

ری یونین میں اگر کوئی فرض واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرلے اور کبھی تہجد نہ پڑھے اور صرف آنکھ بچالے تو میں اس کو اللہ کے بھروسہ پر لکھ کر دیتا ہوں کہ وہ اولیاء صدیقین کے آخری مقام تک پہنچ جائے گا کیونکہ ولایت نام ہے ترکِ معصیت کا اِنْ اَوْلِیَآءُ ہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ولایت نام ہے تقویٰ کا یعنی گناہ چھوڑنے کا، وظیفوں سے کوئی ولی اللہ نہیں بنتا، اگر کوئی ہر سال حج اور عمرہ کرے اور رات بھر تہجد پڑھے لیکن سڑکوں پر ایک بھی حسین کو نہ چھوڑے تو بتاؤ کیا وہ ولی اللہ ہوگا؟ اور اگر کوئی صرف فرض، واجب اور سنتِ موکدہ پڑھتا ہے مگر ایک گناہ نہیں کرتا، ایک نظر خراب نہیں کرتا یہ ولی اللہ ہے کیونکہ تارکِ معصیت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ تہجد نہ پڑھیں، اگر آخر وقت میں اُٹھنا مشکل معلوم ہو تو وتر سے پہلے دو رکعات نفل تہجد کی نیت سے پڑھ لیں بلکہ اس میں تین

حلوے کھالیں یعنی ان دو رکعات نفل میں تین نیت کرلیں، نمازِ توبہ کی نیت، تہجد کی نیت اور نمازِ حاجت کی نیت اور نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کریں کہ یا اللہ! میرے دن بھر کے گناہوں کو معاف فرما دیجیے، اگر ون ڈے سروس یعنی روز کے روز کپڑا دُھل سکتا ہے تو آپ کی رحمت ہمارے دن بھر کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کرسکتی ہے۔ کیا ری یونین میں روحانی ون ڈے سروس کی ضرورت نہیں ہے؟ اس کے بعد اللہ سے اپنی حاجت عرض کریں کہ یا اللہ! میری حاجت یہ ہے کہ میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں، آپ مجھے اللہ والا بنا دیں اور مجھے تہجد گذاروں میں شامل کرلیں، ان شاء اللہ قیامت میں یہ شخص تہجد گذاروں میں اُٹھے گا۔

اللہ والوں سے محبت کا انعام

آخر میں دوسری نعمت بیان کرتا ہوں، یہ نعمت بھی یہاں آکر ملی ہے، حضرت حکیم الامت تفسیر بیان القرآن میں فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ کی تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ جب قیامت قائم ہوجائے گی تو کافروں کی آپس میں جو رشتہ داریاں ہیں وہ ان کے کچھ کام نہیں آئیں گی کہ یہ میری بیوی ہے، یہ میرا بیٹا ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ آیت کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے تو اس کا عکس یہ ہوگا کہ جو مسلمان آپس میں اللہ کے لیے اللہ والوں سے تعلق قائم کرتے ہیں تو قیامت کے دن یہ تعلقات فائدہ سے خالی نہیں جائیں گے، پھر فرمایا کہ جن لوگوں کو اللہ والوں سے تعلق ہے خواہ صورتاً یا حقیقتاً، حقیقتاً تو یہ کہ وہ اُس اللہ والے کی اولاد ہیں اور صورتاً یہ کہ وہ اُس اللہ والے سے بیعت ہیں تو یہ تعلقات قیامت کے دن غیر مفید نہیں ہوں گے اور قیامت کے دن کام آئیں گے ان شاء اللہ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں بیعت کرنے میں دیر نہیں کرتا اور توسع کرتا

ہوں، زیادہ قیود اور پابندیاں نہیں لگاتا کیونکہ میں اس نیت سے بیعت کرتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن میرے اُس مرید پر اللہ کا فضل ہوگیا تو وہ اپنے پیر کے لیے بھی بخشش کی دعا مانگے گا کہ یا اللہ! میں نے اس پیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اس نے مجھے اللہ اللہ کرنا سکھایا تھا لہٰذا اے اللہ! آپ میرے پیر کو بخش دیجیے اور اگر مجھ پر فضل ہوگیا تو میں اپنے اُس مرید کے لیے دعا کروں گا کہ یا اللہ! اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی تھی آپ اس کو بخش دیجیے، اس لیے میں توسع کرتا ہوں لہٰذا اپنے بزرگوں میں سے کسی نہ کسی سے تعلق قائم کرنا چاہیے، اس میں غفلت کرنا مناسب نہیں خاص کر جن کے مشایخ انتقال کر چکے ہوں اور ان کو کوئی مناسبت والا پیر مل رہا ہو تو اپنی مناسبت کے مال سے تغافل، تساہل اور تثاقل نہ کرے اور تثاقل کے معنیٰ ہیں **اَلتَّسَاهُلُ عَلَى الطَّاعَةِ مَعَ الْاِسْتِطَاعَةِ** یعنی طاقت ہے مگر پھر بھی تعلق نہیں جوڑ رہے ہیں، طاقت ہے مگر پھر بھی عمل نہیں کررہے ہیں، اس کا نام تثاقل ہے یعنی اپنے کو مٹی کے ثقیل ڈھیلے کی طرح رکھنے سے، غفلت اور سستی سے توبہ کیجیے اور اللہ کے نام پر فدا ہوجایئے۔

اب دعا کریں کہ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب کو اللہ والا بنادیں اور اس خانقاہ کو حکیم الامت کے انوارات سے بھر دیں اور اس کو قبول فرمالیں اور ہم سب کو اللہ والا بنادیں، جو لوگ یہاں حاضر ہیں اور جو لوگ غائب ہیں اور جو لوگ دوسرے ملکوں میں ہیں لیکن ان کو مجھ سے محبت ہے ان سب کو، اختر کو، میرے گھر والوں کو، میرے احبابِ حاضرین کو، ان کے گھر والوں کو، میرے احبابِ غائبین کو، ان کے گھر والوں کو یا اللہ! ہم سب کو اولیاءِ صدیقین کی نسبت عطا فرما اور دونوں جہاں کی فلاح، صلاح اور ہر قسم کی بیماریوں سے عافیت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو سکون نصیب فرما اور ہر شر سے محفوظ فرما، یارب العالمین ایسا ایمان اور یقین نصیب فرما کہ ہماری زندگی کی ہر سانس

آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں، یہ دعا میرے لیے، میرے گھر والوں کے لیے، میرے دوستوں کے لیے اور ان کے گھر والوں کے لیے اور سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے قبول فرما، آمین۔

وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ملفوظات

حضرت والا کی شفقت اور دین کی تڑپ

مجلس کے بعد حضرت والا خانقاہ سے ملحق اپنے کمرہ میں تشریف لائے تو بہت سے احباب مثل پروانوں کے حضرت والا کے ساتھ آگئے اور کمرہ بھر گیا۔ حضرت والا اگرچہ تھک گئے تھے لیکن احباب کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور نہایت شفقت و محبت سے فرمایا کہ صرف اللہ کی محبت ایسی چیز ہے جس سے دل نہیں بھرتا اور ارشاد فرمایا کہ یہ ملاقاتیں کئی سال میں نصیب ہوتی ہیں لہٰذا جن کو وقت پر سونے کا موقع نہیں ملتا اور سونے میں کچھ تاخیر ہو جاتی ہے وہ دن میں اپنی نیند پوری کر لیں اور فجر پڑھ کر سو جائیں جیسے جو تاجر ری یونین سے بزنس کا مال خریدنے فرانس جاتے ہیں تو اگر وہ سارا مال یہاں آجائے اور اعلان ہو جائے کہ جس کو مال لینا ہو یہیں لے لو تو یہ اعلان سن کر سب تاجر دوڑ کر جائیں گے، یہ نہیں دیکھیں گے کہ کیا بجا ہے اور کہیں گے کہ یہ مت دیکھو کہ کیا بجا ہے بلکہ بغلیں بجاؤ، خوشیاں مناؤ اور جلدی سے مال خرید لو، لہٰذا اگر اللہ کی محبت کی باتوں میں دیر ہو جائے تو حوصلہ کو بلند رکھو، کیا بعید ہے کہ یہ سب چیزیں قیامت کے دن نجات کا ذریعہ اور محبت کا سامان بن جائیں۔

محبت کا اعلیٰ مقام

ارشاد فرمایا کہ محبت اس کا نام ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی سے چل کر اپنے خون کو بالاکوٹ کے پہاڑوں اور گھاس پر بکھیر دیا۔

خونِ خود را بر کہہ و کُہسار ریخت

سبحان اللہ کیا عشق ہے! دیکھو یہی محبت ہے، اسی کا نام محبت ہے کہ جان دے دی مگر اللہ کو نہیں چھوڑا۔ اسی طرح نفس سے جہاد میں اپنی حرام آرزوؤں کا خون بہادو، یہ بھی اللہ پر مرنا ہے اور یہ بھی محبت کا اعلیٰ مقام ہے۔

حدیث اَضۡحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ کی شرح

فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے پر حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اَضۡحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ یعنی اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے، لیکن اگر کوئی مسلسل ہنسے تو اس کو نفسیاتی ڈاکٹر کے یہاں لے جاتے ہیں کیونکہ مسلسل ہنسنا بھی بیماری ہے تو اس حدیث کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں کہ اَضۡحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ سے مراد ہے اَدَامَ اللّٰہُ فَرُحَکَ یعنی اللہ آپ کی فرحت ہمیشہ قائم رکھے۔ علم کی نعمت و برکت بھی عجیب چیز ہے۔

اللہ والے دوستوں کی ملاقات کی عظیم نعمت

ارشاد فرمایا کہ دوستوں کی ملاقات بہت بڑی نعمت ہے۔ میرے شیخ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی پیر بھائی ملنے آتا تو بہت خوش ہوتے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرماتے کہ جب سے مجھے خبر ملی ہے کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی تو مجھے جنت کا شوق بڑھ گیا، دوستوں کی ملاقات معمولی بات نہیں ہے، دیکھو اب آپ لوگوں

سے سال بھر کے بعد ملاقات ہوئی ہے۔

اس لیے اللہ والے دوستوں کے ساتھ دینی ماحول میں جتنا بیٹھنے کا موقع ملے اس کو غنیمت سمجھو، یہ مت کہو کہ ارے بھائی ابھی تو موقع نہیں ہے، پھر دیکھا جائے گا، کیا معلوم کہ پھر موقع ملے یا نہ ملے اور کیا معلوم کہ یہی ایک مجلس نجات کا ذریعہ بن جائے۔

جنت کے مزوں کے لیے شرک سے حفاظت کی تلقین

ارشاد فرمایا کہ جنت میں نہ رات ہوگی نہ دن، نہ ہفتہ، نہ مہینہ، نہ سال، وہاں دس لاکھ سال بھی گذر جائیں گے تو پتا نہیں چلے گا کہ کون کتنے سال کا ہے کیونکہ وہاں سورج نہیں ہوگا، ہم لوگ جو بوڑھے ہوتے ہیں اسی سورج کی وجہ سے ہوتے ہیں، یہی ظالم دن بناتا ہے، صبح، شام، دن، ہفتہ، مہینہ اور سال بناتا ہے پھر پتا چلتا ہے کہ ہم تو اسّی سال کے ہوگئے اور زندگی کے سفر سے تھک گئے اور جنت میں چونکہ تھکن نہیں ہوگی لہٰذا وہاں نیند کی ضرورت بھی نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں وَ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور نیند کو ہم نے آرام کا سبب بنایا، نیند کی وجہ سے بہت سی لذتیں ختم ہوجاتی ہیں تو جنت میں ایک مزہ یہ بھی ہے کہ وہاں نیند نہیں ہوگی، ہر وقت جنت کی نعمتوں اور لذتوں میں مگن رہیں گے اور وہاں غم کا بھی کوئی تصور نہیں، غم آنا تو دور کی بات وہاں اس کے تصور کا گذر بھی نہیں ہوگا اس لیے جنتی جب جنت میں اپنا پہلا قدم رکھے گا تو اس کے منہ سے پہلا جملہ یہی نکلے گا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ﴾

شکر ہے اس اللہ کا جس نے غم سے نجات دی اور خوشیاں بخشیں، وہاں ایک طرف خوشیاں ہوں گی اور ایک طرف غم، جنت میں خوشیاں ہی خوشیاں اور

جہنم میں غم ہی غم اس لیے ہر وقت خدا سے دعا کرتے رہو خاص طور پر شرک سے حفاظت کی دعا کرو کیونکہ شرک کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا عمل ضائع ہوجائے گا اور شرک کرنے والے کو کبھی نجات نہیں ملے گی۔ اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم شرک سے بچنے کے لیے کیا کریں تاکہ ہمارے اعمال ضائع نہ ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَ اَنَا اَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ﴾

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، باب الشرک، ص: ۱۴۲)

یعنی اے اللہ! میں اس شرک سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں جسے میں جانتا ہوں اور اس شرک سے بھی پناہ چاہتا ہوں جسے میں نہیں جانتا لہٰذا اپنے نیک اعمال میں اخلاص کے لیے اس دعا کو ضرور پڑھ لیا کریں اور اللہ سوءِ قضاء سے بھی بچائیں اور سوءِ قضا کو حسنِ قضاء سے بدل دیں اس لیے اس دعا کو بھی پڑھ لیا کریں:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَآءِ وَ دَرْکِ الشَّقَآءِ وَسُوْءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ﴾

(صحیحُ البخاری، کتابُ القدر، باب من تعوذ باللہ، ج: ۲، ص: ۹۷۹)

جو اس دعا کو پڑھے گا ان شاء اللہ مستقبل کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا کیونکہ اللہ اس بات پر قادر ہیں کہ سوءِ قضاء کو حسنِ قضاء سے بدل دیں، بعض لوگ یہ اِشکال کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ یعنی اللہ کا فیصلہ نہیں بدلتا جبکہ اس حدیث میں اللہ سے سوءِ قضاء کے فیصلہ کو حسنِ قضاء سے بدلنے کی دعا کی جارہی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے؟ محدثینِ کرام اس اِشکال کا جواب دیتے ہیں کہ اللہ کی قضاء کو مخلوق نہیں بدل سکتی اللہ خود بدل سکتے

ہیں کیونکہ خدا کا فیصلہ اور حکم خدا پر حاکم نہیں، قضاء الٰہی خود محکومِ الٰہی ہے۔

۱۲؍ربیع الاول ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۳۰؍اگست ۱۹۹۳؁ء، دوشنبہ،

عشاء کی مجلس کے بعد بعض علماء حضرات حضرتِ والا دامت برکاتہم کے ساتھ حجرہ میں آ گئے، اس وقت کے بعض ارشادات:

بندوں کے علمِ غیب کی نفی کی دلیل

ایک صاحب نے سوال کیا کہ قرآن شریف میں ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کا اللہ کو علم ہے لیکن آج کل تو ڈاکٹر بتا دیتے ہیں کہ رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کو آلات کے وسیلہ کے بغیر علم ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور ڈاکٹر آلات کے محتاج ہیں، یہ فرق ہے۔ اللہ بدونِ اسباب اور بدونِ آلات جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ کے اندر کیا بن رہا ہے اور ڈاکٹر آلات کے محتاج ہیں لہٰذا ان کی احتیاج ثابت ہونے سے ان کی مخلوقیت بھی ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ محتاج عالم الغیب نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ چونکہ خالق ہیں اس لیے وہ احتیاج سے پاک ہیں اور ان کو آلات کے وسیلہ کے بغیر علم ہے اس لیے صرف وہی عالم الغیب ہیں۔ اسی طرح بارش کے ہونے یا نہ ہونے کی پیشین گوئی میں بھی سائنس داں آلات کے محتاج ہیں اور اکثر ان کی پیشین گوئی کے خلاف ہو جاتا ہے لہٰذا اسباب و آلات کی محتاجی بندوں کے علمِ غیب کی نفی کی دلیل ہے۔ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے جس کو بدونِ آلات اوّل و آخر، ماضی و حال و مستقبل کا علم ہے۔ پیغمبروں کو جو علم دیا جاتا ہے اس کا نام علم غیب نہیں ہے، اس کا نام وحی الٰہی ہے۔

وسوسۂ کفر، کفر نہیں ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں وہ علوم نصیب ہوتے ہیں کہ سو

برس کی عبادت سے بھی وہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ جن کا کوئی شیخ نہیں تھا کافر ہو کر مر گئے، شیطان نے ان کو کفر میں مبتلا کر کے اور مردود بنا کر دنیا سے رخصت کر دیا لیکن جو لوگ شیخ کی صحبت میں رہتے ہیں ان کو شیطان مردود نہیں کر سکتا۔ ایک شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ میں کافر ہو رہا ہوں کیونکہ ہر وقت مجھ کو کفریہ خیالات آرہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ میرے تو عقائد بھی صحیح نہیں ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا خاتمہ خراب نہ ہو جائے۔ حضرت نے اُن کو لکھا کہ جب آپ کو کفر کا وسوسہ آتا ہے اُس وقت آپ کو خوشی ہوتی ہے یا تکلیف؟ انہوں نے لکھا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ حضرت نے لکھا کہ اطمینان رکھئے آپ مومنِ کامل ہیں، اسی وجہ سے تو آپ کو کفر کے وسوسہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ کسی کافر کو اپنے کفر سے کوئی تکلیف، کوئی صدمہ اور غم نہیں ہوتا۔ اگر ان کو تکلیف ہوتی تو مسلمان نہ ہو جاتے۔ یہ علامت آپ کے ایمانِ کامل کی ہے۔ بتائیے یہ کوئی معمولی علم ہے۔ اگر اس شخص کا کوئی شیخ نہ ہوتا تو یہ خود کو کافر سمجھ کر ہلاک ہو جاتا۔

کلمہ پر مرنے کے معنیٰ

اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ اگر کوئی شخص اچانک مر گیا مثلاً ایکسیڈنٹ ہو گیا یا ہارٹ فیل ہو گیا تو اس نے کلمہ تو پڑھا نہیں تو کیا اس کا خاتمہ خراب ہو گیا؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، وہ ایمان ہی پر مرا۔ جو شخص مومن ہے وہ اگر اچانک مر جائے تو وہ کلمہ ہی پر مرا۔ کلمہ پر مرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ کلمہ کے خلاف اس کے منہ سے کوئی کلمہ نہ نکلے اور پھر حضرت کی مجلس میں جتنے علماء بیٹھے تھے ان سے فرمایا کہ آپ لوگ کیا اس وقت کلمہ پڑھ رہے ہیں؟ سب نے کہا کہ نہیں ہم لوگ تو آپ کی بات سن رہے ہیں تو فرمایا کہ اگر اس وقت

اچانک انتقال ہوجائے تو کلمہ پر مرے یا کفر پر مرے؟ سب لوگ خاموش تھے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ کلمہ ہی پر یہ موت ہوگی کیونکہ کلمہ کے خلاف کوئی کلمہ اس کے منہ سے نہیں نکلا اور اس کی مثال حضرت حکیم الامت تھانوی کی برکت سے اللہ نے ابھی میرے دل میں ڈالی کہ جس طرح نکاح ایک بار پڑھایا جاتا ہے اور ہمیشہ قائم رہتا ہے تاوقتیکہ کوئی کلمہ نکاح کے خلاف منہ سے نہ نکلے۔ اسی طرح ایمان کا ایک بار اقرار کرنے کے بعد دل میں ہمیشہ ایمان باقی رہتا ہے جب تک ایمان کے خلاف کوئی کلمہ نہ نکلے۔ یہ کتنا بڑا علم ہے ورنہ لوگ مایوس ہوجاتے کیونکہ اگر کسی کا باپ یا کسی کا بیٹا اچانک مرجائے تو یہی سمجھتے ہیں کہ کلمہ نصیب نہیں ہوا۔ بہت بڑی محرومی سے حضرت نے بچایا۔ اس کو علم کہتے ہیں۔

علاجِ وسوسۂ کبر

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے بندوق خریدی لیکن اس کو ہروقت وسوسہ آرہا تھا کہ جب سے میں نے بندوق خریدی ہے میرے اندر تکبر آگیا ہے۔ میں برادری میں شاید اپنے کو سب سے بڑا سمجھتا ہوں۔ انہوں نے حضرت کو لکھا کہ بندوق میرے لیے آلۂ کبر ہے تو کیا میں اس بندوق کو بیچ دوں۔ حضرت نے لکھا کہ یہ وسوسۂ کبر ہے، آپ کے اندر کبر نہیں ہے۔ بس دل میں اپنے کو بڑا مت سمجھو اور بندوق بیچنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ فی نفسہٖ آلۂ کبر نہیں ہے، آپ اگر غلط استعمال کریں تو بن سکتا ہے۔ یوں تو آپ کے پاس آلۂ زِنا بھی موجود ہے وقطعش واجب نیست اس سے زِنا بھی کرسکتے ہو تو کیا اس کو اُکھاڑ کر پھینک دوگے۔

بے اصولی پر تنبیہ

اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے اور یہاں روزانہ یہی وقت ہورہا

ہے۔ لوگ حضرت والا کے ساتھ مجالست کے شوق میں بیٹھے رہتے ہیں اور حضرت والا حسبِ عادت غایت شفقت و کرم سے ارشاد فرماتے رہتے ہیں حضرتِ اقدس کے کلام کی سحر انگیزی و اثر آفرینی سے احباب مجلس سے اٹھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ غرض مجلس ختم ہوئی، حضرت والا عشاء کے بیان کے بعد کھانا تناول فرما رہے تھے۔

دستر خوان پر دورانِ طعام احقر سے ایک سخت غلطی ہوگئی کہ احقر نے سرگوشی کرتے ہوئے مولانا داؤد کے کان میں کچھ کہا جو احقر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور احقر کو بے اختیار ہنسی آگئی اور آہستہ آہستہ ہنسنے لگا۔

کھانے سے فارغ ہوکر احقر کی اصلاح کے لیے حضرت والا نے تنبیہ فرمائی کہ تعجب ہے کہ اتنے پرانے ہوکر ایسی غلطی کرتے ہو کہ مبتدی بھی نہیں کرسکتا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شیخ کی مجلس میں اس طرح کانا پھوسی کرنا سخت بے ادبی ہے۔ کیا آپ نے ہم لوگوں کو کبھی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی مجلس میں اس طرح کانا پھوسی کرکے ہنستے ہوئے دیکھا ہے؟ بتایئے! نئے لوگ آپ کی اس حرکت سے کیا اثر لیں گے۔ بجائے اس کے کہ آپ دوسروں کو ادب سکھاتے اپنے عمل سے دوسروں کو بے ادب بنا رہے ہو۔ سورۂ حجرات میں جو آداب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نازل ہوئے ہیں حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے کہ نائبینِ رسول یعنی علماء و مشایخ کے لیے بھی وہی آداب ہیں، اس وقت آپ تَجْهَرُوْا بِالْقَوْلِ کا مصداق تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو حضوری مع الحق حاصل نہیں تھی کیونکہ ہر وقت اکرامِ شیخ کا حق وہی ادا کرسکتا ہے جو ہر وقت باخدا ہو حتیٰ کہ ہنسنے میں بھی خدا کو نہ بھولے۔ غلطی تو یہ اتنی بڑی تھی کہ اسی وقت سزا دی جاتی لیکن اب جاکر اعلان کرو کہ مجھ سے سخت نالائقی ہوئی کہ شیخ کی مجلس میں کانا پھوسی کرکے ہنسا۔ اللہ میری اس

نالائقی و بے ادبی کو معاف فرمادے۔

احقر نے حضرت والا سے معافی مانگی کہ سخت نالائقی ہوئی اور ان شاء اللہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہوگی اور احباب کے سامنے اعلان کر کے حضرت والا کو اطلاع کی تو حضرت والا خوش ہو گئے۔

۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۳۱؍اگست ۱۹۹۳؁ء، بروز منگل

صبح کچھ حضرات خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت یہ ارشاد فرمایا جو رات کے واقعہ کے متعلق اصلاح کے لیے تھا وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

اکرام شیخ علی الدوام کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اکرامِ شیخ علی الدوام وہی کر سکتا ہے جس کو حضور دوام مع الحق حاصل ہو یعنی ہر وقت شیخ کا ادب و اکرام وہی کر سکتا ہے جس کو ہر وقت اللہ کے ساتھ دوامِ حضور حاصل ہو۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ شیخ سے محبت اللہ ہی کے لیے کی جاتی ہے تو جب اللہ ہی سے اس کا دل غافل ہے تو وہ شیخ کا اکرام کیسے کرے گا۔ شیخ تو اللہ کے راستہ کا راہبر ہے اور یہ شخص جب منزل ہی سے غافل ہے، اسے اللہ کی حضوری کا خیال بھی نہیں ہے تو وہ شیخ کے سامنے بھی بے موقع ہنسے گا، بے موقع بات کرے گا، اس لیے شیخ کا اکرام دواماً وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ کا حضورِ دوام حاصل ہو اور یہ چیز حقائق میں سے ہے۔ ہر وقت یہ سوچنا کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے بتائیے! یہ چیز حقائق میں سے ہے یا نہیں؟ اللہ ہر وقت ہم کو دیکھ رہا ہے یہ کوئی فرضی بات نہیں حقیقت ہے۔ اگر میں یہ مراقبہ سکھاؤں کہ سب لوگ یہ سمجھیں کہ ہم بادشاہ یا وزیر اعظم ہو گئے ہیں تو سب ہنسیں گے کیونکہ یہ حقیقت نہیں ہے لیکن یہ مراقبہ کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے ایک حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس مراقبہ کی تعلیم دی ہے اَلَمْ

یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا بندہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

انبیاء اور اولیاء کی حضوری مع الحق کا فرق

لیکن اس مراقبہ کی تعلیم میں اولیاء کے ساتھ اللہ کا معاملہ اور ہے پیغمبر کے ساتھ معاملہ اور ہے۔ عنوان میں فرق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی تعلیم دی لیکن اس کا عنوان کتنا عجیب ہے **فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا** اے نبی! آپ ہر وقت میری نگاہ میں ہیں جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ گھبرانا مت میں ہر وقت تمہاری خبر رکھتا ہوں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عنوان ہے وہ صحابہ کو نہیں عطا فرمایا کیونکہ نبی اور صحابی کیسے برابر ہوسکتے ہیں لہٰذا صحابہ سے فرمایا **یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَمَثۡوٰکُمۡ** اے اصحابِ نبی! تمہارا مدینہ شریف کی گلیوں میں چلنا پھرنا، بازاروں میں جانا اور اپنے مکانوں میں جا کر سونا سب سے ہم باخبر ہیں۔ متقلب کو پہلے بیان فرمایا اور **مَثۡوٰکُمۡ** کو بعد میں بیان کیا اس میں راز یہ ہے کہ انسان کے گھر کی راحت موقوف ہے **تَقَلُّبُ فِی الۡبِلَادِ** پر یعنی جتنی محنت کرتا ہے، چلتا پھرتا ہے اس کے بعد گھر ہی میں تو آرام کرتا ہے، اگر کچھ نہ کمائے اور ہر وقت گھر میں بیٹھا رہے تو کھانے کو کیسے ملے گا۔ قرآن پاک کے کلام اللہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایک ایک لفظ کی تقدیم و تاخیر میں حکمت و راز ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَ مَثۡوٰکُمۡ** اے صحابہ! جب تم مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں میں جاتے ہو، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے جارہے ہو، کبھی اپنی روزی کے لیے اپنی دوکانوں پر جارہے ہو، کبھی نمازوں کے لیے مسجد نبوی آرہے ہو تو تمہارا چلنا پھرنا ہر وقت میری نظر میں ہے اور جب رات کو اپنے گھر جا کر آرام کرتے ہو تو تمہارا وہ ٹھکانہ بھی ہم کو معلوم ہے تو

مثواکم کا مزہ متقلب پر ہے، کوئی کمائے نہیں، گھر سے نہ نکلے، ہر وقت گھر میں پڑا رہے تو اس کو گھر کا مزہ آئے گا؟

فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا میں حضور ﷺ کی عظیم الشان محبوبیت ہے

تو دونوں کے عنوان میں فرق ہے۔ جو نبی کو عطا ہو رہا ہے اور جو ولی یعنی صحابہ کو عطا ہو رہا ہے دونوں کے عنوان میں فرق ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا صحابہ سے فَاِنَّکُمۡ بِاَعۡیُنِنَا نہیں فرمایا کیونکہ نبی کے لیے جو عنوان ہے اُس میں پیار زیادہ ہے کہ اے نبی! آپ ہر وقت میری نظروں میں ہیں، میں ہر وقت آپ کے حالات سے باخبر ہوں اور اَعۡیُنُ جمع کا صیغہ فرمایا یعنی بے شمار غیر محدود نگاہوں سے ہم ہر وقت آپ کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ حقوقِ الوہیت جو میرا نبی دواماً ادا کرسکتا ہے اے صحابہ! تم نہیں کر سکتے لہٰذا دوامِ نسبتِ نبوت پر دوامِ نعمت کے بیان کے لیے جملہ اسمیہ سے فرمایا فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا کیونکہ جملہ اسمیہ میں ثبوت و دوام ہوتا ہے، میری عنایت آپ پر ہمہ وقت ہے اور صحابہ کے لیے جملہ فعلیہ سے فرمایا یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَمَثۡوٰىکُمۡ جس سے معلوم ہوا کہ غیر نبی کے ساتھ عنایت میں ایسا ثبوت و دوام نہیں ہوسکتا جو نبی کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ نبی کی نسبت مع اللہ میں دوام ہوتا ہے اس لیے عنایتِ الٰہیہ میں بھی دوام ہوتا ہے۔ غیر نبی کی نسبت میں ایسا دوام نہیں ہوسکتا اس لیے غیر نبی کے ساتھ عنایت کبھی تبدیل بھی ہو سکتی ہے جیسے بعض لوگ پہلے بظاہر مسلمان تھے بعد میں مرتد ہو گئے۔

آیت یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَمَثۡوٰىکُمۡ میں علم سے کیا مراد ہے؟

یہاں علم سے مراد فقط علم نہیں ہے بلکہ علم العنایات ہے یعنی علم عنایت کے ساتھ ہے ورنہ اللہ کو تو ابوجہل اور ابولہب کا بھی علم تھا لیکن ان کے اوپر عنایت

نہیں تھی۔ یہاں یَعْلَمُ سے مقصود لطف و کرم کا اظہار ہے کہ میرا کرم، میری رحمت اور عنایت تم لوگوں پر ہے کہ بازاروں میں تمہارے چلنے پھرنے اور گھروں میں سونے سے میں باخبر ہوں۔ اس آیت میں صحابہ کے لیے کتنا پیار و شفقت ہے۔ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوبیت آپ کی نبوت کے شایانِ شان ہے اور نبی کا درجہ کسی کو کیسے مل سکتا ہے لہٰذا نبی کی شانِ محبوبیت اور صحابہ کی شانِ محبوبیت میں فرق ہے لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کو کیا مزہ آیا ہوگا اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

لہٰذا جو شخص ہر وقت شیخ کے ساتھ رہے اس کو ہر وقت اکرامِ شیخ لازم ہے اور ہر وقت اکرامِ شیخ کے لیے اس پر ہر وقت حضورِ حق کا ہونا لازم ہے یعنی حق تعالیٰ کا استحضار ہر وقت اس پر غالب رہے۔ دوامِ حضور مع الحق جس کو نصیب ہو وہ اکرامِ شیخ علی الدوام کرسکتا ہے لہٰذا جو لوگ رات دن شیخ کے ساتھ رہیں ان پر لازم ہے کہ دوامِ حضورِ حق کا مقام حاصل کریں، کسی وقت بھی خدا سے غافل نہ رہیں۔

ہنسی کے وقت کا مراقبہ

ہنسنے میں بھی خیال رکھیں کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے جیسے بچے ہنستے ہیں تو باپ کو اچھا معلوم ہوتا ہے اور بچے غمگین ہو جائیں تو باپ کو بھی غم ہوتا ہے اس لیے ہنسنے میں یہ نیت کرو کہ ہم لوگ ہنس رہے ہیں تو اللہ خوش ہو رہے ہیں اور جو شخص ہنسی مذاق میں اللہ کو بھول گیا وہ لطفِ حیات سے محروم ہو گیا، ایک لمحہ کے لیے جو خالقِ حیات سے بے خبر ہے اس کی اتنی دیر کی حیات لطف سے خالی ہے کیونکہ جب خالقِ لطف سے بے خبر ہو گیا تو لطف کہاں سے آئے گا۔

جینے کا لطف حاصل کرنے کا طریقہ

اس لیے جو ہر وقت یہ سوچے گا کہ اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اس کی زندگی ہر

وقت لطف میں رہے گی، اس کا ہنسنا بولنا کھانا پینا سب میں لطف رہے گا۔ایک شخص تو وہ ہے جو جانور کی طرح سے جیتا ہے کچھ پتا ہی نہیں کہ میں کون ہوں، میرا مالک کون ہے اور ایک وہ شخص ہے جو سوچ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے دیکھ رہے ہیں کہ میرا بندہ اپنا وطن چھوڑ کر، اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر، اپنی راحت کو چھوڑ کر میرے دین کی خاطر ری یونین میں آیا ہوا ہے اور میرے دین کی باتیں سکھا رہا ہے تو بتایئے! اس مراقبہ سے لطف بڑھ گیا کہ نہیں ورنہ وطن بھی چھوٹے گا اور پردیس کا مزہ بھی نہیں ملے گا، خسارہ ہی خسارہ ہے، نقصان ہی نقصان ہے، جو حیات خالقِ حیات سے غافل ہوتی ہے وہ خسارہ میں ہے لہٰذا میر صاحب کو یہ تنبیہہ کی جارہی ہے کہ اپنے کھانے پینے میں، ہنسنے میں، مسکرانے میں، لطیفہ میں، سموسہ کھانے میں اور ہری مرچ جب کھایا کریں تو خاص مراقبہ کریں کہ یہ ہری مرچ اللہ نے پیدا کی ہے جو مجھے بہت مرغوب اور پسند ہے اور یہ جو میری زبان میں تیزی پیدا کر رہی ہے اس میں یہ خاصیت اللہ نے رکھی ہے اور پھر یہ کہیں کہ واہ رے میرے اللہ! آپ عشرت کو کیسی مزے دار چیزیں کھلا رہے ہیں تب ان کے لیے ہری مرچ کھانا بھی عبادت ہوجائے گی اور اگر ایسے ہی کھاتا رہے آسمان سے دور زمین پر دھرا ہوا تو پھر لطفِ حیات کہاں؟

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقامِ حضوری

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور مع الحق کا جو مقام حاصل تھا، اللہ کے ساتھ ہر وقت جو حضوری حاصل تھی اس وجہ سے ہر وقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام میں اعلیٰ ترین مقام پر تھے کیونکہ امت میں کسی امتی کا ایمان ان سے بڑھ کے نہیں ہے چنانچہ عین جنگِ بدر کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد دعا شروع کی تو فجر کی اذان ہوگئی اور

آپ اتنا زیادہ گڑگڑائے اور آپ کے دستِ مبارک بہت اونچے اُٹھ گئے اور جسمِ مبارک کے ہلنے سے آپ کی چادر گرگئی فَسَقَطَ رِدَاءُ ہٗ فَاَخَذَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ تو حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ لیا اور زمین پر نہیں گرنے دیا فَوَضَعَہٗ عَلٰی مَنْکَبِیْہِ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر دوبارہ ڈال دیا، اس کے بعد جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زیادہ روئے تو حضرت ابوبکر صدیق پر ایک کیفیت طاری ہوگئی، غلبۂ حال ہوگیا فَالْتَزَمَہٗ آپ کی پشتِ مبارک کے جانب سے چمٹ گئے لیکن اس وقت بھی وہ اللہ سے باخبر تھے اس لیے اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کا پورا خیال رکھا اور یوں نہیں کہا کہ اب مجھ سے برداشت نہیں ہورہا ہے بلکہ یہ کہا کَفَاکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مُنَاشَدَتُکَ رَبَّکَ اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ دعا آپ کے لیے کافی ہوگئی، اب آپ زیادہ نہ روئیے آپ کا اپنے رب سے اتنا مناشدہ آپ کے لیے کافی ہے، دیکھئے یہاں بھی انہوں نے اللہ کو یاد کیا، یعنی زمین پر رہتے ہوئے بھی اس وقت صدیقِ اکبر آسمان پر تھے اور اللہ سے باخبر تھے اور یہ بھی عرض کیا فَاِنَّہٗ سَیُنْجِزُ لَکَ مَا وَعَدَکَ اور اللہ اپنا وعدہ عنقریب پورا کردے گا جیسے ہی حضرت صدیق اکبر کے منہ سے یہ نکلا جبرئیل علیہ السلام آگئے، حضرت صدیق اکبر آسمانی تھے اس لیے آسمانی پیغمبر کے اکرام میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ وہ رہے جو ہر وقت آسمانی رہے، جو آسمان میں رہتے ہوئے اپنے شیخ کے ساتھ رہے گا شیخ کے اکرام میں اس سے غلطی نہیں ہوگی یعنی اللہ کا تعلق اس پر ہر وقت قائم و دائم رہے گا پھر وہ شیخ کے اکرام میں ان شاء اللہ ہر وقت چوکنا رہے گا کیونکہ اس کو دھیان رہے گا کہ میں اپنے شیخ، رہبرِ منزل، اللہ تک پہنچانے والے کے ساتھ ہوں۔

خشیت اور ذکر کا ربط

بارہ بجے دوپہر مولانا رشید بزرگ حضرت والا سے ملاقات کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میرا سفر ہندوستان کا ہوا تھا لیکن میں فلاں بزرگ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے نہ جاسکا جس کا میرے قلب پر بہت اثر ہے اور بہت وَساوِس نے گھیر لیا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کا یہ غم بالکل غیر شرعی ہے اور یہ وساوسِ شیطانیہ ہیں، شیطان اگر کچھ گناہ نہیں کراسکتا تو ایسے غموں میں مومن کو مشغول کردیتا ہے جس سے وہ غمگین رہے، کبھی وہ غیرِ دین کو دین بنا کر پیش کرتا ہے اور کبھی ادنیٰ دین میں مشغول کرکے اعلیٰ دین سے محروم کرتا ہے۔ کراچی میں مجھ سے تعلق رکھنے والے کتنے علماء آتے ہیں میں نے کبھی ان سے نہیں کہا کہ آپ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے لیے جائیں، میرے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف لاتے ہیں لیکن کبھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جانے کا اہتمام نہیں کیا، کبھی چلے گئے لیکن اکثر نہیں جاتے لہٰذا آپ اللہ سے استغفار کریں کہ اے اللہ! میں نے اپنے دل کو بے کار پریشان کیا، میرا یہ غم قابلِ غم نہیں تھا اور یہ دعا پڑھیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ﴾

اے اللہ! میرے دل کے وساوس کو اپنی محبت اور اپنا ذکر بنا دیجئے، آپ کہیں گے کہ خَشْیَتَکَ کا ترجمہ محبت کیوں کیا؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ خشیت وہ خوف ہے جو محبت کے ساتھ ہو اور خوف میں محبت نہیں ہوتی جیسے سانپ سے صرف خوف ہوتا ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ مجھے سانپ سے خشیت ہے اور خشیت کو مقدم فرمایا کہ سبب ہے اور ذکر مسبب ہے یعنی اللہ کو وہی

یاد کرتا ہے جس کے دل میں خشیت ہوتی ہے بس خشیت اتنی مطلوب ہے جس پر ذکر کا ترتب ہو جائے اور تم ذکر میں مشغول رہو۔ حضرت والا کی اس تقریر سے مولانا موصوف کو اطمینان ہو گیا۔

ادب راحت رسانی کا نام ہے

تقریباً دو بجے خانقاہ میں عبدالعزیز صاحب نے عرض کیا کہ اب ہم لوگوں نے یہ طے کیا ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی حضرت والا کے ساتھ کراچی تک جائے گا، پہلے نیروبی تک جانے کا خیال تھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جو شخص شیخ کے آرام کے لیے سفر کرسکتا ہے اور کوئی موانع بھی نہ ہوں جبکہ سفر بھی ایسا ہو کہ جس میں تکلیف پہنچنے کا احتمال بھی ہو پھر بھی شیخ کے ساتھ سفر نہ کرے تو اگرچہ شرعاً کوئی اِشکال وارد نہ ہو لیکن ایسا شخص باطنی برکات سے محروم ہو جائے گا کیونکہ اس نے اکرامِ شیخ اور راحت رسانی کا حق ادا نہیں کیا اور اس سے دین کا کام نہیں لیا جائے گا، نہ اس کو انصار ملیں گے۔ تمام اکابر اولیاء کا اجماع ہے کہ جس نے اپنے شیخ پر اپنی جان فدا کی اتنا ہی اُس پر اللہ کا فضل ہوا اور دین کا کام ایسے ہی لوگوں سے لیا گیا۔

ہاں اگر سفر میں تکلیف پہنچنے کا احتمال نہ ہوتا مثلاً یہاں سے جہاز اُڑ کر کراچی میں اُترتا تو پھر میں کسی کو ساتھ نہ لے کر جاتا کیونکہ مسلمانوں کے پیسہ کا خون تھوڑی کرنا ہے، اسی پیسے سے کوئی دوسرا دین کا کام ہوتا لیکن اگر رہبر ساتھ نہ ہو تو سفر میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں، اگر آتے وقت عبدالعزیز ساتھ نہ ہوتے تو ماریشس میں بڑی پریشانی ہو جاتی کیونکہ ایئرپورٹ پر انہوں نے کہہ دیا کہ ہمارے پاس سیٹ کی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں۔ یہ تو عبدالعزیز نے سرگرمی دکھائی فرانسیسی میں گفتگو کی تو پھر اس نے کام کیا، اگر عبدالعزیز نہ ہوتے تو ہم اور

میر صاحب کیا کرتے؟ زبان بھی نہیں جانتے تھے، صبر کر کے بیٹھے رہتے اور کتنی پریشانی ہوتی۔ پھر مزاحاً فرمایا کہ الیکشن والا معاملہ نہ کرو کہ ووٹ ڈالنے کے لیے تو گاڑیوں میں لائے اور ہر وقت آگے پیچھے تھے لیکن بیلٹ باکس میں ووٹ ڈالنے کے بعد اب پوچھتے بھی نہیں یعنی زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ اب خود واپس جائیے ہمارا کام ہوگیا۔ تو یہ الیکشن کا راستہ نہیں ہے، یہ اللہ کا راستہ ہے۔

کھانے کے آداب

اس کے بعد دسترخوان بچھا دیا گیا اور جب کھانا شروع ہوا تو ایک صاحب جو حضرت والا کے متعلقین میں سے ہیں وہ حضرت والا کے قریب ہی بیٹھے تھے اور کھانے میں منہ سے چَپ چَپ کی آواز آرہی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کھاتے وقت منہ سے آواز نہیں آنی چاہیے اس سے طبیعت مالش کرنے لگتی ہے۔

ہمارے بزرگوں نے ہمیں کھانے کا طریقہ بھی سکھایا، اگر وہ نہ سِکھاتے تو ہم آپ کو کیسے سِکھاتے؟ یہ اُنہی کا سکھایا ہوا ہے کہ کھانے میں منہ سے آواز نہ آئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ منہ بند کر کے لقمہ چباؤ اور پلیٹ میں چاولوں پر دال سالن ڈال کر ایک ساتھ نہ ملاؤ جیسے گائے بھینس کو سانی کی جاتی ہے بلکہ تھوڑا تھوڑا سالن اور چاول اپنے سامنے سے ملاتے رہو اور کھاتے رہو ویسے بھی حکم ہے **کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ** اپنے سامنے سے کھاؤ اور کھانے میں سڑپ سڑپ کی آواز بھی نہ ہو۔

پھولپور میں ایک مولوی صاحب آئے، حضرت کے مہمان ہوئے، دوپہر کو دسترخوان پر انھوں نے روٹی کا نوالہ اس طرح بنایا جیسے خول ہوتا ہے، ہندوستان میں اس کو چونگا کہتے ہیں اور اس کے اندر دال بھر بھر کے کھانے

لگے۔ بعد میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تنہائی میں فرمایا کہ اب ان کو کھانا الگ بھجوانا، میں ان کے ساتھ نہیں کھا سکتا کیونکہ ساتھ کھانے کے آداب سے یہ شخص واقف نہیں۔

نذر عباداتِ مقصودہ میں ہوتی ہے

دورانِ گفتگو ایک صاحب کے تبلیغی چلہ پر جانے کا ذکر آ گیا۔ ایک تبلیغی دوست نے کہا کہ چونکہ انہوں نے لکھوا دیا تھا لہٰذا اب ان کا جانا ضروری ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ حیدرآباد سندھ میں میرے ایک دوست حافظ عبدالرحیم صاحب نے بتایا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ ایک چلہ لگاؤں گا لیکن بعض وجوہات سے نہ جا سکا تو انہوں نے کہا کہ میں نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے تبلیغ کے چلہ کی نذر مانی تھی لیکن نہ جا سکا تو اب اس کا کیا کفارہ ہے؟ کیا میں خود چلہ لگاؤں یا اپنی طرف سے کسی کو بھیج دوں؟ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ نذر عباداتِ مقصودہ میں ہوتی ہے اور چلہ پر جانا عباداتِ مقصودہ میں نہیں ہے لہٰذا نذر واقع ہی نہیں ہوئی، نہ آپ کا چلہ پر جانا ضروری ہے اور نہ اپنی طرف سے کسی کو بھیجنا ضروری ہے۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ یہ فتویٰ تو بہت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس وجہ سے پریشان رہتے ہیں کہ ہم نے نام لکھوا دیا تھا لیکن جا نہیں سکے لہٰذا اس فتویٰ کی ایک کاپی میں نے لے لی جس پر باقاعدہ حضرت مفتی اعظم پاکستان کے دستخط اور دارالعلوم کی مہر ہے۔ مولانا داؤد سے فرمایا کہ کراچی سے آپ بھی اس کی ایک نقل منگوا کر یہاں رکھیں۔

اسی طرح ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں نے ایک نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں آپ کو دس ہزار روپیہ دوں گا چنانچہ میرا کام ہو گیا ہے

اب میں آپ کو دس ہزار روپیہ دینا چاہتا ہوں، اب میں بہت پریشان ہوا کیونکہ نذر کا روپیہ غنی نہیں لے سکتا یہ غریبوں کا حق ہے چنانچہ میں نے ایک بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے ہنس کر فرمایا کہ پیر کو ہدیہ دینا عباداتِ مقصودہ میں سے نہیں ہے، یہ نذر ہی نہیں ہوئی، لہٰذا روپیہ لے لو۔ واقعی علماء کا دم بہت غنیمت ہے، اگر مفتی صاحب سے نہ پوچھتا تو بلاوجہ دس ہزار کا نقصان ہوجاتا، اگر یہ علماء نہ ہوتے تو دین کی حفاظت مشکل ہوجاتی اور لوگ گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہوجاتے۔

نگاہ پر احکام جاری کرنے کا حق

آج شام بعد مغرب مولانا اسماعیل صاحب جو تفسیر میں حضرت والا کے شاگرد ہیں اور کراچی میں انہوں نے حضرت والا سے تفسیر پڑھی ہے انہوں نے احقر راقم الحروف کو بتایا کہ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهُ عَيْنَيْنِ کی آیت پر حضرت والا نے ایک جملہ فرمایا کہ خالقِ آنکھ کو حق ہے کہ آنکھ پر احکام جاری کردے، اس کو حق ہے غضِ بصر کے حکم کا کہ فلاں کو دیکھو فلاں کو نہ دیکھو۔

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۱؍اگست ۱۹۹۳ء، بروز منگل، بعد نمازِ عشاء، ۸:۵۵ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، (سینٹ پیئر) ری یونین

علومِ متفرقہ

اشد محبت اور اس کا طریقۂ حصول

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ
وَ اَھْلِیْ وَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ

(سنن ترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدة التسبیح بالید، ج: ۲، ص: ۱۸۷)

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے جس میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کی تفسیر فرمائی ہے۔ تفسیر وہی معتبر ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کی تفسیر معتبر ہوسکتی ہے؟ لہٰذا اشد محبت کی تفسیر کیا ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے دونوں چیزیں اس میں بیان ہوگئیں۔ بخاری شریف کی اس حدیث میں اشد محبت کیا ہے؟ اس کا معیار کیا ہے؟ اس کے حدود اربعہ کیا ہیں؟ اس کا جغرافیہ کیا ہے اور اس کی تاریخ کیا ہے؟ ان سب کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص میں اللہ کی اشد محبت ہے؟ اس کے جغرافیہ سے پتا چل جائے گا، راستہ میں، سڑکوں پر چلتے ہوئے، ریلوں میں، ائیر پورٹ پر، اسٹیشنوں پر مارکیٹوں میں ظاہر ہوجائے گا کہ اس کے دل میں دنیا کی محبت اشد ہے یا اللہ کی محبت اشد ہے، یہ اس کا جغرافیہ ہے، اگر اس نے تقویٰ سے اپنے دن گذارے تو اس کی زندگی کی تاریخ نورِ تقویٰ سے روشن ہورہی ہے۔ سمجھ لیا آپ نے، میں آپ کو تاریخ بھی پڑھا رہا ہوں اور جغرافیہ بھی پڑھا رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث کے پہلے جملہ میں اللہ کی اشد محبت حاصل کرنے کا نسخہ بیان فرمایا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ اس میں حُبَّکَ سے مراد اللہ سے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ مانگنا ہے اَلْمُطْلَقُ اِذَا اُطْلِقَ یُرَادُ بِہِ الْفَرْدُ الْکَامِلُ جب کوئی لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے فردِ کامل مراد لیا جاتا ہے اور زبانِ نبوت سے جب مطلق لفظ استعمال کیا جائے گا تو اس کا فردِ کامل قرآن پاک کے معیار پر بیان کیا جائے گا کیونکہ نبی مفسر ہے اللہ کے کلام کا لہٰذا یہاں مراد اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ

اَسْئَلُکَ حُبَّکَ سے یہ ہے کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور اتنی محبت مانگتا ہوں کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کا مصداق ہوجاؤں اور مجھے یہ انعام مل جائے کہ میرے اس بندے کے قلب میں اللہ کی محبت شدید نہیں اشد ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ اشد محبت ملے گی کیسے؟ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت کے بڑے پرانے خلفاء میں سے تھے اور تیس برس حضرت کی صحبت اُٹھائی تھی، آج لوگوں کو شیخ کے پاس چلہ لگانا بھی گراں معلوم ہوتا ہے، بزرگوں نے کتنے کتنے سال اپنے بزرگوں کی صحبت اٹھائی تب جا کر چمکے، ان کے قلب کا کباب خوشبودار ہوگیا، مجاہدہ کی گرمی سے ان کے کباب کی محلّہ محلّہ کیا سارے عالم میں خوشبو پھیل گئی۔ آج اسی کی کمی ہے، اس کی اہمیت ہی دلوں سے نکل گئی۔ جو علماء آج یہاں موجود نہیں ان کو سنا دینا کہ اب میں نے چالیس دن سے گھٹا کر بیس دن کر دیا ہے کہ اگر کوئی مولوی بوجہ کمیٹی کے خوف کے چلہ نہیں دے سکتا کہ اس کی چھٹی منظور نہیں ہوگی، ملازمت چلی جائے گی تو وہ شیخ کے یہاں بیس دن ہی لگالے۔ حاجی صاحب نے دو سال کو چھ مہینے سے تبدیل فرمادیا تھا اور حکیم الامت نے چھ مہینے کو چالیس دن میں تبدیل فرمایا اور حکیم الامت کے ادنیٰ خادم نے چالیس دن کو بیس دن میں تبدیل کردیا (کسی صاحب نے درمیان میں کہا کہ اکیس دن ہونے چاہئیں) تو حضرت والا نے مزاحاً ارشاد فرمایا کہ اکیس دن نہیں وہ کوئی مرغی کے انڈے تھوڑی ہیں، انسان ہیں، اتنی زیادہ مشابہت مت پیدا کرو ورنہ یہ سمجھیں گے کہ ہم کو انڈا بنادیا، ہاں برکت کے لیے طاق عدد کرلیا جائے تو اچھا ہے۔ تو مولانا لوگوں کو بتا دینا جو ہمارے خاص ہیں کہ اگر کسی کے لیے چلہ مشکل ہے تو جن کا مجھ سے اصلاحی تعلق ہے انہیں بیس دن کی چھٹی تو ملتی ہی ہے تو وہ جنوری میں بیس دن مجھے دے دیں

اور دو تین دن یہاں آنے جانے میں لگ جائیں گے، دو دن آنے میں اور دو دن جانے میں اور دو دن آرام بھی کرلیں تاکہ پڑھانے کے اور امامت کے فرائض صحیح انجام دے سکیں۔ اور بیوی کے لیے مال مصالحہ کی بازار سے مارکیٹنگ کرلیں۔ لہٰذا انہیں یہ بتادینا کہ بجائے چلہ کے میں نے اجتہاد کیا ہے کیونکہ یہ چالیس دن کی بات کوئی نصِ قطعی تو ہے نہیں۔ لہٰذا جیسے حاجی صاحب نے اجتہاد فرمایا تھا کہ دو سال کی مدتِ تزکیۂ نفس کو چھ مہینے میں تبدیل فرمایا، حکیم الامت نے چھ مہینے کو چالیس دن میں اور حکیم الامت کے ایک ادنیٰ حکیم نے (میں حکیم الامت تو نہیں ہوں لیکن حکیم تو ہوں، میں نے حکمت پڑھی ہے) اس کو بیس دن کردیا ہے کیونکہ میں نے حالات کو دیکھا ہے مگر تاجروں کے لیے یہ رعایت نہیں ہوگی۔ یہ مولویوں کے لیے ہے جو بیچارے کہیں امامت میں ہیں، کہیں مدرسوں میں ہیں، ان کو چھٹی نہیں ملتی۔ تاجر کو کیا ہے بیٹے جوان ہوجائیں بس اپنی جگہ کسی کو رکھو تھوڑی سی تنخواہ زیادہ دو، جنرل منیجر رکھو جو تمہارا کاروبار سنبھال لے اور اولاد کو اس کا نگران رکھ دو۔ جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان کو یہ بتادینا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ جو غائب لوگ ہیں ان کو بتلادو کہ علماء کے لیے مال سستا ہوگیا ہے۔ تاجر طبقہ میں بھی اگر کوئی مجبور ہے، کوئی بزنس کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے تو اس کے لیے بھی بیس دن کافی ہیں لیکن اگر اس کے پاس فرصت ہے تو اس کے لیے چلہ ضروری ہے اور جو لوگ تبلیغ میں چلہ لگاتے ہیں چلہ سے فارغ ہوکر ان کو بھی کسی خانقاہ میں جانا چاہیے جیسے کہ بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں تبلیغ میں جاکر آتا ہوں تو جس طرح سے موٹر کی ٹیوننگ کرانی پڑتی ہے اس کے پرزوں پر جو گرد و غبار لگ جاتا ہے تو پھر گیرج میں داخل کرکے اس کی دھلائی اور ٹیوننگ ہوتی ہے اسی طرح مخلوق میں میل جول سے، ہاتھ چومنے سے، تعریف کرنے سے کچھ نہ کچھ کبر کا، عجب کا،

بڑائی کا گردو غبار دل کی مشین میں آجاتا ہے تو ہم خانقاہوں میں جاتے ہیں تاکہ وہاں ہمارے دل کی ٹیوننگ ہوجائے اور اخلاص کے ساتھ ہمارا تبلیغ میں نکلنا قبول ہوجائے اور بڑائی اور تکبر نہ آئے۔ یہ ہمارے بڑوں کا عمل ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، اُن ہی سے خلافت ملی تھی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قول تو میں نے اپنے مرشد شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے ہمارے خلیل کو نسبتِ صحابہ عطا فرمائی ہے، یہ جملہ میں نے بارہا اپنے شیخ سے سنا جو ایک ہی واسطے سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں یعنی میرے شیخ کے استاذ مولانا عبدالماجد رامپوری اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا یحییٰ صاحب یہ دونوں مولانا گنگوہی کے شاگرد ہیں اور ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ مولانا یحییٰ صاحب تو مولانا گنگوہی سے بیعت تھے اور مولانا عبدالماجد صاحب رامپوری نے اپنے آپ کو بیعت ہونے سے آزاد رکھا ہوا تھا، اس بات کا غم مولانا یحییٰ صاحب کو بہت تھا کہ اتنا بڑا قطب ملا ہوا ہے اور یہ صرف شاگرد بنا ہوا ہے۔ انہوں نے بہت سمجھایا مگر ان کی طبیعت میں تھوڑی سی آزادی تھی لہٰذا انہوں نے کہا بھئی ہمارا دل پیری مریدی کو قبول نہیں کرتا ہے، مولانا یحییٰ کو اس کا غم تھا کہ اتنے بڑے قطب العالم کی بیعت سے میرا ساتھی محروم ہوگا اور اس کو مولانا گنگوہی جیسا شیخ نہیں ملے گا تو ایک دن انہوں نے ایک ترکیب نکالی اور اسی میں ان کو بیعت کروادیا جسے خود میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ ایک دن بخاری شریف کا درس ہورہا تھا اس دوران حضرت نے تھوڑا سا وقفہ کیا،

آرام کے لیے سکوت اختیار فرمایا تو مولانا یحییٰ صاحب نے کہا کہ حضرت! مولانا ماجد علی کو آپ بیعت فرمالیجئے۔ حضرت سمجھے کہ مولانا ماجد علی نے ان کو وکیل بنایا ہوا ہے حالانکہ وکیل نہیں بنایا تھا، بغیر وکالت پھنسا رہے تھے تو حضرت نے ہاتھ بڑھا دیا تو مولانا ماجد علی رامپوری اتنی بڑی نالائقی تو نہیں کرسکتے تھے کہ اتنا بڑا قطب العالم ہاتھ بڑھائے اور یہ اپنا ہاتھ یہ کہہ کر کھینچ لیں کہ حضرت میں نے ان کو وکیل نہیں بنایا تھا۔ بخاری شریف کا طالبِ علم اتنے بڑے شیخ الحدیث کے ساتھ ایسی بدتمیزی نہیں کرسکتا۔ انہوں نے استاد کے ادب سے فوراً ہاتھ بڑھا دیا اور بیعت ہوگئے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ساری زندگی مولانا ماجد علی صاحب رامپوری مولانا یحییٰ صاحب کو شکریہ کا خط بھیجتے رہے کہ اے شخص! تو میرا ساتھی تو ہے لیکن تو میرا محسنِ عظیم بھی ہے، اگر تم میری مدد نہ کرتے تو اتنے بڑے قطب العالم کے ہاتھ پر توبہ کرنے سے میں محروم رہ جاتا کیونکہ میری آزاد طبیعت قبول نہیں کررہی تھی، لہٰذا مولانا یحییٰ اللہ تم کو اس کی جزا دے، ساری زندگی روتے رہے اور شکریہ ادا کرتے رہے لیکن بتاؤ! مولانا یحییٰ صاحب نے ترکیب کیسی نکالی۔ یہ باتیں آپ کتابوں میں نہیں پائیں گے، یہ صحبت سے ملتی ہیں جو میں آپ کو سنا رہا ہوں، صحابی کا لفظ جو ہے صحبت سے ہے، دین صحبت ہی سے ملتا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ہمارے علماء حضرات کتب بینی کرتے ہیں کاش کچھ دن قطب بینی بھی کرلیں تو ان کے علم میں برکت آجائے، برکت اور محنت دونوں میں فرق ہے۔ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں کہ برکت کے معنی ہیں فیضانِ رحمتِ الٰہیہ، تو اس پر اللہ کی رحمت کی بارش ہوتی ہے، جو کسی اللہ والے

کے آگے اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے، اللہ کو اس پر رحم آجاتا ہے کہ یہ خود تو نااہل اور نالائق ہے لیکن یہ ہمارے کا ہمارا ہے، ہمارے خاص بندے کا غلام اور خادم ہے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ کی شرح

بات پر بات یاد آتی ہے، اب دو باتیں اور یاد آگئیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی اپنے درسِ حدیث میں فرماتے تھے کہ عالم کی نیند بھی عبادت ہے، وہ سو رہا ہے تو اس کا سونا بھی عبادت ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ کوئی حسی دلیل بتاؤ جو مشاہدہ میں ہو تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی کارپینٹر ہندوستان کی زبان میں اس کو بڑھئی کہتے ہیں جو دروازہ کھڑکی بناتا ہے اگر اس کا رَندہ جس سے لکڑی گھستا ہے کُند ہوجائے تو جتنی دیر تک وہ اس کو تیز کرنے کے لیے پتھر پر رگڑے گا اتنی دیر کی مزدوری دیتے ہو یا نہیں؟ اگر کوئی یہ کہے کہ بھئی تم نے اتنی دیر تک ہمارا کام نہیں کیا تو بڑھئی کیا کہے گا کہ صاحب کام تو آپ کا نہیں کیا لیکن آپ ہی کے کام سے میرا اوزار گھسا ہے لہٰذا اس کی مزدوری آپ کو دینی پڑے گی۔ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ جب عالم کتب بینی یعنی پڑھانے سے، تدریس سے یا تقریر و بیان سے تھک کر سو رہا ہو تو چونکہ اللہ ہی کے سرکاری کام میں اس کا دماغ تھکا ہے لہٰذا اس کا سونا بھی عبادت ہے، اس کی مزدوری اسے اللہ سے ملے گی۔ یہ علوم ہمارے باپ دادا کے ہیں جو سماعی ہیں، کتابوں میں مشکل سے پڑھو گے دوستو! یہ باتیں میرے شیخ فرمایا کرتے تھے۔

چھینک پر الحمدللہ کہنے کی حکمت

اس کے بعد فرمایا کہ یہ جو چھینک آنے پر الحمدللہ کہنا مسنون ہے تو اس

میں کیا راز ہے؟ تمام محدثین نے لکھا ہے کہ چھینک آنے سے دماغ کے بخارات اور بھاپ اور وزن ناک سے نکل جاتا ہے اور دماغ ہلکا ہوجاتا ہے یہ اس کا شکریہ ہے۔ لیکن مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور چیز عطا فرمائی ہے کہ چھینک کے وقت چہرہ بگڑ جاتا ہے، جس وقت چھینکنے کے لیے منہ پھیلاتا ہے اس وقت اس کی شکل اتنی ڈراؤنی ہوجاتی ہے کہ اگر وہی شکل برقرار رہے تو بیوی کو اپنا چہرہ نہیں دِکھا سکتا، گھر میں نہیں گھس سکتا، وہ ڈنڈا لے کر دوڑائے گی کہ کوئی جنات آ گیا ہے لہٰذا یہ الحمدللہ کہنا اس کا شکر ہے کہ چھینکنے کے وقت میری شکل جو بگڑ گئی تھی آپ کے کرم سے وہ پھر اپنی جگہ پر درست ہوگئی، یہ درستیٔ چہرہ کا شکریہ ہے، اب بتلائیے کبھی سنا آپ نے، یہ باتیں کتابوں میں نہیں پاؤ گے، یہ ہمارے اکابر کے علوم ہیں جو سینہ بسینہ چلے آ رہے ہیں۔

درود سے پہلے استغفار پڑھنے کا راز

ایک دفعہ بنوری ٹاؤن میں حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابرارالحق صاحب موجود تھے، مصر کے علماء اور غیر عرب کے علماء بھی تھے، وہاں ایک سوال چلا کہ صاحب پہلے ہم استغفار پڑھیں یا پہلے درود شریف پڑھیں، اس میں کیا ترتیب رکھیں؟ چونکہ ہمارے شیخ سب سے بڑے تھے لہٰذا مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور سب نے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب سے کہا کہ حضرت آپ بیان کیجیے، آپ ہم سب میں بڑے ہیں اور حکیم الامت کے خلیفہ ہیں تو حضرت نے جواب دیا کہ اس کا جواب میں وہی دے رہا ہوں جو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا جب ان سے کسی نے ایسا ہی سوال کیا تھا تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ تم کپڑا پہلے دھوتے ہو یا عطر پہلے لگاتے ہو؟ یعنی گندا کپڑا پہلے

دھوؤ گے یا عطر پہلے لگاؤ گے تو اس نے کہا کہ پہلے کپڑا دھوئیں گے تو فرمایا کہ اسی طرح پہلے استغفار کر کے اپنی روح کو دھولو پھر درود شریف کا عطر لگاؤ۔

قبولیتِ دعا کا ایک خاص عمل

اسی طرح میرے شیخ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص عمل نقل فرمایا کہ کبھی دریا یا تالاب میں نہانے کا موقع ہو تو اتنے پانی تک جاؤ جہاں ڈوبنے کا خطرہ نہ ہو، جسم کے سب کپڑے کنارے پر رکھ دو، اگر کوئی شاگرد کنارے پر ہو تو اس کو پکڑا دو، پانی اتنا ہو کہ تمہارا ستر چھپ جائے تو یہ پانی کا لباس ہو گیا، اب تھوڑا سا پانی پی لو، یہ پانی کی غذا ہو گئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کے پیٹ میں حرام غذا ہو گی یا جس کا کپڑا حرام ہو گا کتنا ہی گڑگڑائے اس کی دعا قبول نہیں ہو گی۔ اب دونوں موانع دور ہو گئے، پیٹ میں بارش کا پانی جو آسمان سے اللہ نے برسایا اور لباس بھی پانی کا جو آسمانی ہے یعنی پیٹ میں آسمانی پانی کی حلال غذا ہے اور جسم پر آسمانی لباس ہے، اب جو دعا مانگو گے قبول ہو جائے گی چنانچہ میرے شیخ نے بھی اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ پھولپور کے قریب ایک ندی تھی جس میں اتنا ہی پانی تھا، بس حضرت مجھے لے گئے اور حضرت کئی طرح سے تیرتے تھے، لیٹے لیٹے، کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے بھی تیرتے تھے، چار پانچ قسم کا تیرنا جانتے تھے اور دس سال تلوار اور لاٹھی چلانی سیکھی تھی جہاد کے لیے تو حضرت جب پانی کے اتنے اندر پہنچ گئے تو لنگی اُتار کر مجھے پکڑا دی، میں باہر کھڑا تھا پھر حضرت نے غوطہ لگایا، وضو کیا، غسل کیا اور تھوڑا سا پانی پیا، اس کے بعد دیر تک دعا مانگی پھر مجھے بتایا کہ آج میں نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ استعمال کیا۔ یہ باتیں یاد نہیں آتیں، بس آج یاد آ گئیں یہ میرے اختیار میں نہیں ہیں، نہ میں سوچتا ہوں، میں قسم کھا سکتا

ہوں کہ ان باتوں کو سنانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا، نہ میرے ذہن میں یہ علوم اس وقت مستحضر تھے لیکن اللہ سے اتنی دعا ضرور کرتا ہوں کہ اے خدا! آپ کے بندوں کے لیے جو مفید مضمون ہو وہ میری زبان سے بیان کرادیں۔

بائیں جانب تکیہ رکھنے کی سنت

میں بائیں طرف تکیہ اس لیے رکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے میری خانقاہ میں دو گھنٹے بیان کیا اور یہ واقعہ پانچ چھ سال پہلے کا ہے، جب حضرت سفر کیا کرتے تھے تو میں نے حضرت کے دائیں طرف تکیہ رکھا تو فرمایا کہ نہیں بائیں طرف تکیہ رکھنا مسنون ہے۔ میں نے سوچا کہ یا اللہ اس میں کیا راز ہے؟ کبھی راز اللہ میاں سے پوچھنے پڑتے ہیں تو دل میں خیال آیا کہ بائیں طرف دل ہے اور یہ تکیہ ہمارے قالب کے ساتھ ساتھ ہمارے قلب کا بھی سہارا ہوگا، اگر دائیں طرف رکھیں تو صرف جسم کو سہارا ملے گا، دل کو نہیں ملے گا لہٰذا سنت کا راز معلوم ہوگیا۔

روحانی آباء واجداد پر عرضِ اعمال کا استدلال

ہمارے اعمال جس طرح ہمارے باپ داداؤں کو پیش ہوتے ہیں اس طرح ہمارے روحانی باپ داداؤں کو بھی پیش ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص بیعت ہوتا ہے تو چاروں سلسلوں کے جو اولیاء اللہ عالمِ برزخ میں ہیں ان کو اطلاع دی جاتی ہے اور وہ سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! اس کو صاحبِ نسبت کردیجئے، اللہ والا بنادیجئے، ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ کی توجہ اور ان کا فیض ہوتا ہے اور یہ بات حضرت نے فرمائی، اس کی دلیل میں جلالین شریف کے مصنف علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت لکھی ہے کہ جامع صغیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اعمال دو دن پیش کرتے ہیں فَلاَ

تُؤْذُوْا مَوْتَاكُمْ تم اپنے مرنے والوں کو گندے اور نالائق اعمال کر کے اذیت نہ دو اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت مت دو کیونکہ جب اولیاء پر اعمال نامہ پیش ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تو پہلے پیش ہوگا تو اللہ ہمارے گناہوں کو چھپا دے کہ ہمارے باپ داداؤں کو بھی ان کی خبر نہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ۔ بہرحال اگر کوئی دلیل نہ بھی ہو تو بھی ہم اپنے اکابرین کے ارشادات کی روشنی کو اپنے لیے ہدایت کے چراغ سمجھتے ہیں کوئی مانے نہ مانے، ہم اس کو منوائیں گے بھی نہیں، اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم اس کو نہیں مانتے تو ٹھیک ہے نہ مانے ہم کب کہتے ہیں کہ آپ مان لیں۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی بڑے عالم اور بزرگ تھے۔ان کے ارشاد کی روشنی میں ہم اس پر عمل کرتے ہیں کہ باپ داداؤں کے آگے اعمال پیش ہونے سے اکابر نے بھی استدلال کیا ہے کہ اور اس میں روحانی باپ دادا بھی شامل ہیں چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ کی تفسیر میں بیان القرآن میں لکھا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو کافروں کے لیے کوئی رشتہ کام نہیں دے گا تو کافر کے لیے کام نہیں دے گا لیکن مومن کے لیے رشتہ کام دے گا۔حضرت نے فرمایا کہ قضیہ عکس ہوتا ہے لہٰذا اس کا مضمون مخالف ثابت ہو جائے گا اور پھر رشتے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو باپ دادا کا رشتہ کہ ہم فلاں کے بیٹے اور فلاں کے پوتے ہیں، ایک روحانی رشتہ کہ ہم فلاں سے مرید ہیں، ہمارے دادا پیر یہ تھے اور پردادا پیر یہ تھے۔ یہ اتنے بڑے حکیم الامت نے لکھا ہے جن کے علم پر آج بڑے بڑے علماء عش عش کر رہے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ اس میں صورتاً جو ہمارے رشتے ہیں جیسے باپ داداؤں کے یہ بھی مفید ہوں گے اور معناً یعنی روحانی طور پر جو رشتے ہیں، اہل اللہ سے ہماری بیعت اور

ان کی محبت وعقیدت، یہ رشتے بھی مفید ہوں گے دیکھ لو بیان القرآن جو یہاں آپ کے پاس موجود ہے، اس آیت کی تفسیر دیکھ لو، مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بس کیا کہوں، میں خوش ہو جاتا ہوں جب بزرگوں کی تائید پاتا ہوں۔

اللہ والوں کا طریقِ دعوت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب آج کی مجلس میں آدمی کم آئے ہیں، بھئی اگر ایک آدمی بھی بن جائے تو سمجھ لو محنت وصول ہوگئی۔ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ تھانہ بھون میں ظہر سے عصر تک مجلس کرتے تھے اور روزانہ پچاس ساٹھ آدمی ہوتے تھے، ایک دن ایسا ہوا کہ ایک آدمی بھی نہیں آیا، حضرت ظہر سے عصر تک وہیں بیٹھے رہے اور کہا کہ یا اللہ! دوکان لگانا ہمارا کام ہے، گاہک بھیجنا آپ کا کام ہے، میں نے آپ کی محبت کی دوکان لگائی ہے، اب کوئی آئے نہ آئے ہم تو ڈیوٹی دے رہے ہیں، ہماری محنت تو وصول ہو جائے گی، اللہ کا فضل مل جائے گا۔ یہ ہمارے اکابر کا طریقہ ہے، مجھے خود پتا نہیں تھا کہ میں آج کیا بیان کروں گا، میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو کبھی پہلے سے پتہ نہیں ہوتا کہ میں آج یہ بیان کروں گا، لیکن دو رکعات صلوٰۃ الحاجات پڑھ کر دعا کرتا ہوں پھر بیان کرتا ہوں۔ میرے شیخ نے ایک وظیفہ بھی بتایا تھا کہ سات مرتبہ یہ پڑھ لیا کرو:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ﴾

اور ایک اسم اعظم بھی بتایا تھا:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾

یہ اسمِ اعظم میری کتاب کشکولِ معرفت میں بھی ہے، اس کتاب میں

سارے اسم اعظم میں نے جمع کیے ہیں، اس کے بعد اپنے بزرگوں کا بھی واسطہ دیتا ہوں جن کی جوتیاں اٹھائی ہیں تو ان کی برکت سے مفید مضامین عطا ہوجاتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج یہ مضمون بیان کروں گا، اس کا تصور بھی نہیں تھا بلکہ میں نے یہ سوچا تھا کہ کل کا جو وعدہ تھا اسے پورا کروں گا لیکن دیکھئے! آج کے متفرقات کیسے ہیں؟ یہ متفرق مٹھائیاں ہیں، ایک قسم کی نہیں ہے، اس میں گلاب جامن بھی ہے، امرتی بھی ہے، پیڑا بھی ہے، مختلف مضامین اللہ نے آج بیان کرادیئے، بس اللہ پاک قبول فرمائیں۔

علم کی نعمت بھی ایک لذت ہے۔ علم پر ایک بات بتاتا ہوں، مولانا ابرارالحق صاحب نے حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میرا دورۂ امتحان ہو رہا ہے، میں کیا پڑھوں کہ اوّل نمبر پاس ہوجاؤں۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ یَا عَلِیْمُ پڑھو۔ حکیم الامت اپنے خلیفہ کو بتا رہے ہیں جو دورۂ حدیث کا امتحان دے رہے تھے اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کالج کے لڑکوں کو بھی یہی وظیفہ بتادیتے ہیں۔

پیر سے پیار کا فیض

فرمایا کہ آپ کے ری یونین میں ایک دوست جو حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہیں ان کا یہ جملہ مجھے بہت اچھا لگا کہ ان کو اپنے پیر سے بہت پیار ہے۔ واقعی پیر سے پیار ہونا ہی چاہیے کیونکہ پیر میں بھی پ ی ر ہے اور ایک الف بڑھا دیا تو پیار ہوجاتا ہے تو یہ دونوں الفاظ قریب اللغت ہیں یعنی لغت کے لحاظ سے قریب ہیں، پیار اور پیر اور جس کو پیر کی محبت نہیں ملی اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اس کی حسی دلیل بھی بتاتا ہوں۔

پاکستان کے ایک علاقہ ٹنڈو جام میں دیسی آم کو لنگڑا آم بنایا جاتا ہے،

دیسی آم کی شاخ کو لنگڑے آم کی شاخ سے پیوند کر کے کس کے پٹی باندھتے ہیں تو میں نے سائنس کے اسٹوڈنٹ سے سوال کیا کہ اتنا کس کے کیوں باندھتے ہو؟ اس نے کہا کہ اگر تعلق ڈھیلا ہوگا تو لنگڑے آم کی خاصیت ولذت اس میں نہیں آئے گی، دیسی کا دیسی رہے گا۔ معلوم ہوا کہ پیر سے پیار اس کے تعلق کو قوی کر دے گا اور جب تعلق قوی ہوگا تو پیر کا سارا فیض اس میں منتقل ہو جائے گا اور جو پیر کے پیار سے محروم ہے وہ بہت سخت محروم ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ شیخ کو پیر کیوں کہتے ہیں؟ پیر کے ایک معنی تو بڑھے کے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ پیری آگئی یعنی بڑھاپا آ گیا اور پیر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو دل کی پیرا نکال دے، پیرا کہتے ہیں درد کو یعنی اس سے روحانی بیماریوں کو شِفا ہو، دل کی پیرا نکالنے والا ہو۔

بس اب دعا کرو کہ اللہ اپنی رحمت سے ان گذارشات کو قبول فرمائے اور میرے جن دوستوں نے ان کو سنا اُن کو آگے سنانے کی توفیق عطا فرمائے فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ جو آج تشریف نہیں لائے ان تک میرے ان علوم کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے یا اللہ یہ سب باتیں فرانسیسی زبان میں شائع فرما دے اور میرے دوستوں کو توفیق دے ان کو ترجمہ کرنے اور چھاپنے کی، اس بات کی سب لوگ اجتماعی فکر کریں۔

مولانا داؤد نے میرے دو رسالوں کا ترجمہ کیا ہے ایک تو حقوق النساء اور ایک یہاں محضرِ علماء میں بیان ہوا تھا منازلِ سلوک دونوں کا رب العالمین نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرا دیا، یا اللہ! اس کے لیے مولانا داؤد کی محنت کو قبول فرما اور آج جو باتیں آپ نے سنیں ان کو بھی چھاپنا چاہتے ہیں، اس کے لیے ہم سب کو اجتماعی فکر کی توفیق دے دے، میرے دوست احباب نے آپس میں اس کے چھاپنے کے لیے جو وسائل اختیار کیے ہیں اس میں اللہ ان کو شرکت کی توفیق

دے۔

اور اس مجلس میں میری گذارشات کو قبول فرما اس مجلس کو قبول فرما اور ہم سب کو مقبول بنالے اور ہمارے گھر والوں کو بھی، دوست احباب کو بھی، حاضرین کو بھی اور غائبین کو بھی کسی کو محروم نہ فرما۔ اے اللہ! آپ کی شان بہت بڑی ہے، آپ کا نام بہت بڑا ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے، اتنا بڑا کرم ہم سب پر کردیجئے۔

اگر دل میں کوئی مضمون نہ آئے تو ہم کیا بولیں گے، یہ اللہ کا کرم ہے، آپ لوگوں کے خلوص وطلب کی برکت ہے، ہم اتنی دور سے آئے اور اگر کچھ نہ بولیں تو آپ کا دل کھٹا ہوتا کہ نہیں؟ تو یہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ایسے عالی مضامین میرے قلب کو عطا فرمائے، جب اللہ اپنی رحمت سے کسی کام کے لیے اپنے کسی بندے کو منتخب کرتا ہے تو اس کی مدد بھی فرماتا ہے اور میں اپنے شیخ کے بتائے ہوئے اس نسخہ پر بھی عمل کرتا ہوں کہ اے اللہ! جو مفید مضامین ہوں وہ میرے دل میں ڈال دیجیے تو الحمد للہ! آج کا مضمون بہت عجیب وغریب تھا، خود مجھے بھی تعجب ہے، ہر بات متفرق ہے، گو کہ مضامین میں آپس میں کوئی جوڑ نہیں لیکن ہر مضمون مفید ہے، بس اللہ ہی کا شکر ہے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ الخ کی عجیب تشریح

ایک مرتبہ مجھے بخاری شریف پڑھاتے ہوئے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پڑھی:

﴿ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ ﴾

(المشکوۃ، کتاب الدعوات، باب الاستعاذۃ)

اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو دے برف کے پانی سے اور اولے کے پانی

سے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت یہ برف کے پانی سے اور اولے کے پانی سے گناہوں کو دھونے میں کیا راز ہے؟ حدیث میں یہ مثالیں کیوں دی گئی ہیں؟ حضرت نے فوراً آنکھیں بند کرلیں، سر جھکالیا اور مشکل سے چند سیکنڈ گذرے ہوں گے کہ فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب جواب آ گیا۔ آہ! ایسے بزرگ ہیں جن کی صحبت اللہ نے اختر کو عطا فرمائی جن کو آسمان سے علوم عطا ہوتے تھے، حالانکہ ہمارا کوئی استحقاق نہیں تھا، بغیر استحقاق کے اُس کریم رب نے مجھے اپنے مقبول بندہ کی صحبت نصیب فرمائی جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور اللہ پاک نے ایسی صحبتیں ایک دو دن نہیں پندرہ سال عطا فرمائیں۔

مثنوی مولانا روم کی جو شرح میں نے کی ہے وہ حضرت ہی کے فیض کا صدقہ ہے ورنہ مثنوی کی شرح کرنا آسان تھوڑی ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب کے سوال کا حضرت نے جواب دیا کہ گناہ سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ایک گرمی اور دوسرے ظلمت یعنی اندھیرا، یہ ہر گناہ کی خاصیت ہے اس لیے آپ گنہگار کی پیشانی پر ہاتھ رکھیں تو گرم ہوگا، گندے خیالات سے بھی آدمی کا بدن گرم ہوجاتا ہے، غرض ہر معصیت کے لیے حرارت اور ظلمت ضروری ہے لہٰذا برف کے پانی سے تو حرارت ختم کرادی اور اندھیرا اولے کے پانی سے ختم ہوگیا چونکہ اولے کا پانی سفید اور چمکدار ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گناہوں کی حرارت کو تو برف سے زائل کیا اور اولے کے پانی سے اس کی ظلمت اور اندھیرا ختم کیا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ علم کی برکت اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے اس لیے اس کو فوراً چھاپو، اجتماعی فکر کرو، خاص کر آج کے متفرقات کے لیے، بتایئے! آج کے متفرقات کیسے ہیں۔

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

اس کے چھپنے سے عام لوگوں کو اور علماء کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ اہل اللہ کی صحبت سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے حقوق النساء کے بعد اس کا نمبر لگا دو، منازلِ سلوک بعد میں رکھو۔ سلوک کے منازل طے کرنے کے لیے لوگ کہاں اتنے بے چین ہیں۔ اگر بیوی کی پٹائی نہ کریں تو بس سارا سلوک طے ہو گیا لٰہذا پہلے حقوق النساء شائع کرو کہ ہماری بیٹیاں شوہروں کے ظلم و ستم سے بچ جائیں، ان کے ڈنڈوں، گالی گلوج اور جھاپڑ سے بچ جائیں، ایسے لوگ پاپڑ کم کھلاتے ہیں جھاپڑ زیادہ مارتے ہیں۔ دیکھئے یہ سب چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن سب نئی ہیں، اتنے متفرق علوم کبھی بیان نہیں کیے جتنے آج ہوئے، آج کی پوری مجلس انتخابات ہی کی تھی، منتخب علوم بیان ہوئے گو ربط کے ساتھ نہیں ہیں۔

بدگمانی کی نحوست

دو عورتیں عید کا چاند دیکھ رہی تھیں، ایک عورت اپنے بچہ کو استنجا کرا رہی تھی، اتنے میں چاند نظر آ گیا تو جو عورت استنجا کرا رہی تھی وہ خوشی میں ناک پر انگلی رکھ کر چاند دیکھنے لگی اور انگلی صاف نہیں کی تو کیا کہتی ہے کہ اے بہن! دیکھ چاند تو نظر آ گیا مگر اس دفعہ بڑا سڑا ہوا اور بدبودار چاند نکلا ہے حالانکہ بدبو خود اس کی انگلی میں تھی اور بدگمانی چاند سے کی کہ چاند بدبودار ہے اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنے بھائیوں کا عیب مت دیکھو! ورنہ بے بھائی کے ہو جاؤ گے، کون ہے جو بے عیب ہے اللہ کے سوا؟ آج کسی بھائی کا کوئی عیب دیکھ کر اس کو چھوڑا کل دوسرے بھائی کو چھوڑا ایک دن تم بے بھائی کہلاؤ گے۔

دو شخص حیدر آباد میں رہتے تھے، ان کے مزاج میں بدگمانی اور ترکِ تعلق کا مرض تھا، جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو ان کے یہاں جنازہ اُٹھانے کے لیے کوئی مسلمان نہیں گیا، مزدور بلائے گئے کیونکہ ان کے اندر ہر ایک سے لڑنے کی عادت تھی، ہر ایک کو لتاڑ دیا، غصہ میں جو جی میں آیا کہہ دیا، اس سے ہر ایک کا دل اُن سے خراب ہوگیا۔ یہ سب کے لیے سبق ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کا عیب نہ دیکھو ورنہ بے بھائی ہوجاؤ گے۔ آج ایک بھائی چھوٹے گا کل دوسرا چھوٹے گا اور ایک دن تمہارا کوئی بھائی نہ ہوگا اس لیے اپنے عیب دیکھو اور دوسرے کی خیر اور بھلائی دیکھو یعنی حسنِ ظن لغیرہ وسوءِ ظن لنفسہ ہونا چاہیے یعنی دوسروں کے ساتھ اچھا اور اپنے نفس کے ساتھ برا گمان رکھنا چاہیے لیکن آج کل معاملہ اُلٹا ہے، سوءِ ظن لغیرہ وحسن ظن لنفسہ ہم چو من دیگرے نیست یعنی مجھ جیسا کوئی دوسرا نہیں، اس کا ترجمہ ہمارے ایک دوست نے یوں کیا ہے ہم چو من ڈنگرے نیست یعنی اصل میں یہ اپنے کو کہہ رہا ہے کہ مجھ جیسا کوئی جانور نہیں، ڈنگر جانور کو کہتے ہیں۔

بعض اسماءِ حسنٰی کی تشریح

میرے پاس ایک عربی آیا اور کہا کہ مجھ میں کچھ امراض ہیں، میں معالجین سے علاج کرانے آیا ہوں، مجھے کوئی وظیفہ بتاؤ، میں نے اس سے کہا کہ قُلْ یَا سَلَامُ مِاَۃٌ وَّ ثَلاَ ثُوْنَ اِحْدٰی مَرَّۃً یعنی ۱۳۱ مرتبہ یا سلام پڑھو اور اس کو یہ بھی سمجھا دیا کہ جب تم ایک سو اکتیس مرتبہ پڑھ لو تو کہو اَللّٰھُمَّ بِبَرَکَۃِ ھٰذَا الْاِسْمِ یَا سَلاَمُ سَلِّمْنَا مِنْ کُلِّ دَآءٍ وَ بَلَآءٍ وَ مِنْ کُلِّ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامِ بِوَسِیْلَۃِ خَیْرِ الْاَنَامِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ تو وہ وجد کرنے لگا۔ اس نے کہا عربی کے اتنے قوافی! عربی اُس کی مادری زبان تھی

اور ہماری صرف ونحو کی زبان ہے جو مزیدار ہوتی ہے۔ دیکھو اس جملہ میں کتنے قافیے لگے جس سے اس عربی کو وجد آ گیا۔ غرض کثرت سے یا سلام پڑھتے رہو ان شاء اللہ بہت سے امراض سے محفوظ رہو گے۔ اگر گاڑی میں بیٹھے ہو تو یا سلام پڑھتے رہو اور چند بار پڑھنے کے بعد یہ کہو اَللّٰھُمَّ بِبَرَکَۃِ ھٰذَا الْاِسْمِ یَا سَلَامُ سَلِّمْنَا مِنْ کُلِّ دَآءٍ وَ بَلَآءٍ اگر گناہ سے حفاظت چاہتے ہو تو اتنا اور بڑھا دیجئے وَمِنْ کُلِّ مَعْصِیَۃٍ وَّ مُصِیْبَۃٍ اس میں معصیت پہلے کہا، مصیبت بعد میں کہا، مصیبت تو بدن کی تکلیف ہے اور معصیت سے تو اللہ ناراض ہوگا، اس لیے اس طرح پڑھنے سے اللہ خوش ہو جائیں گے کہ دیکھو اس نے میری نافرمانی سے بچنے کی پہلے درخواست کی ہے، اس میں اللہ کی خوشی کا راستہ ہے اس لیے اختر نے معصیت کو مقدم کیا ہے۔ پھر کہیے وَ مِنْ کُلِّ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ خطرناک بیماریوں سے بھی اللہ بچائے، جس میں گردے خراب ہونا، بلڈ کینسر، دل کے والو (Valve) بند ہو جانا اور جتنی خطرناک بیماریاں ہیں سب کی نیت کر لیں ان شاء اللہ سب سے حفاظت ہوگی اور یہ میں نے عربی میں عربی داں کے لیے کہا ہے بس آگے بڑھاتے جاؤ، جتنی خطرناک بیماریاں ہیں ان کے نام لے لو اور آخر میں کہہ دو یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کثرت سے پڑھا کرو، اس میں اسمِ اعظم ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کے معنیٰ وہ نہیں ہیں جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ میاں بڑے جلال یعنی غصہ والے ہیں۔ ذَا الْجَلَالِ کے معنی ہیں صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ جو کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے اسم مبارک صمد کی یہی تفسیر کرتے ہیں اَلصَّمَدُ ھُوَ الْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ

وَالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ یعنی اللہ تعالیٰ سارے عالم سے مستغنی ہیں جبکہ سارا عالم ان کا محتاج ہے۔ جو اس اسم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بھی استغنا نصیب فرمائیں گے۔ ذاالجلال کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرا اسمِ مبارک والاکرام نازل فرمایا۔ ذاالجلال سے شبہ ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب ہر ایک سے مستغنی ہیں تو وہ دوسروں کی کیا پرواہ کریں گے چونکہ عام لوگ استغنا کے معنی یہی سمجھتے ہیں کہ جس کو کسی کی پرواہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے والاکرام نازل فرمایا جس کے معنی ہیں صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ سارے عالم پر فیض کرنے والا، وہ کافر کو بھی دیتا ہے، چیونٹیوں کو بلوں میں دیتا ہے، مچھلیوں کو پانی میں غذا دے رہا ہے، اپنے دشمنوں کو بھی غذا دے رہا ہے یعنی وہ ہر ایک سے مستغنی تو ہے لیکن ہر ایک پر اس کا فیض عام ہے۔

حضرت صدیق اکبر کا ایمان افروز واقعہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے غم میں بعض مصلحتوں کی وجہ سے صحابہ کی رائے نہیں تھی کہ اس وقت مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا جائے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کیا کہ جو جھنڈا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو دیا ہے وہ رکھا نہیں جائے گا، میں تنہا جاؤں گا، اگر آپ لوگ میرا ساتھ نہیں دیتے ہو تو مجھے پرواہ نہیں، کیونکہ نص قرآن سے اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا فرمایا تھا تو اس وقت اے عمر تم نہیں تھے، اے عثمان تم نہیں تھے، اے علی تم نہیں تھے، اس وقت صرف ابوبکر تھا، میرے ساتھ اللہ کی معیت منصوص ہے، میں تنہا لڑوں گا وَتَقَلَّدَ سَیْفَہٗ اور تلوار کو نیام میں لگایا فَخَرَجَ وَحْدَہٗ اور تنہا نکل پڑے، تب صحابہ کو شرح صدر ہوگیا اور حضرت علی نے اعلان کیا کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اے صدیق!

تلوار نیام میں رکھ لیں وَ لاَ تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ اپنی جدائی سے ہمیں غمگین نہ کریں۔ اب یہ جملہ کون سا ہے؟ یہ وہی جملہ ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب جنگِ احد میں حضرت ابوبکر صدیق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک دیکھا تو برداشت نہیں ہوا، تلوار کو ننگی کیا اور کہا کہ آج کسی کافر کو نہیں چھوڑوں گا یا شہید ہو جاؤں گا، یہ کہہ کر کفار پر جھپٹے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھپٹ کر ان کو پکڑ لیا اور فرمایا شِمْ سَیْفَکَ اے صدیق! اپنی تلوار کو نیام میں رکھ لو وَ لاَ تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ اور اپنی جدائی سے مجھے غمگین نہ کرو یعنی تو شہید ہو جائے گا تو تیری جدائی کا غم مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔ اب بتایئے درجۂ شہادت سے درجۂ صدیقیت افضل ہے کہ نہیں؟ صدیق کی زندگی کا نبی حریص ہوتا ہے نبی مشتاق ہوتا ہے۔ جس کی حیات کا پیغمبر مشتاق ہو کیا وہ حیات شہادت سے افضل نہیں ہے؟ اس لیے مِنَ النَّبِیّٖنَ کے بعد صدیقین ہے شہداء کو بعد میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ صدیق کارِ نبوت کی تکمیل کرتا ہے، کارِ نبوت انجام دیتا ہے اس لیے اس کا درجہ بڑا ہے کیونکہ حضرت علی کو اس جملہ کا علم تھا کہ ابوبکر صدیق کے لیے یہ جملہ بارگاہِ نبوت سے بوقتِ جنگِ اُحد عطا ہوا تھا لہٰذا وہی جملہ حضرت علی نے اس وقت نقل فرمایا کہ اے صدیق! تلوار کو نیام میں رکھ لیں، ہمیں اپنی جدائی سے غمزدہ نہ کریں، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ ان کا تعارف کرایا کہ نہیں؟ بعض اوقات جب دوسرا نہیں ہو تو خود تعارف کرانا پڑتا ہے جیسے نبی سب سے پہلے اپنا تعارف کراتا ہے کہ میں نبی ہوں، جب کوئی دوسرا تعارف کرانے والا نہ ہو تو مجبوراً اپنا تعارف خود کرانا پڑتا ہے کہ بھئی! میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فلاں ہوں اور شاہ ابرارالحق صاحب کا فلاں ہوں اور حکیم الامت کا پوتا ہوں اور حاجی امداد اللہ صاحب کا پڑپوتا ہوں۔

تواضع کہاں حرام ہے اور تکبر کہاں حلال ہے؟

اور اس موقع پر جہاں نادان لوگ ہوں وہاں تواضع جائز نہیں چنانچہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ فرمایا کہ خدا کی قسم میں کچھ نہیں ہوں، وہاں ایک گاؤں والا بیٹھا تھا وہ حضرت کا یہ جملہ سن کر بھاگ گیا، اس نے کہا کہ جب یہ کچھ نہیں ہیں تو ان سے مجھے کیا ملے گا کیونکہ ناسمجھ تھا حالانکہ یہی حضرت گنگوہی کی بلندی کی علامت تھی۔ اسی لیے بعض اوقات تواضع حرام ہوتی ہے مثلاً جنگ ہورہی ہے اور کوئی مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ میں جاکر کہے کہ دیکھو بھائیو! تمہارے مقابلہ کے لیے یہ ناچیز حقیر فقیر عبدالقدیر آیا ہے تو اس وقت یہ تواضع حرام ہے، اس وقت تو یہ کہنا چاہئے کہ اگر تم سیر ہو تو ہم سوا سیر ہیں، تمہیں ابھی تمہارے ٹھکانہ جہنم پہنچاتا ہوں، دس کے لیے میں اکیلا کافی ہوں، اس وقت بہادری دِکھانا فرض ہے۔

دیکھئے! اسلام میں اکڑ کر چلنا حرام ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا تم زمین پر اکڑ کر مت چلو لیکن طواف کی حالت میں اکڑ کر چلنے یعنی رمل کرنے کا حکم دیا گیا تو اگر حکم ہوجائے تو کبر بھی حلال ہے اور اگر حکم نہ ہو تو تواضع بھی حرام ہے جیسے طواف میں رمل کرتے وقت یا کافروں کے سامنے حالتِ جہاد میں۔ جہاں وہ تواضع حرام کردیں اور اکڑ پسند کریں وہاں اکڑ مستحب اور فرض ہے اور تواضع حرام ہے۔

دین نے ہمیں بندگی سکھائی ہے کہ جو اللہ حکم دے اس کو مانو۔ اسی طرح جب اللہ کہہ دے کہ ہم جنگل میں ملیں گے تو پھر وہ دن ملتزم سے چمٹے رہنے کا نہیں ہے، بادشاہ جہاں خیمہ لگادے وہی محل سرا ہے، وہ شاہی محل ہے، اس وقت اللہ کا شاہی محل عرفات میں ہے، اس دن صاحبِ خانہ عرفات میں ہے لہٰذا اب اگر کوئی حاجی خانہ کعبہ سے لپٹا رہے کہ ہم تو کعبہ کو نہیں چھوڑیں گے، اللہ کے گھر

کو نہیں چھوڑیں گے اور کعبہ کی تجلیات کو دیکھتے رہیں گے تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اس وقت خانہ کعبہ خالی کرو ورنہ حج بھی نہیں ہوگا۔

ایک بڑھیا نے کہا تھا کہ ہم خانہ کعبہ چھوڑ کر نہیں جائیں گے، چنانچہ وہ عرفات نہیں گئی، دس تاریخ تک وہیں رہی، پولیس والوں نے جب اس سے پوچھا تو اپنی ہندوستانی زبان میں کہا کہ ہم اللہ میاں کے مزار کو نہیں چھوڑ سکتے تھے۔اس کے دماغ میں بدعت گھسی ہوئی تھی، کسی بدعتی خاندان کی مزار پرست تھی بلکہ وہ سمجھتی تھی کہ آج تک تو میں نے اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارتیں کی تھیں، اب اتنی تکلیف اٹھا کر اللہ کے مزار پر حاضری دی ہے تو یہ ظالم پولیس والے کہہ رہے ہیں کہ چلو عرفات کے میدان میں۔تو جب وہاں کی حکومت نے اس کی گفتگو کا ترجمہ کرایا تھا تو اس کے معلم کو گرفتار کیا اور کہا کہ تم نے اس کو حج کے احکام کیوں نہیں سمجھائے لہٰذا اس کا سارا خرچہ سال بھر کا دو اور اگلے سال پھر حج کراؤ۔

ری یونین میں حفاظتِ نظر کی خاص تلقین

بہت سے لوگوں نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی تھی۔ بیان کے بعد ان کو بیعت فرما کر یہ نصیحت فرمائی کہ آنکھوں کی حفاظت کرو کیونکہ ری یونین بہت خطرناک مقام ہے اور اس میں تمام کافرو کافرات اور فاحشات رات دن رانیں کھولے ہوئی اتنی کثرت سے چلتی ہیں کہ خدائے تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ان کی ٹانگیں دیکھنے سے سوائے دل پریشان ہونے کے کچھ نہیں ملے گا اور اللہ کا غضب نازل ہوگا لہٰذا اللہ کے غضب سے بچو ورنہ سوائے پریشانی کے کچھ نہیں پاؤ گے۔ اللہ نے جو ہم کو بیویاں دی ہیں وہی ہمارے لیے حلال ہیں، انہی پر صبر کرو ان شاء اللہ قیامت کے دن جنت میں یہ

سب حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی۔ اور جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں ان سے کہتا ہوں کہ بہشتی زیور کا ساتواں حصہ بار بار پڑھئے، حیات المسلمین، جزاء الاعمال، قصد السبیل اور آداب المعاشرت پڑھا کریں اور میری ایک کتاب ہے روح کی بیماریاں اور ان کا علاج وہ بمبئی میں چھپ چکی ہے کراچی میں بھی ہے کوئی آنے والا ہو تو اس سے منگوالیں اس کو بھی پڑھا کریں اور تین تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھو، میں علماء کو کم تعداد بتاتا ہوں لیکن جوان، مضبوط اور تاجر لوگ پانچ تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھیں اور پانچ تسبیح اللہ اللہ کی پڑھیں۔ جب اللہ کہیں تو اتنی محبت سے اللہ کہیں کہ اللہ کے سامنے کلیجہ رکھ دیں، فرشتوں کو بھی رشک آجائے کہ ایمان والے زمین پر کس محبت سے اللہ کا نام لے رہے ہیں اور اگر رونا نہ آئے تو بھی بتکلف ذکر کرو، چاہے دل میں عشق ہو یا نہ ہو، عاشقوں کی صورت بناؤ، عاشقوں کا لہجہ اور عاشقوں کے درد کی نقل کرو، اللہ ان شاء اللہ عاشق بنادے گا، جب دیکھے گا میرے بندے کے دل میں اگرچہ عشق کم ہے مگر عاشقوں کی نقل کررہا ہے تو وہ ہماری نقل کو ان شاء اللہ اصل بنادیں گے۔ اور اگر کبھی اللہ موقع دے تو کراچی بھی کچھ وقت لگالو خواہ بیس دن ہی سہی۔

اہل اللہ سے محبت ذریعۂ نجات ہے

دیکھئے! آج یہ بات عجیب ہورہی ہے، کوئی مضمون مسلسل نہیں ہے، واقعات اور حکایاتِ اہل اللہ پیش کررہا ہوں۔ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ آج کا دن اسی کا ہوگیا۔ اب حضرت جلال آبادی کی ایک بات اور سناتا ہوں کہ جب ریل چلتی ہے تو فرسٹ کلاس ڈبے بھی انجن کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں اور تیسرے درجے یعنی تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی انجن سے جڑے ہوتے ہیں، جن کی سیٹوں کے اسکرو ڈھیلے ہوتے ہیں، چوں چاں کی آوازیں آتی ہیں، پورا ڈبہ ہلتا رہتا ہے، تھرڈ کلاس ڈبے میں بالکل چین نہیں ملتا لیکن جب وہ ریل منزل پر

پہنچے گی مثلاً کراچی سے لاہور تو کیا وہ تھرڈ کلاس والے ڈبے بھی فرسٹ کلاس والوں کے ساتھ منزل پر نہیں پہنچیں گے؟ پہنچ جائیں گے نا! بس فرمایا کہ بزرگوں سے تعلق رکھو ان شاء اللہ جہاں ان کا حشر ہوگا وہاں ہمارا بھی حشر ہوگا، بس ان سے لگے لپٹے رہو، ہم تھرڈ کلاس کے ڈبے ہیں، ہمارے اسکرو بھی ڈھیلے ہیں، سیٹیں بھی ڈھیلی ہیں، یعنی ہمارا عمل ٹھیک نہیں ہے لیکن اگر ہمارا ڈبہ انجن سے جڑا ہوا ہے تو ان شاء اللہ ہم بھی منزل پر پہنچ جائیں گے۔

جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ ایک اعرابی نے عمل کبیر کی نفی کی کہ میرے پاس کوئی بڑا عمل نہیں ہے لیکن میرے قلب میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے، اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ اعمال میں کمی محبت کی نفی نہیں کرتی، یہی وجہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے اعمال کی نفی کے باوجود اس کی محبت کو تسلیم فرما کر اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی بشارت دی۔ نبوت کا مقام تو وہ مقام ہے کہ کسی مسئلہ پر اگر نبی خاموش ہی ہو جائے تو وہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے یعنی اگر کسی بات کا نبی کے سامنے تذکرہ ہو اور نبی سن کر خاموش رہے تو اس کی خاموشی بھی اس کی اجازت سمجھی جاتی ہے کیوں کہ نبی کسی ناجائز بات پر خاموش نہیں رہ سکتا لہٰذا مسکوت عنہا جتنے مسائل ہیں فقہاء نے ان سب مسائل کو مباحات میں شامل کیا ہے چہ جائیکہ یہ حدیث خود ناطق ہے کہ محبت خود ایک مستقل نعمت ہے، بتائیے سکوتِ نبوت سے اقرارِ نبوت کی دلیل زیادہ قوی ہے کہ نہیں؟ اس لیے اللہ والوں سے محبت رکھو، یہ بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قیمت میدانِ حشر میں معلوم ہوگی۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے لیے آپس میں محبت کر رہے ہیں چاہے ایک شخص مشرق میں ہے اور دوسرا

مغرب میں لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دونوں کو اکٹھا کردیں گے جَمَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی بَیْنَھُمَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور براہِ راست یا بواسطہ فرشتہ ارشاد فرمائیں گے ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبُّہٗ فِیَّ دیکھ لے جس کے ساتھ تجھ کو کھڑا کیا ہے یہ وہی تو ہے جس سے تو اللہ کے لیے محبت کرتا تھا، یہ تیرا رشتہ دار نہ تھا، نہ تیری زبان والا تھا، نہ تیرے قبیلہ والا تھا، نہ تیرا بزنس اس کے ساتھ تھا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس جمع کرنے میں تین مصلحتیں پوشیدہ ہیں:

متحابین فی اللہ کو میدان حشر میں اکٹھا کرنے کے اسرار

(۱) لِشَفَاعَۃِ اَحَدِھِمَا لِلْاٰخَرِ اکٹھا اس لیے کریں گے تاکہ ایک دوسرے کی شفاعت کرسکیں کیونکہ جب دونوں ملیں گے تو کہیں گے کہ دنیا میں ہم تو اللہ کے لیے ملتے تھے، پس ایک دوسرے کے لیے کہے گا کہ یا اللہ! یہ میرا خاص دوست تھا اس کو بخش دیجئے، اگر دور رہوں گے تو شفاعت کیسے کریں گے؟

(۲) لِلْمُجَاوَرَۃِ فِی الْجَنَّۃِ جنت میں اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک دوسرے کا پڑوسی بنادیں گے، اپنے عاشقوں کو جنت میں اکٹھا کردیں گے، یہاں تو ایک نہ ایک دن جدائی ہوجاتی ہے، ائیر پورٹ جانا پڑتا ہے، دوست ایک دوسرے سے جدائی پر رونے لگتے ہیں، وہاں نہ ائیر پورٹ ہے، نہ ہوائی جہاز ہے، نہ جدائی ہے، یہاں تو سونے کے بعد بھی جدائی ہوجاتی ہے، وہ ادھر سو رہا ہے، ہم ادھر سو رہے ہیں، رات بھر بات کرنے سے محروم ہوگئے، لیکن جنت میں نیند ہی نہیں ہوگی، چوبیس گھنٹہ اپنے دوستوں کو دیکھو، چوبیس گھنٹہ ان سے گپ شپ لگاؤ، چوبیس گھنٹہ ان کی زیارتیں کرو، سبحان اللہ کیا مزہ ہے! وہاں نہ گھنٹے نہ منٹ ہے، نہ سورج ہے نہ چاند ہے، نہ دن ہے نہ رات ہے، وہاں روشنی آفتاب سے نہیں اللہ کے انوار و تجلیات سے ہوگی جس کو بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورج نکلنے

سے ذرا پہلے جو ہلکا سا اجالا ہوتا ہے وہاں ایسا اجالا ہوگا۔

(۳) لِلْمُزَاوَرَۃِ فِیْھَا تاکہ ایک دوسرے کی زیارت کرکے خوش ہوجائیں، یہ دنیا میں بھی آپس میں مل کر خوش ہوتے تھے، یہاں بھی مل کر خوش ہوجائیں۔ اب بتاؤ ہم لوگ جب آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے یا نہیں؟ بس اس خوشی کی رعایت سے وہ جزا ملے گی کہ یہ لوگ دنیا میں بھی آپس میں مل کر خوش ہوتے تھے لہٰذا ان کو یہاں بھی پڑوسی بنادیا، ایک دوسرے کی زیارت کو آسان فرمادیا اور وہاں سواری کون سی ملے گی ہنڈا، ٹویوٹا، مرسیڈیز؟ نہیں، اس سواری کا نام ہے رَف رَف، شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو میرے استاذ بھی ہیں، شیخ بھی ہیں فرماتے تھے کہ اللہ نے جنت کی سواری کا بڑا پیارا نام رکھا ہے رف رف جو فَر فَر اڑے گی، رف رف کو الٹ دو تو فر فر ہوجائے گا، واہ! اللہ والوں کی کیسی پیاری سواری ہے۔

رزق کے ذرّات کا اکرام

پیاری پر ایک بڑے عالم کی بات یاد آگئی۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے فرمایا کہ دسترخوان پر رزق کے جو ذرّات ہیں ان کو ایسی جگہ مت پھینکو جہاں پیر پڑے، یہ پیاری چیز ہے، اس کو کیاری میں ڈال دو۔ قحط کے زمانے میں جب اللہ کے رزق کا ذرہ بھی کھانے کو نہیں ملا تو لوگ ہوٹلوں کے سامنے کھانے کی خوشبو کو سونگھتے پھرتے تھے، جان بچانے کے لیے سونگھنے سے بھی طاقت محسوس کرتے تھے۔ ایک تابعی نے صحابی سے پوچھا کہ جب چھوہارے ختم ہوگئے تو سنا ہے کہ آپ لوگ گٹھلی چوس کر جہاد کرتے تھے تو گٹھلی چوسنے سے کیا طاقت آتی تھی؟ صحابی نے جواب دیا کہ جب گٹھلی بھی ختم ہوگئی تب پتہ چلا کہ اس سے کیا طاقت آتی تھی۔

تو میرے شیخ نے فرمایا کہ دستر خوان کے ذرّات موتی اور جواہرات سے کم نہیں ہیں، کھانا جب نہ ملے تب پتا چلتا ہے کہ یہ سب جواہرات ہیں، ان کو غلط جگہ مت پھینکو، جس سے بے ادبی ہوتی ہو۔ بمبئی میں ایک سیٹھ اپنے بچے ہوئے کھانے کو گٹر لائن میں پھینکوا دیتا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ رزق کے ساتھ بے اکرامی کی وجہ سے وہ اب فٹ پاتھ پر بنیان بیچ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا:

﴿اَکْرِمُوا الْخُبْزَ﴾

(المستدرک للحاکم، کتابُ الاطعمة)

روٹی کا اکرام کرو ورنہ برکت چلے جانے کے بعد کئی پشتوں تک واپس نہیں آتی۔ جس کا دل چاہے کہ اس کے رزق میں برکت ہو تو اسے چاہیے کہ رزق کا اکرام کرے۔ دستر خوان اسی لیے ہے تاکہ کوئی ذرہ اس کا باہر نہ جائے۔

گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھانے کا راز

ڈاکخانہ کے ایک ہندو ملازم نے میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب سے پوچھا کہ آپ مسلمانوں کا عجیب طریقہ ہے کہ کوئی چیز گر جائے تو زمین سے اُٹھا کر صاف کر کے کھالو تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اگر ڈاک خانے کا سب سے بڑا افسر تمہیں کیلا کھانے کے لیے دے اور وہ کیلا تمہارے ہاتھ سے گر جائے تو اس بڑے افسر کے سامنے تم اس کو اٹھاؤ گے یا نہیں؟ بس وہ سمجھ گیا۔ تو اللہ دیکھ رہا ہے کہ بندہ ہمارے رزق کو کیسے استعمال کر رہا ہے، اس لیے کھانا جلدی جلدی کھاؤ، اس طرح کھاؤ جس طرح کئی دن کے بھوکے ہو، نوابوں کی طرح استغناء کے ساتھ مت کھاؤ، اسی لیے ٹیک لگا کر کھانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں استغنائی شان ہے، اس لیے حدیث کی روایت پڑھو کہ ایسا تیز کھاؤ کہ معلوم ہو کہ کئی وقت سے بھوکا ہے لیکن اتنا تیز بھی مت کھاؤ کہ بغیر

چبائے نگل جاؤ اور پیٹ میں درد شروع ہو جائے۔

گرم کھانا کھانے کا مسئلہ

ایک مسئلہ یاد آ گیا، میں ۱۹۹۲ء میں بمبئی گیا تھا تو ایک عالم فاضلِ دیوبند کے ساتھ ناشتہ پر دعوت ہوئی، دعوت کرنے والے مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے جو عالم بھی ہیں۔ انہوں نے گرم گرم پوریاں اور گرم گرم کباب دسترخوان پر رکھے تو ہمارے مزے آ گئے۔ آپ سوچئے گرم پوری بھی ہو اور گرم کباب بھی ہو تو مزہ آئے گا یا نہیں؟ تو ایک مولانا صاحب نے کہا کہ بھئی گرم گرم کھانا سنت کے خلاف ہے۔ مجھے یاد آیا کہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم بھی گرم گرم چپاتی منگواتے ہیں، جب دسترخوان بچھ جاتا ہے تو گرم گرم چپاتی پک کے آتی ہے، میں نے سوچا کہ میرے شیخ اور کتنے بڑے بزرگ ہیں جو گرم گرم پلاؤ بریانی کھاتے ہیں۔ کباب کوئی فریج میں رکھ کے کھاتا ہے؟ یا گرم گرم کھاتے ہو؟ اور پلاؤ بریانی فریج میں رکھ کے کھاتے ہو یا گرم کر کے؟ تو میں نے کہا کہ بھئی! آپ نے جو یہ روایت بیان فرمائی یہ کس کتاب میں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف میں۔ کسی نے مشکوٰۃ شریف لا کر پیش کر دی، واقعی اس میں لکھا تھا کہ گرم کھانا مت کھاؤ، اس میں برکت نہیں ہے۔ میں نے کہا بھئی! حدیث کو خود سے سمجھنا ٹھیک نہیں ہے، ملا علی قاری محدّثِ عظیم نے جو شرح کی ہے اُسے دیکھنا چاہیے، کیونکہ اس میں صاحبِ مشکوٰۃ کی ساری روایتیں ہیں، محدثین وشارحین جو ہوتے ہیں وہ سب حدیثوں کو جمع کر کے پھر اس پر اپنا فیصلہ لکھتے ہیں۔

خیر میں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ منگوائی کہ دیکھیں اس میں اس حدیث کی کیا شرح لکھی ہے کیونکہ اعتراض کرنے والا عالم اور فاضلِ دیوبند

تھا اور اس نے ہمارے گرم گرم کباب اور گرم گرم پوریوں پر حملہ کیا تھا اور پھر میرے شیخ تک اس بات کا سلسلہ پہنچتا تھا تو میں نے جب شرح کو دیکھا تو مسئلہ حل ہوگیا کہ گرم کھانا بالکل جائز ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ گرم کھانے کو ڈھک کر رکھ دیتے تھے:

﴿حَتّٰی یَذْھَبَ مِنْهُ غِلْیَانُ الْبُخَارَةِ وَکَثْرَةُ الْحَرَارَةِ﴾

تاکہ کھانے سے بھاپ کا جوش کم ہوجائے اور کثرتِ حرارت میں اعتدال پیدا ہوجائے تاکہ منہ نہ جل جائے، یہ نہیں کہ بالکل ٹھنڈا کرکے کھاؤ، اگر مقصود ٹھنڈا کرنا ہوتا تو ڈھکن اُتار کر رکھتے، اگر مقصود کھانے کی گرمی کو بالکل ختم کرنا ہوتا تو ڈھک کر کیوں رکھتے؟ صحابہ کھانے کو ڈھک کر انتظار کرتے تھے یہاں تک کہ کھانے سے پلاؤ بریانی کباب کچھ بھی ہو اس سے حرارت کی تیزی کم ہوجائے، اگر بہت جلتا ہوا کھاؤ گے تو منہ میں چھالے پڑ جائیں گے اور پیٹ میں زخم ہوجائے گا تو جب میں نے ملا علی قاری کی یہ روایت اُن فاضلِ دیوبند کے سامنے پیش کی تو وہ مجھ سے بہت خوش ہوئے، کیونکہ مخلص تھے معترض نہیں تھے اور پھر انہوں نے میرا کوئی وعظ نہیں چھوڑا، ہر وعظ میں شریک ہوئے۔

بمبئی میں قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے لڑکے مولانا ابرار الحق صاحب سے بیعت ہیں، وہ یہ واقعہ سن کر پھڑک گئے کہ اگر حضرت یہ نہ بتاتے تو میں اپنے شیخ کے بارے میں سوچتا کہ یہ گرم کیوں کھاتے ہیں، لیکن آج تو آپ نے ہمارے بزرگوں سے اعتراضات رفع کردیئے۔ یہ ہے علم کی برکت، کتنے اکابر ہیں جو گرم کھانا کھاتے ہیں بلکہ سارے ہی اکابر گرم کھانا کھاتے ہیں، ٹھنڈا کرکے کوئی نہیں کھاتا۔ ہمارے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک غیر عارف صوفی کے سامنے جب کھانا آیا جو نہایت شاندار اور بہت مزے دار تھا تو اس ظالم نے

اس میں ایک لوٹا پانی ڈال دیا اور کہا کہ اے نفس تجھ کو ستا کے رکھوں گا، تجھ کو مزے دار کھانا نہیں کھلاؤں گا، وہیں ایک عارف اور اللہ والا بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا یہ ظالم بے وقوف ہے، اب اسے کیا مزہ آئے گا، زبردستی ٹھونسے گا، دل سے الحمدللہ نہیں نکلے گا، یہ زبانی شکر کرے گا مگر اس کا قلب اس کی زبان کے ساتھ شامل نہیں ہوگا، اگر یہ عارف ہوتا تو مزے دار کھاتا اور دل سے شکر کرتا۔

یَامُقِیتُ کے معنیٰ

صوفی عبدالرحمٰن صاحب ماشاء اللہ بہت ہی پڑھے لکھے آدمی ہیں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ مولانا یَا مُقِیتُ کے کیا معنیٰ ہیں؟ اللہ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام یَـا مُقِیتُ ہے میں نے کہا کہ کتاب دیکھ کر بتاؤں گا، اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہے۔ میں رضوان صاحب عطر والے کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا، ان کے پاس مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ موجود تھی جس کی جلد نمبر پانچ میں ملا علی قاری نے اللہ کے ننانوے ناموں کی شرح لکھی ہے، میں نے رات کو کتاب دیکھی تو یَا مُقِیتُ کے دو معنیٰ لکھے تھے یَـا خَـالِقَ الْاَقْـوَاتِ الْبَدَنِیَّةِ اے جسم کی غذاؤں کے پیدا کرنے والے اور یَـا خَـالِقَ الْاَرْزَاقِ الْمَعْنَوِیَّةِ اور اے روح کو رزق پہنچانے والے اور علوم و معرفت پیدا کرنے والے یعنی اللہ جسم کی غذا کو بھی پیدا کرنے والا ہے اور روح کی غذا کو بھی پیدا کرنے والا ہے یعنی اللہ کی وہ شان ہے کہ وہ تمام جانداروں کو رزق جسمانی بھی عطا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو رزقِ روحانی بھی عطا کرتا ہے اور قرب کی دولت سے مالا مال کرتا ہے تو خَـالِقُ الْاَقْـوَاتِ الْبَدَنِیَّةِ میں تو کافر بھی شریک ہیں کیونکہ کافر کو بھی خدا رزق دیتا ہے اور خَـالِقُ الْاَرْزَاقِ الْمَعْنَوِیَّةِ یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے۔ تو جب میں نے

ان کو یَا مُقِیتُ کی یہ شرح سنائی تو ان کو مزہ آ گیا، کہنے لگے کہ آج کی تقریر بہت عجیب وغریب ہوئی ہے۔

فقہاء کا احسان

محدثین کرام تمام احادیث کو جمع کرتے ہیں اور فقہاء کرام تمام حدیثوں کو جمع کر کے ان سے مسئلہ اخذ کرتے ہیں، جیسے مشکوٰۃ شریف کی روایت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ سے آگے وَمَغْفِرَتُهٗ کا بھی اضافہ ہے۔لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جسے علامہ شامی نے ردالمحتار میں نقل کیا ہے کہ لَا یَزِیْدُ الرَّادُّ عَلٰی وَبَرَکَاتُهٗ یعنی وَبَرَکَاتُهٗ سے آگے زیادتی نہ کرو، یہ مکروہ ہے۔اب اگر کوئی کہے کہ کیا فقہا کو حدیث میں دخل اندازی کی اجازت ہے؟ نہیں، فقہاء حدیث میں دخل اندازی نہیں کرتے، دوسری حدیث سے اس کو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ائمہ فقہ نے دوسری حدیث پیش کی ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یارسول اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ صحابی نے عرض کیا کہ آپ کچھ اضافہ فرما دیجئے تو ارشاد فرمایا کہ اس نے میرے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا کہ میں اضافہ کرتا۔اس لیے ہمارے فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث پہلی حدیث کی ناسخ ہے یعنی وبرکاتہ سے آگے اضافہ کرنا جائز نہیں، لہٰذا شامی کی عبارت ہے لَا یَزِیْدُ الرَّادُّ عَلٰی وَبَرَکَاتُهٗ جب برکاتہ کہہ دو تو آگے زیادہ مت کرو اور بعض لوگ تو اور زیادہ کرتے ہیں یعنی وَمَغْفِرَتُهٗ وَ جَنَّةٌ مَقَامُهٗ وَ دَوْزَخٌ حَرَامُهٗ پتا نہیں کیا کیا ملاتے جاتے ہیں گویا دین کو بس ایسا سمجھتے ہیں کہ جو چاہو ملاتے چلے جاؤ۔ بھائی دین میں اضافہ مت کرو۔

محبت کی برکت

اسی دوران حضرت والا نے ایک صاحب کے بارے میں دریافت فرمایا کہ آج وہ نہیں آئے؟ اُن کو آنا چاہیے تھا، یہ محبت ہے؟ سبحان اللہ، سبحان اللہ، میاں! محبت وہ چیز ہے کہ سخت اندھیرا تھا اور تیز بارش میں بھیگتے ہوئے صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کررہے تھے۔ صحابی خود کہتے ہیں **فَادْرَکْنَاہُ** ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پالیا۔ ان کے اس مجاہدہ پر خوش ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک وظیفہ بخشا کہ جب تم اتنی تکلیف اٹھا کر آئے ہو تو اب ہم تم کو ایک وظیفہ دیتے ہیں، تینوں قل روزانہ صبح وشام پڑھ لیا کرو، کبھی کسی مخلوق کا شر تم کو نقصان نہ پہنچا سکے گا، کسی مخلوق کا شر تم پر غالب نہ آئے گا، نہ کالا عمل، نہ جادو، نہ جنات، یہ وظیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمایا ہوا ہے جو صحابی کے مجاہدہ کی برکت سے ملا۔

۱۳/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز بدھ، ۱۲ بجے دوپہر

تفسیرِ سکینہ

آج دوپہر کو مولانا رشید بزرگ کے ساتھ چند حضرات حاضرِ خدمت ہوئے، گذشتہ رات ایک صاحب کے گھر لڑکی کی ولادت ہوئی جس کا نام حضرت والا نے پہلے ہی تجویز فرمادیا تھا کہ اگر لڑکی ہو تو اس کا نام سکینہ رکھنا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ اس کا نام سکینہ رکھ دیا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سکینہ کی تفسیر سن لو۔ علامہ آلوسی نے **ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ** ......الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ سکینہ کیا ہے؟ **ھُوَ نُوْرٌ یَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ** سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے **وَ یَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ** جس کے بعد وہ شخص طیش سے نجات پاجاتا ہے اور طیش کہتے ہیں کہ جب کتا پاگل ہوجاتا ہے تو ایک سمت کو

نہیں چلتا، ادھر اُدھر دائیں بائیں چلتا ہے لَا یَقْصُدُ فِی الْمَشْیِ سِمْتًا وَّاحِدًا جو علامت بے سکونی کی ہے، حاملِ سکینہ بے سکونی سے نجات پا جاتا ہے اور دوسری علامت سکینہ کی یہ ہے وَیَثْبُتُ بِهِ التَّوَجُّهُ اِلَی الْحَقِّ جس کے دل کو سکینہ عطا ہوتا ہے وہ ہر وقت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، اسی کو نسبت کہتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

محبت کی کرامت

ایک صاحب کی اصلاح کے لیے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَأْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ اُس شخص میں کوئی خیر نہیں ہے جو لوگوں سے محبت نہیں کرتا اور اس کی پاداش میں وہ محبت نہیں کیا جاتا، یعنی لوگوں سے خوش اخلاقی اور محبت نہ کرنے کی سزا اس کو یہ ملتی ہے کہ لوگ بھی اس سے محبت نہیں کرتے۔ کراچی میں ایک مسجد کے امام مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ اور دورہ میں اوّل آنے والے ایک عالم صاحب نے مجھ سے کہا کہ آج کل کے لوگ محبت سے عاری ہیں حتیٰ کہ مقتدی تک محبت نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ ان سے محبت کیجئے، وہ خود آپ سے محبت کرنے لگیں گے۔ کہنے لگے کہ جب وہ محبت نہیں کرتے تو میں کیوں کروں؟ میں نے کہا کہ مولانا حدیث کے الفاظ کی تقدیم وتاخیر بتا رہی ہے کہ جو یَأْلَفُ ہوگا وہ یُؤْلَفُ ہوگا۔ پہلے آپ لوگوں سے محبت کریں پھر آپ محبت کیے جائیں گے۔

محبت بہت بڑی نعمت ہے، میں کیا بتاؤں کہ اس کا کتنا بڑا فائدہ ہوتا ہے، دین پھیلانے میں اس سے ایسی آسانی ہوتی ہے کہ بہت جلد لوگ دین سیکھنے

لگتے ہیں۔ دین کے پھیلانے میں محبت سے ایسی مدد ملتی ہے کہ کہہ نہیں سکتا۔ بعض دفعہ مجھ سے بعض لوگ ملنے نہیں آئے تو میں خود ان کے پاس پہنچ گیا، محبت کی چوٹ ایسی ہے کہ آدمی گرویدہ ہوجاتا ہے۔ دشمن بھی ہو تو اس سے بھی سلام دعا کرلو، اس کی دشمنی کا جوش کم ہوجائے گا اور دوستوں کی دوستی میں اضافہ ہوجائے گا۔ دوسری حدیث میں ہے اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصۡفُ الۡعَقۡلِ لوگوں سے محبت کرنا آدھی عقل ہے اور تَوَدُّدُ بابِ تفعل سے ہے جس میں تکلف کی خاصیت ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے مناسبت نہ ہو، دل نہ چاہے تب بھی بہ تکلف تم اس سے محبت و خوش اخلاقی سے پیش آؤ، یہ آدھی عقل ہے۔

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آرہا تھا، اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا بِئۡسَ اَخُو الۡعَشِیۡرَۃِ یہ اپنے قبیلہ کا سب سے بُرا آدمی ہے لیکن جب وہ آگیا تو آپ اس سے بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے اور اس کی خوب خاطر مدارت فرمائی، جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ تو فرمارہے تھے کہ یہ بہت بُرا آدمی ہے لیکن آپ نے تو اس کی خوب خاطر مدارات فرمائی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں بداخلاق ہوجاؤں۔

اَغۡنٰی نَفۡسَہٗ کی عجیب شرح

ہاں اگر کوئی اپنے مال کی وجہ سے علماء کو حقیر سمجھتا ہے یا باوجود آپ کی محبت کے دشمنی کرتا ہے اور دین نہیں سیکھتا تو ایسوں سے مستغنی ہوجانا چاہئے، حدیث پاک ہے:

﴿نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِیْهُ فِی الدِّیْنِ اِنِ احْتِیْجَ اِلَیْهِ نَفَعَ وَ اِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ اَغْنٰی نَفْسَهٗ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ص: ۳۶)

دین کا بہترین سمجھدار وہ ہے کہ اگر لوگ اس سے احتیاج ظاہر کریں تو ان کو نفع پہنچائے لیکن اگر اُس سے استغناء ظاہر کریں تو یہ بھی اُن سے مستغنی ہوجائے۔ عام شارحینِ حدیث نے اس کی یہی شرح کی ہے لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اَغْنٰی نَفْسَهٗ کی عجیب شرح فرمائی کہ لوگ اگر اُس سے استغناء کریں اور دین نہ سیکھیں تو یہ اپنے نفس کو اللہ کے ذکر و عبادت و نوافل کے انوار سے غنی کرلے اور خوب اللہ کی یاد میں لگ جائے۔ یہ شرح غالباً آپ نے پہلی بار سنی ہوگی۔

لیکن یہ تو معاندین اور ناقدروں کے لیے ہے، عام حالات میں لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آیئے، اسی میں خیر ہے۔ اس کا نفع میں بتا نہیں سکتا کہ دین پھیلانے میں آپ کو کس قدر مدد ملے گی۔ آج یوسف صاحب (جو ایک نومسلم ہیں) کا فون آیا جس کے لیے ہم مولانا رشید بزرگ کے ساتھ اس کے مالک کے پاس گئے تھے کہ یوسف کو چھٹی دے دے اور وہاں ناشتہ پر کچھ دین کی بات سنانے کی توفیق اللہ نے مجھے عطا فرمائی۔ یوسف نے آج بتایا کہ وہ کہہ رہے تھے، ان کی بات مجبوراً نقل کررہا ہوں مجھے تو اپنے منہ سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن اگر نہ کہوں تو آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوگا اور آپ لوگوں کو بتانا دینی ضرورت ہے کیونکہ اس سے بعض کا حسنِ ظن بڑھے گا جس سے وہ زیادہ نفع اٹھاسکیں گے تو یوسف نے بتایا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ان کی بات کا میرے اوپر اتنا اثر ہوا کہ میں عنقریب رونے والا تھا اور یہ بھی کہا کہ یہ مولانا بڑے عالم معلوم ہوتے ہیں۔

دوسروں کی نگاہ میں حقیر ہونا مطلوب نہیں

اللہ تعالیٰ اگر اپنے بندوں کے دل میں حسنِ ظن ڈال دیں تو یہ بھی اللہ کا انعام ہے۔ اپنی نگاہ میں آدمی اپنے کو چھوٹا اور حقیر سمجھے لیکن بندوں کی نگاہ میں حقیر ہونا مطلوب نہیں کیونکہ اگر بندوں کی نگاہ میں حقیر ہوگیا تو وہ دین کیسے سیکھیں گے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا﴾

(کنزُ العمال)

اے اللہ! مجھے میری نگاہ میں چھوٹا کر دیجئے لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا دِکھا دیجئے، جب ان کی نگاہ میں وقعت ہوگی تب ہی تو وہ دین سیکھیں گے۔ اگر لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہونا مطلوب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا نہ سکھاتے البتہ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا کو مقدم فرمایا کیونکہ اگر یہ اپنی نگاہ میں حقیر نہ ہوا اور لوگوں میں جاہ وعزت مل گئی تو کبر میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوجائے گا۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے ایک صاحب سے فرمایا کہ ہاتھ میں تسبیح رکھا کرو اس سے بہت سے گناہوں سے بچ جاؤ گے خصوصاً بدنگاہی سے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت تسبیح رکھوں گا تو لوگ مجھے نیک سمجھنے لگیں گے تو حضرت نے فرمایا تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو بدمعاش سمجھیں۔ آپ اپنے آپ کو نیک نہ سمجھیں، لوگ اگر سمجھتے ہیں تو یہ اللہ کا انعام ہے۔

دعوتِ عقیقہ

مولانا عمر فاروق صاحب جو حضرت والا کے خاص احباب میں سے ہیں اور چار سال حضرت والا کی خدمت میں رہے ہیں آج ان کے بیٹے جلال الدین

کا عقیقہ تھا۔ پرسوں رات حضرت والا نے حاضرینِ مجلس کو دعوت دے دی تھی کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں سب کی دعوت ہے۔ احقر کے لیے فرمایا کہ یہ بہت اچھا پلاؤ پکاتا ہے۔ چنانچہ آج بعد ظہر سب حضرات جمع ہوگئے جن میں اکثر علماء تھے لیکن احقر کی غلطی سے دیگ کے آدھے چاول کچے رہ گئے۔ احقر کو سخت پریشانی ہوئی کہ حضرت اقدس نے تو لوگوں سے بہت زیادہ تعریف فرمائی تھی اب حضرت کو بھی افسوس ہوگا اور شرمندگی بھی پس احقر نے گیارہ بار یَا جَبَّارُ پڑھ کر دعا کی کہ اے اللہ! آپ کا نام جبار ہے جس کے معنی ہیں بگڑی کا بنانے والا، میری شامتِ عمل سے کام بگڑ گیا ہے لیکن آپ حضرت والا دامت برکاتہم کی برکت سے اس بگڑے ہوئے کام کو بنا دیجئے، احقر نے پانی کا چھینٹا دے کر چاولوں کو دم پر لگا دیا اور ظہر کی نماز پڑھنے مسجد چلا گیا واپسی پر دیکھا کہ حضرت والا کی برکت سے الحمد للہ نہایت عمدہ چاول تیار ہوگئے تھے اور نہایت لذیذ ہوئے۔ مولانا رشید بزرگ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ دیوبند یا سہارنپور میں ایسے چاول کھائے تھے یا آج کھائے ہیں۔

نبی کا باغ

مولانا موصوف کے والد صاحب اوران کے چچا بھی تشریف لائے تھے۔ ان کے اعزاء میں سے ایک بڑے تاجر جو ابھی ڈاڑھی نہیں رکھتے تھے لیکن آج ان کی ڈاڑھی تھوڑی بڑھی ہوئی تھی ان سے حضرت والا نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ الحمد للہ آپ نے ڈاڑھی رکھ لی ہے، یہ گال آپ کے نہیں ہیں اور یہ باغ نبی کا باغ ہے، خبردار! اب اس پر اُسترا نہ لگانا۔

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲؍ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز جمعرات،
ساڑھے سات بجے صبح

اس بار ری یونین میں حضرت اقدس دامت برکاتہم پر وقتاً فوقتاً زبردست

عارفانہ الہامی اشعار وارد ہوئے جو فیکس کے ذریعہ کراچی بھیجے گئے تاکہ حضرت والا کے مجموعۂ کلام میں شامل کردیئے جائیں جس کی کتابت ہوچکی ہے اور ان شاء اللہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ آج بعد نمازِ فجر بھی چند بہت درد بھرے عارفانہ اشعار وارد ہوئے، احقر نے عرض کیا کہ حاجی احمد صاحب کو جو کل اشعار دیئے گئے تھے غالباً ابھی فیکس نہیں کیے گئے ہوں گے ان کے شہر سینٹ لوئیس میں جاکر اگر ابھی دے دیئے جائیں تو یہ بھی ساتھ ہی کراچی پہنچ جائیں گے۔ حضرت والا نے اس کو منظور فرمایا اور حافظ زید صاحب کی موٹر میں حضرت والا کے ساتھ احقر اور مولانا عمر فاروق صاحب سینٹ لوئیس کے لیے روانہ ہوگئے۔

بدنگاہی کی حرمت پر ایک نیا علمِ عظیم

سینٹ لوئیس پہنچ کر گاڑی ہی میں حضرت والا نے فرمایا کہ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ میں حفاظت نظر کا حکم صرف مسلمان عورتوں ہی سے نہیں کافر عورتوں سے بھی ہے، چاہے مسلمان عورت ہو یا کافر عورت دونوں سے نظر بچاؤ اور اس کی ایک حکمت ابھی سمجھ میں آئی کہ کافر عورت پر بدنگاہی کرنے سے اگر اس سے عشق پیدا ہوا اور زِنا کی نوبت آگئی تو مسلمان کے خون اور نطفہ سے اللہ کا ایک دشمن پیدا ہوگا۔ کتنی بڑی بات ہے دیکھو آج سمجھ میں آئی، کیا یہ اللہ کا انعام نہیں ہے کہ کیسے کیسے علم عطا فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے مومن بندہ سے میرا دشمن پیدا ہو اس لیے کافر عورتوں سے بھی نظر بچاؤ ورنہ اگر اس سے پھنس گئے اور حمل قرار پاگیا تو گویا مومن نے اپنے خون سے اللہ کا ایک دشمن پیدا کیا اور قیامت کے دن مقدمہ چلے گا کہ تم نے میرے دشمنوں کی تعداد کیوں بڑھائی؟ لہٰذا یہ جرمِ عظیم ہے اور مومنہ عورت سے زِنا کیوں حرام ہے کہ

اس نے اپنے مسلمان بھائی کو حرامی بنایا۔ وہاں دشمن پیدا کرنے کا جرم عائد ہوا یہاں حرامی بنانے کا کیس چلے گا۔

اسلام میں زِنا کیوں حرام ہے؟

دوپہر کو کھانے کے بعد حضرت والا قیلولہ کے لیے آرام فرما ہوئے، اس وقت فرمایا کہ اگر کوئی عیسائی پوچھے کہ اسلام میں زِنا کیوں حرام ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو حرامی ہونے سے بچایا ہے کیونکہ اگر زِنا عام ہوجائے گا تو کوئی انسان حلالی نہ رہے گا۔ چنانچہ جن ملکوں میں زِنا عام ہوگیا اور عورت دولتِ مشترکہ ہوگئی وہاں کوئی شخص یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میری رگوں میں کس کا خون ہے اور میں کس کا نطفہ ہوں کیونکہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ میری ماں کے پاس سینکڑوں آدمی آتے ہیں نہ جانے کتنے لمیٹڈ نطفوں سے میری تخلیق ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے ماں باپ سے محبت نہیں ہے۔ برطانیہ میں جب ماں باپ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو پولٹری فارم کی طرح ان کو ایک مکان میں ڈال دیتے ہیں اور سال میں ایک بار جاکر ایک آدھ کیک دے آتے ہیں۔ کافر کے لیے تو یہی جواب کافی ہے۔

اور اگر مسلمان پوچھے کہ کیوں زِنا کیوں حرام ہے تو اس کے دو جواب ہیں (۱) اگر تم نے کافرہ عورت سے زِنا کیا اور اس کے حمل ٹھہر گیا تو تم نے ایک کافر کا اضافہ کیا۔ خدا کے دشمنوں کی تعداد بڑھائی (۲) اور اگر کسی مسلمان عورت سے زِنا کیا تو تم نے ایک مسلمان بھائی کو حرامی بنایا۔

ہم جنس پرستی کی حرمت کی عقلی دلیل

اور جو لوگ لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہیں اس کا عقلی جواب یہ ہے کہ مادّۂ منی میں انسان کے پیدا ہونے کے جراثیم ہوتے ہیں تو جب ان انسان

بننے والے جراثیم کو پاخانہ کے مقام میں ڈال دیتا ہے تو وہ جراثیم بزبانِ حال فریاد کرتے ہیں کہ ہم لوگ انسان بننے والے تھے اس نالائق نے ہم کو پاخانے میں ڈال دیا۔ ہم تو انسان بنتے لیکن اس ظالم نے ہم کو کہاں ڈال دیا۔ اور اس نے آبروئے انسانیت کو بھی رسوا کیا اور ایک انسان کی عزت کو ہمیشہ کے لیے ذلیل کر دیا، اگر اس فعل پر اللہ کو غصہ نہ آتا تو اتنا بڑا عذاب نازل نہ ہوتا جو کسی قوم پر نازل نہیں ہوا کہ چھ لاکھ کی بستی کو آسمان پر لے جا کر پلٹ دیا اور اوپر سے پتھر برسائے، یہ عذاب صرف قومِ لوط پر آیا:

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ مَّنۡضُوۡدٍ﴾

(سورة هود، اية: ٨٢)

اگر یہ معمولی درجہ کا گناہ ہوتا تو اللہ اپنے بندوں پر پتھر نہ برساتا، اللہ تو ارحم الراحمین ہیں اس کے باوجود پتھر برسانا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک یہ فعل انتہائی مبغوض اور خبیث ہے۔

کافرہ عورت سے زِنا کے حرام ہونے کی ایک اور عجیب وجہ

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کافر تو خدا کے دشمن ہیں لہٰذا ان کی عورتوں سے خوب زِنا کر کے ان کو اور ذلیل کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے ساتھ زِنا کرنے سے اللہ خوش نہیں ہوں گے بلکہ اور ناراض ہوں گے جیسے آپ کا کوئی دوست ہو اور اس کی بیٹی نالائق ہو جائے اور حرام کاری میں مبتلا ہو جائے تو باپ تو اس سے ناراض ہو گا لیکن اگر آپ نے یہ سمجھ کر اُس کے ساتھ زِنا کیا کہ یہ تو نالائق ہے، باپ بھی اس سے ناراض ہے تو کیا باپ آپ کو اپنا دوست بنائے گا یا دوستی کے رجسٹر سے ہمیشہ کے لیے خارج کر دے گا اور کہے گا کہ میری بیٹی تو نالائق تھی لیکن تم تو میرے دوست بنتے تھے تم نے کیوں نالائقی کی؟ میری بیٹی

ہونے کی ایک نسبت تو اس کے ساتھ تھی، تم نے اس نسبت کا خیال کیوں نہیں کیا؟ اسی طرح کافر کو بھی ایک نسبت بندہ ہونے کی اللہ کے ساتھ ہے، ان کے کفر کی سزا اللہ تعالیٰ خود دیں گے لیکن اگر کوئی کسی کافرہ کے ساتھ زِنا کرے اور پھر توبہ نہ کرے تو ہمیشہ کے لیے اللہ کے اولیاء کے رجسٹر سے خارج ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر مقدمہ چلائیں گے کہ وہ نالائق تھی اس کی سزا تو میں خود دوں گا لیکن میری بندی ہونے کی نسبت کو تو کیوں بھول گیا لہٰذا تو خود بھی قابلِ سزا ہے۔

غیبت کی حرمت سے محبت پر ایک عجیب استدلال

اسی طرح غیبت کو حرام فرمانا اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی محبت کی دلیل ہے۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے کے عیوب پر چاہے سزا دے لیکن وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دوسرے لوگ جگہ جگہ اس کے عیوب بیان کر کے اسے ذلیل کریں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ اُن کے بندوں کی بُرائی بیان کر کے ان بندوں کو رسوا کیا جائے۔ غیبت کو حرام کرنا اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی محبت کی دلیل ہے۔

۱۵ر ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۳ر ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز جمعۃ المبارک

گناہ کی مجلس میں شریک ہونا جائز نہیں

مولانا اسماعیل صاحب جنہوں نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد کراچی میں حضرت والا سے تفسیر میں تخصص کیا تھا اور حضرت والا کے خلیفہ بھی ہیں، یہاں سینٹ لوئیس میں امام ہیں اور ان کا درسِ تفسیر یہاں مشہور ہے آج قبل نمازِ جمعہ ان کی مسجد میں حضرت والا کا بیان تجویز تھا۔ آج صبح مولانا یاددہانی کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی مسجد کا

مؤذن ڈاڑھی منڈاتا ہے، مؤذن کو رکھنے والی کمیٹی اور امام سب سے قیامت کے دن مؤاخذہ کا خوف ہے کیونکہ ایسے شخص کی اذان اور امامت سب مکروہِ تحریمی ہے اس کا اخراج واجب ہے لہٰذا میں آپ کی مسجد میں بیان نہیں کروں گا کیونکہ:

﴿لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْهِ الْمَحْظُوْرُ﴾

جس مجلس میں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں شرکت جائز نہیں۔ مولانا اسماعیل صاحب نے عرض کیا کہ اس مؤذن کو ہم نے نہیں رکھا بہت پرانا ہے اور یہاں کے ملکی قوانین کے تحت کسی ملازم کو نکالنا تقریباً ناممکن ہے البتہ ہم نے اس کا انتظام کرلیا ہے کہ کل حضرت کی موجودگی میں وہ اذان و اقامت نہیں کہے گا۔ دوسرے صالح شخص کہیں گے۔ کیونکہ عذر معقول تھا اس لیے حضرت والا نے بیان کی دعوت قبول فرمالی اور نماز سے قبل حضرت اقدس کا دس منٹ نہایت مختصر اور جامع بیان ہوا جس میں سورۂ ملک کی شروع کی دو آیتوں کی تفسیر بیان فرمائی۔

چند لطائف

مولانا رشید بزرگ صاحب نے کل رات حضرت والا سے درخواست کی تھی کہ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت والا دوپہر کا کھانا میرے یہاں تناول فرمالیں، حضرت والا کا احسان ہوگا۔ نماز کے بعد تقریباً پونے دو بجے حضرت والا مع جملہ احباب کے مولانا رشید بزرگ صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا تناول فرمایا۔ حضرت والا کی طبیعت الحمد للہ بہت منشرح تھی چنانچہ کھانے کے بعد حضرت والا نے ایسے مزے دار لطائف سنائے کہ سامعین بہت محظوظ ہوئے اور مجلس زعفران زار بن گئی۔

فرمایا کہ ٹیکسلا میں میرے ایک دوست تھے حکیم امیر احمد صاحب مرحوم

میرے خلیفہ تھے۔ پہلے تو حضرت تھانوی سے بیعت تھے پھر میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب سے بیعت ہوئے پھر آخر میں مجھ سے تعلق قائم کیا۔ بڑے صاحبِ درد، مجذوب اور بڑے زندہ دل تھے۔ اللہ کی یاد میں بہت روتے تھے۔ مغرب سے عشاء تک ذکر و شغل میں رہتے تھے۔ اس وقت کوئی نواب بھی آجائے تو نہیں ملتے تھے۔

اکیلا چنا خود تو پھوٹ سکتا ہے

ایک آدمی نے کہا کہ سارے معاشرہ میں عریانی، بے حیائی اور گمراہی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک آدمی سارے معاشرہ سے کیسے ٹکرائے، اکیلا چنا بھاڑ تو نہیں پھوڑ سکتا۔ حکیم صاحب مجذوب تھے لیکن کیسا عجیب جواب دیا۔ فرمایا کہ اکیلا چنا بھاڑ تو نہیں پھوڑ سکتا خود تو پھوٹ سکتا ہے۔ تم خود اللہ والے بن جاؤ، تمہارا تو کام بن گیا، معاشرہ بھاڑ میں جائے۔ آنکھیں بند کیے ہوئے مطب میں بیٹھے رہتے تھے اللہ کے ساتھ مشغول۔ جہاں کوئی مریض آیا تو آنکھیں کھولیں دوا دے کر کہتے کہ لاؤ جلدی پیسے لاؤ اور جاؤ میرا وقت خراب مت کرو۔ میرے ذکر میں خلل پڑ رہا ہے۔

ہم نے جراثیم پیدا کرنے والے سے رابطہ کر رکھا ہے

ان کا مطب بھی عجیب تماشہ تھا۔ کوئی مریض آیا شلوار کے اوپر سے انجکشن لگا دیتے تھے۔ اب وہ کہہ رہا ہے کہ اسپرٹ کا پھایا دو۔ حکیم صاحب پھایا دیتے اور وہ شلوار میں ہاتھ ڈال کر اسپرٹ لگا رہا ہے۔ کسی کے سویٹر کے اوپر سے انجکشن لگا دیتے تھے کسی کی قمیض کے اوپر سے انجکشن لگا دیتے۔ لوگ دور دور سے ان کے مطب کا تماشہ دیکھنے آتے۔ ایک پرانا لوٹا تھا اس میں کائی لگی ہوئی تھی، اسی پانی سے انجکشن دھو دیتے۔ کسی نے کہا کہ اس میں تو جراثیم پیدا ہو گئے

ہوں گے۔ کہتے تھے کہ ہم نے جراثیم پیدا کرنے والے سے رابطہ کر رکھا ہے۔ جراثیم کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن اللہ نے ان کے ہاتھ میں ایسی شِفا رکھی تھی کہ دور دور کے شہروں سے لوگ علاج کرانے آتے تھے۔ سامنے ہی عیسائیوں کا ہسپتال تھا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ میں یوں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ جن مریضوں کو شفا دینا ہوان کو آپ میرے پاس بھیج دیجیے۔ کام آپ بنا دیجیے، نام میرا چڑھا دیجیے اور جن کو موت دینی ہوان کو سامنے عیسائیوں کے ہسپتال میں بھیج دیجیے تاکہ ان نالائقوں کی اور بدنامی ہو۔ کئی ایم بی بی ایس ڈاکٹر ان کے مقابلہ میں آئے اور ان کی دوکان کے قریب دوکان کھولی لیکن کسی کی نہ چلی سارا دن مکھیاں مارتے آخر تنگ آ کر آدھی رات کو سارا سامان باندھ کر بھاگ گئے کیونکہ دن میں بھاگتے ہوئے شرم آتی اس لیے رات کو بھاگتے۔

جب شروع شروع میں پاکستان آئے تو اتنا پیسہ پاس نہیں تھا کہ مطب کھولتے لہٰذا راولپنڈی میں برف بیچنا شروع کیا، راولپنڈی کی سڑکیں ڈھال پر ہیں ان پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ سائیکل پر برف لاد کر ان سڑکوں پر چڑھنا مشکل معلوم ہوا تو کہنے لگے کہ ایک دن میں نے اللہ میاں سے کہا کہ اے اللہ! آپ نے مجھے انسان بنایا ہے گدھا تو نہیں بنایا پھر گدھوں کا بوجھ مجھ سے کیوں اُٹھوا رہے ہیں؟ میرے لیے کوئی آسان روزی عطا فرمائیے، یہ مجذوبوں کی باتیں ہیں۔ مجذوبوں کی باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں جیسے آپ ناسمجھ بچوں کی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی عاقل بالغ بیٹا ایسی بات کرے تو باپ ناراض ہوگا لہٰذا مجذوبوں کی سی باتیں کوئی سالک نہیں کرسکتا ورنہ پکڑ ہوجائے گی۔ اس کے بعد سے پھر ان کا مطب چل گیا۔ خوب برکت ہوئی۔

کیا میں ابھی تک پورا پاگل نہیں ہوا؟

ایک بار ان کے ساتھ کاغان کی پہاڑیوں کا سفر ہوا۔ وہاں کے راستے

بڑے خطرناک ہیں، پہاڑوں پر نہایت تنگ سڑکیں ہیں اور نیچے ہزاروں فٹ گہرے کھڈ ہیں۔ حکیم صاحب ڈرائیور کے پاس والی سیٹ پر بیٹھے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر میں اچانک زور سے نعرہ مارتے یارب یارب یارب یارب۔ میں نے کہا کہ آپ کے نعروں سے اگر ڈرائیور کا ہاتھ ذرا سا ہل گیا تو ہزاروں فٹ گہرے کھڈ میں گاڑی گر جائے گی۔ بھلا یہ نعرہ مارنے کا وقت ہے؟ آپ تو مجھے آدھے پاگل معلوم ہوتے ہیں تو کیا کہتے ہیں کہ اچھا اتنے دنوں سے آپ کے ساتھ ہوں ابھی تک آدھا ہی پاگل ہی ہوا ہوں، پورا پاگل پھر کس دن ہوں گا؟ پاگل سے ان کا مطلب اللہ کا دیوانہ تھا یعنی مجھ کو اللہ کا پورا دیوانہ بنا دیجیے۔

لیکن یہ مجذوب پاگل نہیں ہوتے، اپنے مطلب میں خوب ہشیار ہوتے ہیں۔ پھولپور میں جب میں پڑھتا تھا، ہم دونوں پیر بھائی تھے، شاہ عبدالغنی صاحب سے ہم دونوں بیعت تھے تو میں نے ان سے کہا کہ میں بہت کمزور ہوں، اکثر بیمار رہتا ہوں، تم خمیرہ وغیرہ بناتے ہو، میں تمہارا پیر بھائی ہوں، کوئی شاندار خمیرہ بنا کر مجھے کھلاؤ لیکن بھائی میں طالب علم ہوں مجھ سے پیسے نہ لینا تو کہنے لگے کہ واہ صاحب گھوڑا اگر گھاس سے محبت کرے گا تو کھائے گا کیا؟ میں پیسے تو لوں گا لیکن کم لوں گا۔ ان کا یہ جملہ مجھے اب تک یاد ہے، ان کی باتوں میں مجھے بہت مزہ آتا تھا۔ آہ! مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

محبت صحابہ سے سبق سیکھے

بڑے صاحبِ دل تھے۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ صحابہ کی محبت کا یہ مقام ہے کہ محبت صحابہ سے سبق سیکھے، صحابہ سے محبت کا سبق سیکھئے۔ صحابہ سے سیکھئے کہ محبت کسے کہتے ہیں؟ بڑے عجیب جملے ہوتے تھے ان کے۔

دو بزرگوں کے واقعات

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ جونپور میں دو بزرگ گذرے ہیں مولانا کرامت علی صاحب اور مولانا سخاوت علی صاحب۔ مولانا کرامت علی صاحب کو ان کے شیخ نے حکم دیا کہ تم سفر کرتے رہنا ایک جگہ نہ ٹھہرنا۔ وہ بنگال چلے گئے، ایک جگہ نہ ٹھہرے۔ تعمیلِ حکمِ شیخ کی برکت یہ ہوئی کہ جہاں جہاں ان کے قدم گئے وہاں اسلام پھیل گیا۔ بنگال میں اسلام ان ہی کی برکت سے پھیلا ہے۔ ہادئ بنگال ان کا لقب ہے اور مولانا سخاوت علی صاحب سے فرمایا کہ تم پڑھاتے رہنا۔ کوئی بخاری پڑھنے آتا اس کو بخاری پڑھا دیتے، کوئی نورانی قاعدہ پڑھنے آتا اس کو نورانی قاعدہ پڑھا دیتے۔ یہ نہیں کہ ہم بخاری پڑھاتے ہیں کیا نورانی قاعدہ لائے ہو۔ نہیں جو پڑھنے آئے گا وہی پڑھاؤں گا کسی نے کہا کہ حضرت آپ بخاری پڑھانے والے اتنے بڑے عالم ہیں آپ نورانی قاعدہ کیوں پڑھاتے ہیں فرمایا کہ میرے شیخ نے یہ تھوڑی فرمایا تھا کہ بخاری پڑھایا کرنا بلکہ صرف یہ فرمایا تھا کہ تم پڑھایا کرنا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ مولانا سخاوت علی صاحب قطب الاقطاب تھے۔ ایک دفعہ رات کو خادم پاؤں دبا رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور مولانا سے ایک کاغذ پر دستخط کرائے اور چلا گیا۔ خادم نے دیکھا کہ سیڑھیوں پر سے اترا نہیں کہ وہیں سے نظروں سے غائب ہوگیا۔ لہٰذا اس نے پوچھا کہ حضرت یہ کون تھا؟ یہ تو کوئی غیبی مرد معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے اس کو ڈانٹ دیا کہ خاموش رہو، یہ سب باتیں نہ پوچھو۔ اس نے کہا کہ نہیں حضرت یہ تو آپ کو بتانا پڑے گا کہ یہ کون شخص تھا؟ یہ خادم پیر دبانے والے ذرا منہ لگے ہوتے ہیں، یہ سارا راز لے لیتے ہیں۔ آخر میں مجبوراً حضرت نے بتایا کہ یہ شخص فلاں بستی کا قطب بنایا گیا ہے لیکن بغیر میرے دستخط کے یہ قطب نہیں ہوسکتا تھا۔ اس بستی

کے اقطاب کا اللہ نے مجھ کو قطب بنایا ہے، میں امیر الاقطاب ہوں۔ یہ تکوینی معاملات ہیں۔

پھر حضرت شیخ پھولپوری نے فرمایا کہ جونپور میں قحط پڑ گیا، بارش نہیں ہوئی تو لوگوں نے مولانا سخاوت علی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ اس علاقہ کے قطب ہیں اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش ہوجائے۔ فرمایا کہ بھئی! یہاں دریائے سئی کے پاس ایک مجذوب رہتا ہے، یہاں کا تکوینی نظام اس کے پاس ہے، وہ جب دعا کرے گا تب بارش ہوگی۔ اگر کوئی معمولی آدمی یہ بات کہتا تو میں یقین نہ کرتا لیکن شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری حضرت حکیم الامت کے خلیفہ بخاری پڑھانے والے نے یہ فرمایا کہ مولانا سخاوت علی صاحب پالکی میں بیٹھے اور مریدوں کو لے کر اس مجذوب سے ملنے گئے اور اس مجذوب سے فرمایا کہ ارے بھائی بارش نہیں ہورہی ہے اللہ سے دعا کرو بارش کے لیے۔ اس نے کہا کہ اچھا! ایک ڈنڈا لیا اور ایک درخت پر مارنا شروع کیا۔ یہ شاہ عبدالغنی صاحب عالم ربانی قطبِ زمانہ فرمارہے ہیں، کسی جاہل جٹ کی روایت نہیں ہے۔ درخت پر ڈنڈے مارے جارہا تھا پھر اس نے کہا کہ ارے مولوی صاحب کا ہے نہیں پڑھتے ہو او کجلب من السماء، اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ کو کہہ رہا ہے او کجلب من السماء جل معنی پانی کے ہیں دیکھئے مجذوبوں کی باتیں! بس اتنا منہ سے نکلنا تھا کہ بارش شروع ہوگئی۔ مولانا سخاوت علی صاحب آئے تھے گرد و غبار میں اور جب واپس گئے تو گھٹنوں گھٹنوں پانی تھا۔ اللہ کے ایسے مقبول بندے بھی ہوتے ہیں چھپے ہوئے، آہ و فغاں کرنے والوں کو کبھی حقیر مت سمجھو۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ مجذوب مقبول ہوتے ہیں متبوع نہیں ہوتے یعنی ان کی اتباع جائز نہیں کیونکہ وہ غیر مکلّف ہوتے ہیں۔ اتباع قطب الارشاد کی کی جاتی ہے جو لوگوں کی دین کی تعلیم و دعوت کا کام کررہے

ہیں ان کا درجہ مجذوبوں سے بہت بڑا ہے، میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ مجذوب قطب الارشاد کا چپڑاسی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ حکیم امیر احمد صاحب مجھ کو ہدیہ بھی عجیب طرح دیتے تھے۔ کہنے لگے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو اونٹ کی چال چل کر ہدیہ پیش کروں پھر جھک کر اور اونٹ کی طرح گردن آگے پیچھے کر کے آئے اور ہدیہ دیا۔ مجھے ہنسانے کے لیے ایسا کرتے تھے۔ عجیب آدمی تھے حالانکہ وہ بابا دادا تھے، ستر سال سے اوپر کے تھے اور چونکہ وہ مجذوب تھے اس لیے ان کو میں زیادہ پابند بھی نہیں کرتا تھا۔ یہ لوگ قوانین کے اور ظاہری آداب وغیرہ کے زیادہ پابند نہیں ہوتے لیکن دل میں بے حد ادب ہوتا ہے۔ اتنی محبت تھی کہ دیکھتے ہی رونے لگتے تھے، بڑے زندہ دل تھے، ان کی باتوں میں بہت مزہ آتا تھا۔ میں اپنا دل بہلانے کے لیے ان کے پاس چلا جاتا تھا۔ جب میری والدہ کا انتقال ہوا تو مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ ان کا پاندان اور ان کا بستر دیکھ کر میں رونے لگتا تھا۔ میں نے کہا کہ میں تو بیمار ہو جاؤں گا لہٰذا میں کراچی سے ٹیکسلا ان کے پاس گیا۔ اور اس لیے گیا کہ یہ میرا دل بہلائے گا اور واقعی پھر دل بہت سنبھل گیا۔ ایسے لوگ دل کے لیے بہت مفید ہوتے ہیں ہنستا ہوا لطیفہ سنانے والا لیکن اس کا دل باخدا ہو ایسا آدمی دل کے لیے مفرح ہے۔ ہمارے ایک دوست قرار صاحب ہیں۔ پوچھئے ان لوگوں سے کہ کس قدر مفرح ہیں، ہر وقت لطیفے سناتے ہیں لیکن اشراق، تہجد، اوّابین سب کچھ جاری ہے، بڑے اللہ والے ہیں۔ ایک دن میں نے کہا کہ قرار صاحب آپ تو ہم لوگوں کے لیے قرارِ قلب ہیں۔ کہنے لگے کہ مگر قرار کا ایک نقطہ ہٹا دو تو فرار ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے ایک دن کہا کہ قرار صاحب آپ تو ہم لوگوں کے لیے خمیرہ مروارید مفرح قسم اعلیٰ معلوم ہوتے ہیں۔ مروارید موتی کو کہتے ہیں۔ کہنے لگے کہ صاحب مروارید نہ کہئے، اس میں

لفظ مر ہے جو امر ہے کہ مر۔ میرا نام خمیرہ آبریشم رکھ دیجئے۔

ایک لطیفہ ان کا اور سناتا ہوں۔ آج لطیفوں کی مجلس ہوگئی۔ کہنے لگے کہ ایک عورت کا شوہر باہر گیا ہوا تھا، اس نے دوسری عورت سے پوچھا کہ بہن ری بہن ڈاکیہ میرے شوہر کا خط لایا تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں بہن ڈاکیہ آیا تھا لیکن تیرے شوہر کا خط نہ لایا تھا۔ خط نہ لایا تھا کو اس نے بغیر وقف کیے بولا تو معنیٰ ہی بدل گئے، لوگ کہتے ہیں کہ وقف کی کیا ضرورت ہے، اتنی ضرورت ہے کہ ''خط نہ'' کو ملانے سے ختنہ بن گیا اور معنیٰ ہی بدل گئے، اس ظالم کو چاہئے تھا کہ خط پر وقف کرتی لیکن اس نے شرارتاً یہ کہا تھا۔ دیکھئے مولانا رشید بزرگ بھی ہنس رہے ہیں۔ دوستوں کو خوش کردینا کیا عبادت نہیں ہے؟ حدیث پاک میں ہے:

﴿اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ﴾

(المرقاة، کتابُ الاداب، بابُ الحب فی اللہ ومن اللہ، ج:۸،ص:۷۴۸)

ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ کی عبارت ہے کہ مومن کے قلب کو خوش کردینا جنات وانسان کے سارے اعمال سے افضل ہے۔

ایک مجذوبہ کا واقعہ

میرے شیخ نے فرمایا کہ جونپور میں ایک مجذوبہ رہتی تھی۔ عورتیں بھی تکوینیات میں ہوجاتی ہیں۔ وہ شیخ اور خلیفہ تو نہیں بن سکتیں لیکن مجذوب ہوجاتی ہیں، صاحبِ خدمت ہوجاتی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا گنگوہی کا انتقال ہوا تو اس مجذوبہ نے جونپور میں اعلان کیا کہ گنگوہ میں بڑے مولانا کا انتقال ہوگیا۔ اس کا کشف اتنا زبردست تھا، کہاں جونپور اور کہاں گنگوہ، اُس زمانہ میں نہ کوئی تار تھا نہ ٹیلیفون۔ یہ قصہ میرے شیخ نے سنایا تھا۔ اختر سے یہ باتیں سن لو، یہ باتیں سنانے والے پھر کم ملیں گے۔ اللہ کے فضل سے بزرگوں کی اتنی طویل مدت تک خدمت میں رہنے کا موقع کم لوگوں کو

ملتا ہے۔

اور میرے شیخ نے فرمایا کہ ایک گاؤں میں ایک مجذوبہ صاحبِ خدمت تھی۔ اس کے بعد اس کا منصب تکوینی طور پر اس کے گاؤں کی مسجد کے امام صاحب کو ملنے والا تھا۔ اس کو اللہ کی طرف سے کشف ہوا کہ اب تیرا انتقال ہونے والا ہے اور تیرا درجہ مسجد کے امام صاحب کو منتقل کرنا ہے۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ امام صاحب کی تقریر جب ہوتی ہے تو تم کو ان کی کس بات میں زیادہ مزہ آتا ہے، تو اس نے کہا کہ ہم تو جاہل آدمی ہیں، ہم تو کچھ سمجھ نہیں سکتے لیکن جب امام صاحب تقریر کے دوران کہتے ہیں کہ آپ لوگ کچھ سمجھے؟ تو مجھے بہت مزہ آتا ہے۔ مجذوبہ نے کہا کہ جب امام صاحب کہیں کہ کچھ سمجھے تو تم کھڑے ہوکر کہہ دینا کہ امام صاحب آپ بھی کچھ سمجھے؟ دیکھئے! اس طرح ڈیوٹی منتقل ہورہی ہے لہٰذا جب امام صاحب نے کہا کہ آپ لوگ کچھ سمجھے تو اس کا جاہل شوہر کھڑا ہوا اور کہا کہ امام صاحب آپ بھی کچھ سمجھے؟ بس امام صاحب منبر پر بیٹھ گئے اور رونے لگے، اسی وقت ان کو وہ مقام مل گیا اور اس کا شوہر جب لوٹ کر آیا تو عورت مر چکی تھی۔ یہ تکوینی انتظامات ہیں، اس پر امت کا اجماع ہے۔ ملا علی قاری نے بھی ان واقعات کو لکھا ہے کہ ہر بستی میں تکوینی قطب اور صاحبِ خدمت وغیرہ ہوتے ہیں۔ علامہ شعرانی نے بھی لکھا ہے کہ میں اپنی بستی کا قطب بنایا گیا ہوں۔ جو بات امت میں اکابر کی زبانوں سے تواتر سے چلی آرہی ہے اس کی تردید کی ضرورت نہیں ہے لیکن کسی کو زبردستی منوانے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن ان باتوں کا عوام میں زیادہ تذکرہ کرنے کی اور زیادہ اہمیت دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے ورنہ عام لوگ بس ان باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اعمال سے غافل ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل چیز تو اعمال ہیں پھر وہ مجذوبوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے لگتے ہیں حالانکہ

مجذوب تو قطب الارشاد کا چپراسی ہوتا ہے یعنی وہ اولیاء خواص جو اشاعتِ دین میں مصروف ہیں قطب الارشاد کہلاتے ہیں، ان کے بڑے درجات ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مجاذیب کا مقام بہت کمتر ہے۔

قطب الارشاد کا مقام

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو جب خطوط آتے کہ اگر آپ کانگریس میں شامل نہ ہوئے تو ہم آپ کو قتل کردیں گے تو حضرت حکیم الامت ایسے خطوط کو پڑھ کر پھاڑ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حفاظت کے لیے کافی ہے۔ اس زمانہ میں دو مجذوب خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت کے پہرہ پر آگئے، کوئی ان کو جانتا بھی نہ تھا، وہ تھانہ بھون کے نہیں تھے۔ ایک مجذوب کی ڈیوٹی ختم ہوتی تو دوسرا مجذوب آکر بیٹھ جاتا تھا۔ ایک دن بعض علماء نے کہا کہ حضرت یہ مجذوب یہاں پہلے نہیں تھے، جب سے آپ کے قتل کے خطوط آرہے ہیں تب سے یہاں نظر آرہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں، آپ کسی دن ان سے مل لیجیے۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کی نظر جاذب پر ہوتی ہے وہ مجذوب سے نہیں ملتا۔ چنانچہ حضرت ایک دن بھی ان مجذوبوں سے نہیں ملے لہٰذا مجذوبوں کی تلاش اور ملاقات کے چکر میں نہیں رہنا چاہیے، ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مجذوب وہی کرتا ہے جو اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے، اس کے خلاف وہ دعا بھی نہیں کرسکتا مثلاً اگر تکوینی طور پر اس کو معلوم ہوجائے کہ اس وقت اللہ کی مرضی کفار کو غلبہ دینے کی ہے تو وہ اللہ سے دعا بھی نہیں کرے گا کہ یا اللہ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما اور سالک قطب الارشاد جو دین کی خدمت کرتے ہیں اللہ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے مفید ہیں، ان سے دعا کرائیے، مجذوب تو جس

ڈیوٹی پر ہے اس کے منہ سے وہی نکلے گا جو اللہ تعالیٰ کرنا چاہتے ہیں اور قطب الارشاد کی دعاؤں سے قسمتیں بدل جاتی ہیں، یہ سوء قضاء کو حسن قضاء سے تبدیل کرا سکتے ہیں کیونکہ وہ عارف ہوتے ہیں، جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ کو بدل سکتے ہیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ﴾

(سننُ الترمذی، کتابُ القدر، ج: ۲، ص: ۳۵)

دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ تبدیل فرما دیتے ہیں اور دوسری حدیثِ پاک میں ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَآءِ وَ دَرْکِ الشَّقَآءِ وَسُوْءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ﴾

(صحیحُ البخاری، کتابُ القدر، باب من تعوذ باللہ، ج: ۲، ص: ۹۷۹)

اس حدیث کی شرح دیکھئے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی۔ اگر اللہ اپنی قضاء یعنی اپنے فیصلہ کو نہ بدلتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا نہ سکھاتے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قضاء مخلوق نہیں بدل سکتی لیکن اللہ خود اپنی قضاء اور اپنے فیصلہ کو بدل سکتا ہے۔

مثنوی میں سوء قضا کو بدلنے کی دعا کا عجیب عنوان

مولانا رومی نے مثنوی میں اس حدیث کی شرح یوں کی ہے کہ اے خدا آپ کی قضاء آپ پر حاکم نہیں ہوسکتی یعنی آپ کا فیصلہ آپ پر حکومت کیسے کرسکتا ہے؟ کیونکہ اگر اللہ اپنے فیصلہ کو نہ بدل سکتا تو پھر اللہ اللہ کہاں رہتا، وہ تو اپنے فیصلہ کا محکوم ہوجاتا، پس اے اللہ! آپ کا فیصلہ آپ کا محکوم ہے، آپ اپنے فیصلہ پر حاکم ہیں لہٰذا سوء قضاء کو آپ حسن قضاء سے بدل دیجیے، کبھی کبھی یہ دعا کرلیا کیجئے کہ اے اللہ! اگر میرا خاتمہ میری شامتِ اعمال سے آپ نے خراب

لکھا ہے اور مجھ کو جہنمی لکھ دیا ہے تو اپنے اس فیصلہ کو، اس سوء قضاء کو حسن قضاء سے بدل دیجئے۔ اللہ سے مانگئے، ان شاء اللہ وہ اس فیصلہ کو بدل کر جنتی لکھ دیں گے۔ اپنی تقدیریں اسی زندگی میں بدلوا لیجئے، دعا کیجئے، اللہ سے کہئے کہ اے اللہ! اگر مستقبل میں مجھ پر فالج گرنا ہے، لقوہ گرنا ہے، کینسر میں مبتلا ہونا مقدر ہے یا گردے بے کار ہونا ہیں، جتنی بھی سوء قضا ہے میرے لیے یا میرے گھر والوں کے لیے میرے دوستوں کے لیے تو اے اللہ جملہ سوء قضا کو حسنِ قضا سے بدل دیجئے۔ ان شاء اللہ آپ بھی، آپ کے گھر والے بھی اور دوست احباب بھی سب خیریت سے رہیں گے۔ اللہ میاں سے رونے کا اور دعاؤں کا معمول بنائیے۔ کتنی بڑی دعا ہے کہ اے اللہ! اگر میری شامتِ عمل سے آپ نے میرے لیے شقاوت، بدبختی، سوء خاتمہ اور جہنم لکھا ہے تو اس سوء قضا کو اپنی رحمت سے حسنِ قضا سے بدل دیجئے کیونکہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھا دیا، اگر آپ اپنا فیصلہ نہ بدلتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیوں سکھاتے اور مولانا رومی کا یہ جملہ ضرور یاد کر لیجئے کہ اے خدا! آپ کی قضا یعنی آپ کے فیصلہ کو آپ پر حکومت کا اختیار نہیں ہے، آپ اپنی قضا پر حاکم ہیں لہٰذا اپنی سوء قضا کو حسن قضا سے تبدیل فرما دیجئے۔ دعا کر لیجئے کہ اللہ عمل کی توفیق دے اور ہم سب کی حاضری کو قبول فرمائے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو اللہ والا بنا دے وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ۔

کھانے کے بعد کی مسنون دعا

حضرت والا یہ ارشادات کھانے کے بعد دستر خوان اٹھانے سے پہلے فرماتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اب میزبان کو کھانے کے بعد کی دعا دوں گا بغیر ہاتھ اٹھائے کیونکہ کھانے کے بعد کی دعا کی سنت میں ہاتھ اُٹھانا

ثابت نہیں ہے، پھر یہ مسنون دعا فرمائی:

﴿اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الاطعمۃ، باب الولیمۃ، ص: ۳۶۹)

اے اللہ! مولانا رشید بزرگ کے گھر نیک بندے کھانا کھاتے رہیں اور فرشتے ان کے اور ان کے گھر والوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں اور روزے دار افطار کرتے رہیں۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اس دعائے مسنونہ میں رزقِ ظاہری اور رزقِ باطنی دونوں کی دعا ہوگئی کیونکہ جب اللہ خوب زیادہ دے گا تب ہی تو کھلائیں گے اور نیک بندوں کے آنے سے صالحین کی صحبت بھی میسر آئے گی جو جڑ ہے دین کی، لہٰذا ظاہری اور باطنی دونوں رزق کی دعا ہوگئی۔

دسترخوان اُٹھانے کی مسنون دعا

آخر میں حضرت والا نے دسترخوان اٹھانے کی مسنون دعا پڑھی:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَ لَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا﴾

(صحیحُ البخاری، کتابُ الاطعمۃ، باب ما یقول اذا فرغ من طعامہ، ج: ۲، ص: ۸۲۰)

پھر فرمایا کہ آج کی مجلس کا رنگ تو عجیب تھا۔ کیسی مزے دار مجلس تھی۔ اللہ قبول فرمائے۔

تقریباً ڈھائی بجے کے قریب خانقاہ کے لیے سینٹ پیئر (St.Pierre) واپسی ہوئی۔ کار میں حضرت والا کے ساتھ احقر راقم الحروف اور یوسف صاحب فرانسیسی برادر حبیب اللہ صاحب فرانسیسی اور مولانا داؤد صاحب تھے جبکہ مولانا داؤد صاحب کار چلا رہے تھے۔ کار میں حضرت والا نے یہ شعر سنایا جو غالباً اسی وقت موزوں ہوا تھا۔

میں کرتا ہوں چمن میں یاد اُن کو رات دن اختؔر
مگر مشتاق رہتی ہیں مری آہیں بیاباں کی

(سبحان اللہ! کیا عمدہ شعر ہے۔ اللہ حضرت والا کے درد سے امت کو قیامت تک کے لیے مستفید فرمائے اور صدقۂ جاریہ بنائے۔ جامع)

عشقِ مجازی کے گندا ہونے کی ایک دلیل

پھر راستہ میں یوسف صاحب فرانسیسی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کے لیے جو محبت ہوتی ہے وہ ناف کے اوپر کے اعضاء سے ہوتی ہے یعنی جسمِ اعلیٰ سے۔ کیونکہ یہ محبت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور جو محبت دنیوی ہوتی ہے عورتوں سے یا لڑکوں سے وہ ناف کے نیچے سے کی جاتی ہے، اس محبت کا آخری مقام ناف کے نیچے ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ یہ نیچا کام ہے، یہ نیچے لوگ ہیں، نیچی ذات ہیں یہ اعلیٰ لوگ نہیں ہیں۔ فاعل و مفعول دونوں نیچے والے کام کرتے ہیں، یہ دلیل ہے کہ یہ عشق گندا ہے اگرچہ لاکھ سرافگندہ رہے لیکن عاشقوں کا دل پراگندہ رہے گا۔

۱۶؍ ربیع الاول ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۴؍ ستمبر ۱۹۹۳؁ء، بروز ہفتہ، نو بجے صبح،
خانقاہ ری یونین سینٹ پیئر (St.Pierre)

موت کی ریل اور دنیا کا پلیٹ فارم

حضرت والا اپنے کمرہ سے خانقاہ تشریف لائے۔ خانقاہ میں احقر راقم الحروف اور یوسف صاحب فرانسیسی تھے۔ فرمایا کہ میر غمِ جدائی میں ہے کیونکہ اس کی شادی نہیں ہوئی اور یوسف عیشِ آشنائی میں ہے۔ جس کو اللہ جس حال میں رکھیں اسی میں خوش رہنا چاہئے وہی حال اس کے لیے اچھا ہے۔ پلیٹ فارم پر ایک شخص اپنا سامان لیے ہوئے ریل کے انتظار میں بیٹھا ہے اور دوسرا فرسٹ کلاس کے

ویٹنگ روم میں بیوی سے مزے لے رہا ہے لیکن جب ریل آئے گی تو دونوں کو لے جائے گی اسی طرح موت کی ریل دونوں کو آخرت کی منزل پر پہنچادے گی لیکن اللہ اپنے عاشقوں کو بغیر اسبابِ عیش کے عیش میں رکھتا ہے کیونکہ وہ خالقِ اسبابِ عیش ہے لہٰذا بغیر اسباب کے وہ اپنے عاشقوں کو مست رکھتا ہے اور ایسی لذتِ باطنی دیتا ہے کہ بعض غافل اہلِ عیش اس کا اِدراک بھی نہیں کرسکتے۔

اہلِ ری یونین کے لیے دو شعر

بعد عصر کچھ حضرات تشریف لائے تو فرمایا کہ آج ری یونین کے دوستوں کے لیے میں نے یہ شعر کہا ہے ؎

جب اُڑ جاؤں گا میں کراچی کی جانب
کہاں مجھ کو پاؤ گے ری یونین میں
سمندر کا ساحل پہاڑوں کا دامن
عجب لطف ملتا ہے ری یونین میں

اس ملاقات کو غنیمت سمجھو پھر یہ باتیں کہاں سنو گے۔

اس کے بعد چائے کا وقت ہوگیا۔ یعقوب لمبات صاحب اپنے گھر سے حضرت والا کے لیے کچھ سموسے بنوا کر لائے جو چائے کے ساتھ پیش کیے۔ فرمایا کہ یہ سموسے میں کسی اور کو نہیں دوں گا کیونکہ ان کی تعداد بتارہی ہے کہ یہ صرف میرے لیے لائے گئے ہیں۔ جو چیز آدمی اپنے شیخ کے لیے لائے اور دوسرے اسے کھائیں تو لانے والے کو تکلیف ہوتی ہے جبکہ وہ چاہتا ہے کہ یہ صرف میرا شیخ کھائے۔ (سبحان اللہ! حضرت والا اپنے خدام کی کس کس انداز سے دلجوئی فرماتے ہیں۔ جامع)

کیا برکت صرف بالائی میں آتی ہے؟

اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب کے لیے پسے ہوئے پستہ بادام بالائی میں ڈال کر ایک میزبان لائے۔ دستر خوان پر اور کھانا بھی تھا۔ حضرت نے بادام اور بالائی تھوڑی سی کھا کر چھوڑ دی تو ایک دیہاتی بار بار اس بالائی کو کھانے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی یہ کیوں کھا رہے ہو؟ یہ تو میزبان میرے لیے لایا ہے، تم کھاؤ گے تو اس کے دل کو تکلیف ہوگی۔ کہنے لگے کہ حضرت آپ کا دستِ مبارک اس میں لگا ہے، میں برکت کے لیے کھا رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا دستِ مبارک تو اس دال میں بھی لگا ہے تم دال کیوں نہیں کھاتے؟ کیا برکت صرف بادام اور بالائی میں آتی ہے دال میں نہیں آتی؟

بزرگوں کی باتوں میں کیسا نور ہوتا ہے اور ان میں کیسی نصیحت ہوتی ہے، دستر خوان پر نمک پارے بھی تھے۔ حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے ایک ایک نمک پارہ سب کو تقسیم کیا اور فرمایا کہ اپنے شیخ کے ہاتھ سے چھوٹی چیز بھی مل جائے تو مرید کے لیے بہت قیمتی ہوتی ہے۔ لیلیٰ سب کو پلاؤ قورمہ بھیجتی تھی اور مجنوں کے لیے سوکھی روٹی۔ مجنوں کو اس سوکھی روٹی میں کیا مزہ آتا تھا، رونے لگتا تھا کہ آہ! میری لیلیٰ کے ہاتھوں سے یہ روٹی ملی ہے۔ اسی طرح یہ رزق جو ہے مولیٰ کے ہاتھوں سے ملا ہے، خالی زمین سے پیدا نہیں ہوا **وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ** یہ رزق آسمان سے اترا ہے، ہمارے مولیٰ نے عطا فرمایا ہے اس تصور سے اللہ والے کھاتے ہیں تو ان کو رزق میں کچھ اور ہی مزہ آتا ہے۔

۱۶؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۴؍ستمبر ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ، بعد عشاء، پونے نو بجے، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سینٹ پیئر (St.Pierre)

رزق کا یقینی دروازہ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تقویٰ کی برکت نازل فرمائی

کہ اگر تم گناہوں سے بچو گے، ہمیں راضی رکھو گے، ہماری نافرمانی نہیں کرو گے وَیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ تو ہم تمہیں ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے تمہیں گمان بھی نہیں ہوگا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا پکا ہے، اس میں کسی قسم کے خسارہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے باقی دنیا میں روزی کے جتنے ذرائع ہیں، بزنس ہو، ملازمت ہو ہر ایک میں خسارہ کا خطرہ موجود ہے۔ کوئی ملازم ہے تو نکالا جاسکتا ہے، اس کی روزی منقطع ہوسکتی ہے، تجارت میں گھاٹا آسکتا ہے یا نہیں؟ لیکن تقویٰ ایک ایسی تجارت ہے جس میں رزق یقینی ملے گا، کبھی گھاٹا نہیں آئے گا کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا ہم اس کو ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔ رزق کا اتنا یقینی دروازہ کوئی نہیں جیسا تقویٰ کا دروازہ ہے، تقویٰ اختیار کرنے سے رزق یقینی ملے گا۔ پوری کائنات میں رزق کے جتنے دروازے ہیں سب میں خسارہ کا اِمکان ہے، نواب کا بچہ، رئیس ابن رئیس اور کروڑ پتی سب خسارہ میں آسکتے ہیں اور بھیک مانگ سکتے ہیں، کوئی ایسی بیماری لگ سکتی ہے کہ ساری تجارت اس کے علاج میں لگ گئی اور پھر بھی اچھے نہ ہوئے، دوکان بک گئی، مکان بک گیا اور آخر میں امریکہ میں جاکر کسی ہسپتال میں مر گئے۔

پوری کائنات میں رزق کی یقینی راہ تقویٰ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ میرے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے درجات کو اللہ تعالیٰ بلند فرمائیں، حضرت نے کراچی میں یہ مضمون بیان فرمایا تھا کہ رزق کا یقینی راستہ تقویٰ ہے جو لَا یَحۡتَسِبُ بھی ہے کہ رزق بغیر شان و گمان مل جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ آسانی سے مل جائے، اس کے تمام اُمور آسان ہوجائیں، جینا آسان ہوجائے اور کہیں بھی اس کو مشکل پیش نہ آئے۔

متقی کے کاموں میں آسانی کا راز

وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا جوتقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کو آسان کر دیتے ہیں، اب اس کا راز بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو کیوں آسان کر دیتے ہیں کیونکہ متقی اللہ کا دوست ہوتا ہے اور دنیا میں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ دوست اپنے دوست کی ملاقات کا حریص ہوتا ہے اور حتی الامکان اپنے دوست کی ملاقات کے اسباب و وسائل کی ذمہ داری خود لیتا ہے۔ اگر کبھی مشکل میں پھنستا ہے اور اپنی اس مشکل کی وجہ سے ملاقات کے لیے نہیں آپاتا تو چاہتا ہے کہ ایسی کیا ترکیب کروں کہ میرا دوست میرے پاس آجائے۔ دنیا کے دوست تو مجبور بھی ہوسکتے ہیں کہ اپنے دوست کی مشکل دور نہ کرسکیں اور ملاقات کے اسباب و وسائل نہ پیدا کرسکیں لیکن اللہ تو قادرِ مطلق ہیں، جب ان کا دوست مشکل میں پھنسے گا تو اللہ اس کے کام کو آسان فرما کر جلدی سے اس کو اپنی یاد کے لیے اور اپنے قرب سے مشرف کرنے کے لیے اپنے پاس بلا لیتے ہیں کیونکہ اگر مشکلات میں پھنسا رہے گا تو نوافل کیسے پڑھے گا، ذکر اللہ کیسے کرے گا لہٰذا اللہ جسے اپنا دوست بناتے ہیں تو فضلاً و احساناً اس کے کام کو آسان کرنا اپنے ذمہ کر لیتے ہیں اس لیے متقین کے کام کھٹائی میں نہیں پڑتے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا جو تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے یعنی اللہ کا پیارا ہونا چاہتا ہے اللہ اس کے کاموں کو آسان فرما دیتے ہیں۔

اب میں ساری دنیائے انسانیت سے ایک بین الاقوامی مطالبہ کرتا ہوں چاہے وہ عیسائی ہو، یہودی ہو، ہندو ہو، کوئی بھی کافر ہو کیا کوئی شخص دنیا میں ایسا ہے جو یہ کہے کہ میں رزق لَا یَحۡتَسِبُ نہیں چاہتا، آسانی سے رزق نہیں چاہتا، بہت مصیبتوں سے چاہتا ہوں، گدھے کی طرح پیٹھ پر مرچ دھنیہ غلہ لاد کر

دھوپ میں پریشان ہو کر روزی کماؤں، کوئی یہ نہیں چاہتا، سب آسانی سے رزق چاہتے ہیں لیکن آسانی کا کوئی راستہ سوائے تقویٰ کے نہیں ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا رزق تو اس کو لَا یَحْتَسِبُ بے شان وگمان دیں گے ہی اس کے علاوہ اس کے جتنے بھی کام ہیں تقویٰ کی برکت سے سب آسان فرما دیں گے۔ صرف تقویٰ کے راستہ کو فرماتے ہیں کہ لَا یَحْتَسِبُ ہے، قطعی ہے، یقینی ہے جہاں کوئی خسارہ نہیں، مجھے کوئی بتائے کہ دنیا میں کوئی ایسی تجارت ہے جس میں خسارہ کا امکان نہ ہو؟ اگر کوئی ہے جہاں خسارہ کا امکان نہ ہو تو وہ سود ہو جائے گا جو حرام ہے اور دوزخ کا سامان ہے۔

رزّاق کی نافرمانی کے ذرائع سے رزق حاصل کرنے کی نحوست

تو رزق لَا یَحْتَسِبُ حاصل ہونا بلکہ ہر کام آسان ہونا یہ دونوں چیزیں بین الاقوامی طور پر مطلوب ہیں لیکن اس کا طریقہ کیا ہے؟ جس کے اختیار میں رزق ہے، جس کے اختیار میں کاموں کو آسان کرنا ہے آج ہم جیسے حمقاء اس رزّاق کو ناراض کر کے روزی بڑھانے کا سوچ رہے ہیں، نافرمانی کے کام کر کے کہتے ہیں کہ صاحب اس سے رزق زیادہ بڑھے گا، دوکان پر ٹیلی ویژن چلا رہے ہیں کہ زیادہ بکری ہوگی، دوکان پر لڑکیوں کو ملازم رکھ رہے ہیں کہ زیادہ گاہک آئیں گے۔ بتائیے! جو ظالم اللہ کو ناراض کر کے رزق حاصل کر رہا ہے اس کے رزق میں برکت ہو سکتی ہے؟ اللہ تو کافر کو بھی رزق دیتا ہے، چور کو بھی رزق دیتا ہے، چور کو چوری سے اور حرام خور کو حرام خوری کے راستے سے رزق ملتا ہے اور حلال خور کو حلال راستہ سے دیتا ہے، جو حرام کی نیت کرتا ہے اس کو حرام راستہ سے سزا کے طور پر رزق دیتا ہے اور جو حلال کی نیت کرتا ہے اس کو حلال راستہ سے رزق عطا فرماتا ہے۔

اس لیے جو اللہ کو ناراض کر کے رزق حاصل کر رہا ہے انتہائی احمق ہے، رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، اللہ کو راضی کر کے رزق حاصل کرو، اگر ناراض کر کے حاصل کیا تو وہ رزق برکت والا نہیں ہوگا، وہ سب چور ڈاکو لے جائیں، ڈاکٹر لے جائیں، کینسر ہو جائے، ایکسیڈنٹ ہو جائے غرض جو ہو جائے کم ہے۔

ہمارے یہاں سمندر کے کنارے رئیسوں کی ایک بستی کلفٹن ہے۔ وہاں کے ایک سیٹھ صاحب نے کہا کہ مجھے نماز روزہ کی کیا ضرورت ہے؟ سات پشت تک کھانے کے لیے بینک میں پیسہ ہے، میں تو ساری زندگی پلاؤ قورمہ کھاؤں گا، ان کے پیٹ میں کینسر ہو گیا، سب غذا بند ہو گئی، جو کا دو تولہ پانی چوبیس گھنٹہ میں ڈاکٹروں کے بورڈ نے تجویز کیا وہ بھی پیٹ پھاڑ کر نلکی کے ذریعہ، نتیجہ یہ ہوا کہ چھ مہینہ کے بعد مر گئے البتہ مرتے وقت علماء کو بلا کر ہاتھ جوڑ کے معافی مانگی کہ میں نے بہت گستاخی کی ہے۔ خیر اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ مگر ایک بات کہتا ہوں کہ اللہ کو ناراض کر کے رزق نہ کماؤ، اللہ کو ناراض نہ کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اگر لڑکیوں کو ملازم نہ رکھا تو ہماری بکری (Sale) کم ہو جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ آج ہمارے پیٹ پر پتھر نہیں بندھے ہوئے ہیں، صحابہ کے پیٹوں پر پتھر بندھے ہوئے تھے، گٹھلی چوس کر جہاد کرتے تھے۔ ایک تابعی نے کسی صحابی سے پوچھا کہ سنا ہے آپ گٹھلی چوس کر جہاد کرتے تھے، گٹھلی سے کیا ملتا تھا؟ صحابی نے فرمایا کہ جب وہ گٹھلی بھی ختم ہو گئی تب پتا چلا کہ اس گٹھلی سے کیا ملتا تھا۔

ایک مرتبہ صحابہ نے شدتِ بھوک میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے پیٹوں پر دو پتھر بندھے ہوئے ہیں، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پیٹ پر تین پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ آج اس زمانہ میں کسی کے پیٹ پر پتھر نہیں بندھے، صرف بڑا آدمی بننے کا شوق ہے ورنہ

کھانے کو بہت ہے، ضروریات سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اپنی دوکانوں میں کسی عورت کو مت رکھیے صرف مردوں کو رکھیے زیادہ سے زیادہ بکری کم ہوجائے گی، سیلنگ اور ڈیلنگ کچھ کم ہوجائے گی تو ہوسکتا ہے کہ آپ کا ڈیل ڈول بھی کم ہوجائے، ہوسکتا ہے کہ انڈا، مرغا کم ملے لیکن اللہ تو راضی ہوگا یہ کیا معمولی نعمت ہے؟ اس کے علاوہ رزق میں برکت ہوگی، آپ سکون سے رہیں گے، سکون سے جئیں گے، سلامتیِ اعضاء سے رہیں گے، سلامتیِ ایمان سے رہیں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ راضی رہے گا۔ اب آپ فیصلہ کرلیں کہ اللہ کو ناراض کر کے اللہ کے رزق کو حاصل کرنا اور بڑا آدمی بننا فائدہ مند ہے یا اللہ کو راضی رکھنا فائدہ مند ہے۔

اور اللہ کو ناراض کرنے کا نتیجہ بڑا بھیانک ہے۔ آج جن لوگوں کے ڈاڑھیاں ہیں اور جن لوگوں نے بزرگوں کی صحبتیں اُٹھائی ہیں ممکن ہے کہ وہ تو بچ جائیں لیکن یہ ہمارے نوجوان بچے جن کی دوکانوں پر کرسچین لڑکیاں سیلنگ (Selling) کررہی ہیں کل کو ان کا دین ایمان سب ضائع ہوجائے گا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ زِنَی الْعَیْنِ النَّظَرُ نامحرم عورتوں پر نظر ڈالنا آنکھوں کا زِنا ہے اَلنَّظَرُ اِلَی الْمَحَارِمِ حَرَامٌ کَالزِّنَا۔ جب ہمارے بچے ہر وقت کرسچین لڑکیوں کو دیکھیں گے تو ان کا ایمان سلامت رہے گا؟ بتائیے کیا ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ جس بات سے اللہ ناراض ہوں اس سے روزی بڑھائی جائے؟ اگر ہمت سے کام لیں تو فاقہ کی نوبت ہی نہیں آئے گی ان شاء اللہ آپ گوشت روٹی کھائیں گے۔ جب اللہ کا وعدہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے اللہ ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے متقی کو وہم وگمان بھی نہ ہوگا اور اللہ اس کے ہر کام کو آسان فرمادے گا تو ہم کو مومن ہونے کی حیثیت سے اللہ سے کیا توقع رکھنی چاہیے کہ اگر ہم عورتوں کو ملازم نہیں رکھیں گے، حرام طریقہ سے روزی نہیں

بڑھائیں گے تو بھوکوں مرجائیں گے؟ اگر ایسا خیال ہے تو ہم لوگ سوچیں کہ ہمارے ایمان کا کیا حال ہے۔ ہمارا ایمان آج یہ ہے کہ ہم نافرمانی کی راہوں سے روزی بڑھا رہے ہیں کہ صاحب اگر ہم لڑکیوں کو نہیں رکھیں گے تو بکری اور (Sale) کم ہوجائے گی لہٰذا لڑکیاں نوجوان ہوں، حسین ہوں، نمکین ہوں، خوبصورت ہوں تاکہ ان کی نظارہ بازی کے لیے زیادہ گاہک آئیں۔ لہٰذا دعوتِ زِنا دی جارہی ہے۔ اگر کسی سیٹھ نے اس نیت سے نمکین لڑکیوں کو رکھا کہ ان سے سیل زیادہ ہوجائے گی تو نعوذ باللہ رزق کو آنکھوں کے زِنا کی دعوت دے کر حاصل کیا۔ دوستو! اس دنیا میں چند دن رہنا ہے، آخرت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ ایک تابعی سے کسی نے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کردیجئے تو فرمایا کہ دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا وہاں رہنا ہے لہٰذا خود فیصلہ کرلو۔ مان لو کہ پچاس سال خوب مال ملائی اُڑا لیا لیکن جب قیامت کے دن اللہ پوچھے گا کہ تم نے کرسچین لڑکیوں کو نوکر رکھ کر اپنی اولاد کو کیوں ضائع کیا، یہ گناہ میں مبتلا تھے تو کیا جواب دو گے؟

عقل سے سوچو کہ اللہ پناہ میں رکھے یہ نوجوان کل زِنا میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔ ہر وقت نامحرموں کے ساتھ رہنے سے کب تک بچیں گے، پٹرول پمپوں پر لکھا رہتا ہے کہ یہاں سگریٹ پینا منع ہے (No Smoking Please) اور عربی میں لکھا ہوتا ہے مَمْنُوْعُ التَّدْخِیْنِ اور آج ہمارا کیا حال ہے کہ اپنے ایمان کے پٹرول پمپ کے ساتھ کرسچین لڑکیوں کی آگ کو رکھا ہوا ہے کہ ایمان کا پٹرول پمپ کسی وقت بھی دھماکہ سے اُڑ جائے، اب جو بے چارے دین دار ہیں، ڈاڑھی رکھے ہوئے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، گول ٹوپی لگائے ہوئے وہ بھی کرسچین لڑکیوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اس ماحول کو دیکھیے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، قربانی کے زمانہ میں بکرے کی ماں لاکھ روئے کہ

میرے بیٹے کی قربانی نہ ہو لیکن ایک نہ ایک دن کوئی خرید کر ذبح کر دے گا۔ ایسے ماحول میں اپنے بچوں کو رکھنا، اُن کو قربانی کا بکرا بنانا ہے لہٰذا جتنا ہو سکے اتنا تو اللہ سے ڈرو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ﴾

(سورۃ اٰل عمران، ایۃ: ۱۰۲)

اے ایمان والو! اتنا ڈرو کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ادا کردو۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہ میں کہرام مچ گیا اور وہ رونے لگے کہ اے اللہ! ہم آپ سے ڈرنے کا حق کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ اللہ کو رحم آ گیا اور دوسری آیت نازل ہوئی فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ تم سے جتنا ہو سکے اُتنا ڈرو۔ اب دیکھ لو کہ یہ استطاعت ہے کہ نہیں روزانہ بریانی چھوڑ کر ہم گوشت روٹی پر راضی ہو سکتے ہیں یا نہیں کچھ کم کما سکتے ہیں یا نہیں۔ یقیناً ہم میں یہ استطاعت ہے چاہیں تو اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ بیس ہزار فرینک کماتے ہو، تو پندرہ ہزار پر راضی ہو جاؤ۔ نقصان میں نہیں رہو گے، دل میں اللہ کے قرب کی وہ سلطنت حاصل ہو گی کہ بادشاہوں کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جائیں گے۔ مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّہ درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

آج میں صرف یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری صحت، عزت، مال اور رزق کی برکت، ہماری زندگی و موت، میدانِ محشر میں ہمارا فیصلہ اور جنت و دوزخ سب اللہ کے قبضہ میں ہے تو ایسے صاحبِ قدرت مالک کو ناراض کرنے والا کیا احمق، بے وقوف اور پاگل نہیں ہے کہ مالک کو ناراض کر کے روزی بڑھا رہا ہے؟ اللہ ہم کو اپنی ایسی دیوانگی، ایسا عشق عطا فرمائے کہ ؎

اُڑا دیتا ہوں اب بھی تارتارِ ہست و بود اصغر
لباسِ زہد و تقویٰ میں بھی عریانی نہیں جاتی

اللہ ایسا ایمان و یقین ہم سب کو عطا فرمائے کہ ساری دنیا ایک طرف ہو لیکن اللہ ناراض ہوتا ہے تو ہم ایسی دنیا پر لات ماردیں۔ جو اللہ کو خوش رکھتا ہے اللہ اس کو خوش رکھتا ہے اور جو اللہ کو ناراض رکھتا ہے سمجھ لو اس کی خیر نہیں ہے اس کو کہیں بھی خیر نہیں ملے گی۔ یہ شخص ایئر کنڈیشنوں میں خودکشی کرے گا۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظرِ اک اُن کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

نافرمانی کرکے، گناہ کرکے جو اللہ کو ناراض کرتا ہے تو سارے جہان میں وہ مصیبت ہی مصیبت پاتا ہے۔ **اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** دلوں کا اطمینان اللہ ہی کی یاد پر موقوف ہے، یہاں باء معنیٰ میں فی کے ہے کہ جو ذکر میں غرق ہوجاتا ہے یعنی سر سے پیر تک کسی عضو سے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا اللہ اس کے دل کو وہ چین اور سکون واطمینان دیتا ہے اور وہ خوشیاں دِکھاتا ہے کہ سارے عالم کے بادشاہوں کو بھی اس کے دل کی خوشی کا تصور نہیں ہوسکتا۔ آسمان پر اللہ جس کے قلب کو خوش رکھنے کا فیصلہ کرے زمین پر اس کے قلب کی خوشی کا کیا عالم ہوتا ہے سلاطین بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔

بس آج کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو ناراض کرکے کسی قسم کا دنیاوی فائدہ نہ اُٹھایئے چاہے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑے، چاہے ایک جوڑا کپڑے میں زندگی گذارنا پڑے۔ آپ عزم کرکے دیکھیے لیکن نہ پیٹ پر پتھر باندھنے پڑیں گے نہ لباس میں پیوند لگیں گے۔ اللہ کا وعدہ ہے جو اپنے ہر کام میں آسانی اور رزقِ واسعہ چاہتا ہے وہ تقویٰ اختیار کرلے، جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اور اللہ

کی نافرمانی سے بچے گا اللہ اس کا ہر کام آسان فرمائیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ تقویٰ کے علاوہ ایسی پکی تجارت کوئی اور نہیں ہے جس کی ذمہ داری خود اللہ نے لی ہے۔

بیان کے بعد حضرت والا خانقاہ میں اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ چند خاص احباب بھی ساتھ حجرہ میں آ گئے۔ اس وقت فرمایا کہ اللہ کے مقبول بندوں کی جوتیاں اُٹھانے کا انعام، شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ آج دیکھ رہا ہوں کہ آج حق میں نے پیش کر دیا کہ میرا مالک مجھ سے خوش ہو جائے، علماء کے کانوں میں بات ڈال دی کہ کرسچین لڑکیوں کو یا مسلمان لڑکیاں ہی کیوں نہ ہوں، کوئی صورت ان کے ملازم رکھنے کے جواز کی نہیں ہے۔ مردوں کو ملازم رکھو، چاہے آمدنی کم ہو جائے۔ میں نے پاکستان میں بڑے بڑے مسٹروں سے کہا کہ اپنی بیٹیوں کو جو ایئر ہوسٹس بناتے ہو یہ بڑی بے غیرتی ہے، ہوائی جہاز کے مسافروں کے سامنے عمدہ لباس میں مٹک مٹک کر چل رہی ہیں کہ حضور چائے پئیں گے، شرم نہیں آتی، کوئی شریف آدمی نامحرم مردوں کی خدمت اپنی بیٹیوں کے ذریعہ برداشت نہیں کرسکتا۔

لڑکیوں کا نوکری کرنا اقتصادی بدحالی کا ذریعہ ہے

تو وہ مسٹر کہنے لگے کہ صاحب اس طرح سے اقتصادی حالات درست ہو جاتے ہیں۔ پانچ ہزار میرا داماد کماتا ہے پانچ ہزار میری بیٹی کماتی ہے دس ہزار ہو جاتے ہیں جس سے گھر میں شاندار صوفے میز کرسیاں اور کار آ جاتی ہے، آج کل کے معاشرہ میں ایک مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ لڑکیوں کا نوکری کرنا بہت بڑا ظلم ہے، پانچ ہزار جو آپ کی بیٹی کماتی ہے اگر کسی کا بیٹا کماتا تو اس کے ماں باپ اور بچوں کی پرورش کا ذریعہ ہو جاتا۔ اس لڑکی کو نوکری دینے

سے ایک گھر امیر تر ہو گیا اور دوسرا گھر غریب تر اور فاقہ سے دوچار ہو گیا۔ یہ اقتصادی حالت بہتر ہوئی ہے یا خراب ہوئی ہے کہ ایک گھر ضرورت سے بھی زیادہ عیش کر رہا ہے اور دوسرا ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم ہو گیا۔ یہ حمقاءِ زمانہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کی نوکری سے اقتصادی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔ ذرا سوچیے کہ جس کا شوہر اور اس کی بیوی دونوں نوکری پا گئے تو وہ گھر امیر تر ہو گیا لیکن جس گھر کے مرد کو اس لڑکی کی وجہ سے فیل کر دیا اور اس نوکری سے محروم کر دیا گیا اس کے گھر اس کے بوڑھے ماں باپ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کو فاقے ہو رہے ہیں، ان پر ظلم ہوا یا نہیں؟ اس لیے لڑکیوں کا نوکری کرنا اقتصادی ناانصافی اور بدحالی کا ذریعہ ہے۔

نصیحت کا ایک عظیم فائدہ

میں کہتا ہوں کہ چلو کان میں بات پڑتی تو رہے، گناہ کو گناہ تو سمجھو۔ اگر ایک شخص گناہ کو گناہ سمجھتا ہے تو اس کے لیے اُمیدِ ندامت اور اُمیدِ مغفرت ہے کہ جب گناہ کو گناہ سمجھتا ہے تو کبھی نہ کبھی نادم ہو جائے گا، توبہ کر لے گا اور مغفرت پا جائے گا۔ میرا ایک شعر ہے ؎

ندامت تجھ پہ ہو رحمت خدا کی
دلا دی مغفرت ربِ جہاں سے

حُبِّبَ اِلَیَّ الْخَلَاءُ ذوقِ نبوت ہے

فرمایا کہ تنہائی میں خُدا کو یاد کرنا ذوقِ نبوت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے غارِ حرا میں عبادت کی، معلوم ہوا کہ تنہائی تلاش کرنا اور تنہائی میں اللہ کو یاد کرنا ذوقِ نبوت ہے، سنت کا ایک ذوق ہے۔ چنانچہ خواجہ صاحب

فرماتے ہیں۔

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دلنشیں ہوتی

اور جب ذکر میں آنسو نکل آتے تب یہ شعر پڑھتے۔

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ وہ ہوتے میرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

بیت اللہ میں میں نے ایک شعر کہا تھا۔

جو گرے اِدھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اُٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

حرم کی زمین پر جو آنسو گرے تو سب معاف ہوگیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا۔

آہ را جز آسماں ہمدم نہ بود
راز را غیرِ خدا محرم نہ بود

میری آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہیں ہوتا میں ایسی جگہ جا کر اللہ کو یاد کرتا ہوں اور ان کی یاد میں آہیں کھینچتا ہوں کہ میری محبت کے راز کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، دنیا نہیں جانتی کہ جلال الدین اپنے اللہ سے کیسی محبت کرتا ہے۔

۱۷؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۵؍ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز اتوار، گیارہ بجے صبح، خانقاہ ری یونین،

محابیبِ اربعہ یعنی چار محبوب چیزیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ وَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ

(سننُ الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ماجآء فی عقد التسبیح بالید، ج:۲، ص:۱۸۷)

دنیا کا مسلمہ اور بین الاقوامی تسلیم شدہ قاعدہ ہے کہ جہاں انسان کو کچھ دن رہنا ہوتا ہے اور پھر آخر میں اپنے اصلی مقام یعنی وطن جانا ہوتا ہے تو پردیس میں تعمیرِ وطن کے لیے وہ خوب محنت کرتا ہے، کسی شخص کو آپ نہیں دیکھیں گے کہ وہ پردیس میں کمانے کے لیے آیا ہو اور وہاں آرام سے خراٹا مار کر سو رہا ہو اور کچھ نہ کرتا ہو کیونکہ جو شخص پردیس میں کمائی پرستی کر گیا اس کا وطن تباہ و برباد ہو گیا، جب وطن جائے گا تو وہاں اس کو پردیس کی کمائی کا جواب دینا ہوگا جب مختلف لوگ اس سے سوال کریں گے کہ بھائی کیا لائے ہو؟

ایک تابعی سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! کوئی نصیحت کیجیے تو انہوں نے کہا کہ بھائی نصیحت یہ ہے:

﴿اِعْمَلْ لِلدُّنْیَا بِقَدْرِ مَقَامِکَ فِیْھَا وَ اعْمَلْ لِلْاٰخِرَۃِ بِقَدْرِ مَقَامِکَ فِیْھَا﴾

دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے اتنی محنت کرو کہ جتنا وہاں رہنا ہے اور وہاں تو اتنا رہنا ہے کہ وہاں سے پھر لوٹ کر نہیں آنا ہے۔ میرے تین جملے آسمانی ہیں جن کو میں عطاءِ حق سمجھتا ہوں اور یہ میرا مخترعہ اور گھڑا ہوا نہیں ہے اور آپ کا دل بھی اس کو تسلیم کرے گا کہ یہ اللہ کی طرف سے عطاء ہے، جو چیز آسمانی ہوتی ہے زمین والے اس میں آسمانی خوشبو ضرور محسوس کرتے ہیں اور جو زمین کی چیز ہوتی ہے اس میں زمین کی بو آسمان والے محسوس کرتے ہیں۔ اب میں وہ تین جملے سناتا ہوں اگر آپ اس پر عمل کر لیں تو ان شاء اللہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے اور دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر اس سے دھوکہ نہیں

کھائیں گے اور نفس کی خواہشات میں پھنس کر تباہ نہیں ہوں گے: (۱) جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا (۲) اور پھر کبھی لوٹ کر نہ آنا (۳) ایسی دنیا سے کیا دل لگانا۔

بتاؤ! ہمارے باپ دادا جو دنیا سے رخصت ہو گئے کیا ان میں آج تک کوئی لوٹ کر آیا ہے، ان کی بلڈنگ، ان کی قالین اور ان کا کاروبار، ان کے ٹھاٹ باٹ کچھ ان کے لیے مفید ہیں؟ سوائے اس کے کہ اللہ کی محبت دل میں ہو، بس ایک ہی سامان ہم اللہ کے یہاں لے جاسکیں گے، جب ہماری روح نکل جائے گی اور ہمیں نہلایا جائے گا اور کفن دیا جائے گا اور قبر میں داخل کیا جائے گا تو نہ مکان جائے گا، نہ بیوی بچے جائیں گے، ہمارے ساتھ صرف ایک نعمت جائے گی اور وہ نعمت اللہ کی رضا اور اس کی محبت اور نیک اعمال اور اہل اللہ کی دعائیں ہیں۔ بس یہ خزانے ساتھ جائیں گے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جائے گا۔

پہلا محبوب...... حسین صورتیں

ایک دن مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غالب نے کہا تھا کہ ؎

چند تصویرِ بتاں، چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

فرمایا کہ میں نے اس شعر میں ترمیم کر دی اور اس شعر کو یوں کر دیا ؎

چند اوراقِ کتب، چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا

جو لوگ حسینوں سے خط و کتابت کرتے ہیں شیطان ان کو پٹواتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ عورتیں شیطان کا جال ہیں، جو ان کو دیکھے گا وہ اس کو اپنے جال میں پھنسا لے گا۔ ایسے لوگوں کا وہی حال ہوتا ہے جو غالب کہتا ہے کہ جب

میں مر جاؤں گا اور میرے گھر کی تلاشی ہوگی کہ دیکھیں غالب صاحب نے کیا ترکہ اور میراث اور کون سی دولت چھوڑی ہے تو میرے صندوق میں حسینوں کی چند تصویریں ہوں گی اور ان کے چند خطوط ہوں گے اور اس خط میں کیا لکھا ہوگا تھوڑا سا آپ کو بتائے دیتا ہوں تا کہ آپ لوگوں کا انتظار ختم ہو جائے۔ اس میں غالب نے لکھا ہوگا۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

میں تو اس میں ترمیم کر کے کہتا ہوں کہ۔

اس کے پیچھے سے یہ ہوا کیا ہے؟

کیوں بدبودار گندی چیز کے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟ گناہ کے سارے مراکز گندی جگہ ہیں۔ اللہ جزائے خیر دے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو، فرماتے ہیں کہ آپ کو دنیا میں کوئی بزنس مین اچھا مال دِکھا کر خراب مال دے دے تو آپ اس گلی سے گذرتے بھی نہیں بلکہ سات پشتوں کو نصیحت کر دیتے ہیں کہ فلاں بزنس مین فراڈی ہے کبھی اس سے مال مت خریدنا کیونکہ یہ ظالم مال کا اچھا نمونہ دِکھا کر خراب مال بیچ دیتا ہے لیکن شیطان سے آپ بار بار دھوکہ کھاتے ہیں جو اپنے مال کے تین نمونے دِکھاتا ہے یعنی حسینوں کی آنکھ، حسینوں کے گال اور ان کے کالے بال، اب آدمی سمجھتا ہے کہ واہ بھائی! یہ تو بہت اچھا مال ہے۔ اسے میری بات نہ سمجھنا، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ شیطان ان مالوں میں سب کو پھنسا لیتا ہے ملا کو بھی، صوفی کو بھی اور پیر کو بھی اگر اللہ کا فضل واحسان اس پیر کے شاملِ حال نہ ہو، اب جب وہ اس کے جال میں پھنس گیا کہ واہ واہ شیطان کا مال تو بہت اچھا ہے، آنکھیں غضب کی ہیں، بڑی خطرناک ہیں اور کالے بال بھی غضب

کے ہیں اور دیکھواس کے ہونٹ کیسے نازک ہیں ؎

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

یعنی وہ مال کا اچھا حصہ دِکھاتا ہے۔ مگر حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس نے شیطان کا یہ مال خرید لیا یعنی حسینوں کے گال، کالے بال اور ان کی آنکھیں پھر اس کو شیطان بعد میں کون سا مال دیتا ہے؟ پاخانہ اور پیشاب کا مقام! تو یہ آخری اسٹیشن کتنی خراب جگہ ہے، اس گندی جگہ پہنچا کر پھر وہ بندوں کی ڈاڑھیوں اور ٹوپیوں کی آبروؤں کو نقصان پہنچاتا ہے اور ایمان کو تباہ کر دیتا ہے۔ کیا اس میں آپ لوگوں کو شک ہے بھائی؟ جو مال وہ دکھاتا ہے اس کے مقابلے میں جہاں آخر میں وہ پہنچاتا ہے وہ مال گندا ہے یا نہیں؟ یہ پیشاب پاخانہ کے مقامات گندے ہیں کہ نہیں؟ اور اس کے بعد جو ذلت ورُسوائی ہوئی وہ الگ رہی۔ اس کے برعکس اللہ کے عشق ومحبت میں ہر طرف عزت ہوتی ہے، اللہ کی محبت میں کوئی اپنے شیخ پر عاشق ہوتا ہے تو اس کا نام بھی چمک جاتا ہے۔ دیکھو خواجہ عزیز الحسن مجذوب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے، امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے عاشق تھے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر شمس الدین تبریزی کے عاشق تھے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

اے دنیا والو! جلال الدین رومی کو لوگ ملا ملا کہتے تھے لیکن وہ مولائے روم کب بنا؟ جب شمس الدین تبریزی کی غلامی کی اور یہ غلامی کرنے والا کوئی غریب ملّا نہیں تھا، مولانا رومی شاہ خوارزم کے سگے نواسے تھے، مثنوی میں ان کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہیں جو عشقِ الٰہی کا آتش فشاں ہیں اور یہ اس

مقام کے بزرگ تھے کہ ایک مہینہ پہلے ان کو معلوم ہوگیا تھا کہ اب میرا انتقال ہونے والا ہے، بزرگوں کو بعض وقت کشف ہوجاتا ہے جیسے جگؔر کے تہجد گذار، اللہ والے استاد اصغر گونڈوی کو معلوم ہوگیا تھا کہ اب میں زندہ نہیں رہوں گا اور یہ آخری شعر کہا جس کے بعد کوئی کلام نہیں ہوا ؎

وہ اُٹھی موجِ مے، وہ جام و مینا میں تلاطم ہے
جہانِ بے نشاں سے دعوتِ پرواز ہے ساقی

فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت کے جام و مینا اور دریائے رحمت میں تلاطم ہے یعنی میرا اللہ مجھے بلا رہا ہے، میری روح کو پرواز کے لیے دعوت نامہ آرہا ہے۔ اسی طرح مولانا رومی کے انتقال سے ایک مہینہ پہلے قونیہ میں زلزلے کے جھٹکے آنا شروع ہوئے، مولانا نے اعلان فرمایا کہ زمین بھوکی ہے، لقمۂ تر چاہتی ہے اور جس دن جنازہ دفن ہوا زلزلے آنے ختم ہوگئے، یہ ہیں اللہ والے۔ بس جس نے بھی اللہ پر اپنے کو فدا کیا اور اللہ کے لیے اللہ والوں پر اپنے کو فدا کیا تو اللہ نے دنیا میں بھی ان کی عزت رکھی اور مرنے کے بعد بھی ان کے تذکرے قائم رہے ؎

نیکواں رفتند و سنّت ہا بماند
و از لئیماں ظلم و لعنت ہا بماند

نیک بندے چلے گئے مگر ان کی نیکیوں کے تذکرے ہوتے ہیں اور کمینے لوگ چلے گئے مگر ان کے کمینے پن اور بدمعاشیوں کے تذکرہ ہوتے ہیں کہ بڑا بدمعاش تھا، بڑا خبیث تھا۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

عشقِ مجازی کا میر ملتا ہے بس یہ صلہ
ہر طرف آواز سنی دھت تری بد معاش کی

کرسچین عورتوں اور ٹیڈیوں کے عشق سے یعنی عشقِ مجازی اور غیر اللہ سے

دل پھنسانے سے کیا ملتا ہے؟ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص فلاں لڑکے یا فلاں لڑکی کے عشق میں مبتلا ہے تو دل میں اس کی ذلت آتی ہے اور اگر بدفعلی کے گناہ میں مبتلا ہو جائے تو فاعل اور مفعول ایک دوسرے کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتے ہیں اور بعد میں وہ ایک دوسرے سے دعا بھی نہیں کرائیں گے کیونکہ جانتے ہیں کہ دونوں نے شیطانی کام کیا ہے اور شیطان شیطان سے دعا نہیں کراتا بلکہ گناہ کرنے سے پہلے جو عزت تھی وہ خاک میں مل جاتی ہے اور بزرگ سمجھ کر جو لڑکی کہتی تھی کہ حضرت دعاؤں میں ہم کو یاد رکھیے گا گناہ کرنے کے بعد وہی لڑکی اب اس کو بابا نہیں کہتی بلکہ پاپا (پاپ کرنے والا) کہتی ہے اور لڑکا بھی ایسے نالائق سے کبھی دعا کے لیے نہیں کہے گا کہ حضرت میرے لیے دعا کرنا اور عالی جناب بھی نہیں کہے گا ہاں جنابت سے جناب کہہ سکتا ہے۔ اس پر میرا شعر سنئے، میری شاعری محض اللہ کے لیے اور اصلاحِ نفس کے لیے ہوتی ہے ؎

عشقِ مجازی کا میر ملتا ہے بس یہ صلہ
ہر طرف آواز سنی دھت تری بدمعاش کی

اس کے برعکس اگر اللہ کا کوئی نیک بندہ سمندر کے کنارے سجدہ میں رو رہا ہو اور آپ دور سے اسے دیکھ رہے ہوں کہ دامنِ کوہ میں سمندر کے ساحل پر ایک بندہ اللہ کو یاد کر رہا ہے اور اشکبار آنکھوں سے دعائیں مانگ رہا ہے تو بتائیے کہ آپ کا دل اس کے پاس جانے کو چاہے گا یا نہیں؟ دل چاہے گا کہ ہم بھی چل کر اس سے دعا لے لیں۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ ایک دن یہ زندگی بے وفائی کر کے ہم کو قبروں میں ڈالنے والی ہے۔ میں آپ سب حضرات سے پوچھتا ہوں، علماء حضرات سے بھی، تاجر حضرات سے بھی اور جوانوں سے بھی پوچھتا ہوں کہ مرنے کے بعد کس کی محبت کام آئے گی؟ اگر کسی عورت یا حسین لڑکے سے دل لگایا تو ایک دن وہ عورت بڑھی اور لڑکا بڈھا ہو جائے گا یا نہیں؟

اور بڈھے بھی کیسے ہوں گے اس پر میرے شعر سن لیجیے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
اُن کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

یہی جوانی اگر خدا پر فدا ہوتی تو ولی اللہ ہو جاتے۔ آہ یہ جوانی کہاں برباد ہوئی! جو جوانی خدا پر فدا ہوتی ہے اللہ اس کو بے شمار جوانی دیتا ہے، روح میں ہزاروں جوانیوں کا کیف ڈال دیتا ہے، اللہ اپنے اوپر مرنے والوں پر بے شمار حیات برسا دیتا ہے، جو زندگی خدا پر فدا ہوتی ہے اس زندگی پر بے شمار زندگی برستی ہے، اس کی حیات درحقیقت حیات ہے باقی تو سب مردے ہیں، مُردوں پر مرنے والا کیسے حیات پا سکتا ہے، اگر آپ قبرستان میں دو مُردوں کو دیکھیں کہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہیں اور بوس و کنار ہو رہا ہے تو آپ کو دیکھ کر ہنسی آئے گی یا نہیں کہ دیکھو ان کم بختوں کو کہ مرنے کے بعد بھی باز نہیں آرہے۔ اسی طرح یہ جو سڑکوں پر پھر رہے ہیں کیا یہ مردے نہیں ہیں؟ جن کا انجام مردہ ہونا ہے وہ کیا زندہ ہیں، زندگی تو مرنے کے بعد شروع ہوگی لٰہذا اللہ والوں کو ان پر بھی ترس آتا ہے کہ آہ کہاں زندگی ضائع کر رہے ہیں، مرنے کے بعد کیا ہوگا۔

میں نے پشاور کے میڈیکل کالج میں طلبہ سے کہا کہ دیکھو تم جو ٹیڈیوں کے ساتھ اسٹیڈی کر رہے ہو تو سچ سچ بتاؤ کہ تمہارا حافظہ کمزور ہے یا نہیں؟ تمہاری پنڈلیوں میں ہلکا ہلکا درد ہوتا ہے یا نہیں؟ تمہارے ارادوں میں پستی اور دل میں کمزوری آگئی ہے کہ نہیں؟ بلی کودتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیر آگیا ہے، تمہارے خیالات میں بلندی باقی نہیں رہی، تم پر ہر وقت مایوسی چھائی رہتی ہے اور نیند بھی مشکل سے آتی ہے، دیر تک بیٹھنے کے بعد جب کھڑے ہوتے ہو تو

آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے، جو کچھ یاد کرتے ہو وہ سب بھول جاتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ تم ٹیڈی کے ساتھ اسٹیڈی کرتے ہو۔ جب میں نے یہ بات پیش کی تو میڈیکل کالج کے طلبہ نے بعد میں میرا پتا نوٹ کیا اور کہا کہ آپ ہماری بیماری کے ماہر ہیں، آپ نے ہماری بیماریوں کا ایکسرے کردیا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ کی رحمت سے میں نے جوانوں کے معاملہ میں اسپیشلسٹ کا کورس کیا ہے، تخصص کیا ہے کیونکہ جوانی ہی میں میں حکیم ہوگیا تھا، اس لیے ہر جوان کو دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ یہ کس حالت میں ہے، اس کی نظر سے نظر ملی تو اس کا سارا جغرافیہ اور تاریخ فوراً ذہن میں آجاتی ہے ؎

اسعد کو عاشقی میں حاصل ہیں دستگاہیں
پہچانتا ہے ظالم ہر قسم کی نگاہیں

یہ مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو حکیم الامت کے خلیفہ تھے، عالم اور محدث تھے، ان کا ایک اور شعر یاد آیا، بڑا اصلاحی شعر ہے، اس کو ضرور نوٹ کرلیں، فرماتے ہیں ؎

عشقِ بتاں میں اسعد کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خوابگاہیں

یعنی اے اسعد! تجھے اللہ نے پیدا کیا ہے تو کہاں حسینوں کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ یہ ایک عالمِ ربانی کا شعر ہے کہ جو لوگ حسینوں کے چکر میں ہیں وہ دوزخ میں آرام گاہیں ڈھونڈ رہے ہیں، بھلا دوزخ میں بھی کہیں آرام ہے اور حسینوں سے متعلق خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

آج میں دنیا کے محابیب کا تذکرہ کرتا ہوں، ایک طبقہ کا میں نے تذکرہ

کر دیا کہ یہ سب فنا ہونے والے ہیں، ان حسینوں کی جوانی پر بڑھاپا آنے والا ہے پھر تم مفت میں بھی ان کو نہیں پوچھو گے، ایک زمانہ آئے گا جب حسین لڑکے سترّ سال کے بڈھے ہوجائیں گے اور حسین لڑکیاں سترّ سال کی بڈھیاں ہوجائیں گی تب ان کو پوچھو گے؟

حسینوں کی فنائیت کا مراقبہ

آپ کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال جب میں یہاں آیا تھا تو اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ آج نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ساحلِ سمندر پر ننگے نہائیں گے تو بعض مسلمان نوجوانوں نے مجھ سے کہا کہ اس خبر سے تو دل پاگل ہورہا ہے، دل چاہتا ہے کہ ہم بھی جائیں، اس کا کوئی علاج بتائیے۔ میں نے کہا کہ اس کا علاج بہت آسان ہے، جن حسینوں کے بارے میں ریڈیو فرانس نے اعلان کیا ہے کہ وہ آج ساحلِ سمندر پر ننگے نہائیں گے، ان کے بارے یہ مراقبہ کرو کہ یہ سب ستر سال کے بڈھے اور ستر سال کی بڈھیاں ہیں اور ستر سال کا بڈھا رکوع کی حالت میں ہے اور گیارہ نمبر کا چشمہ لگایا ہوا ہے اور منہ میں دانت بالکل نہیں ہیں، لیکن پیٹ میں آنت ہے اور بڈھی جو ہے اس کی کمر بھی جھکی ہوئی ہے، رکوع کی حالت میں ہے، گیارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا ہے اور منہ میں ایک بھی دانت نہیں ہے بلکہ دونوں بڈھا بڈھی ساحلِ سمندر پر اپنے اپنے دانتوں کو نکال کر برش کررہے ہیں، خلاصہ یہ کہ ان باتوں کا مراقبہ کرو۔ تو جن کو میں نے یہ مراقبہ سکھایا انہوں نے کہا کہ آپ نے ایسا اچھا علاج بتایا کہ الحمد للہ دل کو سکون مل گیا، اسلام کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان چیزوں کو ہم پر حرام کر کے ہمیں حرام کام سے بچالیا۔ اس مراقبہ سے بہت فائدہ ہوا کہ ریڈیو فرانس اگر اعلان کردے کہ آج ساحل پر بڈھی بڈھے ننگے نہائیں گے، جوان کو دیکھے گا اسے ایک ایک سو فرینک

ملے گا تو بھی کوئی نہیں جائے گا کیونکہ آپ نے ان حسینوں کی صورت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے دل میں کراہت پیدا ہوگئی۔ اس پر میرا ایک شعر ہے جو اس وقت یاد آ گیا۔

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

جب حسینوں کا جغرافیہ بدل جائے گا تو عاشقوں کی تاریخیں بدل جائیں گی۔ اگر غیر اللہ سے دل نہیں چھڑاؤ گے تو اللہ کو نہیں پاؤ گے۔ اسی لیے اللہ نے کلمہ میں لا الٰہ پہلے بیان کیا کہ جب تک باطل خداؤں سے یعنی غیر اللہ سے دل نہیں چھڑاؤ گے اللہ نہیں ملے گا، اور باطل خداؤں میں یہ حسین بھی شامل ہیں، ورنہ لوگ کہیں گے کہ یہاں تو بتوں سے وہ بت مراد ہیں جو ہندو پوجتے ہیں لیکن میں قرآن پاک سے اس کو ثابت کرتا ہوں کہ یہ حسین بھی اس میں شامل ہیں۔ اب دلیل سنیے اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے ان نالائقوں کو دیکھا جنہوں نے اپنے نفس کی خواہشات کو اپنا الٰہ اور خدا بنایا ہوا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ قرآنِ پاک میں خواہشاتِ نفسانیہ کو الٰہ سے تعبیر کیا ہے، زِنا کاری اور بدکاری کی تمام خواہشات الٰہ ہیں یا نہیں؟ اس لیے میں نے جس جگہ اپنا یہ شعر سنایا تو لوگوں نے اس کو بہت پسند کیا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ جب میں یہاں آیا تھا تو ایک دوست نے کہا کہ یہاں کرسچین لڑکیاں ڈاڑھی والوں کو اشارہ کرتی ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتی ہیں کہ پتلون والے آؤٹ آف اسٹاک ہوتے ہیں اور ڈاڑھی والے تقویٰ کی وجہ سے فل آف اسٹاک ہیں، لہٰذا میں نے اس دوست سے کہا کہ علاج کے لیے ایک شعر بنا دیتا ہوں کہ اگر وہ تمہیں اشارہ کریں تو تم یہ

اشعار پڑھ لیا کرو۔

اس نے کہا کہ کم ہیر، میں نے کہا کہ نو پلیز
اس نے کہا کہ کیا وجہ؟ میں نے کہا خوفِ خدا

تو ایک طبقہ کی فنایت بیان کردی، ویسے تو بہت تفصیل ہے لیکن میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ جس کو حسن پرستی کی، حسینوں کو دیکھنے کی بیماری ہے وہ سوچ لے کہ ایک دن وہ صورتیں ایسی ہوجائیں گی کہ ان کو دیکھنے کو دل تیار نہیں ہوگا اور زندگی حسن پرستی کے چکروں میں بیکار، ضائع اور برباد ہوجائے گی، یہی زندگی اگر خدا پر فدا ہوتی تو ولی اللہ ہوجاتے اور اگر قیامت کے دن اللہ نے پوچھ لیا کہ تم کو میں نے کس لیے پیدا کیا تھا؟ کیا تمہاری جوانی اس کام کے لیے تھی؟ کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی تھی کہ شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ کہ جس جوان کی زندگی اللہ پر فدا ہو اس کو عرش کا سایہ ملے گا؟ اس مجلس میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے کسی کا جغرافیہ کے بدلنے کے بعد اس کو دیکھا ہو؟ میں ہندوستان سے سن ۱۹۶۰ء میں آیا تھا پھر دوبارہ سن ۱۹۷۶ء میں گیا تو جب میں سولہ سال کے بعد گیا تو سولہ سال والے جن دوستوں کو چھوڑ کر آیا تھا وہ بتیس سال کے ہوگئے تھے، ان میں سے بعض دوستوں نے مجھ سے کہا کہ میری بیٹی کے نکاح کے لیے دعا کیجئے کہ کوئی رشتہ مل جائے، اب بتائیے کہ جن کو ہم نے سولہ سال کی عمر میں چھوڑا تھا وہ اپنی لڑکیوں کے رشتے کے لیے ہم سے دعاؤں کے لیے کہہ رہے تھے اور اب یعنی ۱۹۹۳ء میں تو وہ نانا اور دادا ہوگئے ہوں گے۔ تو سولہ برس کے بعد جب میں ہندوستان گیا اور جوان لوگوں کو بوڑھا دیکھا اور حسینوں کے حسن کے آثارِ قدیمہ دیکھے تو اس پر ایک شعر کہا۔

سولہ برس کے بعد جو آیا میں ہند میں
کچھ حسن کے آثارِ قدیمہ نظر آئے

اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ خدا نہ کرے کہ کسی کی جوانی غیر اللہ پر برباد ہوجائے، چند دن کی زندگی ہے، سب ختم ہونے والا ہے۔ میر صاحب کو یاد ہوگا کہ میں نے ان کے لیے لاہور میں ایک شعر کہا تھا ؎

میر مارے گئے ڈسٹمپر سے
ورنہ مٹی کی حقیقت کیا تھی

تو یہ سب مٹی کی عورتیں اور مٹی کے مرد ہیں، قبرستان میں جا کر دیکھ لو کہ مٹی ہوگئے کہ نہیں، اللہ نے امتحان کے لیے حسن کا ڈسٹمپر لگا دیا ورنہ مٹی کی کیا حقیقت تھی، اس پر میرے یہ دو شعر حال ہی میں ہوئے ؎

خاک ہوجائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈسٹمپر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

بہرحال اس مضمون کی تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب روح کی بیماریاں اور ان کا علاج پڑھو ان شاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی۔ یہ صورت پرستی کی بیماری ایسی ہے جو بدفعلی میں مبتلا کردیتی ہے۔

زِنا کی حرمت کے عقلی دلائل

اگر کوئی انگریز لندن میں مجھ سے پوچھے کہ اسلام نے زِنا کو کیوں حرام کیا تو میں اس کو جواب دوں گا کہ اللہ نے زِنا کو اس لیے حرام فرمایا تاکہ بندے حرامی نہ ہوں حلالی رہیں اس لیے کہ جب وہ دیکھے گا کہ میری اماں کے پاس تو کئی آدمی آرہے ہیں تو اس کو خود شبہ ہوجائے گا کہ نہ جانے میں کس کا ہوں اور اس کو ماں باپ کی محبت بھی نہیں ہوگی کیونکہ اس کو اپنی رگوں میں اپنے باپ کا خون محسوس نہیں ہوگا، وہ سمجھے گا کہ میں لمیٹڈ ہوں، جس ملک میں عورت دولتِ مشترکہ ہوجائے تو اس میں باپ بھی مشترک ہوں گے اور اس کو پتا ہی نہیں ہوگا

کہ میرا باپ کون ہے؟ اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں جہاں زِنا عام ہے وہاں کے لوگوں میں ماں باپ کی عظمت و محبت نہیں، جہاں بڑھے ہوئے ان کو شہر سے دور اولڈ ہاؤس میں پھینک دیا اور سال میں ایک دفعہ جا کے مل لیے اور وہ بھی بادِلِ نخواستہ، صرف معاشرہ کے خوف سے کہ لوگ کیا کہیں گے، دل میں کوئی احترام نہیں ہوتا، تو یہ کتنا بڑا نقصان ہوا کہ جنہوں نے زِنا کو عام کر دیا، اللہ کی حرام کی ہوئی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ قانوناً اس کو نافذ کر دیا، ایسی قوموں کا آج یہ حال ہے کہ ماں باپ اُس عزت سے محروم ہیں جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔

اسی طرح اگر کرسچین لڑکیوں کے متعلق کوئی پوچھے کہ یہ تو کافر ہیں ان سے زِنا کرنے میں کیا حرج ہے؟ پھر ان کے ساتھ اللہ نے زِنا کو کیوں حرام کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مالک ہے جس طرح چاہے اپنی مملکت میں قانون نافذ کرے لیکن اس کا ایک اور جواب میرے دل میں اللہ نے یہیں ری یونین میں عطا فرمایا کہ اللہ کے ہاں مقدمہ چلے گا کہ تم نے زِنا کر کے میری نافرمانی تو کی مگر اس کافرہ سے جو اولاد ہوئی اس کے ذریعہ تم نے ایک دشمنِ خدا کا اضافہ کیا کیونکہ کافرہ عورت اپنی اولاد کو کافر ہی بنائے گی لہٰذا تم نے زِنا کر کے میرے دشمن کی تعداد بڑھائی، اور اگر مسلمان عورت سے زِنا کرتا ہے تو اللہ دوسرا مقدمہ دائر کریں گے کہ تم نے میرے مومن بندہ کو حرامی کیوں بنایا، جو اولاد اس زِنا سے ہوئی حرامی ہوئی یا نہیں؟ یہ الزامی جوابات ہیں، یہ حقائق جو اختر بیان کر رہا ہے کنز الدقائق میں نہیں ملیں گے۔

منہ بولے بھائی اور منہ بولے بیٹے کا حکم

اس صورت پرستی کی وجہ سے آج کل پاکستان میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہو گیا

ہے کہ آزاد خیال عورتیں نامحرم مرد کو منہ بولا بھائی بنالیتی ہیں، اگر شوہر کہتا ہے کہ اس سے پردہ کرو تو کہتی ہیں کہ یہ تو میرا منہ بولا بھائی ہے، یہ کون سی نئی اصطلاح نکلی ہے؟ فقہ کی کسی کتاب میں کہیں یہ اصطلاح ہے؟ بدمعاشیوں کے لیے شیطان نے یہ ایک نیا راستہ نکالا ہے، اگر لڑکا کم عمر ہے تو اس کو منہ بولا بیٹا بنالیا اور اگر برابر کی عمر کا ہے تو منہ بولا بھائی بنالیا۔

شرعی پردہ کی تلقین

اسی لیے آپ سب حضرات سے عرض کرتا ہوں کہ شرعی پردہ کا اہتمام کیجئے اور شرعی پردہ کیا ہے؟ ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، چچازاد بہنوں سے اور چچی اور ممانی اور اپنی سالی اور بھابھی یعنی سگے بھائی کی بیوی سے پردہ کا حکم ہے۔ ایک عورت کے دریافت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ دیور تو موت ہے چنانچہ شوہر کے سگے بھائی سے ملوث ہونے کے فتنے زیادہ ہوتے ہیں خاص کر چھوٹا بھائی جو کمسن ہوتا ہے اگر اس سے عشق ہوجائے تو کیا ہوگا؟ اکبر الٰہ آبادی کو آپ جانتے ہیں وہ دیور بھابھی کے درمیان بے پردگی کے نتیجے کے بارے میں فرماتے ہیں؎

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جس کو سمجھے تھے کہ بیٹا ہے بھتیجا نکلا

اسی طرح اپنی بیوی کی سگی بہن یعنی سالی سے بہت احتیاط کرو، چاہے دس سال سے بے پردہ رہ رہے ہوں، پہلے کسی اہل اللہ سے تعلق نہیں تھا اور سالیوں سے پردہ نہیں کرتے تھے لیکن جب اللہ نے آپ کو ہدایت دی تو اب ماضی کو نہ سوچو کہ صاحب دس برس تک تو پردہ نہیں کیا اب کیسے کریں، سو برس کا کافر اگر کلمہ پڑھ لے تو ولی اللہ ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اگر دس برس سے پردہ نہیں کرتے

تھے اس پر اللہ سے معافی مانگ لو لیکن جب مسئلہ معلوم ہو گیا تو بس آج ہی سے پردہ کرنا شروع کر دو۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جا رہا ہوں

بولو ہم اللہ کے ہیں یا نہیں؟ ہم کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کس کا حق ہمارے اوپر زیادہ ہے؟ لہٰذا اپنی بھابھی سے اور اپنی بیوی کی بہن سے یعنی سالی سے بھی پردہ کرو۔ ایک مفتی صاحب نے مجھ کو سنایا کہ دینی محنت کے ایک سلسلہ میں ملکوں میں وقت لگانے والا ایک شخص تھا، کراچی کے مال دار اس کے پاس امانت رکھتے تھے لیکن وہ اپنی سالی سے پردہ نہیں کرتا تھا اور سالی کم عمر اور حسین تھی، ایک روز بارہ بجے رات کو ڈاڑھی منڈائی، سب کی امانتیں لیں اور سالی کو لے کر فرار ہو گیا، نہ بیوی بچے یاد آئے نہ گھر والے یاد آئے، عشقِ مجازی کے فتنۂ عظیم کی وجہ سے بیوی اور بچوں کو چھوڑ دیا۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ خواتین کی عقل آدھی ہے مگر وہ بڑے بڑے عقل والوں کی عقل اڑا کر انہیں بیوقوف بنا دیتی ہیں لہٰذا میں اپنے دوست احباب سے خاص طور سے کہتا ہوں کہ آج سے ارادہ کر لو کہ اپنی بھابھی اور سالی سے پردہ کریں گے اور ضروری ہوا تو پردہ ہی سے خیر خیریت پوچھیں گے، ان سے تنہائیوں میں باتیں کرنا چھوڑ دو، نامحرموں سے خلوت حرام ہے، اسی طرح چچا زاد، خالہ زاد، ماموں زاد وغیرہ جتنے بھی زاد ہیں یہ ہمزاد سے کم نہیں ہیں ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے، غرض جن جن سے بھی نکاح کرنا جائز ہے ان سب سے پردہ کرنا فرض ہے، ان میں ممانی اور چچی بھی شامل ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے مجدد ہونے کے ہم لوگ معتقد ہیں اور ان کی عظمتوں سے باخبر ہیں انہوں نے اپنے

بھانجے مولانا سعید احمد صاحب سے جو مولانا ظفر احمد عثمانی کے سگے بھائی تھے اپنی اہلیہ صاحبہ کا پردہ کروایا جبکہ وہ مولانا سعید احمد صاحب کی ممانی تھیں اور ان کو بچپن سے پالا تھا لیکن جب وہ بارہ سال کے ہوگئے تو حکیم الامت نے ان سے پوچھا کہ مولوی سعید تمہاری عمر کیا ہے؟ کہا بارہ سال کا ہوگیا ہوں۔ فرمایا کہ ممانی سے پردہ ہے یا نہیں؟ بس اسی دن سے پردہ شروع ہوگیا اور ممانی نے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو ان کو بچپن سے پالا ہے، میں نے تو اس کی ہر چیز دیکھی ہوئی ہے تو اس سے کیا پردہ؟ بتائیے! ہر ماں نے اپنے بچے کا سب کچھ دیکھا ہوتا ہے یا نہیں؟ لیکن جب وہ بالغ ہوجاتا ہے تو کیا اُس وقت بھی سب کچھ دیکھتی ہے؟ کیا اس وقت بھی یہ کہتی ہے کہ یہ تو میرا دیکھا بھالا ہے لہٰذا اب دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ جب ماں بھی احتیاط کرتی ہے تو نامحرموں سے بے پردگی کیسے جائز ہوگی؟ بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان بھی عجیب عجیب دلیلیں پیش کرتا ہے۔

ایک بزرگ کے ہاں ایک چھوٹا بچہ نوکر تھا، جب وہ بڑا ہوگیا تب بھی گھر میں بلا روک ٹوک آجا رہا تھا، باورچی خانہ میں ان کی بیوی کے ساتھ کھانا پکاتا تھا۔ میں نے کہا کہ اس کو تم گھر میں کیوں گھسنے دیتے ہو؟ کہنے لگے کہ میری بیوی کہتی ہے کہ اس کا تو سب دیکھا بھالا ہے اور یہ یہیں بڑا ہوا ہے، میں نے کہا کہ بھائی دیکھو مسئلہ یہ ہے کہ جب یہ آیا تھا اُس وقت نابالغ تھا اور اب بالغ ہوگیا ہے، اپنا سگا بیٹا بھی جب بڑا ہوجاتا ہے تو اس کا پیشاب پاخانہ کا مقام دیکھنا ماں باپ کے لیے بھی جائز نہیں اور یہ تو غیر ہے اس سے تو پردہ واجب ہے، حالات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں اور صحابی کا ایمان اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے ولی اللہ کا ایمان ایک ادنیٰ صحابی کے

برابر نہیں ہوسکتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیویوں سے فرمایا اِحْتَجِبَا اے میری بیویو! صفیہ اور میمونہ ان سے پردہ کرلو حالانکہ یہ صحابی نابینا تھے، تو ہماری دونوں ماؤں نے عرض کیا اَلَیْسَ ھُوَ اَعْمٰی کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا لَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھتی ہو؟ اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ دونوں جملوں میں استفہام ہے، ایک اقراری ہے اور ایک انکاری ہے لَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ استفہامِ اقراری ہے اور اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا استفہامِ انکاری ہے، اگر کسی مولوی کو استفہامِ اقراری و انکاری پڑھانے کی ضرورت ہو تو دونوں اس حدیث میں موجود ہیں۔ اب آپ فیصلہ کرلیں کہ صحابی اندھے ہیں مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کا ان سے پردہ کرایا۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ میاں پردہ تو دل کا ہوتا ہے، دل پاک اور نظر صاف ہونی چاہیے یا دل صاف اور نظر پاک تو مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ بتاؤ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دل صاف تھا یا نہیں اور نظر پاک تھی یا نہیں؟ لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ النَّظْرَۃَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی لَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَۃُ﴾

(سنن الترمذی، کتابُ الادب، باب ماجآء فی نظرۃ فجاءۃ، ج:۲،ص:۱۰۶)

اے علی! پہلی نظر جو اچانک پڑ جائے وہ تو معاف ہے لیکن دوسری جائز نہیں، پہلی نظر معاف ہے لیکن دوسری معاف نہیں ہے لیکن بعض علاقوں میں پہلی بھی جائز نہیں ہے۔ آپ کہیں گے کیسے؟ وہ ایسے کہ جہاں لڑکیوں کا اسکول ہے اور آپ وہاں جارہے ہیں اور سو لڑکیاں نکلیں اور پہلی نظر معاف ہونے کے بہانے نفس نے سب پر پہلی نظر ڈالی تو سو نظر میں آپ نے اچھا خاصا حرام آم چوس لیا۔ دین سمجھنے کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہے، جہاں ایسا ماحول ہو کہ نظر ضرور کسی پر

پڑے گی وہاں بے محابا نظر ڈالنا پہلی نظر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے راستوں پر چلو جہاں گناہ کے مواقع نہ ہوں اور تقویٰ کے لیے گہرا چشمہ لگاؤ لیکن بعض لوگ اس سے اُلٹا فائدہ اٹھاتے ہیں کہ نظر بازی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، میں جس کو چاہوں دیکھوں حالانکہ بزرگوں نے کالا چشمہ اس لیے بتایا تھا تاکہ اس سے حسن کی باریکیاں نظر نہ آئیں اور سطحی نظر پڑے لیکن بعض لوگ اس سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ پہلی نظر اگرچہ معاف ہے لیکن ضرر اس کا بھی ہے جیسے کوئی گلاب جامن میں آپ کو زہر کھلا دے اور آپ کھالیں تو بتائیے یہ عمل معاف ہے یا نہیں؟ کیونکہ آپ کو معلوم نہیں تھا لیکن لاعلمی کی وجہ سے کیا زہر نقصان نہیں کرے گا؟ یقیناً نقصان کرے گا۔

دوسرا محبوب......اچھا مکان

اب دوسرے طبقہ کا ذکر کرتا ہوں۔ بعضوں کو مکانات سے عشق ہوتا ہے کہ میرا شاندار اور عالی شان مکان بن جائے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سات پشتیں یاد کریں کہ ہمارے دادا کے دادا نے ایسا مکان بنایا تھا۔ ایک صاحب جماعت کی نمازیں چھوڑ کر، حرام وحلال کی فکر سے آزاد ہو کر حرام کمائی سے مکانات بنا کر مر گئے، میں نے ان کے پوتے سے پوچھا کہ تمہارے ابا کا کیا نام تھا؟ انہوں نے کہا کہ ابا کا نام یہ تھا، دادا کا یہ تھا مگر اس کے بعد کا پتا نہ تھا، بس اتنا ہی یاد رہتا ہے، اس سے آگے کوئی پوچھتا ہی نہیں کہ کس نے حرام کمائی سے وہ دوزخ خریدی تھی، دو تین پشتوں کے بعد کوئی یاد بھی نہیں کرے گا اور چند برس گذرنے کے بعد بوسیدگی اور افسردگی کے باعث جب مکان پرانا ہو جائے گا تو اس کو توڑ پھوڑ کر منہدم کیا جائے گا اور مرنے کے بعد تو وہ چھوٹ ہی جائے گا اور زمین پر اگر لاکھ نعمتیں بھی ہوں تو وہ مردے کے کام نہیں آتیں لہٰذا

شاعر کہتا ہے ؎

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

تو لوگ کہتے ہیں کہ دو چیزوں یعنی حسن کی رنگینیوں اور مکانات کی سنگینیوں کو مضبوط بناؤ تاکہ ہمارا نام رہے لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ مرنے کے بعد دونوں چیزوں میں سے کوئی کام نہ آیا، اگر مکان شاندار بنا بھی لیا تو یہیں رہ جائے گا اور سو دو سو برس کے بعد وہ مکانات بھی ختم ہو جائیں گے۔

میں محابیب یعنی دنیا کی محبوب چیزوں کا تذکرہ کر رہا ہوں تاکہ ان محبوب نعمتوں میں رہو مگر ان نعمتوں پر اتنی جان مت دو کہ نعمت دینے والے کو بھول جاؤ، میں ان کی نفی نہیں کر رہا کہ آپ اچھے مکانات نہ بنائیں یا آپ کمائیں نہیں، آپ خوب کمائیں، اللہ ہم کو اور آپ کو خوب نعمتوں سے مالا مال کرے لیکن نعمتوں سے اتنا دل نہ لگاؤ کہ نعمت دینے والے کو بھول جاؤ بلکہ اس کی محبت ان تمام نعمتوں پر غالب رہے اور اس کی دلیل بھی قرآن شریف سے دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو اپنے شکر پر کیوں مقدم فرمایا کہ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اللہ نے ذکر کو مقدم کیا شکر پر کیونکہ حاصلِ ذکر یادِ منعم ہے اور حاصلِ شکر یادِ نعمت ہے، جو ذکر کر رہا ہے وہ نعمت دینے والے میں مشغول ہے اور جو شکر کر رہا ہے وہ نعمت میں لگا ہوا ہے وَاِنَّمَا قَدَّمَ الذِّكْرَ عَلَى الشُّكْرِ لِاَنَّ فِی الذِّكْرِ اِشْتِغَالًا بِذَاتِهٖ تَعَالٰی وَفِی الشُّكْرِ اِشْتِغَالًا بِنِعْمَتِهٖ وَالْاِشْتِغَالُ بِذَاتِهٖ تَعَالٰی اَوْلٰی مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِنِعْمَتِهٖ لہٰذا میں حلال نعمتوں کو منع نہیں کر رہا لیکن ان نعمتوں پر اللہ کی محبت کو غالب رکھیے، جگر کے ایک شعر سے سبق لیجیے، جگر دنیا سے ولی اللہ ہو کر گئے ہیں، جگر صاحب نے حکیم الامت تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کر کے ڈاڑھی رکھ لی تھی اور شراب چھوڑ دی تھی اور حدیث میں آتا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں:

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهُ﴾

(سنن ابن ماجة، کتابُ الزهد، باب ذکر التوبة، ص: ۳۱۳)

تو جگر صاحب کہتے ہیں ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

تیسرا محبوب......اچھا کھانا

تو ایک طبقہ روحانی مریضوں کا ایسا ہے کہ وہ حسن پرستی پر بادشاہت دینے کے لیے تیار ہے، دوسرے طبقہ کو حسین ملیں یا نہیں مگر مکان شاندار ملے۔

اب ایک اور طبقہ کے بارے میں بیان کرتا ہوں، تیسرا طبقہ چاہتا ہے کہ مجھے اچھا کھانا ملے، اس کو مکان اور حسین عورتیں ملیں یا نہ ملیں گذارہ ہو جائے گا مگر کھانا اچھا ہونا چاہیے، ان کو بریانی اور شامی کباب چاہیے باقی اور کسی چیز کی پرواہ نہیں، اس کو خوراک اور اچھی غذا سے عشق ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تیسرے طبقہ کا علاج بھی سن لو جو بہت خوشبودار بریانی اور کباب کے چکر میں رہتا ہے لیکن ظالم یہ تو دیکھ کہ کتنی خوشبودار چیز امپورٹ کی تھی لیکن جب لیٹرین جاتا ہے تو اُس خوشبودار چیز کو کتنا بدبودار کر کے ایکسپورٹ کرتا ہے، اپنی درآمد دیکھو اور اپنی برآمد دیکھو۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کو غذاؤں سے عشق ہے تو اچھا کھانے کو میں منع نہیں کرتا، حلال کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو مگر جس کی کھاؤ اُس کی گاؤ، یہ نہیں کہ کھاتے تو ہو اللہ کی اور گاتے ہو کسی اور کی مثلاً آنکھوں کو حرام جگہ میں استعمال کر لیا، نامحرم عورتوں کو دیکھ لیا تو بتاؤ اس طرح اللہ کے رزق کا غلط

استعمال ہوا یا نہیں؟ یہ کھاتے ہیں اللہ کا نمک اور چکھتے ہیں غیر اللہ کا نمک جس کو اللہ نے منع کیا ہے۔ اب بولو کہ یہ شخص نمک حرام ہے یا نمک حلال؟ لہٰذا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کباب اور بریانی منع نہیں ہیں، حلال نعمتیں خوب کھاؤ لیکن نعمتیں دینے والے کو بھی یاد کرو۔

ایک بزرگ کے پاس کہیں سے حلوہ آیا، اُن کے نفس نے کہا کہ جلدی سے حلوہ کھلاؤ تو بزرگ نے کہا کہ کھلاؤں گا ضرور لیکن پہلے دو رکعت پڑھو، دو رکعت کے بعد کہا کہ دو رکعت اور پڑھ لو ایسا موقع پھر کہاں ہاتھ لگے گا اس وقت تو تم میرے قابو میں ہو، اسی طرح دو دو رکعت کر کے اس اللہ والے نے بیس رکعتیں پڑھوائیں پھر حلوہ کھلایا، یہ ہے اللہ والوں کا مقام!

اسی طرح ایک شخص ایک اللہ والے کا مہمان بنا، وہ صبح جلد چائے پیتا تھا، جب وہ اللہ والے اشراق پڑھ کے نکلے تو اس نے کہا کہ جناب معاف کیجئے گا میں آپ کا مہمان ہوں اور ہماری عادت ہے صبح چائے پینے کی ہے اور آپ اتنی دیر تک مسجد میں کیا کرتے رہے؟ اتنی دیر تک مسجد میں کیوں بیٹھے رہے؟ ان بزرگ نے جواب دیا کہ میں اپنی روح کو ناشتہ کرا رہا تھا، تجھ کو اپنی پیٹ کی فکر تھی مجھے اپنی روح کے ناشتہ کی فکر تھی، اگر روح نکل جائے تو ناشتہ کر سکتے ہو؟ انڈا مکھن نگل سکتے ہو؟ حلق کے اندر چائے کا ایک قطرہ جا سکتا ہے؟ تو جس کے صدقہ میں ناشتہ کر رہے ہو پہلے اس کا حق ہے کہ اسے ناشتہ کراؤ۔ یہ بات الٰہ آباد میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو سنائی تھی۔

مولانا رومی نے فرمایا کہ جن کو غذاؤں سے عشق ہے کہ افطاری کی دعوت پر مغرب کی جماعت جا رہی ہے اور اتنا زیادہ دہی بڑا کھاتے ہیں کہ جب سجدہ میں جاتے ہیں تو کھایا پیا نکلنے کو ہوتا ہے تو مسئلہ سن لو کہ اتنا زیادہ کھانا حرام ہے۔

علامہ شامی ابن عابدین نے آداب الطعام میں لکھا ہے کہ اتنا کھانا جس سے صحت خراب ہوجائے، معدہ میں تکلیف ہونے لگے، نماز میں سستی پیدا ہوجائے، تراویح پڑھنی مشکل ہوجائے تو یہ گناہ ہے۔ کھانا کس لیے ہے؟ جینے کے لیے اور جینا کس لیے ہے؟ اللہ پر مرنے کے لیے، عبادت کے لیے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ حلال روزی مبارک ہو میں اس سے منع نہیں کرتا لیکن نعمت کو وہ درجہ مت دو کہ نعمت دینے والے کو بھول جاؤ یا اس نعمت کو کھا کر اللہ کی نافرمانی میں مشغول ہوجاؤ، جب رزق کھاؤ گے تو خون بنے گا اور خون سے آنکھ میں روشنی آئے گی اور کان میں شنوائی آئے گی لہٰذا اس کا حق یہ ہے کہ آپ آنکھ سے وہی دیکھیں جسے دیکھنے سے مالک خوش ہو، کان سے وہی سنیں جس سے مالک خوش ہو، زبان سے وہی چکھیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور دل میں وہی خیالات لائیں جن سے خدائے تعالیٰ خوش ہوں۔ بتاؤ! یہ رزق کا حق ہے یا نہیں؟ جس نے روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو اللہ پر فدا کیا تو اس نے اللہ کا جو رزق کھایا تھا سب خدا پر فدا کردیا۔

تو تیسرا طبقہ کھانے پینے کا شوق تھا جس کو مولانا نے فرمایا کہ دیکھو کھانے پینے سے بھی اتنا زیادہ دل مت لگاؤ کیونکہ جب تم بریانی کباب کھاتے ہو تو اس وقت کیسی خوشبو ہوتی ہے لیکن جب ایکسپورٹ کرتے تو اس وقت کیسی بدبو ہوتی ہے اسی سے اندازہ لگالو کہ کھانے کی کیا حقیقت ہے اور جن لوگوں کو امرد پرستی کا مرض ہے ان کے لیے تو میں یہی کہتا ہوں کہ جہاں بہت بڑا لیٹرین ہو تو لیٹرین میں سے نکلنے والی سب کی آوازیں ٹیپ کرلو اور بعد میں جب کسی امرد کا خیال آئے تو اس کیسٹ کو سن لیا کرو جو مختلف الاصوات ہوں گی، بعض رفیع الصوت ہوں گی اور بعض بطئ الصوت ہوں گی لیکن سب قبیح الصوت ہوں گی۔ اس لیے کہتا ہوں کہ دوستو! اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اس گندگی میں گھسنے کو حرام قرار

دے دیا۔

چوتھا محبوب......اچھا لباس

تو تین طبقے بیان ہوگئے، اب چوتھا طبقہ ہے، اس کو نہ تو کھانے پینے کا شوق ہے، نہ حسینوں کا شوق ہے اور نہ مکانات کا شوق ہے، اگر انہیں کسی چیز کا شوق ہے تو وہ لباس کا ہے کہ لباس عمدہ ہونا چاہیے، یہ ہر وقت اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھتا رہتا ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر ائیر پورٹ یا ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹاپ پر یا راہ چلتے ہوئے کوئی حسین لڑکی یا لڑکا نظر آجائے تو اس وقت اگر ڈاڑھی ٹھیک کر لی، ٹوپی درست کر لی یا چہرے سے پسینہ صاف کر لیا تو یہ سب نفس کی بدمعاشی ہے کیونکہ اِس وقت تم یہ سب کس کے لیے کر رہے ہو؟ اس حسین کے لیے تاکہ اس کی نظر میں سلیکٹ (Select) ہو جاؤ۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے کیا نفس کی چال پکڑی ہے کہ اُس وقت اپنی ہیئت کو درست کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ غیر اللہ سے دل لگانے کا اہتمام ہے جو حرام ہے۔

اسی طرح حج وعمرہ کرنے کے بعد جیسے ہی جہاز پر چڑھے تو بعض حاجی صاحبان کو دیکھو کہ ایئر ہوسٹس کو دیکھ کر ڈاڑھی ٹھیک کر کے چبا چبا کر باتیں کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آپا پاپا لاؤ اور اس کے حسن پر چھاپا مار رہا ہے، شرم نہیں آتی کیوں دیکھتے ہو اور اپنے حج وعمرہ کو خراب کرتے ہو، نظر نیچی کرو پھر اس کے دل میں عزت آئے گی ورنہ کہے گی کہ یہ حاجی نہیں پاجی ہے۔

خیر، میں عرض کر رہا ہوں کہ چوتھا محبوب عمدہ کپڑے پہننے کا شوق ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاہے کتنا ہی قیمتی کپڑا پہن لو لیکن کپڑے سے عزت نہیں ہوتی، اگر کپڑے سے عزت ہوتی تو جب تم رات کو کپڑے

اتارتے ہو تو کیا روزانہ اپنی عزت اتارتے ہو؟

ایک عالم چارپائی پر بیٹھے تھے، ایک جاہل عمدہ لباس میں آیا، عالم غریب تھے اور لباس بھی ان کا معمولی تھا، دیہاتی ان کے سرہانے بیٹھ گیا، اپنے شاندار کپڑے دیکھ کر اس نے اپنے کو خود ہی فضیلت دی۔ جو میزبان تھا وہ اُن عالم کو پہچانتا تھا کہ یہ عالم ہیں لیکن دیہاتی کے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ یہ عالم ہے یا نہیں۔ اس نے سوچا کہ معلوم کرلیں کہ کیا یہ بھی عالم ہے تاکہ اگر عالم ہو تو سرہانے بیٹھنا صحیح ہے ورنہ ایک عامی کا عالم کے سرہانے بیٹھنا خلافِ ادب ہے۔ لہٰذا اس نے پوچھا کہ جناب آپ کا نام کیا ہے تو وہ جاہل جو عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا اور عالم کو پائنتی میں بٹھا رکھا تھا اس نے کہا کہ ہمارا نام ای سف ہے، اتنا جاہل تھا کہ اپنا نام بھی لینا نہیں آیا، یوسف نہیں کہا ای سف کہا تو میزبان نے اس کا کان پکڑا اور کہا کہ اُدھر پائنتی میں بیٹھئے۔

خیر مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں کپڑے سے عشق ہے اور تم کپڑا پہن کر خدا کو بھول رہے ہو تو اس معشوق کا انجام بھی تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا ہے، یہ کپڑا دو تین سال چلے گا اس کے بعد پرانا ہوجائے گا، آپ اس کو پھینک دیں گے، کے ایم سی کی گاڑیاں آئیں گی اور اس کو اٹھا کر جنگل میں پھینک دیں گی، وہاں کتے اس پر پیشاب کریں گے تو بتایئے! کپڑے کی کیا عزت ہے؟

میں نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ لنگی کرتے میں نواب چھتاری کے یہاں گئے، جو ہندوستان کی ایک بڑی ریاست کے نواب تھے، انگریزی حکومت میں ہندوستان کے پہلے مسلمان گورنر تھے، انڈیا میں ان کی اسپیشل ریل چلتی تھی، اس میں کوئی دوسرا مسافر نہیں بیٹھ سکتا تھا، انہوں نے میرے شیخ کو دعوت دی، میں بھی حضرت کے ساتھ تھا، چونکہ میں نے بڑے بڑے گورنروں اور نوابوں کو دیکھا ہے اس لیے الحمدللہ مجھ پر کسی مالدار کا کوئی اثر

نہیں ہوتا۔ نواب صاحب حافظِ قرآن تھے اور حضرت سے بیعت تھے۔ میرے شیخ کرتے میں بٹن نہیں لگاتے تھے اور لنگی پہنتے تھے تو میں نے راستہ میں حضرت سے کہا کہ حضرت نواب لوگوں کے پاس تشریف لے جارہے ہیں اور آپ کی ٹوپی میلی ہے اور کرتا اُجلا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ جس ٹوپی سے میں نے اللہ کے سامنے نماز پڑھی ہے ان نوابوں کو خوش کرنے کے لیے اس کو صاف نہیں کروں گا، جیسی ہے ویسی رہنے دو لیکن واللہ! میں نے دیکھا کہ حضرت کی عظمت سے نواب صاحب کانپ رہے تھے اور زبان میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے موسم میں لنگی باندھے ہوئے درخت کے نیچے سو رہے تھے، کسریٰ کے دو سفیر آئے، انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اے مسلمانو! تمہارا بادشاہ کدھر رہتا ہے؟ مدینہ والوں نے جواب دیا ؎

قوم گفتندش عمر را قصر نیست

ور عمر را قصر جان روشنے ست

قوم نے کہا کہ اے سفیرو! ہمارے خلیفہ کا کوئی ذاتی محل نہیں ہے، وہ فلاں درخت کے نیچے سو رہے ہیں، جب وہ دونوں بتائی ہوئی جگہ پہنچے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر صرف لنگی باندھے ہوئے لیٹے ہیں اور کوئی پہرہ دار وغیرہ بھی نہیں ہے، مولانا رومی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر وہ دونوں کانپنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے ؎

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں

من بہفت اندام لرزم چیست ایں

یہ کیا بات ہے کہ ہم دونوں ساتوں جسم سے کانپ رہے ہیں یعنی اگر ہم کو سات جسم اور مل جائیں تو وہ بھی کانپنے لگیں جبکہ ہم روزانہ بادشاہوں سے ملتے ہیں، یہ کیسا بادشاہ ہے کہ جس کے کرتے کے بٹن بھی نہیں ہیں اور کوئی پہرہ دار سپاہی

بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی ہم لوگ کانپ رہے ہیں۔ مولانا رومی اس کا جواب دیتے ہیں ؎

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
ہیبتِ ایں مرد صاحبِ دلق نیست

یہ نسبت مع اللہ کی دولت تھی جوان کے قلب میں تھی اس کی ہیبت باہر ظاہر ہو رہی تھی، جس کے دل میں اللہ ہوتا ہے اس کی ہیبت چہرہ سے ظاہر ہو جاتی ہے، یہ اس گدڑی کی ہیبت نہیں تھی اللہ کی ہیبت تھی، یہ ہیبت ظاہر کر رہی تھی کہ اُن کے قلب میں اللہ موجود ہے۔

تو دنیا کی یہ چار چیزیں ہر ایک کو محبوب ہیں۔ یہ چیزیں نعمت تو ہیں لیکن اس وقت جب دل نعمت دینے والے کی محبت سے بھر جائے جبکہ آج ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنے کاروبار میں یار کو بھولے ہوئے ہیں، اپنی موٹر کار اور کاروبار اور اپنی دنیا کمانے میں جماعت کی نمازیں، ذکر اللہ، تلاوتِ قرآنِ پاک کو بالائے طاق رکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ روزانہ کم سے کم ایک رکوع تو تلاوت کریں ورنہ دس آیتیں ہی تلاوت کرلیں ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے قرآن شریف یہ مقدمہ نہ کردے کہ یا اللہ اس نے مجھے طاق میں رکھا ہوا تھا۔

دنیا کے ان چار فانی محبوبوں کا علاج

اب میں ان چاروں محبوبوں کا علاج ذکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت جب ہمیں نعمتوں سے زیادہ مل جائے گی تب یہ نعمتیں ہمیں گمراہ نہیں کرسکیں گی۔ اسی محبت کے حصول کے لیے خانقاہ بنائی جاتی ہے، اللہ والوں کی صحبتیں اُٹھائی جاتی ہیں تاکہ ہم جو کچھ کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ نعمتوں کا درجہ کم رکھو اور نعمت

دینے والے کی محبت کو غالب رکھو وہ حاصل ہوجائے۔اس کے لیے بزرگوں کی صحبت کی ضرورت ہے جن کے اوپر خدا کی محبت غالب ہوچکی ہے اور دنیا کی محبت مغلوب ہوچکی ہے، ان کی صحبت کی برکت سے ہم بھی غالب ہوجائیں گے،لیکن اگر ہم ایسے لوگوں کی صحبت میں رہیں گے جن کے اوپر دنیا غالب ہے اور اللہ کی محبت مغلوب ہے تو ان کے ساتھ رہ کر ہم بھی مغلوب ہوجائیں گے چاہے مولوی ہی کیوں نہ ہوں اگر دنیاداروں کے ساتھ رہیں گے تو وہ بھی مغلوب ہوجائیں گے۔اس لیے مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی

یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی

جواللہ والے ہیں جن پراللہ کی محبت غالب ہے ان کو تلاش کرو تاکہ ان کی محبت سے تم پر بھی اللہ کی محبت غالب ہوجائے اور جو مغلوب ہیں ان کی صحبت میں مت بیٹھو، ضرورت کے لیے کوئی معاملہ وتجارت کرلو لیکن ان کی صحبت مت اختیار کرو ورنہ مغلوبوں کے ساتھ رہ کر تم بھی مغلوب ہوجاؤ گے اور جن اللہ والوں پر اللہ کی محبت چھائی ہوئی ہے ان کی صحبت کے صدقہ میں آپ بھی غالب ہوجائیں گے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لکھنؤ کے شیعہ نواب واجد علی کے یہاں ایک مرد عورتوں کی خدمت میں باورچی خانہ میں رہتا تھا حالانکہ تھا وہ مرد لیکن کئی برس سے عورتوں میں رات دن رہ رہا تھا، ایک دن سانپ نکلا تو نواب واجد علی کی بیویوں نے شورشرابہ کیا کہ ارے جلدی کسی مرد کو بلاؤ تاکہ سانپ ماردے تو وہ مرد صاحب بھی کہتے ہیں کہ ہاں ہاں جلدی کسی مرد کو بلاؤ تو سب عورتوں نے کہا کہ تم بھی تو مرد ہو اس نے کہا کہ اچھا! واللہ میں بھی مرد ہوں؟ تمہاری صحبتوں میں رہتے رہتے میں تو بھول ہی گیا تھا

کہ میں بھی مرد ہوں۔تو دیکھیے غلط صحبت سے کتنا نقصان پہنچتا ہے۔ جو لوگ سینما دیکھنے کے بعد سینما ہال سے نکلتے ہیں تو بالکل عورتوں کی طرح مٹک مٹک کر ویسے ہی گانے گاتے ہوئے نکلتے ہیں اور اللہ والوں کی صحبت سے جو نکلتے ہیں تو اللہ کی یاد میں اللہ والوں کی طرح آہ و نالے، آہ وفغاں کرتے ہیں۔

بس دوستو! ایک دن قبر میں جنازہ اُترنا ہے، مولوی ہو یا پیر ہو ایک دن زمین کے نیچے جانا ہے اس لیے جلدی جلدی اللہ کی محبت کو کما لو یہی کام آئے گا، خوب سن لو! آپ لوگوں میں سے کسی کا گھر ایسا نہیں ہوگا کہ اس کے یہاں کسی کو موت نہ آئی ہو لہٰذا اس سے سبق لیں کہ وہ اپنے ساتھ کیا چیز لے کر گئے، اپنا کاروبار لے گئے، ٹیلیفون لے گئے، قالین لے گئے، نوٹوں کی گڈیاں لے گئے، کیا لے گئے؟ بس اللہ گیا ہے ساتھ، اگر انہوں نے خدا کو زمین کے اوپر یاد کیا ہے تو خدا زمین کے نیچے بھی کام دے گا۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ جیسا باوفا تم کسی کو نہیں پاؤ گے، جو زمین کے اوپر خدا کو یاد کرتا ہے تو زمین کے نیچے بھی اللہ اس کا ساتھ دیتا ہے۔

ایک نہایت اہم بات یاد آئی اس کو بھی بیان کرتا چلوں، بعض لوگوں کی بیویاں ان سے ناراض ہو کر بھاگ جاتی ہیں اور وہ ان کے عشق میں دو کام کرتے ہیں ایک تو ان کی محبت میں دن رات رویا کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ دوسری شادی بھی نہیں کرتے تو میں ایک حدیث سے ان کے اس غم کو ناجائز کہتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ﴾

(سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار، ج: ۱، ص: ۲۸۰)

ایسی عورت سے شادی کرو جو خوب محبت کرنے والی اور کثیر الاولاد ہو کیونکہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ تو جب وہ تم کو چھوڑ کر

بھاگ گئی تو معلوم ہوا کہ ودود نہیں تھی، محبت کرنے والی نہیں تھی، بے وفا تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق تم کو اس کی یاد میں نہیں رہنا چاہیے، کوئی اور بیوی تلاش کرو، کیوں اس کے غم میں گھلے جاتے ہو اور یہ غیرت کے بھی خلاف ہے کہ کوئی عورت تم کو لات مار کر بھاگ جائے اور تم اس کی یاد میں تارے گن رہے ہو اور آہ و بکا کر رہے ہو اور ہر وقت اسی کی یاد میں مصروف ہو یہ کیا ہے؟ ایسی عورت کو اپنے دماغ سے نکالو اس لیے کہ اگر وہ ودود ہوتی یعنی اس میں محبت ہوتی تو اپنی محبت کو شوہر پر فدا کرتی۔ اگر اس کی محبت دماغ سے نہ نکلے تو دوسری شادی کرلو خود ہی نکل جائے گی اس لیے کہ خلا محال ہے چونکہ اب دل میں خلا ہے جب دوسری آجائے گی تو اس کی محبت ختم ہوجائے گی۔

لاہور میں میرے ایک پیر بھائی کی بیوی کا انتقال ہوگیا، وہ اپنی بیوی کے بڑے عاشق تھے حالانکہ بڑے افسر تھے اور ایسے افسر تھے کہ بڑے بڑوں کی ٹر نکال دیتے تھے لیکن دو گھنٹہ روزانہ اپنی بیوی کی قبر پر بیٹھ کر رویا کرتے تھے، میں نے ان کو لاکھ سمجھایا لیکن ان کی سمجھ میں بات نہیں آئی، آخر ہم دوستوں نے مشورہ کیا کہ ان کی دوسری شادی کرادو، جب ان کی شادی ہوجائے گی پھر دیکھنا کہ یہ کتنا قبر پر جاتے ہیں، وہی ہوا، اب شادی کو تین سال ہوگئے ہیں مگر سال بھر سے اس کی قبر پر نہیں گئے، سب بھول گئے۔ فاتحہ خوانی اور ایصالِ ثواب کو منع نہیں کرتا ہوں مگر قبروں پر جا کر اتنا زیادہ رونا مناسب نہیں ہے۔

آج کے بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہم پر اس طرح چھا جائے کہ خدا ہمیں ہماری جان سے زیادہ اور اہل و عیال سے زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب ہوجائے اور اللہ کی محبت اہل اللہ کی صحبت سے میسر ہوتی ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنے کا آسان اور مؤثر طریقہ صحبتِ اہل اللہ ہے کیونکہ چراغ سے چراغ جلا کرتا ہے اور محبت بھی محبت والوں سے ملا کرتی

ہے اور جس کا دل اس محبت سے خالی ہو اس سے اللہ کی محبت ملنے کی کیا امید ہو سکتی ہے، دنیا فی نفسہٖ بری نہیں ہے بلکہ اس کی محبت بری چیز ہے۔ بس اسی پر بیان ختم کرتا ہوں۔

اب دعا کریں کہ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، یا اللہ! ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرما، یا اللہ! اختر مسافر ہے اور مسافر کی دعا کو آپ قبول فرماتے ہیں، یا ارحم الرحمین برحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب کو ایسا ایمان عطا فرما کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں، یا اللہ ہم سب کو تقویٰ والی حیات اور اللہ والی زندگی نصیب فرما، ہماری دنیا بھی بنا دے اور آخرت بھی بنا دے، اے مالکِ دو جہاں ہم آپ سے دونوں جہاں مانگتے ہیں، ہم کو یہاں بھی سکون سے رکھیے اور میدانِ محشر میں بھی بے حساب مغفرت فرما، یا اللہ! جنت میں ہم سب کو ایسے ہی اکٹھا فرما جیسا کہ اس خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین میں ہم سب اس وقت بیٹھے ہیں، یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمارے دلوں کو درد بھرا دل بنا دے، یا اللہ! ہم سب کو وہ محبت نصیب فرما جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے مانگا ہے، یا اللہ اپنی اتنی محبت دے دے جو ہماری جان سے زیادہ، ہمارے اہل و عیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ
وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ
وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

دینی اجتماع کی اہمیت

آخر میں ایک ضروری اعلان بار بار کرتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد جن

کو مجھ سے تعلق ہے بلکہ تعلق نہ بھی ہو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ہو تو اللہ کے لیے ہر اتوار کو یہاں جمع ہونے کی کوشش کریں۔ اگر کوئی بڑا شیخ نہ ہو تو برابر کے لوگوں میں بیٹھنا چاہیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک بڑا چراغ نہیں ہے تو بیس چھوٹے چھوٹے چراغ جمع ہو جاؤ۔

بست مصباح از یکے روشن ترست

فرماتے ہیں کہ اگر بیس چھوٹے چھوٹے چراغ جمع ہو جائیں تو ایک بڑے چراغ جتنی روشنی ہو جائے گی لہٰذا اگر ہر اتوار کو نہ آسکیں تو ماہانہ آجائیں، ایک ماہانہ اجتماع رکھیے کہ اس میں سب جمع ہو گئے اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور ان کے مواعظ پڑھ سن لیے اور دعا کر کے چلے گئے۔ یہ اجتماع ضرور رکھیں اگر یہ اجتماع ختم ہو جائے گا تو سمجھو جو بکری اپنے ریوڑ سے الگ ہو جائے تو بھیڑیا اسے اُٹھا لیتا ہے، اگر ہم لوگ الگ الگ ہو جائیں گے تو سمجھ لو یہاں بہت بھیڑیئے ہیں، ری یونین میں حسن کے بھیڑیئے موجود ہیں جو ہماری ایمان کی بکریاں اٹھا لے جائیں گے اور ایسا لے جائیں گے کہ ہم آپ خوشی خوشی لدے ہوئے چلے جائیں گے، بکری تو چلاتی بھی ہے تاکہ مالک کو خبر ہو جائے اور وہ اس کو بچالے مگر یہ حسن کے بھیڑیئے ایسے ہیں کہ آپ ان کی پیٹھ پر بیٹھ کر مسکراتے ہوئے چلے جائیں گے اور کہیں گے او کے (OK)۔

اہل اللہ کی صحبت کی برکات

بالاکوٹ کے مجاہدوں کا قافلہ جا رہا تھا، راستے میں ایک شخص اس غرض سے کھڑا تھا کہ ایک نظر مجاہدین کے اس قافلہ کو دیکھ لوں جس میں سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید جیسے اولیاء ہیں، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ حسبِ عادت نیچے دیکھ کر چل رہے تھے، اچانک جو نظر اُٹھائی تو آپ کی نظر اس شخص کی نظر

سے ٹکرائی تو ایک ہی نظر میں اللہ نے اس کو کیا دے دیا کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوتا تھا تو مسجد میں روشنی ہوجاتی تھی۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو حکیم الامت کے استاد تھے ایک مرتبہ فرمایا کہ معلوم کرو کہ یہ کون آتا ہے جس کے آنے سے مسجد روشن ہوجاتی ہے۔ جب وہ حضرت کے پاس لائے گئے تو حضرت نے پوچھا کہ آپ کے آنے سے مسجد کیوں روشن ہوجاتی ہے، آپ ایسا کیا عمل کرتے ہیں؟ وہ رونے لگے کہ حضرت میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے، بالاکوٹ جہاد کے لیے جب حضرت سید صاحب کا قافلہ جارہا تھا میں بھی راستہ میں کھڑا دیکھ رہا تھا تو سید احمد شہید کی نظر سے میری نظر مل گئی اس کے بعد سے یہ کیفیت پیدا ہوگئی۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر موضح القرآن کے مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیٹے مسجد فتح پوری دہلی میں کئی گھنٹے عبادت کے بعد نکلے تو ایک کتا سامنے بیٹھا تھا اس پر نظر پڑ گئی ان کے دل کا نور آنکھوں سے اس کتے پر پڑ گیا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا دہلی کے سارے کتے اس کے پاس ادب سے بیٹھ جاتے تھے، وہ کتوں کا پیر بن گیا۔ اس پر حکیم الامت نے ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا کہ آہ! جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہے گا۔

میرے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب نے حکیم الامت کے انتقال کے بعد خواجہ صاحب کو پیر بنایا اور جب خواجہ صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیملپوری جو مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے والد اور حکیم الامت کے خلیفہ تھے ان سے فوراً رجوع کیا تاکہ سر پر اپنے بڑوں کا سایہ رہے اور جب ان کا انتقال ہوا تو مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کو اپنا مربی بنالیا جبکہ حضرت والا خود بھی حکیم الامت کے خلیفہ ہیں۔ اللہ مرتے دم تک بزرگوں کا سایہ ہم کو نصیب

فرمائے، آمین۔ اس پر میرے دو شعر ہیں ؎

میری زندگی کا حاصل، میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگ در پہ مرنا

میں طبیہ کالج کی پڑھائی کے زمانہ میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب کے یہاں تین سال الٰہ آباد میں رہا ہوں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کے سلسلہ کے خلیفہ تھے، ایک مرتبہ انہوں نے تقریر کی تو مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے اعلان کیا کہ آج آپ لوگوں نے مولانا کی جو تقریر سنی ہے تو سمجھ لو کہ شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کی تقریر سن لی، اللہ نے ان کا سارا انہیں فیض عطا فرمایا ہے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب ایسے نقشبندی تھے کہ بڑے بڑے چشتیوں کو اپنا غلام بنا لیا تھا۔ ان کے سارے اشعار عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اصل مقصود سلاسلِ اربعہ نہیں، مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر ایئر پورٹ جانے کے چار راستے ہیں تو بتایئے! اصل مقصود راستے ہیں یا ائیر پورٹ پہنچنا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ مقصود ائیر پورٹ پہنچنا ہے اسی طرح ہر اللہ والے کی عزت کرو چاہے وہ کسی بھی سلسلے کا ہو چونکہ مقصود سب کا اللہ کی ذات ہے، کسی طریق میں ذکر بلند آواز سے ہے تو کسی میں آہستہ ہے لیکن اتباعِ سنت سب میں مشترک ہے لہٰذا اس میں تفریق کرنے والے نادان ہیں، میرا شعر ہے ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اور سنت پر عمل کرنے کے لیے ہی بزرگوں نے ہمیں ذکر بتایا ہے، کسی نے

جہری بتایا ہے کسی نے سِرّی، جیسا پیر بتائے ویسا ہی کرو لیکن مقصد اتباعِ سنت ہو، اگر کوئی شخص روزانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے لیکن سنت پر عمل نہیں کرتا بلکہ خلافِ سنت عمل کرتا ہے تو وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبغوض ہے اور اگر کسی شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا مگر اس کا عمل سنت کے مطابق ہے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے، یہ کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہے جس کا دل چاہے دیکھ سکتا ہے۔ ابوجہل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں دیکھتا تھا لیکن کیا فائدہ ہوا؟ اس کو عمل نہ کرنے کی وجہ سے کچھ نہ ملا لہٰذا اتباعِ سنت سب سے بڑی نعمت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو اللہ سے مانگو لیکن اگر نصیب نہ ہو تو دل چھوٹا نہ کرو اتباعِ سنت کرتے رہو، بس وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بزرگ تھے، اور ہمارے شیخ کے بھی شیخ تھے، ہمارے یہاں چاروں سلسلے میں بیعت کرتے ہیں، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں چاروں سلسلے ملتے ہیں۔ ہم اور ہمارے شیخ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب کے بارے میں حضرت نے اپنے خدام کی موجودگی میں فرمایا کہ میں آپ دونوں کو خلافت دیتا ہوں تو میں اللہ کی رحمت سے نقشبندی سلسلہ میں بھی خلیفہ ہوں، یہ بھی انعام ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جو بھی اللہ والا ہو اس سے محبت کرو، یہ فرق مت کرو کہ یہ چشتی ہے اور وہ قادری ہے اور وہ نقشبندی ہے اس لیے کہ سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

ری یونین میں ولی اللہ بننے کا آسان طریقہ

ری یونین میں ولی اللہ بننا بہت آسان ہے، صرف فرض، واجب اور سنتِ

مؤکدہ ادا کرلو، کوئی نفل نہ پڑھو اور نظر بچالو ولی اللہ ہو جاؤ گے، کامیابی کے لیے یہی ایک پرچہ کافی ہے جبکہ امتحان میں مختلف پرچے ہوتے ہیں، کسی ایک کی وجہ سے کامیابی نہیں ہوتی لیکن میں کہتا ہوں کہ ری یونین میں ایک ہی پرچہ ہے نظر بچانے کا بس اس کو پاس کرلو ولی اللہ ہو گئے۔ یہاں حسینوں کے چہرہ سے بھی نظر بچاؤ اور ٹانگوں سے بھی نظر بچاؤ اور ملکوں میں تو چہرہ ہی سے نظر نیچی کرو یہاں تو نظر نیچے کرو تو پنڈلی اور ران تک آنکھ کی شعاعیں دوڑ جاتی ہیں، انگریزوں نے اس قسم کا لباس اس لیے بنایا ہے تاکہ بے حیائی اور زِنا عام ہو۔ غرض نفس کو گرم کرنے اور اس میں جوش پیدا کرنے کے جتنے اسباب ہیں وہ انہوں نے بدمعاشی کے لیے جائز کر رکھے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو نظر بچائے گا اس کو ہم حلاوتِ ایمانی عطا فرمائیں گے، یہ حدیثِ قدسی ہے اور حدیثِ قدسی اُس کو کہتے ہیں جس کے راوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور کلام اللہ کا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ اللہ یہ فرما رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو نظر بچائے گا ہم اس کو حلاوتِ ایمانی عطا کریں گے اور جس کو حلاوتِ ایمانی عطا کریں گے اس سے کبھی واپس نہیں لی جائے گی اور اس کا خاتمہ ان شاء اللہ ایمان پر ہوگا۔

ریڈیو ری یونین سے حضرتِ والا کے مواعظ کے اقتباسات کا نشر

بعض خاص احباب نے بتایا کہ حضرت والا کے تشریف لانے کے بعد سے ہر اتوار کو صبح نو بجے ریڈیو ری یونین کے اسلامی پروگرام میں حضرت والا کی تقاریر کے اقتباسات فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ نشر کیے جا رہے ہیں۔

اکرامِ کافر سے بچنے کی عجیب تدبیر

حضرت والا کے احباب میں سے ایک صاحب نے چند روز پہلے حضرت والا سے عرض کیا تھا کہ ری یونین کا ایک عیسائی وزیر حضرت سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو لے آنا۔ آج وہ صاحب اس وزیر کو لے آئے اور ان کو کمرے میں لانے کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ان کو دوسرے کمرے میں بٹھلاؤ کیونکہ اگر وہ یہاں آیا تو مجھ کو اٹھنا پڑے گا جس سے اکرامِ کافر لازم آئے گا اور میں جاؤں گا تو اس کو اٹھنا پڑے گا۔ (سبحان اللہ! بظاہر تو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن حفاظتِ دین کا خزانہ ہیں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے مَنْ سَلَّمَ الْکَافِرَ تَبْجِیْلاً لاَ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ، جامع۔)

۶ ؍ بجے شام قبیل مغرب

شام کی سیر کے لیے جاتے ہوئے کار میں حضرت والا نے احقر راقم الحروف کے لیے یہ شعر فرمائے جو قارئین کی نشاطِ طبع کے لیے پیش ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس دامت برکاتہم کی اس دعا اور تمنا کو احقر کے حق میں قبول فرمائیں اور حضرت والا کی دعا اور توجہ اور شفقت اور کرم فرمائیوں کے صدقہ میں احقر کی اصلاح فرمائیں اور اپنی رضاء کاملہ سے مشرف فرمائیں، آمین، یارب العالمین۔ وہ اشعار یہ ہیں جو کار میں ارشاد فرمائے

شروع کر دیا پیر کے پاس جینا
ملا غیب سے میر کو جام و مینا

سبو اور خم پی کے دکھلا دے سب کو
دو اِک جام ہے کوئی پینے میں پینا

جو ساقی کے گھر میں ملا اس کو جینا
تو وہ بھول بیٹھا ہے اپنا نگینہ
بتوں کی محبت کو تم بھول جاؤ
یہ جینے کا ہے سب سے بہتر قرینہ
تو پا جائے گا میر ہمت ذرا کر
ترے دل میں نسبت کا ہے جو خزینہ

ا؎ (نگینہ، احقر کے وطن کا نام ہے۔ جامع)

۱۸؍ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۶؍ستمبر ۱۹۹۳ء، دوشنبہ، بعد نمازِ فجر

آج حضرت والا بعد فجر سیر کے لیے تشریف نہیں لے گئے، فرمایا کہ آج نیند کا غلبہ ہے اس لیے سونا چاہیے اور حضرت والا بستر پر استراحت کے لیے لیٹ گئے اس وقت احقر اور چند حضرات حاضر خدمت تھے۔ پھر احقر کی طرف متوجہ ہو کر یہ شعر فرمایا ؂

ہزاروں غم نے گھیرا ہے ہمارے میر کو ہر دم
مگر چہرہ سے اس کے پھر بھی تابانی نہیں جاتی

اس کے بعد مندرجہ ذیل شعر یکے بعد دیگرے فرمائے جو نشاطِ طبع قارئین کے لیے نقل کیے جاتے ہیں ؂

ہزاروں شاخ میں تقسیم ہے دریائے عشرت بھی
مگر کیا بات ہے کہ پھر بھی طغیانی نہیں جاتی

بہت ضربیں لگاتا ہے دعا میں خوب روتا ہے
مگر ظالم کی ہیجانی و طوفانی نہیں جاتی

پیا کرتا ہے پانی یخ مگر حیرت ہے یہ مجھ کو
نہاتے وقت عادت گرم پانی کی نہیں جاتی

ہری مرچیں بہت کھاتا ہے لیکن یہ تعجب ہے
کبھی سوزش کی کچھ تکلیف سننے میں نہیں آتی

اس کے بعد حضرت والا نے سونے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور تقریباً سوگئے تھے کہ اچانک بیدار ہوکر مندرجہ ذیل اشعار نہایت درد بھرے ترنم سے پڑھنے لگے جو اسی وقت وارد ہوئے۔ حضرت والا آنکھیں بند کیے نہایت درد سے پڑھ رہے تھے جو احقر نے نوٹ کرلیے اور استفادۂ قارئین کے لیے پیش ہیں۔

سوا تیرے کوئی سہارا نہیں ہے
سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

سمندر کا ساحل پہاڑوں کا دامن
بجز آہ کے کچھ سہارا نہیں ہے

نہیں ختم ہوتی ہے موجِ مسلسل
میرے بحرِ غم کا کنارا نہیں ہے

کوئی کشتیِ غم کا ہے ناخُدا بھی
مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے

اس کے فوراً بعد کچھ اور درد بھرے اشعار فرمائے جو حضرت والا آنکھیں بند کیے ہوئے گنگنا رہے تھے اور احقر نوٹ کر رہا تھا۔

میرا سر ہے اور اُن کا آستاں
کر رہا ہوں کس طرح آہ و فغاں

غم ہے کوئی یا کوئی کوہِ گراں
قلب نعرہ زن ہے سوئے آسماں

آتشِ غم کی ہے کوئی داستاں
کیوں دھواں دیتا ہے میرا آشیاں

جب چمن پر ہو بلائے ناگہاں
طائروں کی پھر سنو آہ و فغاں

جب زمیں پر ہو نہ تدبیرِ زماں
کیوں نہ جائے آہ سوئے آسماں

آشیاں میں طائروں کی سن فغاں
ان کی جانب رخ کریں جب بجلیاں

آہِ مظلومی سے ڈرنا چاہیے
ظالموں کی دیکھ اجڑی بستیاں

جس دعا میں ملتی ہو آہ و فغاں
یہ بلا ہے میر مہر آسماں

اس بار ری یونین کے سفر کے دوران خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین میں الحمدللہ حضرت والا پر بہت زیادہ اور نہایت درد انگیز اشعار وارد ہوئے جو بذریعہ فیکس کراچی بھجوائے گئے تاکہ حضرت والا کے مجموعۂ کلام میں شامل کردیئے جائیں۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم کے مجموعۂ کلام کی کتابت ہوچکی ہے ان شاء اللہ عنقریب شائع ہو جائے گا۔ احقر ان اشعار کو فیکس کرنے کے لیے صاف کر کے حضرت والا کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو مولانا رشید بزرگ صاحب تشریف رکھتے تھے، احقر سے فرمایا کہ کچھ اشعار ہو گئے ہیں اضافہ کردو پھر احقر کو اشعار سُنائے۔ احقر نے عرض کیا کہ بہت عمدہ اشعار ہیں تو مولانا رشید بزرگ سے فرمایا کہ ماشاء اللہ اس کو مجھ سے بہت زیادہ محبت ومناسبت ہے اور محبت ہی کی وجہ سے تو یہ میرے ساتھ ہیں ورنہ ؎

محبت نہ ہوتی تو کیوں ساتھ رہتے

یہ مصرع دورانِ گفتگو خود موزوں ہو گیا۔ یہ تو اسٹیل مل میں ملازم تھے، بڑی تنخواہ تھی لیکن سب چھوڑ چھاڑ کے میرے ساتھ ہیں۔ یہ محبت ہی کی تو بات ہے۔ حضرت والا کے اس کرم و شفقت و حوصلہ افزائی پر اگر احقر اپنی ایک لاکھ جانیں قربان کردے تو حق ادا نہیں ہوسکتا۔ جب حضرت والا یہ ارشاد فرما رہے تھے تو احقر کے دل پر عجیب کیف و سرور کا عالم تھا جس کو الفاظ تعبیر نہیں کرسکتے کہ ایک بھنگی کو شاہ عزت و شرف دے رہا تھا ؎

مستی سے تیرا ساقی کیا حال ہوا ہوگا
جب تو نے وہ مے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

۱۹؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۷؍ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز منگل بعد نمازِ فجر، صبح ساڑھے چھ بجے

حافظ امین پٹیل صاحب کے گھر پر

فجر کی نماز کے بعد حضرت والا نے حافظ داؤد بدات صاحب سے فرمایا کہ آج حافظ امین پٹیل صاحب کے یہاں جانا چاہیے وہ خوش ہوجائیں گے کیونکہ وہ اپنے یہاں کچھ دن قیام کے لیے بلانا بھی چاہتے تھے۔ مولانا داؤد صاحب سے فرمایا کہ امین پٹیل صاحب سے فون ملاؤ۔ فون پر فرمایا کہ ہم تین، چار آدمی تقریباً آدھے پون گھنٹہ میں آپ کے یہاں پہنچ رہے ہیں اور ناشتہ آپ کے یہاں کریں گے لیکن مختصر ناشتہ بس چائے اور بسکٹ کافی ہے اور فرمایا کہ دیکھیے اس طرح آنے میں ہمیں بھی راحت ہے اور آپ کو بھی ورنہ پہلے سے انتظام کرو پریشانی میں پڑو اور اس میں کوئی پابندی نہیں جب چاہا آگئے، نہ آپ پابند نہ ہم۔

آج ہی کراچی سے حضرت والا کے ایک بہت عاشق مرید فاروق ایمرک صاحب آنے والے تھے جن کو حضرت والا مزاحاً فاروق ایس ایس کہتے ہیں کیونکہ پہلے وہ اردو نہیں جانتے تھے اور انگریزی میں بات کرتے ہوئے اکثر

یس یس (Yes Yes) کہتے تو حضرت والا نے ان کا نام فاروق ایس ایس رکھ دیا بعض حضرات ان کو ایئر پورٹ لینے جا چکے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ دل چاہتا ہے کہ فاروق ایس ایس سے ایئر پورٹ پر ہی ملاقات کروں وہ خوش ہو جائیں گے، آٹھ ماہ کراچی رہے ہیں اور میرا دل چاہتا تھا کہ وہ آجائیں، ان کی یہاں بہت کمی محسوس ہو رہی تھی، بہت جلا بھنا آدمی ہے، بہت محبت والا ہے اس لیے دل کا تقاضا ہے کہ ائیر پورٹ جاؤں۔

اپنے خادموں کے ساتھ حضرت والا کی شفقت کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے اور فرمایا کہ امین صاحب کو فون کر دو کہ ہمیں پہنچنے میں تقریباً پون گھنٹہ کی مزید دیر ہو جائے گی تاکہ اُنہیں انتظار کی تکلیف نہ ہو۔

علاجِ وسوسہ

کار میں حضرت والا کے ساتھ مولانا عمر فاروق، احقر اور مولانا داؤد صاحب تھے جو کار چلا رہے تھے۔ راستہ میں مولانا عمر فاروق کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر کوئی وسوسہ کا مریض آجائے تو اس کو کسی ڈاکٹر سے علاج کا مشورہ دے دینا اور یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ پانچ سو سے دو ہزار تک حسبِ تحمل بتا دینا ان شاء اللہ وساوس دور ہو جائیں گے۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ اسم اعظم ہے۔ یَاحَیُّ کے معنی ہیں اَیْ اَزَلاً اَبَداً وَ حَیَاۃُ کُلِّ شَیْءٍ بِہٖ مُؤَبَّداً ہر چیز کی حیات جس سے قائم ہے اور قَیُّوْمُ کے معنی ہیں قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَیُقَوِّمُ غَیْرَہٗ بِقُدْرَتِہِ الْقَاھِرَۃِ جو اپنی ذات سے قائم ہے اور ساری کائنات کو اپنی قدرتِ قاہرہ سے سنبھالے ہوئے ہے، اس نام کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ دل بھی سنبھل جائے گا۔

زِنا کا سبب بے پردگی ہے

کار ہی میں فرمایا کہ شرعی پردہ نہ ہونے سے بہت زیادہ خرابی اور دین کی

بربادی ہے۔ بے پردگی کو زِنا کے عام ہونے میں بہت دخل ہے اور یہ انگریزوں اور یہودیوں کی چال ہے تاکہ مسلمانوں سے تقویٰ نکل جائے۔ اسلام نے عورت کے لیے پردہ بتایا انہوں نے عورت کو بے پردہ کردیا۔ اسلام نے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانے کا حکم دیا انہوں نے اس کی مخالفت میں رانیں کھول دیں، اپنی بہو بیٹیوں کو دوسرے شہوت کی نظر سے دیکھیں اس کا احساس اور غیرت نہ ہونا یہ عقل پر عذابِ الٰہی ہے۔ شہوت سے ہر وقت ننگی ٹانگیں دیکھنے سے منی پتلی ہوجاتی ہے اور جب منی پتلی ہوگئی تو بیوی سے صحبت کرتے وقت انزال جلد ہوگا جس سے عورت کو سکون نہ ہوگا۔ انگریز عورتوں میں زِنا اس لیے عام ہے کہ اپنے شوہروں سے ان کو سکون نہیں ملتا۔ دس سے زِنا کرا کے ایک مرد کا مزہ پاتی ہے۔ ایسی عورت سے دس آدمیوں کے نطفہ سے جو اولاد ہوگی وہ ''لمیٹڈ فرم'' ہوگی۔

زِنا کا ایک عظیم نقصان

چنانچہ برطانیہ بلکہ تمام مغربی ممالک میں کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کا باپ کون ہے، اگر کسی انگریز سے پوچھ لو کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے تو ناراض ہوجاتا ہے یہ گویا اس کے لیے بہت بڑی گالی ہے۔ اسی لیے ان کو اپنے ماں باپ سے محبت نہیں اور ماں باپ کو اولاد پر وہ رحمت وشفقت نہیں کیونکہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ نہ جانے یہ کس کا ہے۔ زِنا کا یہ کتنا بڑا نقصان ہے کہ ماں باپ اولاد کے اکرام اور محبت سے محروم ہوگئے اور اولاد ماں باپ کی شفقت سے محروم ہوگئی۔ اگر کبھی لندن جانا ہوا تو وہاں ان شاء اللہ یہ تقریر کروں گا۔

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب آج کل لندن میں ہیں اور مجھ سے فرمایا تھا کہ لندن میں دین کے بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے۔ امکان ہے کہ شاید عنقریب وہاں کا سفر ہو، احباب عرصہ سے بلا رہے ہیں۔

مخلوقِ خُدا پر حضرت والا کی رحمت کی ایک شان

مولانا عمر فاروق صاحب نے عرض کیا کہ لندن میں تو ری یونین سے بھی زیادہ بے حیائی ہے وہاں تو مسلمان لڑکیوں کا حال اور بھی زیادہ خراب ہے اور کچھ اسی قسم کے جملے کہے تو حضرت والا نے فرمایا کہ کسی عالم سے یا خادمِ دین سے اصلاح کی خاطر بیان کرنے میں تو مضائقہ نہیں جیسے آپ نے اس وقت بیان کر دیا لیکن بلاضرورتِ شدیدہ آپس میں محض مشغلے کے طور پر ان فحش باتوں کو بیان نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایک تو نفس کو گناہ کے تذکروں سے مزہ ملتا ہے، یہ نفس بڑا ظالم ہے، باتوں سے بھی مزہ لے لیتا ہے، دوسرے اللہ تعالیٰ کو بھی پسند نہیں کہ ان کے بندوں کا چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو بے ضرورت بُرائی سے تذکرہ کیا جائے جیسے باپ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی نالائق اولاد کا لوگ بے ضرورت بُرائی سے تذکرہ کریں۔ اگر دوست کی اولاد نالائق ہے اور وہ اس کو بری حالت میں دیکھے تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لے گا اور کہے گا کہ یا اللہ میرے دوست کے بچوں کی اِصلاح کر دے، ان کو اس بری حالت میں نہیں دیکھے گا، بتائیے دوست سے تعلق کا کیا تقاضا ہے؟ کیا دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست کی اولاد کو بری حالت میں دیکھ کر مزے لو یا ان کی اصلاح کے لیے اللہ سے روؤ جیسے اگر اپنی اولاد کو برے حال میں دیکھے تو کیا کرے گا؟ روئے گا یا مزے لے گا؟ اگر خُدانخواستہ کوئی اپنی لڑکی کو زِنا کی حالت میں دیکھے تو کیا باپ کو مزہ آئے گا یا سجدے میں گر کر روئے گا اور بزرگوں سے دعا کرائے گا بس سمجھ لیجئے کہ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو اللہ کی مخلوق کو بری حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے لہٰذا یہاں بھی اگر عیسائی لڑکیاں ننگی حالت میں گذریں تو فوراً آنکھ بند کر کے اللہ سے عرض کرو کہ یا اللہ یہ آپ کی مخلوق ہے، آپ کی بندیاں ہیں میں ان کو اس حالت میں دیکھنے

سے پناہ چاہتا ہوں، سارے عالم کے کافروں کو یا اللہ ایمان نصیب فرما۔

ہیں تری سرکار میں سب خوبیاں
ناریوں کو فضل سے کر نوریاں

اس سے مخلوقِ خدا پر حضرت والا کی شانِ رحمت ظاہر ہے اور نفس کے شر سے حفاظت کی بھی عجیب تعلیم ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے یہ شعر پڑھا۔

دوستوں میں مجھ کو سوکھی روٹیاں
غیروں میں بہتر ہیں از بریانیاں

فرمایا کہ اس شعر سے لوگ میرا مزاج پہچان جائیں گے کہ کیسی محبت کا مزاج میرے رب نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

احقر نے پوچھا کہ حضرت کیا یہ شعر آج ہوئے ہیں تو فرمایا کل رات۔ پھر یہ شعر سُنایا۔

فقر کے دامن میں دے دے اے خُدا
آفتابِ عزت سلطانیاں

اور فرمایا کہ ری یونین کی خانقاہ میرے لیے بہت با فیض ہو رہی ہے، روزانہ اشعار ہو رہے ہیں۔

ہے نظر اخترؔ کی بس تیری طرف
منتظر ہے فضل کی یہ میری جاں

گر نہ ہوتا فضل ربِ دوجہاں
کب دعا میں ہوتی یہ آہ و فغاں

دل پہ جب کرتا ہے وہ فضل نہاں
ہوتی ہے توفیق فریاد و فغاں

ہوں گریزاں از ہمہ کارِ جہاں
ہے لبوں پر آہ سوئے آسماں

یعنی دنیا کے کاموں میں اب دل نہیں لگ رہا ہے، ہمہ وقت دل اللہ کو یاد کررہا ہے۔

کہہ رہا ہوں دردِ دل کی داستاں
اپنے رب سے لیکن از راہِ نہاں

از راہِ نہاں یعنی پوشیدہ راستہ سے دل ہی دل میں اپنے رب سے اپنی داستانِ دردِ دل کہہ رہا ہوں اور کسی کو خبر بھی نہیں کہ میں اللہ سے کیا بات کررہا ہوں۔

میرے دل میں رازِ غم ہے جو نہاں
کر نہیں سکتا اُسے ہرگز بیاں

اپنے رب ہی سے کہوں گا داستاں
ہے عبث مخلوق پر کرنا عیاں

کیا کہوں میں لذتِ آہ و فغاں
ہے زمیں پر جیسے میرا آسماں

فرمایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے قرب کو کیسا تعبیر کیا ہے۔ یہ سب شعر حضرت والا کار میں سُنا رہے تھے۔

بے خبر از قصۂ ہر دو جہاں
میرا سر ہے اور ان کا آستاں

یعنی ہمیں خبر ہی نہیں کہ دونوں جہان کہاں ہیں۔ اس میں لذتِ سجدہ کا بیان ہے۔ اتنے میں ہم لوگ ائیر پورٹ پہنچ گئے لیکن معلوم ہوا کہ کافی دیر ہوئی جہاز آچکا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں سے اگر فاروق ایس ایس کا شہر قریب ہو تو ان سے ملاقات کرتے ہوئے چلیں۔ مولانا داؤد صاحب نے کہا کہ جی ہاں یہاں سے قریب ہے۔ تھوڑی دیر میں ہم لوگ فاروق ایس ایس کے گھر پہنچ گئے۔ حضرت والا کو دیکھ کر فاروق صاحب دوڑے ہوئے آئے اور

حضرت والا سے معانقہ کیا اور عرض کیا کہ کراچی سے چلتے وقت حضرت والا نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تمہیں ری یونین پہنچا دے تو آپ کی دعا قبول ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا حافظ امین پٹیل صاحب کے شہر سینٹ پال کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں مولانا عمر فاروق سے فرمایا کہ دیکھو میں نے ری یونین کی تعریف کی ہے ؎

سمندر کا ساحل پہاڑوں کا دامن
عجب لطف ملتا ہے ری یونین میں
جب اُڑ جاؤں گا میں کراچی کی جانب
کہاں مجھ کو پاؤ گے ری یونین میں

اصل مقصد رضائے حق اور اشاعتِ دین ہے

سینٹ پال پہنچ کر حافظ امین پٹیل صاحب کے یہاں ناشتہ کے بعد دورانِ گفتگو فرمایا کہ بزرگوں کا مشورہ ہے کہ جس جگہ دین کا کام ہو سکے وہاں رہنا چاہیے۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف کا قیام حاضری دربار ہے اور دین کا کام کارِ سرکار ہے جس کے لیے کتنے پیغمبروں کی شہادت کو اللہ تعالیٰ نے گوارا فرمایا اور طائف کے بازار میں اور اُحد کے میدان میں سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خونِ مبارک اس قدر بہا کہ نعلین خونِ مبارک سے بھر گئیں۔ بیت اللہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے لیکن بیت اللہ کی نمازوں کے اتنے زبردست ثواب کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کو ہجرت کرائی گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اصل مقصد رضائے حق اور دین کی اشاعت ہے۔ اللہ کی رضا اس میں ہے کہ دین زیادہ پھیلے لہٰذا ایک لاکھ کے ثواب کے بجائے مدینہ شریف میں پچاس ہزار ثواب کی طرف بھیج دیا کیونکہ

اللہ تعالیٰ کی رضا سب پر بھاری ہے۔ ایک شخص کے پاس دس کروڑ ثواب ہے لیکن کسی بات سے اللہ ناراض ہے اور ایک شخص سے اللہ خوش ہے کسی بات سے ناراض نہیں اگرچہ اس کے پاس کچھ ثواب نہیں لیکن اس کے پلّہ میں رضائے الٰہی ہے۔ بتائیے! یہ شخص نفع میں ہے یا پہلے والا۔

درآشیاں طائر نبود

حضرت والا نے عثمان صاحب کو ایک صاحب کے گھر بھیجا کہ اگر وہ ہوں تو ان سے ملاقات ہو جائے گی لیکن معلوم ہوا کہ وہ کہیں گئے ہوئے تھے تو حضرت والا نے یہ مصرع فرمایا جو اسی وقت موزوں ہوا ؎

چوں رسیدم در چمن در آشیاں طائر نبود

یعنی جب میں چمن میں پہنچا تو پرندہ آشیانے میں نہیں تھا کہیں دانہ کی تلاش میں گیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو ذرہ ذرہ سے ہدایت ملتی ہے۔ مضمون کچھ ہوگا، مقصد دوسرا ہوتا ہے۔ مقصد اللہ کی یاد ہوتی ہے مثلاً کسی ولی اللہ سے ملنے گئے اور وہ نہیں مل سکا تو کبھی محبت بندوق کسی کے کندھے پر رکھتی ہے اور نشانہ کسی اور کو بناتی ہے، یہ سب بہانے ہوتے ہیں۔ دیکھئے یہاں دعوت کے بہانہ سے ملاقات ہوگئی ان سب کا منشاء اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ اگر اللہ کے لیے محبت نہ ہوتی تو میں یہاں کیوں آتا؟

محبت وشفقت

دیکھئے! ایس ایس فاروق تو میرا مرید ہے۔ کیا شیخ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ کسی مرید کی زیارت کرنے جائے لیکن میں نے سوچا کہ اگر میرا بیٹا مظہر آتا تو میں ائیرپورٹ ضرور جاتا اور مرید بھی روحانی اولاد ہوتا ہے اس لیے میں نے حافظ داؤد سے کہا کہ چلو ان سے مل آئیں اور دیکھو وہ کتنا خوش ہوئے ان سے

پوچھو کہ جس رفتار سے دوڑ کر آئے اور لپٹ گئے۔ محبت تو دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ اگر دونوں ہونٹ نہ ملیں تو محبت کی لغت بھی ادا نہیں ہوسکتی۔ مرید کو جتنی محبت شیخ سے ہوگی اتنی ہی شیخ کو مرید سے ہوگی۔ ایک مرید نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کے دل میں میری کتنی محبت ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ جتنی تیرے دل میں میری محبت ہے، اپنے دل میں دیکھ کہ میری کتنی محبت ہے اتنی ہی تیری محبت میرے دل میں ہوگی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان فدا کی، مال فدا کیا، صحابہ میں سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی تو آپ نے بھی فرمایا کہ سب کی محبت کا حق میں نے دنیا ہی میں ادا کر دیا لیکن ابوبکر صدیق کی محبت کا حق مجھ سے نہیں ادا ہوسکا، اللہ تعالیٰ ہی ان کا حق ادا کریں گے۔ یہ سرکاری اعلان ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان کی بازی لگائی تھی۔ غارِ ثور میں سانپ کے بل میں اپنا انگوٹھا لگا دیا کہ میرے نبی کو نہ کاٹ لے۔ اور بلوں میں تو اپنا کرتہ پھاڑ کر لگا دیا تھا لیکن ایک بل رہ گیا تھا تو وہاں اپنا انگوٹھا لگا دیا اور ان کو سانپ نے کاٹ لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آرام فرما رہے تھے اور آپ کا سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانو پر تھا، تکلیف سے حضرت صدیق اکبر کے آنسو جو گرے تو آپ جاگ گئے اور دریافت فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن لگا دیا سب زہر اُتر گیا۔ بعض تاریخوں میں ہے کہ وہ سانپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق تھا اور کئی سو برس سے آپ کا انتظار کر رہا تھا، وہ

جن تھا اور چاہ رہا تھا کہ میں آپ کی زیارت کرلوں، اور یہاں تو صدیق اکبر نے جان کی بازی لگائی اور غزوۂ تبوک میں پورا مال لا کر رکھ دیا۔ کیا شان تھی کہ ہر وقت جان و مال و عزت و آبرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کرنے کو تیار تھے۔

گناہ کے تقاضوں کا علاج

کبھی کبھی یہ مراقبہ کیا کریں کہ ایک دن قبر میں جانا ہے۔ دین کے ہر کام میں اس مراقبہ سے آپ کی بیٹری چارج ہو جائے گی۔ تقاضائے معصیت کا اور ذوقِ حُسن بینی کا بھی یہی علاج ہے کہ یہ سوچیں کہ ایک دن قبر میں لیٹنا ہے۔ دنیا کے تمام جائز کام کرو تجارت کرو، ملازمت کرو، کار میں چلو لیکن دل میں کچھ نہ رکھو، دل میں تیار رہو کہ یہ دنیا پردیس ہے، ہم اسٹیشن پر ہیں، ریل آنے والی ہے، اس میں بیٹھنا ہے، موت کی ریل آئے گی اور بیٹھ کر چل دیں گے۔ بس اس کی کوشش اور دعا کرو کہ اللہ قبول کرے اور ہم سے راضی و خوش ہو جائے بس وہاں جاتے ہی دیکھنا کہ وہاں کی دنیا ہی کچھ اور ہوگی، جاتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت، صحابہ کی زیارت، اپنے بزرگوں اور مشائخ کی زیارت ہوگی، پھر ان شاء اللہ مزے ہی مزے ہوں گے۔

کچھ دیر قیام فرمانے کے بعد حضرت والا واپس خانقاہ سینٹ پیئر کے لیے روانہ ہو گئے، راستہ میں حضرت والا کار میں رات کی غزل کے اشعار ترنم سے نہایت درد بھرے انداز میں پڑھ رہے تھے جو افادۂ قارئین کے لیے پیش ہیں ؎

ہر نفس ہو آپ پر قربان جاں
آپ ہم سب پر ہیں کتنے مہرباں

زندگی قربان کردو دوستاں
پاؤ گے مالک سے لطفِ بوستاں

جب خُدا نے مفت میں دی تجھ کو جاں
کیوں نہیں کرتا فدا پھر اپنی جاں

اے خُدائے پاک ربِ دو جہاں
مانگتے ہیں تجھ سے ہم دونوں جہاں

کون ہے اس غم کا میرے راز داں
ہاں مگر ہے باخبر ربِ جہاں

داستانِ غم کا ہے وہ آستاں
بے خبر ہے جس سے یہ سارا جہاں

زندگی دیتا ہے ربِ دو جہاں
پھر اسی پہ کر فدا تو قلب و جاں

یہ گلستاں ہو مبارک باغباں
دل مرا لگتا نہیں لیکن یہاں

درحقیقت ہے مرا ذوقِ نہاں
جا کے صحرا میں کروں آہ و فغاں

جب چمکتی ہیں فلک پر بجلیاں
آشیاں میں طائروں کی سن فغاں

دوستو! سن لو یہ ہے راز بلا
یہ ہے تکمیل و فائے عاشقاں

ہر بلا دفع بلا ہائے عظیم
ورنہ کیوں بھیجے گا میرا مہرباں

بہر توفیق دعا ہے دوستو!
ہر بلائے خالق کون و مکاں

خانقاہ پہنچنے پر مولانا داؤد صاحب کے والد صاحب نے بتایا کہ گذشتہ رات لندن سے دو بار فون آیا اور خانقاہ ری یونین کا فون نمبر معلوم کیا جو بتا دیا گیا اس کے بعد فون کٹ گیا یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ کس کا تھا، غالب گمان یہی ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے لندن سے کسی سے فون کرایا ہوگا چنانچہ وعظ کے بعد دس بجے کے قریب لندن فون کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت والا کہیں تشریف لے گئے ہیں۔

۲۰؍ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۸؍ ستمبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ

صبح حضرت والا، احقر اور مولانا عمر فاروق حاجی احمد ولی صاحب کے گاؤں سیر کے لیے گئے۔ واپسی کے وقت حاجی احمد ولی صاحب نے کہا کہ مولانا داؤد بدات کے والد صاحب کے یہاں سے لندن فون کریں گے۔ ان کا گھر یہاں سے قریب ہے۔ وہاں سے لندن فون کیا گیا حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فون اُٹھایا اور حضرت والا نے خیر و عافیت معلوم کی۔ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم نے فون پر فرمایا کہ میں برطانیہ میں جگہ جگہ مجلس دعوت الحق قائم کر رہا ہوں آپ ری یونین میں قائم کریں۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ سفر کے وقت ہی یہاں پر مجلس قائم کرنے کا خیال تھا جس طرح کراچی میں پچاس شاخیں قائم ہوگئی ہیں اور الحمد للہ خوب کام ہو رہا ہے۔ اسی طرح ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں بھی کام شروع کر دیا جائے گا۔

ری یونین میں مجلس دعوۃ الحق کا قیام

فون کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ دعوت الحق کا کام بہت برکت والا ہے اور بہت آسان ہے۔ جب تک یہ مجلس قائم نہیں کی تھی تو میں سمجھتا تھا کہ بہت مشکل ہے لیکن جب کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل آسان ہے۔ لہٰذا

آج ہی سے مجلس دعوت الحق قائم کردی جائے گی، مولانا داؤد اور ان کے والد صاحب قابلِ مبارک باد ہیں اور ان کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے کہ ان کے گھر سے یہ شروع ہورہا ہے۔ ہم تو یہاں فون کرنے آئے تھے لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں یہ نعمت عطا ہونے والی ہے۔ پھر حضرت والا نے ری یونین کے چار شہروں کے لیے چار حلقے قائم کردیئے اور طریقہ کار بتایا کہ ہر حلقے کا ایک ناظم، نائب ناظم، خازن، اور چند کارکن مقرر فرمائے اور ایک رجسٹر پر ان کے نام لکھ دیئے گئے اور فرمایا کہ ہفتہ میں ایک دن مقرر کرلیا جائے جس میں سب کارکن مل کر بیٹھ جائیں اور حیاۃ المسلمین، جزاء الاعمال، بہشتی زیور کا ساتوں حصّہ اور ایک منٹ کا مدرسہ دس پندرہ منٹ پڑھ کر سُنا دیں، اس کا نام مجلسِ نصیحت ہے اور پھر ایک تسبیح لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کا ذکر کریں اور منکرات کی روک ٹوک کے لیے مشورے کریں کہ اپنے خاندانوں سے کسی طرح برائیوں کو مٹایا جائے، شادی، بیاہ، غمی سب سنت کے مطابق ہوجائیں اس کے لیے آپس میں مشورہ کرکے ان برائیوں کو مٹانے کی کوشش کریں جس کے لیے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے چھوٹے چھوٹے بہت مفید رسالے تحریر فرمائے ہیں مثلاً اشرف الخطاب، اشرف النظام وغیرہ جو کراچی سے منگوالیں۔ ان کے مطالعہ سے دعوۃ الحق کا کام کرنے میں آسانی ہوگی اور ہر ہفتہ ہر شخص کم ازکم دس دس فرینک دین کی نشرواشاعت کے لیے جمع کرے اور ہر ماہ یہ رقم مرکز میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بھجوادی جائے اور مولانا داؤد ہر حلقے کا الگ حساب رکھیں پھر جو دین کی کتاب یا تبلیغی پرچے شائع کرنا ہوں اس میں یہ رقم خرچ کی جائے اور مرکز کو ہر شاخ ماہانہ رپورٹ بھیجے کہ مہینے میں کیا کام کیا گیا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے جگہ جگہ دین کا کام شروع ہوجائے گا اور اس کی برکات نظر کے سامنے آجائیں گی۔ یہ ایک مجدد زمانہ حضرت حکیم الامت کا کام

ہے اور حضرت کو اس سے کتنا تعلق تھا وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں اس دن کا بے چینی سے منتظر ہوں کہ یہ کام شروع ہو۔ لہٰذا ایک رجسٹر بنایا جائے جس میں کام کا طریقہ کار مذکور ہو اور اس کے مطابق کام کیا جائے۔ دیکھیے خانقاہ میں ہفتہ میں ایک دن تو کچھ لوگ آسکتے ہیں لیکن پھر پورے ہفتہ خالی رہیں یہ مناسب نہیں لہٰذا اس کام کے اجراء سے جگہ جگہ دینی مجلسیں قائم ہوں گی اور جگہ جگہ دین کا کام ہوگا جو بُرائیوں کی اصلاح کے لیے بہت ضروری ہے۔ کراچی میں پچاس حلقے مجلس کے قائم ہو گئے اور لوگ بتا رہے ہیں کہ اس سے بہت زبردست نفع ہو رہا ہے۔ اتوار کے دن علماء کی مجلس میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا اور مزید شاخیں ان شاء اللہ قائم ہوں گی۔ اگر دعوۃ الحق یہاں قائم نہ کی جاتی تو میرے شیخ کو تکلیف ہوتی، اللہ تعالیٰ کا کروڑ کروڑ شکر ہے کہ اس نے اس کام کو کرنے کی توفیق عطا فرمائی، دعا کریں کہ اللہ ہم سب سے یہ کام لے لے اور اُسے قبول فرمائے۔

پریشانی وغم علامتِ عدمِ قبولیت نہیں

اس کے بعد حضرت والا خانقاہ کے لیے واپس روانہ ہوئے اور راستہ میں کار میں فرمایا کہ اگر کبھی کوئی پریشانی یا غم آجائے تو یہ علامت غیر مقبولیت کی نہیں ہے، اپنے پیاروں کو غم بھی تو دیا، حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں میں تھے رات کا اندھیرا، پانی کے نیچے کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَهُوَ كَظِيمٌ اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ اپنے مقبولین پر بھی مصیبت بھیجتے ہیں لیکن یہ ان کے بلندی درجات کے لیے ہوتی ہے۔ چنانچہ مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کو معراج نصیب ہوئی۔ جب مچھلی نے نگلا اور پانی کے اندر لے کر بھاگی تو اللہ تعالیٰ نے

مچھلی کو حکم دیا کہ اے مچھلی یونس میرا پیغمبر ہے۔ خبردار اس کو کھانا نہیں، یہ تیری غذا نہیں ہے۔ آہ! جو غم دیتا ہے وہ غم کی دوا بھی بھیجتا ہے ؎

درد از یار است و درماں نیز ہم

اور آپ کو مچھلی کے پیٹ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ملا۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ جب مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر پانی کی تہہ میں گئی تو کنکریوں سے آواز آرہی تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اللہ تعالیٰ نے کنکریوں کو حکم دے دیا کہ یہ آیت پڑھو۔ بس آپ سمجھ گئے کہ اس اسمِ اعظم سے ہی نجات ملے گی اور آپ نے بھی پڑھنا شروع کردیا۔ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ پس ہم نے ان کو غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنین کو نجات دیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام کی جُدائی میں اتنا غم ملا کہ آنکھیں سفید ہوگئیں وَ ابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ فَھُوَ کَظِیْمٌ اور وہ غم میں گھٹا کرتے تھے۔ اپنے پیاروں کو غم دینے میں کیا راز ہے یہ غم دینے والا جانتا ہے کہ اس سے کتنا قرب عطا ہوتا ہے۔

بس بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے، ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں نہ جیے پھر وہ جس حال میں رکھیں وہی اس کے لیے بہتر ہے، جو چیز اللہ سے دور کردے وہ حقیقت میں مصیبت ہے اور جو مصیبت اللہ سے قریب کردے وہ رحمت ہے البتہ غم اور مصیبت کو مانگنا نہیں چاہیے کیونکہ غم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موت فرمایا ہے اور یہ دعا مانگی ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مَّوْتِ الْغَمِّ وَ الْھَمِّ﴾

(کنزُ العمال)

اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں غم کی موت سے اور ھم کی موت سے اور ھم

اس شدید غم کو کہتے ہیں جو انسان کو گھلا دے البتہ اگر اللہ کی طرف سے آجائے تو راضی برضا رہے اور اس کے دور ہونے کی دعا کرے اور اگر شیطان وسوسہ ڈالے کہ دیکھو تم اتنا اللہ اللہ کرتے ہو پھر بھی مصیبت آرہی ہے شاید تم اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہو تو اس کے ان وسوسوں سے بالکل مایوس نہ ہوں اور اس سے کہہ دو کہ اگر غم غیر مقبول ہونے کی علامت ہوتا تو اپنے پیاروں کو نہ دیتے۔ جب انبیاء پر غم آیا ہے جو معصوم تھے تو ان سے زیادہ کون مقبول ہوسکتا ہے، یہ تو غیر اضطراری سنت ادا ہو رہی ہے۔ بس ان شاء اللہ تعالیٰ اس مراقبہ سے شیطان بھاگ جائے گا۔

مجلسِ درسِ مثنوی

بعد نمازِ مغرب بوقت پونے سات بجے شام

مسجد میں مغرب کی جماعت سے فارغ ہو کر بہت سے علماء حضرت والا کے ساتھ خانقاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت والا سے مثنوی کے درس کی درخواست کی۔ فاروق ایس ایس جو کل ہی کراچی سے آئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں ''نے'' سن رہا ہوں۔ ان کا اشارہ مثنوی کے اس شعر کی طرف تھا۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند
و از جدائی ہا شکایت می کند

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے مثنوی کی جو شرح حاجی صاحب کی تقریر کی روشنی میں لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ بشنو از نے میں ''نے'' سے مراد خود مولانا رومی ہیں۔ حاجی صاحب کے وہ خاص شاگرد تھے جنہوں نے مثنوی حاجی صاحب

سے پڑھی تھی، اس شرح میں میں نے پڑھا کہ اس شعر میں بانسری سے مراد مولانا رومی نے خود کو لیا ہے کہ میں دردبھرے دل سے جو اشعار کہہ رہا ہوں یہ میں اللہ تعالیٰ کی جدائی کے غم میں نالے کر رہا ہوں ان کو سنو جیسے بانسری اپنے مرکز کی جدائی کے غم میں روتی ہے ویسے ہی میرے رونے سے مرد وعورت اللہ کی محبت میں رو رہے ہیں ؎

از نیستاں تا مرا ببریدہ اند

از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

اور جب میں روتا ہوں تو پوری مخلوق میرے ساتھ روتی ہے، جب میں نالہ کرتا ہوں تو آسمان بھی میرے ساتھ نالہ کرتا ہے ؎

چوں بگریم خلقہا گریاں شوند

چوں بنالم چرخہا نالاں شوند

اب دو اشعار کی شرح اور سن لیجئے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دولتِ عشاق او پائندہ باد

اے خدا! آپ کے عاشقوں کے پاس آپ کے عشق ومحبت کی جو دولت ہے وہ ہمیشہ قائم رہے یعنی ان سے کوئی گناہ نہ ہوجائے کہ جس سے یہ دولت چھین لی جائے، اللہ کے عاشقوں سے کوئی گناہ نہ ہو کہ جس سے اللہ ناراض ہوکر اُن سے اُن کی دولتِ محبت چھین لے، اے اللہ! ان کو گناہوں سے تحفظ عطا فرما، استقامت نصیب فرما اور اپنی محبت کی دولت کو لوٹنے والوں یعنی حسینوں سے بچا۔ اس لیے ری یونین کے ساحلِ سمندر پر جب ننگی عورتیں سورج کی شعاعوں میں سن باتھ لے رہی ہوں تو ان کے قریب بھی مت جاؤ ورنہ جب آنکھ بند کرو گے شیطان وہی نقشہ پیش کردے گا۔ گناہوں کے مناظر اور اسباب سے بھی بچو۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے عیب پر نظر بھی مت ڈالو، نہ ان کو شہوت کی

نظر سے دیکھو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اگر کسی باپ کے نالائق بیٹے یا بیٹی کو کوئی بُری نظر سے دیکھتا ہے اور باپ کو پتہ چل جائے تو اسی دن باپ اپنے دوستوں کے رجسٹر سے اس کا نام خارج کر دے گا کہ تم کو شرم نہیں آئی کہ میری اولاد کو تم نے ایسی حالت میں دیکھا، وہ تو نالائق تھی لیکن تم کیوں نالائق ہوئے؟ کیا میری محبت کا یہی حق تھا کہ میری اولاد کو تم بُری حالت میں دیکھ کر مزے لو؟ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی یہ پسند نہیں کہ کافر عورتوں کو، لڑکوں اور مردوں کو کوئی شہوت سے دیکھے، وہ تو کافر تھے، نالائق تھے لیکن تم نے ان کو اس حالت میں کیوں دیکھا؟ تم تو ہمارے تھے، تم کو تو دعا کرنی چاہیے تھی کہ اے اللہ! دنیا کے جملہ کافروں کو جو آپ کے بندے تو ہیں ان کو ایمان عطا فرما دے، ان کے ایمان کے لیے روتے، دعا کرتے، بجائے اس کے تم حرام مزے لوٹ رہے ہو۔ اس لیے یہ نہ سمجھو کہ ہم ان کو بُری نظر سے دیکھ کر یا بدفعلی کر کے کافروں کو ذلیل کر رہے ہیں، تم اپنے ایمان کو ضائع کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ سے دور ہو رہے ہو۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے ان کے تذکرے بھی نہ کرو اور جہاں تک ہو سکے ایسے مناظر سے دور رہو۔ جب کہیں ساحلِ سمندر پر نظر آجائے کہ ان کی موٹریں کھڑی ہیں تو دور ہی سے بھاگ جاؤ **فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ** ہو جاؤ یہ ہے دولتِ عشاق!

عاشقوں کی دولت کیا ہے؟ ذکر اللہ، تلاوتِ کلامِ پاک، اشکِ ندامت، استغفار و توبہ، دین پر استقامت اور گناہوں کے مواقع سے دور رہنا، **لَا تَقْرَبُوْا** پر عمل کرنا، اسبابِ گناہ سے کوسوں دور رہنا۔ یہ ہے عاشقوں کی دولت جس کے باقی رہنے کی مولانا دعا فرما رہے ہیں۔ یہ مولانا رومی کی دعا ہے لیکن یہ مثنوی کی نہیں ہے دیوانِ شمس تبریز کی ہے۔ دیوانِ شمس تبریز کے پچاس ہزار اشعار سب مولانا رومی ہی کے ہیں لیکن اپنے شیخ سے اپنے دیوان کو منسوب کر دیا، ان کے نام پر اپنے دیوان کا نام دیوانِ شمس تبریز رکھ دیا اور مثنوی مولانا روم میں

ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہیں۔تو مولانا اللہ کے عاشقوں کو کیا پیاری دعا دے رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کے عاشقوں کی دولت ہمیشہ قائم رہے یعنی اے اللہ! ان کے تقویٰ کو اپنی خصوصی حفاظت نصیب فرما جس کی وجہ سے وہ آپ کی عنایتِ خاصہ اور رحمتِ عامہ سے محروم نہ رہیں۔آگے فرماتے ہیں ؎

نہ فلک مر عاشقاں را بندہ باد

اے اللہ! نو آسمان آپ کے عاشقوں کے غلام بن جائیں۔کیا دعا ہے سبحان اللہ! آپ کہیں گے کہ آسمان تو سات ہیں لیکن مولانا نے کرسی اور عرشِ اعظم کو بھی شامل کر دیا اور اولیاء اللہ کا درجہ عرشِ اعظم سے بھی زیادہ ہے، دلیل قرآن شریف کی نصِ قطعی ہے:

﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ نَہَرٍ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ﴾

(سورۃ القمر،ایۃ:۵۵-۵۴)

اسی لیے میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ عرشِ اعظم سے افضل ہیں بوجہ ربِّ عرشِ عظیم کے قربِ خاص کے ؎

نہ فلک مر عاشقاں را بندہ باد

اے خدا! نو آسمان آپ کے عاشقوں کے غلام بن جائیں، یہ معمولی دعا نہیں ہے، کسی اور کے ذہن میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی، آپ نے یہ مضمون کہیں نہیں سنا ہوگا، مولانا رومی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کو کیا درجہ دے رہے ہیں کہ اے اللہ جو لوگ آپ پر عاشق ہیں، آپ کی محبت کی دولت پا رہے ہیں، سات آسمان، ایک کرسی اور ایک عرشِ اعظم یہ سب تیرے عاشقوں کے غلام بن جائیں۔آپ اللہ ہیں، آپ بہت بڑے مالک ہیں جو آپ پر عاشق ہوا تو آسمان تو پھر مخلوق ہے، جو خالق کو پا گیا تو مخلوق اس کے سامنے کیا چیز ہے؟ اسی لیے مولانا رومی اللہ کے عاشقوں کو دعا دے رہے ہیں ؎

بوستانِ عاشقاں سر سبز باد

اے اللہ! آپ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور عاشقوں کا باغ کیا ہے؟ اللہ کے عاشقوں کا باغ آہ وفغاں ہے، اشکبار آنکھیں ہیں، دردِ دل سے اللہ کو یاد کرنا ہے، ذکر اللہ ہے، تلاوتِ قرآنِ پاک ہے، استغفار وتوبہ ہے، ندامت کے آنسو ہیں، گڑگڑا کر خدائے تعالیٰ کے دیدار کی تمنا کرنا ہے، حسنِ خاتمہ کی درخواست کرنا ہے، بے حساب مغفرت کی دعا مانگنا ہے، درد بھرے دل سے آہ کرنا ہے، اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنا ہے۔ یہ ہے اللہ کے عاشقوں کا باغ اور یہ ہرا بھرا کب ہوتا ہے؟ اشکباری سے، آہ وزاری سے جو اللہ کی یاری کو مضبوط کرتا ہے، اُس کو راضی رکھتا ہے اور نافرمانی کر کے ناراض نہیں کرتا اس کی محبت کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے باغ میں آنکھوں کے آنسو پانی دیتے ہیں، دنیا کے پانی سے یہ باغ ہرا بھرا نہیں ہوتا، اشکبار آنکھوں سے اللہ کی محبت کا باغ ہرا بھرا ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَشْفِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدُّمُوْعِ مِنْ خَشْیَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّ الْاَضْرَاسُ جَمْرًا﴾

(الجامع الصغیر للسیوطی، ج: ۱، ص: ۵۹)

(وفی روایۃٍ تسقیان القلب بذروف الدمع کما فی المناجات المقبول)

اے اللہ! میں آپ سے بہت رونے والی آنکھیں مانگتا ہوں جو بارش کی طرح روئیں، ایسی آنکھیں جو آنسوؤں کی موسلا دھار بارش کرنے والی ہوں۔ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں، یہ کوئی ایسا تصوف نہیں ہے جو قرآن وحدیث سے مدلل نہ ہو۔ بعض خشک مولوی کہتے ہیں کہ یہ رونا کیا چیز ہے نعوذ باللہ! ایسوں کو تو میں دین سے بالکل ہی کورا سمجھتا ہوں، دین کی ہوا بھی ان کو نہیں لگی۔ اصل میں عشق ومحبت نہیں ہے اس لیے ان کی سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ مجھے

ایسی آنکھیں عطا فرما جو آنسوؤں کی موسلا دھار بارش کرنے والی ہوں، یہ عَیْنَیْنِ موصوف ہے اس کی صفت آگے آرہی ہے ھَطَّالَتَیْنِ وہ آنکھیں جو آپ کے عشق و محبت میں آنسوؤں کی موسلا دھار بارش کریں، بہت زیادہ برسنے والی ہوں تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ جن کے آنسو میرے دل کو سیراب کردیں اور میرا دل ہرا بھرا ہوا جائے قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَ الْاَضْرَاسُ جَمْرًا قبل اس کے کہ جہنم میں یہ آنسو خون بن جائیں اور ڈاڑھیں انگارہ بن جائیں۔ جہنمی جب دوزخ میں روئیں گے تو ان کے آنسو خون کے ہوں گے اور دوزخی کا جبڑا آگ بن جائے گا اَلْعِیَاذُ بِاللہِ۔ اللہ ہم سب کو پناہ میں رکھے رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ یا اللہ! ہم سب کو عذابِ جہنم سے بچا، آمین۔

مقصد مولانا رومی کا یہ ہے کہ اے خدا! اپنی نافرمانی اور اپنے قہر و غضب کے اعمال سے حرام لذت کے استیراد اور درآمد سے اپنے عاشقوں کو تحفظ عطا فرما کیونکہ باغ کبھی جل بھی جاتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو کبیرہ گناہ کرتا ہے گویا اس نے اپنے ایمان کے ہرے بھرے باغ میں آگ لگادی، کسی پودے کے قریب آگ لگادو تو وہ برسوں تک ہرا بھرا نہیں ہوسکتا، جو عادۃً گناہ کرتا ہے گویا اس نے اپنے ایمان کے باغ میں آگ لگادی، اب لاکھ نماز روزہ کرتا رہے لیکن قلب میں حلاوتِ ایمانی سے محروم رہے گا، رسمی طور پر وہ سجدہ کرے گا لیکن گناہِ کبیرہ کرنے والا ایمان کی حلاوت اور دردِ محبت سے محروم رہتا ہے۔ اس لیے مولانا نے یہ دعا دی کہ اے اللہ اپنے عاشقوں کے باغ کو ہر وقت ہرا بھرا رکھیے یعنی اشکہائے ندامت، استغفار و توبہ، دین پر استقامت عطا فرمائیے اور ان کو گناہوں سے بچائیے، گناہوں سے بچنا اس لیے ضروری ہے کہ گناہ اللہ سے دور کردیتا ہے لہٰذا ان کے باغِ قرب پر خزاں نہ آنے دیجیے ؎

آفتابِ عاشقاں تابندہ باد

اے اللہ! آپ کے عاشقوں کا سورج ہمیشہ چمکتا رہے یعنی کفروشرک کے بادلوں میں، گناہ کے بادلوں میں، ریا اور دِکھاوے کے بادلوں میں، بدنظری کی حرام لذت کے بادلوں میں کہیں یہ چُھپ نہ جائے۔ اس لیے اے اللہ! تمام گناہوں سے اپنے عاشقوں کو بچائیے اور ان کا سورج ہمیشہ چمکائیے۔ کیا دعا ہے! میں تو کہتا ہوں کہ مولانا رومی سے محبت کرو، یہ شخص شمس الاولیاء ہے، آفتابِ اولیاء ہے، قیامت تک اولیاء اللہ مثنوی سے فیض حاصل کریں گے۔

قرآن پاک اور حدیث پاک کے علاوہ لاؤ کوئی دعا جو اس کے مقابلہ کی ہو۔ اپنی محبت کا دردِ عظیم اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ ایک شعر میں مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر کجا بینی تو خوں بر خاک ہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشمِ ما

اے لوگو! اس زمین پر چاہے سمندر کا ساحل ہو یا پہاڑوں کا دامن غرض جہاں کہیں دیکھنا کہ کسی کا خون پڑا ہوا ہے تو یقین کر لینا کہ وہ میری آنکھوں ہی سے گرا ہوگا، جلال الدین رومی یہاں آیا ہوگا اور تنہائی میں اللہ کی محبت میں رویا ہوگا، اللہ کا ایک ولی اتنی بڑی بات کہہ رہا ہے کہ پہاڑوں کے دامن میں، دریاؤں کے کنارے پر، سمندر کے ساحل پر کہیں خون کے آنسو دیکھو تو سمجھ لینا کہ جلال الدین نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں آہ وفغاں کی ہوگی اور جو آنسو گرے ہوئے ہیں وہ اسی کے ہوں گے ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

فرماتے ہیں کہ آسمان کے سوا میری آہوں کا جاننے والا کوئی نہیں ہوتا، ہمدم کے معنیٰ ساتھی کے ہیں یعنی آسمان کے سوا میرا کوئی دوست نہیں، اس

محبت کے راز کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایک انسان دوسرے انسان کی کیفیتِ تعلق مع اللہ کو، اس کے دردِ محبت کو اور اس کی تنہائیوں کے راز کو نہیں جان سکتا، اہل اللہ کی بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ دوسروں کو اس کی خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ کس مقام پر ہیں، نہ وہ خود بتاتے ہیں نہ اپنی باتوں میں بیان کرتے ہیں تو دوسروں کو کیسے معلوم ہوگی۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے جس کو خدا اپنی عبادت کی اور اپنی یاد کی توفیق دے دیں لہٰذا موقع غنیمت سمجھ کر کبھی کبھی پہاڑوں کے دامن میں یا سمندر کے ساحل پر چلے جایا کرو اور اگر اللہ والے دوست، پیر بھائی اور احباب بھی ساتھ ہوں تو کوئی حرج نہیں، خلوت غیروں سے مطلوب ہے اپنوں سے نہیں، یہ اللہ والے تو یار ہیں، یاروں سے تھوڑی تنہائی ہوتی ہے، اگر مطلق خلوت مطلوب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ نازل فرماتے کہ آپ جا کے پہاڑ کے دامن میں مجھ کو یاد کر کے روئیے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾

(سورۃُ الکھف، ایۃ: ۲۸)

اے میرے نبی! آپ میرے عاشقوں میں جا کر بیٹھیے جو صبح شام میری یاد میں لگے ہوئے ہیں تو معلوم ہوا کہ اگر اللہ کے عاشق مل جائیں تو ان میں جا کر بیٹھنا تنہائی سے بہتر ہے اِلَّا یہ کہ رات کا وقت ہو، اب ایک آدمی رات کے بارہ بجے سو رہا ہے اور آپ کہیں کہ آؤ باہر گھومنے چلیں۔

اسی سے اللہ والوں کی صحبت کی اہمیت ثابت ہوتی ہے جیسے انڈا کتنے ہی کمالات رکھتا ہو جب مرغی کے پر میں رہے گا تب جا کر اس سے بچہ پیدا ہوگا ورنہ مردہ ہی رہے گا اور گندا ہو جائے گا، اسی طرح جو علماء اہل اللہ سے باضابطہ نہیں جڑتے ان کے بارے میں میں کیا کہوں، بس دعا کرتا ہوں، ان کی عظمتیں سر

آنکھوں پر لیکن اگر وہ کسی اہل اللہ سے باضابطہ تعلق قائم کرکے ذکر اللہ پر مداومت اور گناہوں سے بچنے کا التزام کرلیں تو ان کے علم میں روحانیت آجائے گی، ان کو خود پتا چل جائے کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا سے کیا ہوا جارہا ہوں۔

درس کے دوران علماء اور دیگر احباب اشکبار تھے۔ بہت سے علماء نے عرض کیا کہ مثنوی کا ایسا درس ہم نے آج تک نہیں سنا تھا جس کے مضامین اور عنوانات عجیب اور ایک ایک لفظ میں عشق کی آگ بھری ہوئی تھی۔

ابھی عشاء کے بعد کی مجلس جو روزانہ ہوتی ہے باقی تھی، مغرب کے بعد بہت دیر تک یہ درسِ مثنوی ہوا اس لیے حضرت والا سے احقر راقم الحروف نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر آرام فرمالیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں آرام ضروری ہے ورنہ ضعف اور زیادہ ہوجائے گا۔

۲۱؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۹؍ستمبر ۱۹۹۳ء، جمعرات، صبح ساڑھے آٹھ بجے، بر مکان عبدالعزیز سوجی،

سینٹ جوزف ری یونین

آج صبح حافظ داؤد صاحب کی گاڑی میں حضرت والا سیر کے لیے نکلے۔ راستہ میں دیکھا کہ عبدالعزیز صاحب کھڑے تھے۔ حضرت والا کو دیکھ کر وہ خوش ہوگئے۔ حافظ داؤد صاحب نے کہا کہ یہ شہر سینٹ جوزف ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سیر سے واپس ہوکر آج عبدالعزیز کے یہاں ناشتہ کریں گے۔

ناشتہ پر فرمایا کہ بہت سے احباب نے کہا کہ آپ میرے گھر کھانا کھالیں، میں نے عذر کردیا کہ آج کل طبیعت ٹھیک نہیں ہے لیکن آپ کے یہاں میرا رزق لکھا ہوا تھا۔ قسمت کی بات دیکھو ایک صاحب کئی دن سے کہہ رہے تھے کہ میرے گھر چلیں لیکن آپ کے بغیر دعوت کے آگیا۔ یہ ہے وہ چیز، شاہ عبدالغنی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے پیر فرماتے تھے کہ بے مانگے موتی ملے، مانگے ملے نہ بھیک۔ کبھی مانگنے سے بھیک بھی نہیں ملتی اور بغیر مانگے اللہ تعالیٰ موتی دے دیتے ہیں، اب ان کو بغیر درخواست کے دوست احباب مل گئے۔

ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی صحابی کے ہاں تشریف لے گئے، کچھ احباب بھی ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس حدیث سے علماء نے ثابت کیا ہے کہ استھـــداء یعنی ھدیہ طلب کرنا بھی سنت ہے بشرطیکہ محبت قوی اور شدید ہو۔ راستے میں میں نے علی سے کہا کہ عبدالعزیز کو فون کرو کہ بھوک لگ رہی ہے، مجھے آج اس سنت کا مزہ آرہا ہے کہ ایک صحابی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آج تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ معلوم ہوا کہ محبت کی ایک شان اور محبت کا ایک رنگ یہ بھی ہے، اگر آپ سے ان کا تعلق قوی نہ ہوتا تو آپ ایسی بات ہرگز نہ فرماتے، جہاں تعلق انتہائی قوی ہو اور نہایت درجہ کی محبت ہو کہ وہ اس بات سے خوش ہوگا وہیں ایسا معاملہ کیا جاتا ہے اور جہاں محبت نہ ہو تو وہ کہے گا کہ کہاں سے بلا آگئی مولویوں کی، صبح صبح یلغار ہوگئی، یلغار اردو کا بہت عمدہ لفظ ہے، جیسے مچھر زیادہ ہوجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آج کل مچھروں کی یلغار ہے لیکن جو محبت والا ہے وہ کہے گا کہ نعمتِ غیر مترقبہ مل گئی، ایسی نعمت اللہ نے دے دی جس کی ہمیں اُمید بھی نہیں تھی۔ نعمتِ غیر مترقبہ اُس نعمت کو کہتے ہیں جس کی اُمید نہ ہو اور وہ مل جائے۔ تو جو محبت والا نہیں ہے وہ کہے گا کہ یہ آفتِ ناگہانی کہاں سے آگئی۔ ایک مرتبہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اچانک ملاقات ہوگئی، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے بطور نعمتِ غیر مترقبہ مل گئے ہیں تو ہنس کر فرمایا بھئی چاہے نعمت غیر مترقبہ کہہ لو چاہے آفتِ ناگہانی کہہ لو۔ بزرگانِ دین مزاح بھی کرتے ہیں اور اپنے چھوٹوں پر

شفقت فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا ایک واقعہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عالم تھے کہ دیوبند کے صدر مدرس کے لیے منتخب ہوئے تھے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی نے لکھا کہ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لیے منتخب کرتا ہوں، آپ کیا تنخواہ لیں گے؟ حضرت نے عرض کیا کہ تنخواہ کی کوئی ضرورت نہیں میں چنے چبا کر پڑھا دوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمیں آپ سے یہی امید تھی کہ آپ ایسا کر دکھائیں گے یعنی یہ نہیں کہ مبالغہ کر رہے ہوں۔

تو شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ جو اتنے بڑے عالم تھے انہوں نے مجھ سے خود فرمایا کہ جب تک میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت نہیں ہوا تھا، اللہ اللہ نہیں کیا تھا، جانتا ہی نہیں تھا کہ ذکر کیا چیز ہے لیکن جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم ہوا تب ذکر کا مزہ آیا ورنہ بیضاوی، منطق اور فلسفہ پڑھتے رہے، سب کچھ زبان پر تھا لیکن دل خالی اور ویران تھا۔

بغیر صحبت اہل اللہ کے دین نہیں ملتا

میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ جیسے اعلان ہو جائے کہ اس خیمہ میں لیلیٰ ہے لیکن جب خیمہ کے اندر گئے تو دیکھا کہ اندر کتا بندھا ہوا ہے، ہماری ڈاڑھیاں، ہماری ٹوپیاں یہ مولیٰ کے خیمے ہیں، لیکن ہمارے دل میں مولیٰ نہیں ہے، جب انسان ان لوگوں کو آزماتا ہے، ان کے ساتھ رہتا ہے تب پتا چلتا ہے کہ انہوں نے کسی کے روپیہ پر قبضہ کر لیا، کسی کا حق مار لیا۔

ایک صاحب نے مجھ سے روپیہ لیا کہ ہم کیلا بیچیں گے اور ہر مہینہ آپ کو نفع دیں گے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ میرا پیسہ لے کر تبلیغ میں چلے گئے، میں نے

سمجھا شاید بعد میں آ کر دے دیں گے، آج بارہ سال ہو گئے ایک پیسہ واپس نہیں کیا۔ بتاؤ! یہ کیا ہے؟ خیمہ تو ہے مگر لیلیٰ نہیں ہے، لیلیٰ کے بجائے کتا اور سور بندھا ہوا ہے، اس شخص کو کم از کم مجھ سے معافی تو مانگنی چاہیے تھی، اگر پیسہ نہیں دے سکتا تھا تو میرے پاس آنا چاہیے تھا کہ میں نے آپ کا اتنا روپیہ ضائع کر دیا مجھے معاف کر دیجیے، لیکن یہ کیسا دین ہے؟ ایسوں کو دین کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اس لیے کہتا ہوں کہ محض تبلیغی چلوں سے، ذکر و تسبیح سے، نفلی حج اور عمرہ سے تقویٰ پیدا نہیں ہوتا جب تک کسی اللہ والے صاحبِ تقویٰ کی صحبت میں نہ بیٹھیں۔ اگر ان چیزوں سے تقویٰ پیدا ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں کیوں فرماتے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

(سورۃُ التوبۃ، ایۃ: ۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو لیکن تقویٰ کہاں سے ملے گا؟ صادقین متقین یعنی اللہ والوں سے ملے گا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ تقویٰ اس کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق بھی ادا کرو، اگر دیکھ رہے ہو کہ چیونٹیاں چل رہی ہیں تو راستہ بدل دو یا پیر بچا کر ان پر سے گذرو، یہ نہیں کہ بے دھیانی سے ان پر پیر رکھے چلے جا رہے ہیں اگر پاؤں کے نیچے آ کر دس چیونٹیاں مر گئیں تو کیا اللہ کے یہاں ان کا مقدمہ نہیں چلے گا؟

علامہ بدرالدین عینی نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر نقل کی ہے کہ ابرار یعنی اللہ کے نیک بندے کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ لَا یُؤْذُوْنَ الذَّرَّ جو چیونٹی کو بھی تکلیف نہ دیں وَلَا یَرْضَوْنَ الشَّرَّ اور جو اللہ کی کسی نافرمانی سے خوش نہ ہوں، یہ کیا کہ جہاں چڈی پہنے ہوئی عورتیں لیٹی ہیں اور وہاں ان کو دیکھ کر آپ خوش ہو رہے ہیں، ڈاڑھی بھی ہے، ٹوپی بھی ہے، تسبیح بھی ہے، بزرگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا بھی ہے لیکن ایسے مناظر کو دیکھ کر خوش

ہو رہے ہیں بتاؤ ایسا شخص ابرار ہے یا اشرار ہے؟ اس میں شر ہے، اس کو تو رونا چاہیے کہ اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی حالت سے، اے اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگوں ایسے گناہ میں مبتلا ہونے سے بچایا **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکُمْ بِہٖ** اور اگر عریانی دیکھ کر منہ میں پانی آ گیا تو بتاؤ ایسا شخص ابرار ہو سکتا ہے؟ ایسے خیال سے بھی توبہ واجب ہے یا نہیں؟ **یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ** اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور چوری سے بھی واقف ہیں اور جو دل میں خراب خیال پکاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی واقف ہیں **اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا**۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ پوری رات سجدے میں روتے رہے اور یہ شعر پڑھتے رہے ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِّ من پیدا مکن

اے خُدا ہم کو رُسوا نہ کرنا، ہم بُرے ہیں مگر ہماری بُرائی کو آپ مخلوق پر ظاہر نہ فرمانا۔

زکوٰۃ کا مستحق

ارشاد فرمایا کہ ایسے مالدار لوگ بھی ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہو گئے۔ ڈھاکہ میں میرے سامنے ایک شخص آیا اور کھانے کے لیے پیسے مانگنے لگا، لوگوں نے بتایا کہ یہ کروڑ پتی تھا، اس کی دو دو فیکٹریاں چل رہی تھیں، جب پاکستان ٹوٹ کر بنگلہ دیش بنا تو جو شخص اس کے گھر میں کنستر کے ذریعہ پانی بھرتا تھا اس نے انہیں مار کر بھگا دیا اور ان کے مکان پر اور ساری چیزوں پر قبضہ کر لیا، اب وہ ان کی موٹر میں بیٹھ کر گھوم رہا ہے اور یہ بھیک مانگ کر گذارہ کر رہے ہیں، کتنا بڑا

انقلاب ہے یہ کہ مالدار آدمی بھیک مانگنے لگ جاتا ہے۔ لہٰذا علماء کی عزت قائم کرنے کے لیے میرا یہ ذوق ہے کہ علماء کے متعلق یہ اعلان ہو کہ ایک ملا آیا ہوا ہے، جو سخت مصیبت زدہ مالدار ہوں وہ رجوع کریں، اس میں علماء کی عزت ہوگی کہ ایک مولوی ایسا بھی ہے۔

بس اب دعا کیجیے کہ یا اللہ! اپنے فضل سے ہم سب کو سارے عالم میں اپنے دردِ محبت کے نشر کے لیے قبول فرما، اللہ ہم سب کو ایمان والی زندگی، حیاتِ تقویٰ نصیب فرمائیں، یا رب العالمین! اصول کے ساتھ دین کی خدمت نصیب فرما، اے اللہ! ہم سب کی کوتاہیوں کو معاف فرما، اپنی مرضی کے مطابق دین کی خدمت کی توفیق عطا فرما، اپنی رضا کو ہمارے قلوب میں ڈال دے، اے اللہ! ہم کو ہمارے نفوس کے حوالہ نہ کر یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّهٗ وَ لَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ. یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ اے اللہ! ہمارے حالات کو درست فرما دے، اے اللہ! ہماری زندگی کے ہر شعبہ کو درست فرما، ہم سب کو اپنا پسندیدہ اور محبوب بنا اور ہمارے جو اعمال، کیفیات، احوال، حرکات و سکنات آپ کو پسند نہ آرہے ہوں انہیں معاف فرما، ان کی اصلاح فرما، اے اللہ! دل میں توفیق ڈال دے، یارب العالمین! ہمیں ہمارے نفس کے حوالہ نہ فرما، ہماری ہر سانس کو اپنی مرضی کا، اپنی پسند کا بنا دے، اپنی ناپسندیدگی کے اعمال و احوال سے حفاظت مقدر فرما، یا اللہ! اپنی رضا پر جینا اور مرنا نصیب فرما، جس بات سے آپ خوش ہوں ہمیں اس کی توفیق عطا فرما، جس بات سے آپ ناخوش ہوں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اے خدا! ہم شیطان و نفس کے مکر سے پناہ چاہتے ہیں، آپ کی ناپسندیدہ چیز کو نفس و شیطان کہیں ہم کو پسندیدہ شکل میں نہ پیش کر دے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا

اجُتنَابَہٗ یا اللہ! اپنی مرضی کا راستہ دکھا دے، اس پر چلنے کی توفیق اور ہمت عطا فرما دے، جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں یارب العالمین ہمارے قلوب کو ان کی فہم نصیب فرما دے اور ان سے بچنے کی توفیق عطا فرما دے، اے مالک! ہم سب کو ایسی توفیق عطا فرما دے کہ ہم اپنی ہر سانس کو آپ کی رضا پر فدا کر دیں اور ایسی عقل وفہم اور توفیق عطا فرما دے کہ ہم ایک سانس بھی آپ کو ناراض نہ کریں چاہے وہ صورت دین میں ہو، بدن میں ہو یا دنیا میں ہو، اے اللہ! حق کو ہم پر ظاہر فرما، آمین۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

۲۲؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۱۰؍ستمبر ۱۹۹۳؁ء، بروز جمعۃ المبارک

آج ری یونین کے شہر سینٹ جوزف کی مسجد عمر میں حضرت اقدس دامت برکاتہم کا وعظ تجویز تھا، اس مسجد کے امام مولانا یوسف علی صاحب جوراندھیر کے فارغ ہیں اور حضرت والا سے بیعت ہیں ان کی درخواست پر یہ بیان تجویز ہوا تھا۔ چنانچہ آج دوپہر بارہ بجے حضرت والا سینٹ جوزف کے لیے روانہ ہوئے اور بارہ بج کر چالیس منٹ پر حضرت والا کا بیان شروع ہوا اور چونکہ وقت مختصر تھا لٰہذا حضرت والا نے قلبِ سلیم کی مختصر اور نہایت جامع تفسیر بیان فرمائی۔ مسجد میں آج تبلیغی جماعت بھی آئی ہوئی تھی ان کے لیے بھی حضرت والا نے چند کلمات بطور نصیحت فرمائے جن کا فرانسیسی ترجمہ مولانا حافظ داؤد بدات صاحب نے کیا۔

تبلیغ کے دو اہم لوازِم

فرمایا کہ معلوم ہوا کہ یہاں تبلیغی جماعت بھی آئی ہوئی ہے اس سے

بڑا دل خوش ہوا۔ تبلیغی جماعت ہمارے بزرگ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی ہوئی ہے جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قطبِ عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور چلتے پھرتے کتب خانہ تھے، انہوں نے ابوداؤد شریف کی شرح بذل المجہود سفرِ حج کے دوران لکھی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خلیل کو اللہ نے نسبتِ صحابہ عطا فرمائی ہے، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے خلیفہ بھی ہوئے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم بھی تھے اور جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے جس سے ثابت ہوا کہ مدارس کا قیام بھی ضروری ہے اور خانقاہوں کا وجود بھی ضروری ہے، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اور ان کی دینی خدمات کی بنیاد انہی دو چیزوں پر ہے۔ علم کی نعمت انہوں نے مظاہر العلوم سہارن پور سے حاصل کی اور تصوف اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اخلاص کی نعمت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے حاصل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لیے دو چیزیں بہت ضروری ہیں۔ تبلیغ کی جس محنت و حرکت کا بانی ان دو صفات سے موصوف ہو تو سارے لوگوں پر لازم ہوا کہ ان دو صفات کو حاصل کریں ورنہ ان سے تبلیغ کا کام نہیں ہو سکے گا۔ نمبر ۱ علمِ دین کی نعمت، علمِ دین پڑھیں یا کتابوں سے سیکھیں ۔نمبر ۲ کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق ہونا چاہیے۔ اگر یہ دونوں باتیں اہم نہ ہوتیں تو اس جماعت کے بانی نے بھی حاصل نہ کی ہوتیں۔ کیونکہ تبلیغ کے لیے علم کی ضرورت ہے، علم نہ ہوگا تو تبلیغ کس چیز کی کریں گے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾
(سورۃُ المائدۃ، ایۃ:۶۷)

اے نبی! تبلیغ کیجیے اس کی جو آپ پر نازل کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ مَا اُنْزِلَ کا علم ضروری ہے ورنہ تبلیغ کس چیز کی کروگے اور دوسرے شعبہ تزکیۂ وتصوف کے متعلق بس اتنا ہی کہوں گا کہ تبلیغ کا اتنا بڑا کام اس شخص سے لیا گیا جس نے ایک عمر خانقاہ میں ایک اللہ والے کی صحبت و خدمت میں گذاری اور اپنے نفس کا تزکیہ کرایا اور لوگوں کے لیے داعی الی اللہ بننے کے لیے اور ان کی اصلاح و تربیت کے لیے سندِ خلافت عطا ہوئی، میں پوچھتا ہوں کہ یہ کام کسی ایسے عالم سے کیوں نہیں لیا گیا جس نے کسی اللہ والے سے اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرایا، اس سے معلوم ہوا کہ صحیح معنوں میں اللہ والا بننے کے لیے یہ دونوں چیزیں انتہائی اہم ہیں لہٰذا اس کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیے۔

مِزاح

(۱) نماز کے بعد امام مسجد مولانا یوسف صاحب نے دعوت کا انتظام کیا تھا۔ کھانے کے دوران حضرت والا سے میزبان نے عرض کیا کہ تھوڑا سا مسالہ لیجیے بہت مزے دار ہے تو فرمایا کہ میر صاحب کو دو، ان کو مسالہ بہت پسند ہے کیونکہ ان کے سالا نہیں ہے، جب مسمّٰی نہیں ہے تو اسم ہی سے مزہ لے لیتا ہے اور اسم بھی نہیں تو مشابہ اسم ہی سے تسلی حاصل کرتا ہے۔ حضرت والا کے اس مزاح سے سب لوگ بے اختیار ہنس پڑے۔

(۲) ایک صاحب نے کہا کہ یہاں عیسائی لڑکیاں مسلمان ہوجاتی ہیں اور دو چار سال بعد بھاگ جاتی ہیں اور دوبارہ عیسائی ہوجاتی ہیں تو حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ وہ اسلام کے لیے تھوڑی مسلمان ہوتی ہیں مسلمانی کے لیے مسلمان ہوتی ہیں۔ اس جملہ پر تمام حضرات بہت محظوظ ہوئے اور بے اختیار ہنس پڑے۔

پھر فرمایا کہ اکثر شوہر کی اخلاقی خرابیوں سے بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بدظن ہوکر بھاگ جاتی ہیں۔ اگر کوئی کافر اسلام لائے تو اس کا اسلام قبول ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ دل سے اسلام نہیں لایا، فلاں غرض سے لایا ہے کیونکہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ ایک کافر میری تلوار کے نیچے آیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن میں نے اس کو قتل کردیا کیونکہ اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهٗ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ اس کے بعد عورتوں کے حقوق پر نصائح فرمائے۔

نوٹ: مزاح میں بھی حدودِ شریعت کا پاس رکھنا اور احباب کو علمِ صحیح سے آگاہ کرنا یہ حضرت والا کی خاص شان ہے تاکہ لوگ جہالت میں مبتلا نہ ہوں۔

دستر خوان اُٹھانے کی دعا کی سنت

پھر فرمایا کہ اب دستر خوان اُٹھوایئے، فی الحال سب برتنوں کو دستر خوان سے اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیجئے تاکہ دستر خوان اُٹھنے کی دعا پڑھ لی جائے۔ اس سنت سے آج کل بہت غفلت ہے، مہمان دستر خوان اُٹھنے سے پہلے اُٹھ جاتے ہیں اور دستر خوان اُٹھانے کی دعا نہیں پڑھتے، دستر خوان اُٹھنے سے پہلے اُٹھ جانا کھانے کے اِکرام کے خلاف ہے، کم از کم ایک آدمی دستر خوان پر بیٹھا رہے۔

کھانے کا ایک ادب

دستر خوان اٹھانے کے بعد حضرت والا کے ہاتھ دھلوانے کے لیے تسلہ لایا گیا جو معلوم ہوتا تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال ہوتا ہے تو حضرت والا نے فرمایا کہ جس برتن میں ہاتھ دھلوائے جائیں اس میں کھانا نہ کھایا جاتا ہو یا کھانے کی چیزوں میں استعمال نہ ہوتا ہو۔ ہاتھ دھلوانے کے لیے الگ برتن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ کھانے پینے کے برتنوں میں ہاتھ دھونا ٹھیک

نہیں۔ ہم اُٹھ کر باہر جا کر ہاتھ دھولیں گے لہٰذا حضرت والا نے باہر جا کر ہاتھ دھوئے۔

شہوانی ہیجان توڑنے کے لیے دو مراقبے

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً ڈھائی بجے کے قریب یہاں سے خانقاہ سینٹ پیئر کے لیے روانگی ہوئی۔ راستہ میں فرمایا کہ اگر اچانک نظر کسی لڑکی پر پڑ جائے کیونکہ یہاں تو چاروں طرف رانیں ننگی کیے ہوئے لڑکیاں پھر رہی ہیں تو فوراً نظر پر بریک لگا دو تاکہ دوبارہ نہ اُٹھے اور فوراً یہ مراقبہ کرو کہ اس کو ڈائریا ہو گیا ہے اور اس کے پیچھے سے بہت زوروں سے فوارہ کی طرح پاخانہ نکل رہا ہے اور زبردست تعفن اور بدبو ہے اور اس کے پچھلے حصّہ پر چاروں طرف پاخانہ لگا ہوا ہے اور رانوں پر بہہ کر آ رہا ہے اور آگے پیچھے مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ یہ مراقبہ ان لوگوں کے لیے بھی مفید ہے جو لڑکوں کی طرف میلان رکھتے ہیں۔

اور دوسرا مرقبہ یہ ہے کہ نو مہینے پورے ہو کر رحم کے منہ کا قطر آدھے فٹ کا ہو گیا ہے اور اس میں سے بچے کا سر نکل رہا ہے اور خون جاری ہے، بالٹی بھر بھر کے خون پھینکا جا رہا ہے، ایسی حالت میں کوئی صحبت کر سکتا ہے؟ کوئی شخص اس وقت قادر نہیں ہو سکتا۔ اس سے جو طبعی ہیجان ہے ان شاء اللہ وہ ٹوٹ جائے گا اور شیطان دب جائے گا لیکن نظر بچا کر یہ مراقبے مفید ہیں، کوئی دیکھتا بھی رہے اور مراقبہ بھی کرے تو کچھ مفید نہیں ہو گا۔

جلوسِ حُسنِ رفتہ

راستہ میں کچھ بوڑھے فرانسیسی عورت و مرد جا رہے تھے تو فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ ستر سال کے بڈھے مرد اور ستر سال کی بڈھی عورتوں کا ایک سالانہ

جلوس نکلنا چاہیے، ستر سالہ بڈھی عورتوں کی چھاتیاں ایک ایک فٹ لٹک گئی ہوں اور گالوں میں دو دو انچ گہرے گڈھے ہو گئے ہوں، منہ میں ایک بھی دانت نہ ہو، ہاتھوں میں مصنوعی بتیسیاں لیے ہوئے، دھنسی ہوئی آنکھوں پر گیارہ نمبر کے چشمے لگے ہوئے اور ایک بڑا سا بورڈ ہاتھوں میں اُٹھائے ہوں جس پر میرا یہ شعر لکھا ہو۔

حسنِ رفتہ کا تماشہ دیکھ کر
عشق کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے

اور دوسری بُڑھیا کے ہاتھ میں یہ بینر ہو۔

حسنِ فانی کا تماشہ دیکھتے جاؤ ذرا
عہدِ ماضی میں کبھی غارت گرِ ایماں تھے ہم

(یہ شعر حضرت والا نے فی البدیہہ فرمایا۔ جامع) اور ان کے ہاتھوں میں مختلف بینر ہوں جن پر مختلف نعرے لکھے ہوں مثلاً حسن کا انجام، ہم پر مرنے والے کہاں ہیں؟ ہمارا بوسہ لینے کی تمنا رکھنے والے کہاں ہیں؟ ہماری یاد میں رات کو تارے گننے والو! تم کہاں ہو؟ اور ایک بینر پر میرا یہ شعر لکھا ہو۔

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

عبرت کے لیے مختلف عنوان اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں تاکہ ان چیزوں کی فنائیت اور حقارت پیشِ نظر رہے۔

(نوٹ: ظرافت و مزاح کے پیرایہ میں حضرت والا کا یہ اندازِ اصلاح بالکل منفرد ہے جس سے حسنِ مجاز کی فنائیت کا استحضار ہوتا ہے اور دل غیر اللہ کی محبت سے سرد ہو جاتا ہے، جامع۔)

تقریباً تین بجے حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ خانقاہ پہنچے، اس وقت اپنے

حجرہ میں حضرت والا نے یہ ارشاد فرمایا۔

نظر کی حفاظت کی ایک عجیب حکمت

نظر کی حفاظت کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ ہر بدنظری کے بعد دل میں اس کو حاصل کرنے کی تمنا پیدا ہوگی کیونکہ ہر تمنا اپنی تکمیل چاہتی ہے یعنی ہر آغازِ تمنا مقتضی ہے تکمیلِ تمنا کی اور ہر تمنا کا پورا ہونا عقلاً محال ہے۔اس لیے بدنظری سے آدمی پریشان رہتا ہے لٰہذا نظر کی حفاظت بہت ضروری ہے ورنہ اتنی پریشانی آئے گی کہ زندگی تلخ ہوجائے گی۔

اس سفر میں حضرت والا دامت برکاتہم نے ضعف کی وجہ سے کسی کی دعوتِ طعام قبول نہیں فرمائی کیونکہ مختلف جگہوں پر جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔اس لیے شروع ہی میں فرمادیا تھا کہ جس کا جی چاہے کھانا خانقاہ میں لے آئے لیکن آج مولانا داؤد کے والد صاحب نے درخواست کی کہ رات کا کھانا حضرت والا ان کے مکان پر جو یہاں سے قریب بھی ہے تناول فرمالیں۔تعلق خاص کی وجہ سے حضرت والا نے ان کی دعوت قبول فرمالی اور رات نو بجے کے قریب سینٹ پیئر سے کار میں تشریف لائے اور کھانے کے بعد کچھ ارشادات فرمائے جو یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

گناہ کی ظلمت اور حرارت کا علاج

فرمایا کہ ایک بار جون پور سے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعظم گڑھ تشریف لائے، اُس زمانہ میں ہم لوگ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھتے تھے، حضرت نے بخاری شریف حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا ماجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی۔تو ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ حدیث شریف میں جو یہ دعا سکھائی گئی ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اغۡسِلۡ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلۡجِ وَالۡبَرَدِ﴾
(صحیحُ البخاری، کتابُ الدعوات، بابُ الاستعاذۃ من ارذل العمر)

اے اللہ! میرے گناہوں کو برف کے پانی سے اور اولے کے پانی سے دھودے تو اس میں برف اور اولے کے پانی سے دھونے کو کیوں تشبیہ دی ہے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ تو حضرت شاہ عبد الغنی صاحب نے آنکھیں بند کرلیں اور چند سیکنڈ کے بعد آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب جواب آگیا۔ فرمایا کہ ہر گناہ سے دو چیزیں پیدا ہوتی ہیں، قلب میں ظلمت اور نفس میں حرارت لہٰذا برف کے پانی سے حرارت کا علاج کیا گیا اور اولے کے پانی سے ظلمت کا علاج کیا گیا جو زیادہ شفاف اور اُجلا ہوتا ہے۔

ہر گناہ میں عذاب کی خاصیت ہے

اور میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر قلب سلیم ہے تو ہر گناہ میں اس کو عذاب محسوس ہوگا۔ اگر ایک نظر بھی کسی کرسچین لڑکی پر یا کسی بھی حسین پر ڈال دی تو اس کے دل پر عذاب شروع ہوگیا، اس کو پریشانی اور اندھیرے محسوس ہوں گے بشرطیکہ قلب سلیم ہو اور گناہوں کے تسلسل سے مردہ نہ ہوچکا ہو تو ایک نظر غلط پڑنے سے کانپ جائے گا۔ اس لیے وہ کہے گا کہ توبہ کے راستہ ہی میں خیریت ہے، آنکھ بند رکھو اور سکون سے رہو۔ یہاں ری یونین کی سڑکوں پر بس ڈرائیور تو آنکھیں کھلی رکھے، وہ اگر آنکھ بند کرے گا تو ایکسیڈنٹ ہوجائے گا لیکن باقی لوگوں کو اِدھر اُدھر جھانکنا مناسب نہیں ورنہ گناہ سے نہیں بچ سکتے یہاں عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں قصدِ عدمِ نظر ضروری ہے یعنی یہاں سڑکوں پر نکلتے وقت دیکھنے کا ارادہ نہ ہونا کافی نہیں بلکہ گھر سے نکلتے وقت یہ ارادہ ہو کہ نہیں دیکھنا ہے تو کامیاب ہوجائے گا۔

گناہ سے بچنا خوشی کی ضمانت ہے

تقویٰ میں سکون ہے۔ اللہ کو خوش کرنا کیا معمولی نعمت ہے؟ جو اس زمین پر اپنے اللہ کو خوش کرلے اس کی خوشی کو ساری کائنات ختم نہیں کرسکتی۔ جو اللہ کو خوش کر لے اس بندہ کی خوشی کا اللہ کفیل ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے کہ میرا بندہ مجھ کو خوش کرنے کے لیے گناہ سے بچ رہا ہے، اپنی خوشیوں کو برباد کررہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو آباد فرماتے ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا شعر ہے ؎

برباد محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

جس نے اپنی خوشیوں کو اللہ کو راضی کرنے کے لیے برباد کردیا گویا وہ خود برباد ہوگیا تو اس کو اللہ کیا مزید برباد کریں گے؟ جنہوں نے اپنے دل کو ناشاد یعنی حرام خوشیوں سے بچایا ان کو خوش رکھنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، وہ ارحم الرحمین ہیں اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسمان پر فیصلہ کرلے کہ مجھے اس بندہ کو خوش رکھنا ہے سارے عالم کے مصائب اس کی خوشی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اور جو اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے حرام خوشیوں کا انتظام کرتا ہے، بندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنا دل خوش کرتا ہے ایسا شخص ہر وقت معذب رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ تلخی حیات لازم ہے

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ تلخی حیات لازم ہے۔ جو اس میں شک کرے گا کافر ہوجائے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡکًا﴾

(سورۃ طٰهٰ، اٰیۃ: ۱۲۴)

جو میری نافرمانی کرے گا اس کی زندگی تلخ ہوجائے گی۔ اور جملہ اِسمیہ سے بیان

فرمایا یعنی دواماً اس کی زندگی تلخ رہے گی، ہمیشہ پریشان رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ بالطف زندگی لازم ہے

اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ کیا بشارت ہے؟ فرماتے ہیں فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رہے گا اس کو ہم ضرور ضرور بالطف حیات دیں گے۔ آہ! یہ ترجمہ حکیم الامت کا ہے۔ سبحان اللہ! حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں خالقِ حیات ہوں، میں زندگی دیتا ہوں تو جو مجھ کو خوش کرتا ہے میں اس کی حیات کو بالطف کر دیتا ہوں۔ اے ظالمو! تم لطفِ حیات کہاں تلاش کرنے جارہے ہو؟ میرے غضب اور قہر کے اعمال میں، میری نافرمانی میں؟ اگر تم کو لطف لینا ہے تو مجھ سے تعلق قائم کرو، مجھ کو خوش رکھو، ان ننگی ٹانگوں میں کچھ نہیں ہے بس خون اور پیپ بھری ہوئی ہے، ابھی روح نکل جائے تب دیکھنا کہ تین دن کے بعد ان کا کیا حال ہوتا ہے۔

بالطف حیات کا حصول اور تلخ حیات سے نجات

تو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مسلسل بارش اپنے اوپر برسانے کے لیے، چین سے جینے کے لیے، کلفتوں سے بچنے کے لیے، بالطف حیات کے لیے اور معذب اور تلخ حیات سے بچنے کے لیے کلام اللہ کی بس یہ دو آیتیں ہمیشہ سامنے رکھیے۔

(۱) جو اللہ کو راضی کرے گا، نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم اس کو بالطف حیات دیں گے فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کا ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے۔ جو زندگی کا خالق ہے، مالک ہے جب اس کا یہ اعلان ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا یا ہمارے دل کا کہ چلو زِنا کرو، بدمعاشی کرو، کرسچین لڑکیوں کے حسن کو دیکھو،

سمندر کے ساحل پر جاؤ جہاں وہ ننگی ہو کر اپنا رنگ تبدیل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ بتایئے! کس کا قول صحیح ہوگا؟ جس نے زندگی دی اس کا قول صحیح ہوگا یا ان کا قول صحیح ہوگا جو مرنے والے ہیں، جن کو خود اپنی زندگی پر کوئی قدرت اور کنٹرول نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا مر جائیں گے، تو کہاں خالقِ حیات کا قول اور کہاں وہ حیات جو مستعار ہے جس حیات کو اپنی حیات پر کوئی قدرت اور اختیار نہیں، جس وقت چاہے اللہ اس کو موت دے دے، بچے بھی مرتے ہیں، جوانوں کو بھی موت آتی ہے، قبرستانوں میں جایئے تو عمر کا کوئی دور ایسا نہیں جو وہاں موجود نہ ہو، ایک سال کا بچہ بھی ہوگا تو دس سال کا لڑکا بھی ہوگا، بیس سال کا جوان بھی ہوگا اور ساٹھ ستر کے سال کے بوڑھے بھی ہوں گے۔ جو خالقِ حیات ہے اس کا یہ ارشاد ہے کہ اگر بالطف زندگی چاہتے ہو تو اسے میری نافرمانی میں تلاش کرنے کی حماقت سے باز آجاؤ کیونکہ میں خالقِ حیات ہوں، لطف کا بھی خالق ہوں، تم عبد الطف مت بنو، عبد اللطیف بنو، ہمارے ذمہ ہے کہ اگر تم ہم کو خوش کرو گے تو ہم تم کو بالطف حیات دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کرے تو ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے۔ اس آیت کے بعد پھر اعمالِ صالحہ کے خلاف کہیں اور لطف تلاش کرنا حماقت ہے۔ فاسقانہ اعمال میں، نافرمانی میں جو شخص لطف تلاش کرتا ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو عالم ہو، پیر ہو، صوفی ہو، کسی قوم کا ہو، کسی ملک کا ہو دوستو! اس سے بڑھ کر بین الاقوامی بے وقوف اور گدھا کوئی نہیں ہوسکتا کہ اتنے بڑے مالک کے اِرشاد کے بعد نافرمانی میں لطف تلاش کرتا ہے اور نافرمانی کے مختلف درجات ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ آنکھوں سے دیکھ لیا، یہ آنکھ کا زِنا ہوگیا، دوسرے یہ کہ بالکل ہی فحش میں مبتلا ہوگیا، جس درجہ کا گناہ ہوگا اس درجہ کی تلخی حیات لازم

ہوگی۔ لہٰذا گناہ کے مقدمات سے بھی بچیے، اگر نفس نے ادنیٰ سی حرام لذت بھی حاصل کرلی تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص اللہ کی طرف سے اُتنا معذب ہو جائے گا جتنا حصہ نفس نے حرام لذت کا درآمد کیا ہے۔

اور دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب فرماں برداری پر، اللہ تعالیٰ کو خوش رکھنے پر اتنا بڑا انعام ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ میں تمہیں بالطف حیات دوں گا کیونکہ میں تمہاری حیات کا خالق ہوں، تم نے اپنی حیات کو اپنے خالق پر فدا کیا تو میری ذمہ داری ہے کہ میں تم کو خوش رکھوں، تم نے اپنی حرام خوشیوں کا خون کیا، اپنی خوشیوں کو خاک میں ملایا تو احساناً خالقِ افلاک کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ تمہیں خوش رکھے اور بالطف حیات دے۔

تمہارے اپنے تجویز کردہ لطف میں یہ بات کہاں حاصل ہوسکتی ہے، اس میں تو ہمیشہ پریشانی رہے گی۔ بتائیے! نفس کیا تجویز کرتا ہے؟ یہی کہ کسی حسین کو مت چھوڑو، سب کو دیکھ لو اور صرف دیکھو ہی نہیں ساری منازل طے کرلو لیکن یہ نفس دشمن کا مشورہ ہے، دیکھ لو اس میں کیا ملتا ہے، گناہ میں کبھی کسی نے چین پایا ہے؟ نافرمانی پر تلخ زندگی کی وعید ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر حیاتِ طیبہ کا انعام ہے۔

حیاۃ طیبۃ کو لام تاکید با نون ثقیلہ سے کیوں بیان فرمایا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے اور عنوان تو دیکھیے لام تاکید با نون ثقیلہ سے وعدہ فرمایا کہ ضرور ضرور ہم ایسے بندوں کو بالطف حیات دیں گے تو یہ لام تاکید کیوں نازل کیا؟ اللہ اتنے بڑے مالک ہیں، اتنے بڑے صادق القول ہیں کہ ان کا بغیر لام تاکید کے فرما دینا ہی کافی تھا پھر یہ لام تاکید با نون ثقیلہ اس لیے نازل فرمایا کہ تم ہمارے

اس وعدہ کو خفیفہ مت سمجھو، بانون ثقیلہ اس لیے نازل کر رہا ہوں کہ میرا وعدہ معمولی بات نہیں ہے، بہت بھاری بات ہے، میرا وعدہ بہت وزنی وعدہ ہے۔ نون ثقیلہ کا یہ ثقل تو لغت کی بات ہے، لیکن اصل میں ہمارا وعدہ بہت بھاری ہے تاکہ تم اس کو خفیفہ نہ سمجھو، ہلکا نہ سمجھو بلکہ یقین رکھو کہ اپنی فرماں برداری پر وہ ضرور بالضرور بالطف زندگی دیں گے۔

اور اس کا دوسرا پہلو بھی سوچیے کہ جب فرمانبرداری پر ایسا انعام ہے تو نافرمانی پر اس کا عکس ہوگا یا نہیں؟ جب فرماں برداری پر بالطف زندگی کا وعدہ ہے تو نافرمانی پر سلبِ لطف ہوگا یا نہیں؟ آپ لوگ تو ماشاء اللہ علماء ہیں بتائیے قضیہ عکس ہوجاتا ہے تو نافرمانی پر اس کا عکس ہوگا یا نہیں؟ لہٰذا جو نافرمانی کرے گا، گناہ سے حرام لذت کو اپنے دل میں درآمد کرے گا تو بالطف حیات کا وعدہ اس کے لیے ختم ہوجائے گا اور اس کا عکس ہوجائے گا فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ہم اس کی زندگی کو تلخ کردیں گے۔ آہ! خالقِ حیات جس کی زندگی کو تلخ کرنے کا فیصلہ کرلے تو کون ظالم ہے جو پوری کائنات میں کہیں مزہ پاجائے، ہر طرف اس کو عذاب ہی عذاب نظر آئے گا۔ ہمارے میر صاحب نے ایک بہت عمدہ شعر کہا ہے کہ گناہ کے بعد دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے (اور پھر احقر سے فرمایا کہ وہ شعر سُناؤ، جو احقر نے سُنادیئے ؎

شبِ صحرا مہیب سناٹا
موت ہو جیسے زندگی پہ محیط
یا صدورِ گناہ سے دل کی
تنگ ہونے لگے فضائے بسیط

جامع)

فرمایا کہ یہ انہوں نے ساؤتھ افریقہ کے جنگل پر کہا ہے، وہیں جنگل میں یہ شعر ہوئے تھے، وہاں ڈراؤنا سناٹا تھا اور ہر طرف خوف معلوم ہوتا تھا۔

دو علمِ عظیم

دیکھیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا یعنی ہم کو خوش کرے گا اور اپنی حرام خوشیوں پر خاک ڈالے گا ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے انعام کا وعدہ بصورت جملہ فعلیہ فرمایا فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً تو یہاں جملہ فعلیہ کیوں نازل فرمایا اور نافرمانی پر عذاب کے لیے جو وعدہ فرمایا وہاں جملہ اسمیہ نازل فرمایا فَاِنَّ لَهٗ مَعِیۡشَةً ضَنۡكًا اس میں کیا راز ہے؟ میرے دل میں ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی جو زندگی میں پہلی بار یہاں مولانا داؤد اور ان کے والد کے گھر بیان کررہا ہوں کہ انعام کا وعدہ تو جملہ فعلیہ سے فرمایا مضارع سے اور عذاب کی وعید جملہ اسمیہ سے فرمائی۔

مَعِیۡشَةً ضَنۡكًا کی وعید جملہ اسمیہ سے بیان فرمانے کا راز

راز اس میں یہ ہے کہ نافرمان ہر وقت دائمی طور پر معذب رہے گا اور جملہ اسمیہ دوام وثبوت پر دلالت کرتا ہے چونکہ گناہ کی سزا میں اس کی دنیاوی زندگی کو دائماً عذاب میں مبتلا رکھنا ہے لہٰذا نافرمانی کی وجہ سے یہ دواماً پریشان رہے گا اس لیے جملہ اسمیہ سے فرمایا فَاِنَّ لَهٗ مَعِیۡشَةً ضَنۡكًا زندہ تو رہے گا مرے گا نہیں لیکن حیات تلخ رہے گی، نہ جیے گا نہ مرے گا ہر وقت پریشان رہے گا، ایسی زندگی کیا زندگی ہے جیسے کہتے ہیں کہ زندگی اور موت کے درمیان میں جی رہا ہوں۔
حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے ان لوگوں کی حیات کا نقشہ کھینچا ہے جو حسینوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے عشق میں مبتلا رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

عشقِ بتاں میں اسعد کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خوابگاہیں

اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کے اعمال میں تم جنت تلاش کررہے ہو فَاِنَّ لَهٗ

مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا اس کی زندگی دائمی طور پر تلخ ہو جائے گی۔

حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کو جملہ فعلیہ سے بیان کرنے کی حکمت

اور فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً کے انعام کو فعلِ مضارع سے کیوں بیان فرمایا؟ فعلِ مضارع میں استمرار کے ساتھ تجدد بھی ہوتا ہے یعنی ایسے شخص کو ہر وقت نئی نئی لذت عطا ہوگی، روزہ کا مزہ الگ، نماز کا مزہ الگ، سجدہ کا مزہ الگ، رکوع کا مزہ الگ، قیام کا مزہ الگ، قعود کا مزہ الگ، سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ کا مزہ الگ، سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کا مزہ الگ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً میں تجدد اِستمراری ہے لہٰذا ہر وقت نئی نئی لذت ملے گی، جس کا محبوب ہر وقت نئی شان رکھتا ہو کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ اس کے عاشقوں کی بھی ہر وقت نئی شان رہتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں یوم کے معنی دن کے نہیں وقت کے ہیں، اَیۡ فِیۡ کُلِّ وَقۡتٍ مِّنَ الۡاَوۡقَاتِ وَفِیۡ کُلِّ لَحۡظَۃٍ مِّنَ اللَّحۡظَاتِ وَفِیۡ کُلِّ لَمۡحَۃٍ مِّنَ اللَّمۡحَاتِ ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ہے اور اس کا عکس ان کے عاشقوں پر بھی پڑتا ہے جس سے ان کا ہر لحظۂ حیات، ہر لمحۂ حیات ایک نئی شان کا ہوتا ہے، ان کی بھی ہر وقت ایک نئی شان ہوتی ہے، کھانے کے وقت ایک نئی شان ہے، کھا رہے ہیں اور شکر ادا کر رہے ہیں، کھانے کے بعد ایک دوسری شان ہے، کھانے کے بعد دعا پڑھ کر لطف حاصل کر رہے ہیں پھر دستر خوان سے اُٹھنے کی دعا پڑھ کر حمد کا مزہ لے رہے ہیں اور بندگی اور فقر و احتیاج کی ایک نئی شان میں ہیں، پھر دین کی بات بھی سنا کر جس کی کھائی اُس کی گائی کا لطف لے رہے ہیں یعنی جس کا کھایا ہے اس کی تعریف بھی کر رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی کیا شان ہے کہ کتنا عمدہ کھانا کھلایا۔ غرض اللہ کے عاشقوں کی بھی ہر وقت ایک نئی شان ہے۔

تو بالطف زندگی کے انعام کو فعلِ مضارع سے بیان کرنے میں یہ راز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو ہر وقت ایک نیا مزہ عطا فرماتے ہیں، ہر وقت ایک نیا لطف عطا ہوتا ہے، نماز کا، روزہ کا، حج کا، عمرہ کا، بزرگوں کے پاس بیٹھنے کا اور ایک بڑا لطف اور ہے جس کا نام حلاوتِ ایمانی ہے جو نظر بچانے سے ملتا ہے۔ یہ جو نظر بچانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے یہ نفس دشمن کو ہوتی ہے روح کو نہیں ہوتی، روح کو تو حلاوتِ ایمانی ملتی ہے، سکون ملتا ہے کہ الحمدللہ اس حسین کے نوک پلک سے بچ گئے ورنہ دل مفت میں پریشان رہتا کہ نہ جانے کیسی ہوگی حالانکہ جیسی بھی ہو ہم سے کیا مطلب، وہ اپنے شوہر کو مبارک ہو، جب ہماری نہیں ہے تو ہم کیوں اس کو دیکھیں؟ ہم دوسروں کی چیز کو دیکھیں ہی کیوں؟ جو ہمارے لیے حرام ہے ہم کیوں اس کا خیال لائیں؟ اگر لڑکی ہے تو اس کا شوہر اس سے مزہ لے وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہے اور لڑکا ہے تو اس کی بیوی اس سے لطف اندوز ہو لیکن دوسرا آدمی دوسرے کی چیز کو کیوں دیکھے اور اللہ کا غضب مول لے اور مفت میں اپنے دل کو پریشان کرے۔

بیوقوفوں کا مرض

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نظر بازی بیوقوفوں کا مرض ہے کیونکہ بدنظری سے وہ مل تھوڑی جائے گی۔ لہٰذا دیکھنا بے وقوفی ہے یا نہیں کہ ملنا نہ ملانا مفت میں دل کو جلانا۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ پنجاب کا ایک نیا شادی شدہ جوڑا ریل کے ڈبہ میں بیٹھا تھا اور سامنے دوسری ریل میں ایک بدنظری کا مریض بیٹھا تھا وہ بار بار اُٹھ کر اس نوجوان پنجابی کی بیوی کو دیکھتا تھا۔ اس نوجوان کو غصہ آگیا اور وہیں سے چیخ کر کہا کہ اے خبیث کے

بچے میری عورت کو کیوں دیکھتا ہے؟ لاکھ دیکھ لے مگر تجھے ملے گی نہیں، رات کو میرے ہی پاس سوئے گی۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنے وعظ میں نقل کیا اور فرمایا کہ واقعی بدنگاہی کا گناہ احمقانہ ہے کہ ملنا ملانا کچھ نہیں اور اللہ کا غضب مفت میں مول لینا ہے۔

گناہ کا دنیا میں نقد عذاب

لیکن شیطان کہتا ہے کہ دوزخ تو اُدھار ہے گناہوں سے نقد مزہ لے لو لیکن اس سے کہہ دیجئے کہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کی ایک نقد دوزخ شروع ہوجاتی ہے، فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا کا عذاب شروع ہوجاتا ہے۔ اللہ جس سے ناراض ہوتا ہے اُس کی زندگی اُسی وقت تلخ ہوجاتی ہے، فائے تعقیبیہ ہے یعنی جیسے ہی گناہ ہوا اور دل میں پریشانی آئی، یہ بھی ایک دوزخ ہے۔

تقویٰ سے دنیا ہی میں کیفِ جنت

اسی طرح جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور نظر بچاتا ہے تو اُسی وقت حلاوتِ ایمانی اُس کے دل میں اُتر جاتی ہے، ذرا کوئی عمل کر کے تو دیکھے کہ دل کو کیسی حلاوت ملتی ہے، یہ دنیا کی جنت ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام رکھا ہے جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حضوری قلب میں رہنا یہ وہ جنت ہے جو متقی بندوں کو دنیا ہی میں عطا ہوجاتی ہے جس سے وہ ہر وقت ایک کیف اور مستی میں رہتے ہیں، ان کے دل کی خوشی کے عالم کو دوسرا نہیں سمجھ سکتا، اللہ بے مثل ہیں، ان کی عطا فرمودہ کیف و سرمستی بھی بے مثل ہوتی ہے، ہم اس کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔

حلاوتِ ایمانی کی لذتِ بے مثل

نورِ تقویٰ سے جو حلاوتِ ایمانی قلب کو نصیب ہوتی ہے اس حلاوت کی مثال ہم دنیا میں کسی چیز سے نہیں دے سکتے نہ شہد سے، نہ شکر سے، نہ ملیدہ سے، نہ حلوہ سے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے تو ان کے قرب کی لذت کی بھی کوئی مثال نہیں، خود فرمادیا وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہمارا کوئی کفو اور ہمسر نہیں اور لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ اللہ تعالیٰ کے جیسا کوئی ہے ہی نہیں تو ان کے نام کی مٹھاس کو ہم کیسے بیان کرسکتے ہیں؟ بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ ساری کائنات کی لذتوں سے مافوق اور بالاتر ان کے نام کی لذت ہے جس کو دل ہی محسوس کرتا ہے ؎

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

اور یہ قرب کی جنت تو اللہ کے عاشقوں کو اس دنیا میں ملتی ہے جس کو صوفیاء نے جَنَّۃٌ فِی الدُّنۡیَا بِالۡحُضُوۡرِ مَعَ الۡمَوۡلٰی فرمایا اور آخرت کی جنت کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جَنَّۃٌ فِی الۡعُقۡبٰی بِلِقَاءِ الۡمَوۡلٰی یہ جنت کی روح ہے، اللہ کا دیدار حاصلِ جنت ہے۔

حق تعالیٰ کی محبوبیت کی انوکھی دلیل

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں کافروں کو دھمکی دی ہے کہ قیامت کے دن ہم تم کو اپنا دیدار نہیں کرائیں گے کَلَّاۤ اِنَّہُمۡ عَنۡ رَّبِّہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ یہ آیت اللہ کی شانِ محبوبیت کی دلیل ہے کیونکہ آج تک دنیا کے کسی حاکم نے مجرموں کو یہ سزا نہیں سنائی کہ ہم تمہیں اپنے دیدار سے محروم کردیں گے، کیونکہ وہ حاکمِ محض ہوتے ہیں، محبوب نہیں ہوتے اور اگر

کوئی حاکم یہ اعلان کرے کہ ہم تمہیں اپنا دیدار نہیں کرائیں گے تو مجرم کہیں گے کہ تیری صورت پر جھاڑو پھرے تو بس ہماری سزا معاف کردے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ اِرشاد اس بات کی دلیل ہے کہ وہ محبوب ہیں جو اُن سے محجوب ہوگیا بہت بڑا محروم ہوگیا۔ اسی لیے اپنے دیدار سے محجوبی کو موقع سزا میں بیان فرمایا۔

اس وقت کا یہ مضمون ہدایت وتقویٰ حاصل کرنے اور ولی اللہ بنانے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ عمل کرو اور اگر عمل نہ کرو تو لاکھ برس کسی شیخ کے ساتھ رہو اور لاکھوں ملفوظات یاد کرلو بلکہ جامع الملفوظات، کاتب الملفوظات اور ناشر الملفوظات بھی ہوجاؤ لیکن خود ولی اللہ نہیں بنو گے، تمہاری باتوں کو پڑھ کر اور عمل کرکے دوسرے ولی اللہ بن جائیں گے۔ اس لیے خود بھی عمل کیجیے۔ انسان سوپ اور یخنی پکائے اور خود نہ پیئے تو کمزور رہے گا یا نہیں؟ علماء کی ذمہ داری ہے کہ ہم جتنا علم کو نشر کرتے ہیں اس سے زیادہ پہلے ہم اس پر عمل کریں۔ اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے، جو خود باعمل ہوتا ہے اس کی بات میں اللہ تعالیٰ اثر ڈال دیتے ہیں اور اگر بدعمل انسان وعظ کہے گا یا ملفوظات شائع کرے گا تو اس میں وہ اثر نہیں ہوگا جو اہلِ تقویٰ کی بات میں اللہ تعالیٰ ڈالتے ہیں۔

اب دعا کرلیجیے کہ اے اللہ! جو کچھ ہم سنتے ہیں اختر بھی محتاج ہے اس پر عمل کرنے کا۔ اے اللہ! ان دونوں آیتوں پر عمل کی توفیق دے دے، ہم ایک سانس بھی آپ کی نافرمانی نہ کریں تاکہ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا کے عذاب سے ہم سب کو نجات اور حفاظت نصیب ہو اور اے اللہ اعمالِ صالحہ کی برکت سے وہ بالطف حیات عطا فرمائیے جس کا آپ نے فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً

طَیِّبَۃً میں وعدہ فرمایا ہے، اے اللہ! یہ دونوں نعمتیں ہم سب کو اور ہمارے گھر والوں کو عطا فرمادے، آمین۔

اس وقت رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ سینٹ پیئر خانقاہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

۲۳/ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۱/ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز ہفتہ

آج صبح ساڑھے گیارہ بجے مولانا عمر فاروق صاحب احقر کے کمرے میں آئے، احقر سفرنامہ لکھ رہا تھا، انہوں نے بتایا کہ مولانا رشید بزرگ صاحب آئے تھے اور حضرت والا کے ساتھ ابھی لی مارک (Les Mark) کی پہاڑیوں کی سیر کے لیے روانہ ہوئے ہیں اور حضرت والا دامت برکاتہم نے احقر کے لیے فرمایا ہے کہ مولانا داؤد کے ساتھ آجائے۔

مولانا داؤد صاحب کچھ ضروری کاموں سے فارغ ہوکر تقریباً بارہ بجے خانقاہ سے روانہ ہوئے۔ کار میں ان کے ساتھ احقر اور الیاس صوفی صاحب تھے۔ مولانا عمر فاروق اور حسن پٹیل صاحب ہم سے پہلے جاچکے تھے، تقریباً دس منٹ بعد ہماری کار پہاڑی راستوں سے گذر رہی تھی۔ آج موسم قدرے گرم تھا اور پہاڑ کی سیر کے لیے نہایت موزوں، جتنی بلندی کی طرف ہم بڑھتے جاتے تھے منظر خوش نما ہوتا جاتا تھا۔ دور نیچے سمندر نظر آرہا تھا اور چاروں طرف سبزہ سے لدے ہوئے بلند قامت پہاڑ اور ان کے وسیع قدرتی سبزہ زار گویا زمین پر مخمل بچھا ہوا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹہ کی کوہ پیمائی کے بعد پہاڑوں کی بلندیوں پر سروقد درختوں کی قطاریں نظر آئیں اور نہایت ہلکا کہر سبز پوش پہاڑوں پر مثل آنچل کے گر رہا تھا لیکن اتنا ہلکا تھا کہ منظر صاف نظر آرہا تھا۔ ایک بجے کے قریب ہم منزلِ مقصود پر پہنچ گئے اور الحمدللہ وہاں محبی ومحبوبی ومرشدی عارف باللہ حضرت والا دامت برکاتہم کو پالیا ورنہ

اب تک ان مناظر میں احقر کو کچھ مزہ نہیں آرہا تھا۔ حضرت والا کے بغیر احقر کو کوئی چیز اچھی نہیں لگتی اور دوستوں کے ساتھ بھی تنہائی محسوس ہو رہی تھی اور احقر کو اپنے یہ شعر یاد آرہے تھے جو کسی زمانے میں حضرت کی یاد میں کہے تھے ؎

سامنے تم ہو تو دنیا ہے مجھے خُلدِ بریں
اور قیامت کا سماں تم سے بچھڑ جانے میں

پاس اگر تم ہو تو ہے آباد ویرانہ مرا
ورنہ آبادی بھی شامل میرے ویرانے میں ہے

اس مقام کا نام فرانسیسی زبان میں Fennets ہے اس کا ترجمہ ہے کھڑکی۔ کیونکہ یہ پہاڑ اتنی بلندی پر ہے کہ یہاں سے تمام پہاڑوں کی چوٹیاں ایسی نظر آتی ہیں جیسے بلند چھت کی کھڑکی سے میدان، علاوہ ری یونین کے بلند ترین سیاہ پہاڑ کے کہ وہ اس سے بھی بلند ہے۔ حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ وہاں سامنے جا کر دیکھو کیا منظر ہے اور اللہ تعالیٰ سے جنت مانگ لو کہ یہ دنیائے فانی جب ایسی حسین بنائی ہے تو جنت کیسی ہوگی۔ یہ پہاڑ اور درخت اور یہ خوشنما مناظر تو زلزلۂ قیامت کی زد میں ہیں، ایک دن قیامت کا زلزلہ ان کو ختم کر دے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو کہ اے اللہ! ہم آپ سے جنت مانگتے ہیں اور ان اعمال کی توفیق بھی جو جنت میں لے جانے والے ہیں اور دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں اور ان اعمال سے بھی جو دوزخ میں لے جانے والے ہیں، جنت کا ہمارا استحقاق تو نہیں ہے لیکن دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں ہے۔ اس لیے بدونِ استحقاق محض اپنے کرم سے ہم سب کو جنت نصیب فرما دیں، آمین۔

احقر نے آگے بڑھ کر جب بلندی سے نیچے کی طرف دیکھا تو اتنا حسین منظر پہلے کبھی نگاہوں سے نہیں گذرا تھا۔ نیچے سبز پوش پہاڑوں کے ساکت و

خاموش عظیم القامت خیمے جا بجا پہلو بہ پہلو گڑے ہوئے تھے اور گہرائی در گہرائی میں سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی سڑکیں اتنی چھوٹی معلوم ہورہی تھیں جیسے بچوں کے کھلونے ہوں اور سامنے ری یونین کا سب سے بلند اور طویل وعریض سیاہ پہاڑ جس کی بلندیاں کہر آلود تھیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر کوئی بادل ہے اور چاروں طرف ایک ھو کا عالم۔ کان لگا کر غور سے سننے سے دور دراز چشموں کی ہلکی ہلکی دلکش آواز فضا کی خاموشی کی ہمنوا تھی اور سارے مناظر پر تنہائی برس رہی تھی اور کسی شاعر نے شاید کسی ایسی ہی خیالی بستی کے لیے یہ شعر کہے تھے جو اس وقت احقر کو یاد آرہے تھے۔

آفاق کے اُس پار اک اس طرح کی بستی ہو
صدیوں سے جو انساں کی صورت کو ترستی ہو
اور اس کے مناظر پر تنہائی برستی ہو
یوں ہو تو وہیں لے چل
اے عشق کہیں لے چل

موسم میں خوشگوار ہلکی سی خنکی تھی۔ اب کچھ بھوک بھی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس منظر کے عین مقابل میں زمین پر دریاں اور چٹائیاں بچھادی گئیں اور چائے، بسکٹ، مٹھائی اور پھل وغیرہ سے ضیافت کی گئی جو مولانا داؤد صاحب ساتھ لائے تھے۔

ضیافت سے فارغ ہو کر حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ میرے وہ اشعار پڑھو جو یہاں آنے سے کچھ دن پہلے کراچی میں ہوئے تھے، جیسا بھی ہو بے تکلف دردِ دل سے پڑھیے۔ حضرت والا کے ارشاد کے مطابق احقر نے ترنم سے وہ اشعار پڑھے۔

منور کردے یارب! مجھ کو تقویٰ کے معالم سے
ترے در تک جو پہنچادے ملادے ایسے عالم سے

علاجِ حزن وغم ہے صرف توبہ کر گناہوں سے
اندھیرے بے سکونی ہیں معاصی کے لوازم سے

جو دل سے غیر مخلص ہو وفاداری سے عاری ہو
بہت محتاط رہنا چاہیے پھر ایسے خادم سے

کیا برباد جس نے آخرت کو اپنی غفلت سے
بھلا پھر فائدہ کیا اس کو دنیا کے مغانم سے

حضرت والا نے فرمایا کہ مغانم کے معنی ہیں غنیمت یعنی اللہ تعالیٰ کو بھول کر جس نے اپنی آخرت تباہ کر لی اگر وہ دنیا میں بادشاہ ہو گیا، وزیر ہو گیا، بہت بڑا تاجر ہو گیا تو بھی کیا فائدہ؟ پھر فرمایا کہ پڑھنے والے کو داد بھی دو اور یہ بھی دیکھو کہ یہ درخت اپنی قطاروں کے ساتھ ہم لوگوں کے کلام کو سن رہے ہیں۔ پھر احقر نے اگلا شعر پڑھا ؎

نہ اہلِ دل کی صحبت ہو نہ دردِ دل کی نعمت ہو
تو پڑھ لکھ کر بھی وہ محروم ہوگا قلبِ سالم سے

کسی کی آہِ سوزندہ فلک پر نعرہ زن بھی ہو
تو پھر ظالم کو ڈرنا چاہیے اپنے مظالم سے

اس شعر کے متعلق فرمایا کہ یہ بالکل اِلہامی ہے یعنی میرے دماغ کو اس میں بالکل دخل نہیں۔ رات کو ڈھائی بجے میری آنکھ کھلی تو یہ مصرع میری زبان پر جاری تھا اس کو میں نے بنایا نہیں ؎

کسی کی آہِ سوزندہ فلک پر نعرہ زن بھی ہو

آسمان پر وہ آہِ بارگاہِ حق کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے کہ رحم کیجئے، ظالموں کے مقابلہ میں میری مدد کیجئے۔ آہِ سوزاں تو بہت لوگوں نے استعمال کیا ہے،

آہِ سوزندہ کی لغت شاید زمین پر پہلی بار اختر نے استعمال کی ہے یعنی یہ میری آہ جلانے والی ہے، جدھر سے گذرے گی ظالموں کو جلا کر خاک کردے گی ۔

کہیں شامل نہ ہو طائر کی بھی آہ وفغاں اس میں
دھواں اُٹھا نشیمن سے یہ کہہ صیادِ ظالم سے

کتب خانے تو ہیں اختؔر بہت آفاقِ عالم میں
جو ہو اللہ کا عالم ملو تم ایسے عالم سے

حضرت والا نے فرمایا کہ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا بہت اچھا پڑھا، ماشاءاللہ دردِ دل سے پڑھا، جو شعر زیادہ درد دل والے تھے ان کو کئی بار پڑھا، یہ سمجھ کی بات ہے، آخر بیس سال سے رات دن میرے ساتھ ہیں۔

ایسی دنیا سے کیا دل لگانا

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ مناظر لاکھ حسین ہوں لیکن ایک دن فنا ہونے والے ہیں، قیامت کا زلزلہ ان کو تباہ کردے گا لہٰذا ان سے دل نہ لگاؤ۔ حسنِ تباہ سے بس نباہ کرلو، ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے جنت مانگ لو:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ﴾

(سنن ابن ماجة، کتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، ص: ۲۷۳)

احقر نے عرض کیا کہ حضرت والا نے ایک بار فرمایا تھا کہ جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور پھر لوٹ کر کبھی نہ آنا ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا۔ اس ارشادِ مبارک کو احقر نے منظوم کردیا تھا اگر اجازت ہو تو یہاں کے احباب کو سنادوں؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ضرور سُناؤ۔ پھر احقر نے یہ ملفوظِ منظوم سُنایا جس کو سب حضرات نے پسند فرمایا۔

جس جہاں سے ہمیشہ کو جانا
اور کبھی لوٹ کر پھر نہ آنا

یہ ہے ارشادِ قطبِ زمانہ
ایسی دنیا سے کیا دل لگانا

(احقر اس وقت سوچ رہا تھا کہ دنیا دار تو ان رنگین مناظر کو دیکھ کر اللہ کو اور زیادہ بھول جاتے ہیں اور ان مناظر کی رنگینیوں میں گم ہو جاتے ہیں لیکن واہ رے میرے شیخ! ان مناظر کو دیکھ کر ان کو اللہ اور زیادہ یاد آرہا ہے اور دوسروں کو بھی اللہ سے غافل نہیں ہونے دے رہے۔ یہ وہ تربیت ہے جو اوراقِ کتب نہیں دے سکتے بلکہ کوئی سوختہ جان ہی دے سکتا ہے۔ آہ! وہ لوگ جنھوں نے صرف کتب خانوں ہی کو کافی سمجھا اور کسی اللہ والے پر جان فدا نہ کی اُن کو علم کی روح اور علم کی مٹھاس حاصل نہ ہو سکی۔ اس وقت حضرت والا کے اس شعر کا مطلب اللہ کے فضل سے سمجھ میں آیا ؎

کتب خانے تو ہیں اختؔر بہت آفاقِ عالم میں
جو ہو اللہ کا عالم ملو تم ایسے عالم سے

اور حقیقت یہ ہے کہ ان کو تو زندگی کا لطف بھی نہ ملا ؎

لطف جینے کا اسے حاصل نہیں
جس نے دیکھی ہی نہ بزمِ عاشقاں

اللہ تعالیٰ احقر کو اور ہم سب کو حضرت اقدس دامت برکاتہم کی صحیح معنوں میں قدر کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ جامع)

اس کے بعد حضرت والا نے ان اشعار کو سنانے کے لیے فرمایا جو آج صبح ہی حضرت اقدس پر وارد ہوئے جن میں نہایت درد بھرے نعت کے اشعار بھی ہیں ؎

لذتِ ذکرِ نامِ خُدا ہے چمن
اور غفلت کی دنیا ہے دشت و دمن

آپ کے نام پر جس نے ہجرت کیا
پاگیا پاگیا وہ بہارِ وطن

ہے ضروری گناہوں کو بھی چھوڑ دیں
اصل ہجرت نہیں صرف ترکِ وطن

ہے یہ فیضانِ آہ و فغاں دیکھ لو
دامنِ کوہ میں دل ہے کیسا مگن

بالیقیں پائے گا نسبتِ اولیاء
جس کے دل کو لگی ہے خدا سے لگن

شہرِ محبوب ہوگا جہاں بھی کہیں
عاشقوں کا سُنا ہے وہی ہے وطن

کون سا حصّۂ زمین کعبہ وعرش سے افضل ہے؟

فرمایا کہ ایک بات سنو! مدینہ شریف میں روضۂ پاک کے اندر زمین کے جس ٹکڑے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک ہے، علماء نے لکھا ہے کہ وہ حصّۂ زمین کعبہ سے افضل ہے، بیت اللہ سے افضل ہے، عرشِ اعظم سے افضل ہے۔

پھر مدینہ کی لذت کو میں کیا کہوں
کاش ہوتا مدینہ میں میرا وطن

کس طرح میں کہوں دل سے اے دوستو!
زندہ باد اے وطن، زندہ باد اے وطن

فرمایا یعنی ہم دل سے وطن زندہ باد نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمارا دل تو مدینہ میں ہے ؎

ہوں وطن میں مگر دل مدینہ میں ہے
اے مدینہ! فدا تجھ پہ ہوں صد وطن

نیک لوگوں میں ہو صاحبِ دردِ دل
ہے چمن میں کوئی جیسے رشکِ چمن

فرمایا کہ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ صالحین کے مجمع میں کوئی سب سے بڑا ولی اللہ ہو تو جیسے چمن میں پھول تو بہت سے ہیں لیکن جس کی نسبت سب سے زیادہ قوی ہے وہ گویا چمن میں رشکِ چمن ہے ؎

روز و شب ہے یہ اختؔر کی آہ و فغاں
بخش دے روزِ محشر مجھے ذوالمنن

دو بج رہے تھے، ابھی ظہر کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی اور دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور فضا بھی آہستگی سے بدل رہی تھی، سامنے ری یونین کے سب سے بلند پہاڑ کی چوٹیوں کو کہر کی سرمئی چادر کبھی چھپا لیتی کبھی ہٹ کر نمایاں کر دیتی۔ لوگوں نے کہا کہ کچھ دیر میں کہر زیادہ گرنے لگے گا لہٰذا اپنی اپنی کاروں میں سب لوگ سوار ہو گئے۔ اور سینٹ پیئر (St.Pierre) خانقاہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

حضور ﷺ کی نبوت کی حقانیت پر ایک عجیب استدلال

حضرت اقدس دامت برکاتہم کار کی اگلی سیٹ پر تشریف فرما تھے اور مولانا داؤد صاحب کار چلا رہے تھے۔ احقر اور فاروق ایس ایس اور مولانا عمر فاروق پچھلی سیٹ پر تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب کار پہاڑ کے پر پیچ راستوں سے گذر

رہی تھی تو حضرت اقدس مرشدی دامت برکاتہم نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیمہ میں تھے، صحابہ آپ کی پاسبانی کر رہے تھے۔ یہ آیت نازل ہوتے ہی آپ نے خیمہ سے چہرۂ مبارک نکالا اور پاسبانی کرنے والے صحابہ سے فرمایا کہ اب آپ لوگ جائیے، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اگر کوئی جھوٹا نبی ہوتا تو اس کے دل میں دغدغا ہوتا کہ ایسا نہ ہو کہ کافر آ کر مجھے قتل کر دیں لہٰذا وہ کبھی ایسا اعلان نہ کرتا۔ یہ آپ کی نبوت کی بہت اہم دلیل ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد پھر کبھی آپ نے پہرہ نہیں لگانے دیا۔ اللہ پر اتنا یقین اللہ کے سچے نبی ہی کو ہوسکتا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ عَافَانِیۡ مِمَّا بۡتَلاکَ بِہٖ کی عجیب تشریح

شہر کے اندر داخل ہونے کے بعد فرمایا کہ یہاں کی سڑکوں پر بے حیائی کے ساتھ مرد و عورت کا اختلاط ہے، پس اگر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا کر یہ پڑھو:

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ عَافَانِیۡ مِمَّا ابۡتَلاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقَ تَفۡضِیۡلًا﴾

(سننُ الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما یقول اذا رأی مبتلی، ج: ۲، ص: ۱۸۱)

اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس آفت میں مبتلاء ہونے سے محفوظ رہو گے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ اگر تمہارے ساتھ یہ عورت تمہاری بیوی ہے تو گھر میں عیش کرو سڑکوں پر کیا لپٹا لپٹی چما چاٹی کرتے ہو۔ اس حرکت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر عورت ہے کیونکہ اگر تمہاری بیوی ہوتی تو تمہارے قبضہ میں ہوتی، پھر کیوں بے صبری کرتے۔ سڑکوں پر یہ حرکت علامتِ بے صبری ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا ہے، جانور تو نہیں ہو کہ کتا کتی کی طرح جہاں

چاہا جفتی کرلی، شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایمان و اسلام عطا فرمایا اور اس بے حیائی سے بچالیا ورنہ کتے اور سور سے بدتر ہوتے۔

احقر نے عرض کیا کہ پاکستان میں ایک صاحب کہتے تھے کہ مغربی ممالک میں بدنظری کا مرض نہیں ہے کیونکہ عریانی عام ہونے کی وجہ سے ان کا احساس ہی ختم ہوگیا ہے لیکن احقر نے کل ہی دیکھا کہ ایک نوجوان انگریز ایک لڑکی کو گھور گھور کے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت والا نے یہ مصرع فرمایا۔

اس طرح حریصانہ نظر ڈال رہا ہے

پھر فرمایا کہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اگلے مصرع میں کیا کہوں گا۔ پھر دوسرا مصرع یہ فرمایا۔

جیسے کہ کبھی میر نے مرغا نہیں دیکھا

حضرت والا دامت برکاتہم کے مزاح سے کار میں بیٹھے ہوئے ہم سب لوگ ہنس پڑے۔

۱۲؍ستمبر ۱۹۹۳ء اتوار سوا گیارہ بجے صبح حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے ملفوظات ری یونین کے علماء کے محضر میں

صحابہ کرام کی عظمت

ارشاد فرمایا کہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ بنیاد ہے اللہ والا بننے کی، ولی اللہ بننے کی، نسبت مع اللہ کے عطا ہونے کی یعنی عطاءِ نسبت اور بقاءِ نسبت اور ارتقاءِ نسبت کی یعنی اہل اللہ کی صحبت سے نسبت عطاء بھی ہوتی ہے پھر باقی بھی رہتی ہے اور ترقی بھی کرتی رہتی ہے اور نسبت کی تعبیر کیا ہے؟ اللہ پاک سے خصوصی تعلق علیٰ سطح الولایت کا نام نسبت ہے یعنی وہ تعلق جو اولیاء اللہ کو عطا ہوتا ہے اس کا نام نسبت ہے اور

عطاءِ نسبت، بقاءِ نسبت اور ارتقاءِ نسبت کا ذریعہ اہل اللہ کی صحبت ہے۔ جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے اور جو نبی بھی آیا ہے اس کے سینہ سے تمام تجلیاتِ نبوت اور تعلق مع اللہ کی دولت سب سے پہلے جس طبقہ کو ملی وہ صحابہ کا طبقہ ہے۔ صحابہ سے پھر تابعین کو اور تابعین سے تبع تابعین کو ملی۔ تبع تابعین کے بعد جو بزرگ ہوئے وہ صوفیاء کہلائے۔ اب اگر کوئی کہے کہ صحابہ کو صوفی کیوں نہیں کہتے تو جواب یہ ہے کہ صحابہ کو صوفی کہنا ان کی توہین ہے، ان کا شرف اور عزت یہی ہے کہ وہ صحابی ہیں، صحبت یافتۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ساری دنیا کے صوفیاء اور اولیاء ائمہ حدیث وفقہ مفسرین، محدثین ومجتہدین ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے۔

جامع دعائیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں محدثین لکھتے ہیں کہ قَدْرَاٰی مِأَۃً وَ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًا انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کی زیارت کی تھی اور اور ان کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ملازمت کرتی تھیں، ہماری ماں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملازمہ تھیں۔ جب حضرت خواجہ حسن بصری پیدا ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ یہ حضرت حسن بصری کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ آپ ان کی سنت تحنیک فرما دیجئے۔ سنت تحنیک آپ جانتے ہی ہیں کہ کوئی کھجور وغیرہ خاندان کا بزرگ منہ میں چبا کر بچے کو کھلا دیتا ہے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب تحنیک فرمائی تھی تو حضرت خواجہ حسن بصری کو دو دعائیں دیں۔ وہ دو دعائیں کیا تھیں اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنَ وَ حَبِّبْہُ اِلَی النَّاسِ (۱) اللہ اس کو دین کا فقیہ بنا اور لوگوں میں

محبوب کردے۔ بڑی جامع دعا ہے کیونکہ اگر دین کا فقیہ ہو، دین کی فہم رکھتا ہو لیکن لوگوں میں محبوب نہ ہو تو لوگ اس سے دین نہیں سیکھیں گے اور اگر لوگوں میں تو محبوب ہو لیکن فقیہ نہ ہو تو گمراہی پھیلائے گا۔ اب ہم اس کو اپنے لیے کیسے مانگیں گے اَللّٰھُمَّ فَقِّھْنَا فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْنَا اِلَی النَّاسِ اے اللہ! ہم سب کو دین کی فقہ، دین کی فہم عطا فرما اور ہمیں اپنے بندوں میں محبوب فرما۔

بعض لوگ غلط فہمی سے اللہ کے بندوں میں محبوب ہونے کو رِیا سمجھتے ہیں۔ ایک صاحب نے حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ جیب میں جو تسبیح ہے سب کے سامنے نہیں پڑھوں گا۔ فرمایا کیوں؟ کہا کہ اگر میں سب کے سامنے پڑھتا ہوں تو دل میں وسوسہ آتا ہے کہ لوگ مجھ کو نیک سمجھنے لگیں گے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو بدمعاش سمجھیں، آپ اپنے آپ کو حقیر سمجھیں، اگر لوگ نیک سمجھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس نعمت کے لیے تو مضمون دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا اے اللہ مجھ کو میری نظر میں چھوٹا کردے میں اپنے کو بڑا نہ سمجھوں لیکن وَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا اور اپنی مخلوق میں مجھ کو بڑا دِکھادے کہ اللہ کی طرف سے مخلوق میں عزت ہونا محبوبیت ہونا انعامات میں سے ہے مطلوبِ نبوت ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا کہ نہیں مانگا؟ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا اس میں خیر ہی خیر ہے۔ اپنی نگاہ میں حقیر ہونا مطلوب ہے دوسروں کی نگاہ میں حقیر ہونا مطلوب نہیں ہے کیونکہ اگر دوسروں کی نگاہ میں حقیر ہوگا تو لوگ اس سے دین نہیں سیکھیں گے اور اگر دوسروں کی نگاہ میں وہ بڑا ہوگا تو عظمت کی وجہ سے لوگ اس سے دین کا فائدہ اُٹھائیں گے۔ اپنی نگاہ میں اپنی حقارت اور مخلوق کی نگاہ میں وجاہت مطلوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع دعائیں اور آپ کے علومِ نبوت خود دلیل

نبوت ہیں۔

سلسلوں میں تفریق کی ممانعت

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ محمد احمد صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے، ہمارے شیخ نے بھی ان کو اپنا بڑا بنایا، میں نے خود ان کی صحبت اختیار کی، بیعت ہوا اور ان سے خلافت بھی ملی ہے۔ اس لیے اعلان کرتا ہوں کہ چشتیہ، نقشبندیہ اور اس قسم کے الفاظ میں تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ اگر اجتماع بھی کریں تو یہ نہ کہیں کہ آج چشتیوں کا اجتماع ہوگا، نقشبندیوں کا اجتماع ہوگا، سہروردیوں کا اجتماع ہوگا، سلسلہ قادریہ والوں کا اجتماع ہوگا۔ یہ کہو کہ آج ایک دینی اجتماع ہے۔ بتلایئے اگر کہیں دینی اجتماع ہو اور وہاں یہ اعلان ہو کہ آج حنفیوں کا اجتماع ہے، دوسرے سے معلوم ہو کہ یہاں مالکیوں کا ہے، تیسرا کہے کہ حنبلیوں کا ہو رہا ہے اور چوتھی جگہ شافعیوں کا ہو رہا ہے تو دیکھو امت کتنی تقسیم ہو جائے گی۔ جیسے ائیر پورٹ جانے کے لیے مختلف راستے ہوتے ہیں کہ جس راستے سے چاہو ائیر پورٹ چلے جاؤ مگر شرط یہ ہے کہ راستہ مستند ہو اور ائیر پورٹ ہی کو جاتا ہو۔ اسی طرح فقہ ظاہری کے مذاہب اربعہ، فقہ باطنی کے سلاسل اربعہ وہ مستند راستے ہیں جو اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ جس راستہ سے آپ کو مناسبت ہو اس سے چلے جائیں دوسرے راستوں کی تحقیر نہ کریں کیونکہ وہ بھی منزلِ مقصود ہی کو جا رہے ہیں جس طرح سے فقہ ظاہری میں کسی فقہی مذہب کی تنقیص جائز نہیں اسی طرح فقہ باطنی کے سلاسل میں بھی منع ہے۔ کسی چشتی کو یہ حق نہیں کہ نقشبندی کی تنقیص کرے یا نقشبندی چشتی کو حقیر سمجھے کہ چاروں سلسلے برحق ہیں، چاروں سلسلوں کا راستہ معتبر ہے لہٰذا چاروں کا احترام واجب ہے، جس کی جس سے مناسبت ہو اس کو اختیار کر لو لیکن اس میں آپس میں تقابل اور تفاضل مت کرو اس سے پھر معاملہ فرقہ اور پارٹی بندی کا

ہو جاتا ہے اور رفیق کے بجائے فریق ہو جاتا ہے لہٰذا تقابل اور تفاضل مت کرو، یہ سارے راستے اللہ کے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے بزرگ ہیں ہم ان پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ بھی ولی اللہ تھے، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اور شیخ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ہم ولی اللہ سمجھتے ہیں، ہمارے یہ چاروں امام فقہ باطنی کے امام ہیں، ان میں سے کسی کی تنقیص جائز نہیں۔ ایک سلسلہ والے دوسرے سلسلے والوں سے ملتے رہیں۔ سلسلہ کو ایسا معبود نہ بناؤ کہ کوئی کسی کے پاس نہ جائے، روک تھام نہ کرو، طریقۂ تعلیم اپنا رکھو لیکن اللہ کے راستے پر جو چل رہے ہیں وہ ہمارا ہی قافلہ ہے، اللہ والوں کا قافلہ ہے۔ اسی لیے ہمارے اکابر آپس میں شیر و شکر تھے۔ چنانچہ شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ میں شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کے خلیفہ تھے مگر میرے شیخ ان کے ہاں جاتے تھے اور وہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آتے تھے۔ ان کی کتاب عرفانِ محبت دیکھو ایسے جلے بھنے اشعار ہیں کہ عشق و مستی میں چشتیوں سے بھی آگے تھے، میں ان پر عاشق ہی اس وجہ سے ہوا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ میری پہلی ملاقات جب ہوئی جب میں کالج میں پڑھ رہا تھا اور بالغ ہو گیا تھا پندرہ سال کی عمر سے اٹھارہ سال کی عمر تک میں نے ان کی تین سال زیارت کی، پہلی مجلس میں میں نے دیکھا کہ ندوہ کے بڑے بڑے علماء موجود تھے اور حضرت یہ شعر پڑھ رہے تھے، بڑی دردناک اور پیاری آواز تھی ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
جو آغاز میں فکر انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے

جس کو محبت ہوتی ہے وہ اللہ کے عشق میں تڑپتا رہتا ہے لیکن اب کوئی کہے کہ صاحب تڑپنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہوگی تو تڑپنا دو قسم کا ہوتا ہے، ایک تو دردِ گردہ سے تڑپ رہا ہے، کوئی ہارٹ اٹیک میں تڑپ رہا ہے، کوئی کسی معشوق کے غم میں تڑپ رہا ہے۔ اس تڑپنے میں تو تکلیف ہوتی ہے لیکن اللہ کی محبت میں تڑپنے میں جنت کا لطف ملتا ہے۔ لہٰذا حضرت نے اس شعر کو دوسرے شعر سے حل فرما دیا ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

اللہ کا عشق معمولی نعمت نہیں ہے۔ اس ذرّۂ درد کے لیے تمام اولیاء اللہ اللہ سے روئے ہیں کہ اے خدا اپنے دردِ محبت کا ایک ذرّہ ہم کو عطا فرما دے، ایک ذرّۂ غم دے دے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ دعا کرتے تھے ؎

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دو جہاں سے فراغت ملے

یعنی اے خدا! اگر تیرے غم کی دولت مل جائے تو غمِ دو جہاں سے نجات ہو جائے گی۔

آیت اشد حباللّٰہ کی حدیث سے عجیب تفسیر

ارشاد فرمایا کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پر مجلسِ علماء میں کچھ عرض کروں گا لہٰذا اس کو بھی ساتھ ساتھ عرض کرتا ہوں۔ بخاری شریف کی حدیث **اَللّٰھم اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ** ...... الخ اصل میں بزبانِ نبوت **وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ** کی تفسیر ہے۔ **وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ** یہ تو

جملہ خبریہ ہے لیکن خبریہ میں جملہ انشائیہ پوشیدہ ہے کہ جو لوگ مومن کامل بننا چاہتے ہیں ان کو میری محبت سارے عالم سے زیادہ کرنی پڑے گی ورنہ وہ مومن کامل نہیں ہوں گے۔ جب اللہ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہوجائے جتنی محبت آپ کو بیوی سے ہے بچوں سے ہے کاروبار سے ہے اپنے پیٹ سے اپنے نفس سے اپنی جان سے ہے سب پر خدا کی محبت غالب ہوجائے تب سمجھ لو کہ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا مقام آپ کو مل گیا۔ جگر مرادآبادی اللہ والا شاعر کہتا ہے جنہوں نے آخر میں ڈاڑھی رکھ لی تھی اور آخر میں بہت بزرگ ہوگئے تھے فرماتے ہیں کہ ؂

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

جس پر اللہ کی محبت چھا جاتی ہے وہ سارے عالم پر غالب ہوجاتا ہے اور اللہ کی محبت غالب ہونے کی یعنی اشد محبت کی کیا علامت ہے جیسے کوئی عورت سامنے آگئی بہت ہی نمکین بالکل رشک لیلیٰ لیکن آپ نے اپنی آنکھوں پر خدا کے حکم کو غالب کرلیا اور نظر کو نیچے کرلیا، بچالیا یا گانا بہت عمدہ آرہا ہے بہترین مغنیہ ہے چاہے وہ عربی ہی میں کیوں نہ ہو اور آخر میں یا حبیبی کہہ رہی ہو لیکن آپ نے اپنے کان میں انگلی دے دی۔ رشوت کی حرام بریانی آئی حرام پیسے کے شامی کباب کی زبردست خوشبو ہے لیکن آپ نے نہیں کھایا اور آسمان کی طرف دیکھا ؂

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانب آسماں دیکھ کر

اور اللہ سے سودا کرلیا۔ کس چیز کا؟ شامی کباب اور بریانی نہ کھانے کا اور لڑکی کو نہ دیکھنے کا اور گانا نہ سننے کا اور کہا کہ اے خدا میں بھی انسان ہوں میرا بھی دل ہے، دل چاہتا ہے کہ اس کو دیکھ لوں گانا سن لوں اور بریانی اور شامی کباب

کھالوں لیکن اے اللہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں میری نظر پر آپ کی نظر محافظ و پاسبان ہے، آپ مجھے مسلسل دیکھ رہے ہیں کہ میرا بندہ کدھر دیکھتا ہے اس خوف سے اگر آپ نے اپنے آپ کو بچالیا تو سمجھ لو کہ آپ پر اللہ کی محبت چھا گئی، اشد محبت حاصل ہوگئی، ایسا بندہ جہاں بھی جائے گا غالب رہے گا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے خدا کے حکم کو اپنے سارے جسم پر غالب کرلیا جہاں رہے گا غالب رہے گا اور اگر اللہ کے حکم کو پیچھے ڈال دیا اور اپنی خواہش کو آگے کیا جہاں بھی جائے گا بے چینی پریشانی اور ذلت وخواری ملے گی یہ نہ سوچو کہ اللہ کی نافرمانی کر کے رشتہ داروں میں جا کر مال اُڑائیں گے، جو خدا کو ناراض کرتا ہے مخلوق کے قلوب سے اللہ اس کی محبت چھین لیتا ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو بیان فرماتے ہیں ؎

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

یعنی اے خدا جب کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو رشتہ داروں کی نظر بدل جاتی ہے اور دوستوں کا مزاج بھی بدل جاتا ہے وہ جہاں کہیں بھی جاتا ہے لوگ اسے ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں حالانکہ کسی کو کیا خبر کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہے مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے، قلوب کا مالک تو اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اشد محبت مطلوب ہے

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ کی محبت اشد مومن کامل کے لیے مطلوب ہے جو قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت ہے، میں وہ تصوف پیش نہیں کروں گا جو قرآن اور حدیث سے مدلل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ

حُبًّا لِلّٰہِ جو مجھ پر ایمان لائے میری محبت ان کے دل میں شدید نہیں اشد ہوتی ہے۔ بیوی کی اگر شدید ہے کاروبار کی شدید ہے بریانی اور کباب کی شدید ہے اپنے عالم شباب سے شدید ہے تو اللہ میاں کی اشد ہونی چاہیے۔ جوانی چاہتی ہے کسی چیز کو جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہے لیکن جس جوان نے اپنی جوانی اللہ پر فدا کردی بخاری شریف کی روایت ہے کہ اس کو عرش کا سایہ ملے گا لیکن اس محبت کے حصول کا طریقہ کیا ہوگا، ہم کیا کریں کہ ہمارے دل میں محبت اشد پیدا ہوجائے چاہے دنیا کی محبت شدید رہے بیوی کی محبت شدید رہے لیکن اللہ کی محبت اشد ہو۔ ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت جب ذکر کرتا ہوں تو بیوی کی یاد آتی ہے منہ سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور دل میں بیوی کا خیال آجاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے تحریر فرمایا کہ چونکہ بیوی کی محبت حلال ہے جائز ہے اس لئے اس کا خیال آنے میں کوئی حرج نہیں کم از کم بیوی ہی کا تو خیال آرہا ہے حلال محبت میں مشغول ہو حرام میں تو مشغول نہیں ہو اگر بیوی نہ ہوتی تو پتہ نہیں خیال کہاں چلا جاتا اس لیے ہم لوگوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ کچھ مباح میں مشغول رہیں ہاں ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن آئے گا کہ قلب میں سوائے اللہ کے کچھ نہیں ہوگا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

لیکن اس کے لیے ایک زمانہ چاہیے، **لا الٰہ** کی تکمیل کے لیے ایک زمانہ چاہیے، بہت سے باطل خداؤں کے پلوں سے عبور کرکے بہت باطل خداؤں سے انحراف کرکے تب اللہ ملتا ہے اللہ ایسے آسانی سے نہیں ملتا۔ اللہ کا سودا بہت مہنگا ہے اور یہ کس نے بتایا؟ جس ذات نے اللہ کو پہچانا اس نے بتایا۔ ایک حکیم کسی موتی والے خمیرہ کو کہہ دے کہ بڑا قیمتی ہے تو اس کا کہا ہوا معتبر ہوگا یا ایک

گوشت بیچنے والا یا آلو بیچنے والا کہہ دے کہ یہ دوا قیمتی ہے تو اس کا کہا ہوا معتبر ہوگا؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰہِ لَغَالِیَةٌ اللہ کی قیمت بہت بڑی ہے ان کی قیمت کون ادا کرسکتا ہے۔ لہٰذا یہ محبت کیسے حاصل ہو؟

اشد محبت کے حصول کا طریقہ

اس کا طریقہ بخاری شریف کی حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں جو دراصل بزبانِ نبوت آیت وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کی تفسیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اور جو بندے آپ سے محبت رکھتے ہیں ان کی محبت کا بھی سوال کرتا ہوں لہٰذا اللہ والوں سے محبت رکھنا اس حدیث سے ثابت ہے خواہ وہ اپنا پیر ہو یا نہ ہو، یہ الگ بات ہے کہ اپنے شیخ کی محبت زیادہ ہوگی جیسے باپ کی محبت زیادہ ہوتی ہے لیکن چچا اور ماموں آجائے تو ان سے بھی محبت کرتے ہو یا نہیں؟ تو اپنے شیخ کی محبت تو سب سے زیادہ ہوگی لیکن اللہ کا کوئی اور عاشق آجائے تو اس سے بھی محبت کرو۔ اس لیے وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ میں تمام اللہ والوں سے محبت کی تعلیم ہے کہ اے خدا جتنے بندے زمین پر آپ سے محبت کرتے ہیں ہم ان کی محبت بھی مانگتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ اور ہمیں ایسے اعمال کی محبت بھی عطا فرما جو ہم کو آپ کی محبت تک پہنچادے۔ یہ تو سوال ہوگیا اور اس میں محبت کے حصول کا طریقہ بھی بیان ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اعمال کی توفیق وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ سے حاصل ہوگی پس اللہ والوں

کی محبت سے دو مقصود حاصل ہوں گے۔ نمبر ایک اللہ کی محبت اور نمبر ۲ اللہ کی محبت کے اعمال۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ مجاز بیعت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ اللہ کی محبت اور اعمال کی توفیق کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کو رکھ دیا جو رابطہ کا کام کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے ساتھ رہنے سے اللہ تعالیٰ کے عاشق بھی بن جائیں گے اور ان اعمال کی توفیق بھی نصیب ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہیں۔

اسی لیے اللہ والوں نے ہمیشہ کسی اللہ والے سے تعلق قائم کیا ہے اور ان کا یہ عمل بھی حدیث کی اتباع ہے۔ لہٰذا کسی اہل اللہ سے جہاں آپ کو مناسبت ہو ضرور تعلق قائم کریں یہ ہمارے بزرگوں کا سرمایہ ہے ہمارے بزرگوں کی سیرت ہمارے بزرگوں کی دولت ہمارے بزرگوں کی تاریخ ہے کہ جو بڑے بڑے علماء تھے انہوں نے اہل اللہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات نے حاجی صاحب غیر عالم سے رجوع کیا ہے۔ شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے جلیل القدر علماء نے غیر عالم کو پیر بنایا لیکن آج عالم کو عالم پیر بناتے ہوئے شرم آرہی ہے، یہ کیا بات ہے؟ طلب اور پیاس نہیں ہے۔ رسید بک پر چندہ لینے کے لیے نام رکھیں گے جامعہ قاسمیہ، جامعہ رشیدیہ، جامعہ اشرفیہ تا کہ امت کو ان بزرگوں کے نام پر حسن ظن ہو اور خوب پیسہ آئے لیکن بھائی ان بزرگوں نے چندہ نہیں کیا تھا کچھ کام بھی کیا تھا، اہل اللہ کے سامنے اپنے نفس کو مٹایا تھا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب تک ہم نے حاجی صاحب سے بیعت نہیں کی تھی ہم تینوں کو وہ عزت حاصل نہیں تھی لیکن جب حاجی صاحب سے بیعت کی اور اللہ اللہ کیا،

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک درد بھرا دل عطا کیا کہ جہاں بھی ہم لوگ گئے اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی لیکن عزت کے لیے اہل اللہ سے تعلق نہ کریں رب العزت کے لیے کریں۔ ہم اللہ والوں سے صرف اللہ کے لئے تعلق کریں۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کباب کہاں سے لیتے ہو؟ کباب والوں سے، مٹھائی کہاں سے لیتے ہو؟ مٹھائی والوں سے کپڑا کہاں سے خریدتے ہو؟ کپڑے والوں سے لیکن اللہ کہاں سے حاصل کروگے؟ کتابوں سے؟ کتابوں سے کپڑا کیوں نہیں خریدتے کتابوں سے مٹھائی کیوں نہیں خریدتے۔ میرے مرشد اول شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ اللہ والوں ہی سے ملے گا۔ کتابوں سے ہمیں کمیت علمیہ تو مل جائے گی کہ مغرب کی تین رکعتیں ہیں اور عشا کی چار ہیں وغیرہ مگر کیفیات علوم اللہ والوں کے سینوں سے ملتی ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی صاحب نے فرمایا کہ آج کل اہلِ علم کے اعمال واخلاق میں جو کوتاہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ علمِ نبوت کے بعد نورِ نبوت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور نورِ نبوت علم نبوت پر عمل کی توفیق کا ضامن ہوتا ہے اور نورِ نبوت ملتا ہے اہل اللہ کے سینوں سے۔ اہلِ علم کے اعمال واخلاق میں کمزوری کی وجہ یہی ہے کہ اہل اللہ کے سینوں سے نورِ نبوت حاصل نہیں کرتے۔ مالابدمنہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اے بھائی کتابوں میں تم نے فقہ ظاہری تو پڑھ لیا اما نورِ باطن صلی اللہ علیہ وسلم از سینۂ درویشاں باید جست لیکن نورِ نبوت اللہ والوں کے سینوں سے ملے گا۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اختر میاں سنو! اللہ کا راستہ ویسے تو مشکل ہے کہ نفس کا مقابلہ کرنا گناہوں سے بچنا آسان نہیں لیکن اللہ والوں کا ہاتھ اگر ہاتھ میں آجائے تو اللہ کا راستہ نہ یہ کہ آسان ہوجاتا ہے بلکہ مزے دار بھی ہوجاتا ہے آہ! ایک شاعر کا شعر یاد آگیا کہ ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

جو آپ سے اس وقت مخاطب ہے الحمدللہ پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن اس نے اپنے شیخ کے ساتھ گذارے ہیں اور پہلی نظر جو شیخ پر پڑی تو دل نے کہا کہ آہ! مجھے شمس الدین تبریزی مل گیا۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت کے اجل خلفاء میں تھے۔ بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ اختر مجھ کو ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک کے لال لال ڈورے بھی نظر آئے اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا تو ارشاد فرمایا کہ ہاں عبدالغنی آج تم نے ہم کو خوب دیکھ لیا۔ جب حضرت تھانہ بھون میں حاضر ہوتے تو حکیم الامت ان کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے اور کئی قدم بڑھ کر استقبال کرتے اور فرماتے تھے اے آمدنت باعث صد شادی ما یعنی اے عبدالغنی آپ کے آنے سے مجھے سیکڑوں خوشی ہوئی۔ حکیم الامت کا خط چھپا ہوا ہے جس میں میرے شیخ کو حضرت نے یوں مخاطب کیا ہے محبی ومحبوبی شاہ عبدالغنی پھولپوری سلمہ اللہ تعالیٰ وکرمہ۔ آہ! اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن شیخ کے پاس لگانے کی توفیق ہوئی۔ حضرت نے مجھے نہیں پہچانا مگر میں نے پہچان لیا کہ جنگل کی مسجد میں اور کون درویش ہوگا۔ جب میری پہلی ملاقات ہوئی حضرت تلاوت کررہے تھے بقرعید کا دن تھا۔ میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے اجازت لے لی تھی کہ میں شیخ کے ساتھ بقرعید کروں گا۔ میں نے والدہ سے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ بقرعید بہت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ ایک روحانی باپ کے ساتھ بقرعید کروں آپ مجھے اجازت دیجئے۔ میرے

جذبات کو دیکھ کر انہوں نے اجازت دے دی، اور جب میں پہنچا تو بقرعید کا دن تھا آٹھ بجے دن صبح صبح۔ حضرت کو دیکھا کہ تلاوت کر رہے ہیں میں خاموش کھڑا رہا لیکن پتہ نہیں حضرت کو کیسے محسوس ہوا کہ کوئی کھڑا ہوا ہے میری طرف گھوم کر دیکھا جیسے ہی حضرت سے آنکھ ملی تو میں نے فوراً کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ محمد اختر ہے، پرتاب گڈھ سے آیا ہے چالیس دن رہنے کے ارادہ سے اور آپ کا اجازت نامہ میرے پاس موجود ہے تو حضرت بہت خوش ہوگئے۔ جب میں نے پہلا خط لکھا تو اس میں یہ لکھا تھا کہ دل وجان اے شاہ قربانت کنم یعنی اے شاہ میں آپ پر اپنا دل اور اپنی جان فدا کرنا چاہتا ہوں تو حضرت نے اس پر لکھا کہ تمہارا مزاج محبت کا معلوم ہوتا ہے ان شاء اللہ اللہ کا راستہ جلد طے ہو جائے گا۔ یہ شیخ نے مجھے بشارت دی۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ شیخ کی خدمت میں جو مزہ پایا میں وہ بریانی اکیلا نہیں کھانا چاہتا، چاہتا ہوں کہ تقسیم کر کے کھاؤں لہٰذا آپ لوگ بھی اپنے اپنے شیخ کے پاس رہ کر یہ مزہ حاصل کریں۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں تصوف کا مذاق اڑاتے تھے کہ تھانہ بھون میں کیا ہوتا ہے وہاں جانے سے کیا ملتا ہے وغیرہ۔ ایک دن مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھ دیا کہ مولانا کب تک علم کے مطالعہ میں رہو گے ؎

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

قال یقول کی تعلیل کب تک نکالتے رہے گے اپنی علت نکالو۔ جاؤ، کسی مرد کامل کے سامنے اپنے کو فنا کردو۔ یہ خط پڑھتے ہی ان کے دل پر چوٹ لگ گئی۔ وہ سید سلیمان ندوی جن کے علم کا غلغلہ شرق وغرب میں مچا ہوا تھا اور ہندوستان کے علماء کے نزدیک ان کا بلند مقام تھا تھانہ بھون آئے،

ایک ہی مجلس اُٹھائی حکیم الامت کی بات سنی اور رونے لگے کہ آہ ہم سمجھتے تھے کہ ہم عالم ہیں لیکن آج معلوم ہوا کہ علم تو اس درویش کے پاس ہے اور روتے ہوئے یہ شعر کہے ؎

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبہ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا
چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ
شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

مدرسہ و درس و تدریس چھوڑنے سے مراد علم کی تحصیل چھوڑنا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ علم کو محض معلومات حاصل کرنے کے لیے پڑھنا چھوڑ دیا۔ اللہ کی محبت حاصل ہونے کے بعد علم کا مزہ ہے، علم کا مزہ اس وقت ہے جب آپ معلوم کو معمول بنالیں۔ بتایئے کہ ایک ایسا شخص ہے جس نے لیلیٰ کی کبھی زیارت نہیں کی ہومگر پروفیسر ہوگیا اور لیلیٰ سے کبھی ملا بھی نہیں لیکن لیلیٰ کے شہر کا جغرافیہ بتا رہا ہے کہ یہاں جاؤ وہاں جاؤ تو اس کی تقریر میں کیا مزہ ہوگا لیکن یہی تقریر مجنوں کی زبانی سنو تو کیا ہوگا۔ آہ جس عالم نے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں کی اس کا درسِ قرآن و حدیث بے کیف اور بے روح ہوتا ہے اور ایک عالم جو اللہ و رسول کے عشق میں ڈوبا ہوا ہے اس کے درس سے ارواح پر زلزلہ طاری ہوتا ہے، اللہ والا بننے کے بعد ہی پھر منبر منبر ہوتا ہے اور سجدہ سجدہ ہوتا ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عالم جو مفتی اور محدث بھی تھے۔ انہوں نے ایک شیخ سے کہا کہ حضرت میں اپنی اصلاح چاہتا ہوں۔ شیخ نے دیکھا کہ ان کے اندر تکبر ہے لہٰذا ان کی اصلاح کے لیے فرمایا کہ آپ کو ایک

سال تک خانقاہ میں رہنا ہوگا، وعظ نہیں کہہ سکتے، حدیث نہیں پڑھا سکتے فتویٰ نہیں دے سکتے یہاں تک کہ اس وقت کے بعض اہل فتاویٰ نے ان کو کفر کا فتویٰ دیا کہ یہ کیسا شیخ ہے جس نے سب کچھ چھڑا دیا لیکن وہ عالم مخلص تھے انہوں نے پہچان لیا کہ میرا شیخ اللہ والا ہے۔ ایک سال کے بعد شیخ نے اجازت دی کہ جایئے تقریر کیجئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی ہی تقریر میں تمام سامعین صاحب نسبت ہوگئے۔ اس لیے شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے ذکر وتلاوت سے اپنے دل کا مٹکا بھرلو، جب بھر کر چھلکنے لگے تو چھلکتا ہوا مال امت کو دو۔ اگر اپنا ہی مٹکا خالی ہوگا تو کیا دوگے۔ دیکھو کانپور میں حکیم الامت نے تقریر کی جس میں میرے شیخ بھی موجود تھے، تقریر کرتے کرتے حکیم الامت نے زور سے نعرہ مارا ہائے امداد اللہ! اور بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ حضرت آج آپ نے حضرت حاجی صاحب کا نام کیوں لیا۔ تو فرمایا کہ دل میں بیک وقت اتنے علوم آئے کہ دل تشکر سے بھر گیا کہ آہ حاجی صاحب کے فیض سے اتنے مضامین آرہے ہیں ورنہ اگر کتب خانے کا کتب خانہ پڑھ لیتا تو ایسے مضامین کی آمد نہ ہوتی۔ ایک بار مظاہر العلوم کے علماء نے حضرت حکیم الامت سے پوچھا کہ حضرت آپ کے علم میں اتنی برکت کیوں ہے؟ کیا آپ کتب بینی زیادہ کرتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم نے کتابیں وہی پڑھی ہیں جتنی آپ نے پڑھی ہیں مگر ہم نے کتب بینی سے زیادہ قطب بینی کی ہے۔ علم دین حاصل کرنا تو ضروری ہے ورنہ آدمی جاہل رہتا ہے۔ علم دین کے سونے پر اہل اللہ کی صحبت کا سہاگہ لگنے سے اس پر نکھار آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک اپنی مناسبت کا کوئی مربی اور شیخ تلاش کرے، ان سے باضابطہ اصلاحی تعلق کرے اور ان سے کوئی ذکر پوچھ

لیجیے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیخ کے پاس رہنا ایسا ہے جیسے آگ کے سامنے بیٹھنا لیکن جب وہاں سے دور بیوی بچوں کے پاس جاؤ گے، ٹھنڈے ہو جاؤ گے، اس لیے فرمایا کہ شیخ سے ذکر کا کشتہ لے لو تو شیخ سے دور جا کر بھی گرم رہو گے۔ فرمایا کہ جیسے حکیم اجمل خان ململ کا باریک کرتہ پہن کر جاڑے میں دلی میں ٹانگے پر بیٹھ کر ایک گھنٹہ فجر سے پہلے پورے دلی کی سیر کرتے تھے کیونکہ وہ کشتہ کھاتے تھے تو فرمایا کہ اللہ کے نام کا کشتہ سیکھ لو تو شیخ سے دور ہو کر بھی اپنے ملکوں میں، اپنے گاؤں میں گرم رہو گے یعنی ایمان و عمل کے ساتھ رہو گے۔ پس چالیس دن شیخ کے یہاں رہ لیجیے، پھر خط و کتابت کرتے رہیے اور ذکر کے پابند رہیے ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ کی محبت میں سرگرم رہیں گے۔

اشد محبت کی مقدار

پس حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت اور محبت کے اعمال کی توفیق حاصل کرنے کا طریقہ اہل اللہ کی محبت ہے۔ اب کتنی محبت ہونی چاہیے؟ حدیث میں آگے محبت کے حدود اربعہ بیان ہوئے ہیں۔ جب کوئی زمین خریدتا ہے تو اس کے حدود متعین ہوتے ہیں کہ مشرق میں اتنی اور مغرب میں اتنی ہے۔ بخاری شریف کی اس حدیث میں اگلی جو عبارت ہے اس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے حدود اربعہ کو متعین فرما دیا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ اے اللہ مجھ کو اتنی محبت دے دے کہ آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔ پس جو جان سے زیادہ اللہ کو پیار کرے گا کیا وہ آنکھیں خراب کرے گا۔ بندہ آنکھ کس کے لیے خراب کرتا ہے؟ دل کو خوش کرنے کے لیے لہٰذا جب دل و جان خدا پر فدا کر چکا تو نفس سے کہے گا کہ اے نفس میں تیری بات نہیں سنتا میرا اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا جو

مجھے جان سے زیادہ پیارا ہے۔ ہر گناہ چھوڑنے کا یہی اعلیٰ مقام ہے بس اس محبت کو حاصل کر لیجئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ مِنْ نَّفْسِیْ کے بعد فرمایا وَمِنْ اَھْلِیْ اپنی جان کے بعد پھر بیوی بچوں کی محبت ہوتی ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ یا اللہ اہل وعیال سے بھی زیادہ آپ ہمیں محبوب ہو جائیں کیونکہ اگر آپ بیوی سے کہیں کہ میں اکیس دن کے لیے اپنی اصلاح اور تربیت کے لیے کراچی جانا چاہتا ہوں تو بیوی کہے گی کہ مجھے تو ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں، میں اکیلی نہیں رہ سکتی اور اگر آپ کہیں کہ میں دبئ کویت یا مسقط جانا چاہتا ہوں تاکہ خوب کماؤں اور پانچ دس لاکھ ریال لاؤں اور تمہارے لیے مکان اور زیورات بنادوں اور بیٹیوں کی شادی کردوں تو وہ بیوی کہے گی کہ پھر دیر کس بات کی ہے، اگر جانے کے لیے پیسے نہ ہوں تو میرا زیور حاضر ہے اسے بیچو یہ آخر کس کام آئے گا؟ تو دوستو! دنیا کے کاموں میں بیوی بچے حائل نہیں ہوتے لیکن اللہ کی محبت میں بعض دفعہ حائل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی کہ یا اللہ مجھے اپنی اتنی محبت دے دے کہ بیوی بچوں سے بھی زیادہ۔ اللہ سے اللہ کی محبت اپنی جان سے زیادہ اور اہل وعیال سے زیادہ مانگنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مانگتے ہیں وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ اور شدید پیاس میں پیاسے کو پانی سے جو محبت ہوتی ہے اے اللہ اس سے زیادہ اپنی محبت عطا فرما دیجئے۔ حضرت حاجی صاحب نے اپنے شعر میں اس حدیث کا گویا ترجمہ کر دیا۔

پیاسا چاہے جیسے آبِ سرد کو
تیری پیاس اس بھی بڑھ کر مجھ کو ہو

بتایئے شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے جو مزہ آتا ہے جب اس سے بڑھ کر مزہ ذکر و تلاوت میں آئے گا تو کوئی چھوڑے گا اللہ کا نام؟ پھر کوئی کرے گا

گناہ؟ یہ جو سستی اور غفلت ہے گناہوں کا ارتکاب ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے قلب میں وہ بات نہیں ہے ورنہ بتایئے شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ کہ رگ رگ میں جان آگئی۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت جان سے زیادہ اہل وعیال سے زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ مانگی ہے۔

تو اس وقت بیان میں نص قطعی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ سے اللہ تعالیٰ کی اشد محبت کی مطلوبیت بیان ہوئی پھر یہ محبت کیسے حاصل ہو اس کا طریقہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ اللہ سے مدد مانگئے اہل اللہ سے محبت کیجئے اَسْئَلُکَ بتاتا ہے کہ سوال کیجئے اللہ سے اللہ کی محبت کا اور وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ بتاتا ہے کہ کسی اللہ والے پر جان دے دیجئے۔ اس پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا ؎

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگ در پہ مرنا

اللہ پر مرنا آتا ہے کسی مرنے والے کی صحبت سے، جو اللہ پر فدا ہو رہا ہو اس پر فدا ہونے سے اللہ پر فدا ہونا آتا ہے، سجدے میں میرے شیخ اتنا روتے تھے کہ میں کیا بتاؤں آج تک ان کے رونے کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے اور تیسرا جز کہ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ اہل اللہ کی صحبت سے اللہ کی محبت بھی نصیب ہوگی اور اعمال کی توفیق بھی ہوجائے گی۔ پس اس وقت تک سانس نہ لیجئے جب تک اتنی محبت حاصل نہ ہوجائے یعنی اپنی جان سے زیادہ اپنے اہل وعیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کے نام میں مزہ آنے لگے۔

ٹیلی ویژن پر دینی پروگرام کا حکم

ارشاد فرمایا کہ ٹیلی ویژن پر جو دین کی تبلیغ اور تلاوت وغیرہ ہوتی ہے

ہمارے اکابر کی تحقیق یہی ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔ جس چمچے سے کوئی عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کررہی ہو اسی چمچے سے اگر آپ کو حلوہ پیش کرے تو آپ کھائیں گے؟ معلوم ہوا جو چیز غلاظت میں استعمال ہو اس کو نظافت کے آلہ کے طور پر استعمال نہیں کرتے۔ تو جس ٹی وی پر ابھی ناچ گانا ہو رہا ہے، عورتوں کا ناچ دِکھایا جارہا ہے اس کے فوراً بعد قرآن شریف کی تلاوت شروع ہوگئی یہ دین کے ساتھ مذاق ہے، توہین ہے۔ اب اگر کوئی اس کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے تو ہمارا مقصود بحث اور جرح نہیں ہے ہمیں اپنے بزرگوں کی تحقیق بتانی ہے۔ جیسے ایک گلاس میں پانی ہے، دس ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ پانی بالکل ٹھیک ہے لیکن ایک ڈاکٹر کا اختلاف ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ اس وقت کیا کریں گے؟ احتیاط پر عمل کریں گے اور وہ پانی نہیں پئیں گے تو دین میں کیوں احتیاط نہیں کرتے۔ کون ایسا حاجی اور جن ہے جو ٹیلیویژن پر بیٹھا ہوا ہے اور دین کی تقریر سن رہا ہے اور تسبیح بھی ہاتھ میں ہے اور سامنے جن صاحبہ پاندان لیے مع خاندان بیٹھی ہوئی ہیں، اس کے بعد ٹی وی پر جب سامنے کوئی مرد آجاتا ہے تو کیا جن صاحبہ اُٹھ کر بھاگتی ہیں یا کوئی عورت آگئی تو حاجی صاحب ٹی وی چھوڑ کر بھاگتے ہیں؟ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ٹیلیویژن سانپوں کا پٹارہ ہے، اس کا زہر کتے کا سا ہے جو آہستہ آہستہ اثر کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہردوئی کے اندر ایک لڑکے نے ٹیلیویژن میں ڈاکہ دیکھا۔ اس نے ڈاکوؤں سے مل کر خود اپنے گھر میں ڈاکہ ڈلوادیا اور ڈاکو اس کو بھی اٹھا کر لے گئے، لڑکا بھی گیا اور ٹیلیویژن بھی گیا۔ آہ! ہزاروں خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، نافرمانی پیدا ہوتی ہے، بے حیائی پیدا ہوتی ہے اور کیسے نہ ہوگی جبکہ آج کل ٹیلیویژن میں ایسی ننگی فلمیں دکھائی جاتی ہیں کہ شرم و حیا کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ ایک سید لڑکا بہت ہی نیک پانچوں وقت کا نمازی لیکن غلطی سے اس نے ایک ننگی فلم دیکھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ مہینے تک نماز نہیں پڑھی اس نے آکر مجھ سے کہا کہ مجھے بیماری ہوگئی ہے، میرے کپڑے ہر وقت ناپاک رہتے ہیں، سجدہ کرتا ہوں تو وہی ننگی عورت سامنے

ہوتی ہے۔ پھر اس کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی ضربیں بتائیں کہ نہا دھو کر خوشبو لگا کر اللہ کا نام لو اور کچھ مراقبہ بتا دیا اور چھ مہینے تک اس کے لیے دعا کی تب جا کے ٹھیک ہوا اور پھر ماشاء اللہ صحتمند بھی ہو گیا ورنہ معلوم ہوتا تھا کہ مرجائے گا۔ یہ حسین جان لیوا ہیں خالی ایمان ہی نہیں لیتے یہ جان بھی لیتے ہیں، آخرت تو تباہ ہوتی ہی ہے دنیا کی عارضی زندگی بھی تباہ ہوتی ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

آپ کہیں گے کہ زہر کیوں کھانا پڑتا ہے؟ اس لیے کہ اگر وہ معشوق مل گیا تو روزانہ حرام کاری سے نامرد ہو جائے گا تو پھر حکیم کے پاس جا کر روئے گا تو حکیم اسے کشتۂ سنکھیا کھلائے گا اور اگر معشوق نہیں ملا تو اس کی جدائی کے غم میں سنکھیا کھا کر مرجائے گا۔ تو دونوں صورتوں میں سنکھیا کھانا پڑا وصل میں بھی فصل میں بھی۔ اس تشریح کے بعد میرے شعر کی قدر کیجئے ؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

لہٰذا دوستوں ہمارے اکابر نے یہاں تک کہا ہے کہ ٹیلیویژن سے اگر تلاوت بھی ہو رہی ہے تو اس کو مت سنو اور مت دیکھو کیونکہ یہ ایک مجرمانہ آلہ ہے اس کے بعد گانا بجانا شروع ہو جائے گا آپ خود سوچیں کہ جس چمچے سے بچے کا پاخانہ صاف کیا گیا ہو اسی چمچے کو دھو کر آپ کو حلوہ پیش کیا جائے تو ایسا کرنے والے کو آپ دوست سمجھیں گے یا دشمن؟ بس دوستو میں اپنے بزرگوں کی بات پیش کر رہا ہوں اگر عقل میں سلامتی ہو گی تو ان شاء اللہ آپ کا دل قبول بھی کرلے گا کیونکہ یہ ایک کھلی بات ہے۔

مخلوط تعلیم کا مسئلہ

ارشاد فرمایا کہ اب یہاں اسکول کی تعلیم کا مسئلہ ہے۔ اس وقت آپ

کے یہاں جو اسکول ہیں ان میں بے پردہ نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کا آپس میں اختلاط ہوتا ہے لہٰذا ان کا دین و ایمان سب ختم ہوجاتا ہے، عشق بازی اور بدمعاشی میں مبتلا ہوکر شادی سے پہلے ہی شادی ہوجاتی ہے لہٰذا اپنی اولاد کو دوزخ میں جس کو ڈالنا ہو وہی اسکول بھیجے۔ سوچیے کہ لڑکے اور لڑکیاں ساتھ ہوں اور شہوت کی آگ نہ بھڑکے گی؟ آگ اور پیٹرول ساتھ رہ سکتے ہیں؟ پٹرول پمپ پر لکھا رہتا ہے No Smoking Please اور عرب میں لکھا ہوتا ہے ممنوع التدخین پٹرول پمپ کی تو حفاظت ہو رہی ہے آگ سے اور عشق کے پٹرول پمپ پر حسینوں کی آگ سے تباہی نہ پھیلے گی؟ لہٰذا حسینوں سے دور بھاگو اور گالوں کو سمجھو کہ سرخ انگارے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دیکھ ان آتشیں رخوں کو نہ دیکھ
ان کی جانب نہ آنکھ اٹھا زِنہار
دور ہی سے یہ کہہ الٰہی خیر
وقنا ربنا عذاب النار

اور غالب کہتا ہے ؎

آگرے کے شعلہ رُو ہیں آگ رے
بھاگ رے مرزا یہاں سے بھاگ رے

خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، چچازاد بہنوں اور اپنی سالی یعنی بیوی کی بہن سے پردہ لازم ہے تو غیر رشتہ دار نامحرموں سے اختلاط کیسے جائز ہوگا؟ کراچی کا واقعہ سن لیجئے۔ ایک صاحب بہت ہی دین دار تھے ڈاڑھی بھی رکھ لی تھی، لوگ ان کے پاس امانتیں رکھواتے تھے لیکن سالی سے پردہ نہیں کرتے تھے۔ اس ایک نافرمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے عشق میں مبتلا ہوگئے، بارہ بجے رات کو ڈاڑھی منڈائی اور سالی کو لے کر دوسرے ملک کو بھاگ گئے، چھوٹے چھوٹے بچے آج تک رو رہے ہیں کہ ابا

کہاں ہیں۔ لہٰذا پردۂ شرعی کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اس لیے اپنی بیوی کی بہنوں سے اور تمام نامحرموں سے پردہ کیجئے اور بھابھی سے تو اور بھی زیادہ خطرناک معاملہ ہے، اس سے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں شوہر کے بھائی سے پردہ کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے موت۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص ان سے بیعت ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو شرعی پردہ کرانا شروع کیا۔ ان کا بھائی آیا جو پہلے بھابھی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا لیکن اب ان کو باہر کھانا کھلا کر رخصت کر دیا تو بھائی صاحب ناراض ہو گئے اور کہا کہ میں اب کبھی تمہارے یہاں نہیں آؤں گا، تم میرے بھائی نہیں ہو تم نے میرا بائیکاٹ کیا، تم کیسے بھائی ہو۔ غرض سخت ناراض ہو گئے تو حضرت کو بلایا۔ حضرت نے ان کے بھائی کو بلایا اور پوچھا کہ آپ کیوں ناراض ہیں؟ کہا کہ بھائی کے یہاں آیا تھا، بھائی نے غیروں کی طرح معاملہ کیا، بھائی والا معاملہ نہیں کیا، بھابھی سے نہیں ملنے دیا۔ فرمایا کہ کیا آپ بھائی سے ملنے آئے تھے یا بھابھی سے؟ کہا کہ بھائی سے۔ فرمایا کہ بھائی ملا؟ کہا کہ ہاں ملا تھا۔ بھائی نے کھانا وغیرہ کھلایا تھا یا نہیں؟ کہا ہاں کھلایا تھا، تو پھر آپ کو کیا غم ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ بھائی سے نہیں بھابھی سے ملنے آئے تھے۔ حضرت نے جب یہ فرمایا تو بھائی کی سمجھ میں بات آ گئی اور ناراضگی دور ہو گئی۔ بہرحال اپنے گھروں میں شرعی پردہ کیجئے اور کسی کا بالکل خوف نہ کیجئے ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

خاندان سے مت ڈرو، معاشرہ سے مت ڈرو، معاشرہ کوئی چیز نہیں، زمانہ کوئی چیز

نہیں۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو لوگ ملاّ ہوکر یہ کہتے ہیں کہ بھائی کیا کریں ہم زمانے سے مجبور ہوگئے، معاشرہ سے مجبور ہوگئے، سوسائٹی سے مجبور ہوگئے تو مفتی اعظم پاکستان نے فرمایا کہ دیکھو زمانے کو خدامت بناؤ، زمانہ ہمارا خدا نہیں ہے۔ اب شعر سنو جو حضرت مفتی صاحب کا ہے ؂

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

زمانہ کیا چیز ہے؟ زمانہ ہم بناتے ہیں، ساری دنیا اگر بے پردہ ہوجائے آپ پردہ کیجئے، ساری دنیا بے ڈاڑھی ہوجائے آپ ڈاڑھی رکھ لیجئے، ساری دنیا خدا سے کافر ہوکر بھاگ جائے ہم مومن رہیں گے ان شاء اللہ، ہم اللہ پر جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ ایک صاحب نے کہا کہ اکیلا چنا بھاڑ کو کیسے پھوڑ سکتا ہے، سوسائٹی اور زمانہ تو بھاڑ ہے اور اکیلا چنا بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا تو ایک مجذوب نے اس کا کیا عمدہ جواب دیا کہ اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا خود تو پھوٹ سکتا ہے۔ تم اپنی جان اللہ پر فدا کردو تم اپنی جنت بنالو، تمہارا تو کام بن گیا۔

بعض بیہودہ رواج اور ان کا علاج

ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ یہاں بھی اور پاکستان کے بعض علاقوں میں بھی رواج ہے کہ سسر صاحب اپنی بہو کا، ساس اپنے داماد کا، بہن بھائیوں کا اور بھائی بہنوں کا بوسہ لیتے ہیں۔ یہ قطعی حرام ہے، خوب سمجھ لیجئے بلکہ بہت خطرناک بات ہے کہ اگر بوسہ لیتے ہوئے سسر کو شہوت پیدا ہوگئی تو بیٹے پر بہو ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی۔ سمجھ لیجئے، ساری زندگی زِنا ہوتا رہے گا۔ اسی طرح ساس نے داماد کا بوسہ لیا اور شہوت ہوگئی تو بیٹی ہمیشہ کے لیے داماد پر حرام ہوجائے گی۔ لہٰذا ان برائیوں کو مٹانے کے لیے محنت کیجئے ان شاء اللہ جب بار بار کہیں گے ضرور اثر ہوگا، رات بھر تہجد پڑھنے سے بہتر ہوگا کہ آپ کسی برائی کو مٹادیں۔

اس سے بھی زیادہ بری ایک اور رسم ہے۔ میں نے سنا ہے کہ یہاں منگنی کے بعد یعنی شادی کی بات پکی ہونے کے بعد لڑکا لڑکی کو لے کر پہاڑوں پر سیر وتفریح کے لیے لے جاتا ہے۔ تو سن لیجئے کہ یہ بالکل حرام ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ جب تک نکاح نہ ہوجائے اس کو پہاڑوں پر لے جانا، ادھر ادھر گھمانا یہ سب حرام ہے۔ یہ سب کر کے اللہ کو ناراض کرتے ہو، ظالمو نکاح کیوں نہیں کر دیتے۔

خواتین کو بے پردہ پڑھانے کی مذمت

اب رہا مدارسِ دینیہ میں پردہ کے ساتھ تعلیم کا مسئلہ۔ افریقہ میں ایک عالم سے میں نے کہا کہ جب لڑکیاں دس سال کی ہوجائیں تو ان سے پردہ شروع کردو۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی دس سال کے ہوجائیں تو دونوں کے بستروں کو الگ کردو، بھائی بھائی کے ساتھ، بہن بہن کے ساتھ نہ لیٹے، بدرجہ مجبوری بیٹی ماں کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ سوسکتا ہے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دس سال میں گناہ ہوسکتا ہے۔ لندن میں دس سال کی لڑکی حاملہ ہوئی ہے، ساری دنیا میں ٹیلیویژن پر دِکھایا گیا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اعتماد کرو۔ انبیاء علیہم السلام کو نفسیات کا بھی ماہر بنایا جاتا ہے۔ دوستو! اسی لیے عرض کررہا ہوں کہ لڑکیوں کو بے پردہ مت پڑھائیے ورنہ کس منہ سے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کی تفسیر کروگے؟ لڑکیاں کہیں گی کہ مولانا آپ یہ آیت پڑھا رہے ہیں اور ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مکتوم نابینا صحابی تھے یا نہیں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرایا یا نہیں؟ وہ صحابی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اس نابینا صحابی سے ازواج مطہرات اور صحابیات کو تو پردہ کرایا جارہا ہے اور آج بینا ملا کے لیے پردہ نہ ہو ذرا غور کیجئے۔ جب ہماری ماؤں نے کہا اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى کیا وہ اندھے نہیں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا لَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ کیا تم دونوں دیکھتی

نہیں ہو اَفَعُمۡیَا وَانۡ اَنۡتُمَا کیا تم دونوں نابینا ہو۔

تو افریقہ کے عالم صاحب نے بتایا کہ جب میں نے نظر نیچی کر کے پڑھانا شروع کردیا تو مہتمم صاحب کہنے لگے کہ مولانا اگر پڑھانا ہے تو لڑکیوں کی نظر سے نظر ملا کے پڑھاؤ۔ یہ جو آپ تصوف دِکھلا رہے ہیں لڑکیاں کیسے سمجھیں گی۔ ارے کچھ باتیں تو آنکھوں سے سمجھی جاتی ہیں۔ آہ! کتنی قابلِ افسوس بات ہے، ایسے مہتمم کو قیامت کے دن کتنا سخت عذاب ہوگا اگر توبہ نہ کی۔ ایک اللہ والا بے چارہ بچنا چاہتا ہے، نظر نیچی کرکے پڑھانا چاہتا ہے اس کو تم کہتے ہو کہ نظر ڈالو۔

تقویٰ سے پڑھانے کی ایک تدبیر

ارشاد فرمایا کہ بنگلہ دیش میں ایک عالم نے مجھ سے کہا کہ میں بخاری شریف پڑھاتا ہوں لیکن کبھی مجھ کو کافیہ کے طلبہ دے دیئے جاتے ہیں جو کم عمر اور حسین ہوتے ہیں۔ ان سے کیسے بچوں؟ میں نے ان کو طریقہ بتایا کہ جو لڑکے ڈاڑھی والے اور کم حسین ہیں ان کو سامنے رکھئے اور جو زیادہ حسین ہیں جن سے آپ کو مجاہدہ ہوتا ہے ان کو داہنے بائیں بٹھایئے تو وہ حسین نمکین لڑکے حاشیہ بن جائیں گے اور غیر حسین متن بن جائیں گے اور متن جلی ہوتا ہے اور حاشیہ خفی ہوتا ہے تو آپ کی آنکھوں کو ان کے حسن کی نوک پلک کا ادراک کم ہوگا۔ اس نسخے سے ان عالم کو فائدہ پہنچا، اتنی دعائیں دیں اور آج تک وہ ہمارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اب اگر کسی طالبِ علم کے دل میں شیطان یہ وسوسہ ڈالے کہ استاد مجھ پر شفقت نہیں کرتا تو آپ ان کو بتادیں کہ بھائی تم سے احتیاط مجھ پر شرعاً واجب ہے اور ان شاء اللہ آپ کو زیادہ فیض ہوگا کیوں کہ اللہ دیکھ رہا ہے کہ میرے خوف سے یہ استاد ان بچوں کو نہیں دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت دے گا، اس کے پڑھانے میں برکت دے گا، ان کے پڑھنے میں برکت دے گا۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں۔ بس حسینوں

سے ذرا فاصلہ رکھئے اس پر میرا شعر ہے ؎

میرے ایامِ غم بھی عید رہے
ان سے کچھ فاصلے مفید رہے

یعنی فاصلوں سے کسی کے حسن کا اگر غم رہے تو یہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ اس غم میں سکون چھپا ہوا ہے، تقویٰ سے سکون ملتا ہے، اس لیے حسینوں سے فاصلے مفید ہیں۔ مولانا تقی عثمانی نے یہ شعر سن کر فرمایا آپ کا یہ شعر نہایت حسین ہے۔ ان فاصلوں سے جو غم ہوگا اس غم سے کوئی نقصان نہیں ہوگا جیسے کسی کا کباب سے پرہیز ہو اور کباب کھانے کو دل چاہتا ہے تو اس کے غم سے کوئی نقصان نہیں ہوگا جب تک آپ کھائیں گے نہیں۔ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ روزہ میں پانی کی ٹھنڈی بوتل دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ پی لوں تو کیا تقاضے سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا اور اجر بڑھ جائے گا؟ اسی طرح حسن سے فاصلوں پر جو غم ہوگا اس سے قرب اور بڑھ جائے گا۔

ری یونین میں مجلس دعوۃ الحق کا قیام

پرسوں لندن سے میرے شیخ کا فون آیا کہ حکیم الامت نے برائیوں کو مٹانے کے لیے دعوۃ الحق قائم کی اور مشورہ دیا کہ ری یونین میں بھی قائم کرو۔ کراچی میں قائم کر چکا ہوں، پچاس حلقے بن چکے ہیں اور الحمدللہ جہاں جہاں بھی یہ کام ہو رہا ہے برائیاں مٹ رہی ہیں۔ میں نے یہاں پانچ حلقے بنا دیئے کہ اپنے اپنے حلقوں میں ایک ایک ناظم ہوگا، وہ ناظم اپنی پسند کا ایک نائب ناظم مقرر کرلے اور ایک خازِن اور سات آٹھ ممبر بن جائیں تو بس دعوۃ الحق قائم ہو جائے گی۔ کام کیا کرنا ہے؟ ہفتہ میں ایک آدھ گھنٹہ یا پندرہ بیس منٹ سہی دوستوں کو جمع کر کے آپ دین کی کوئی بات سنا دیں، ایک بورڈ لگا دیں ناظم فلاں نائب ناظم فلاں اور فلاں دن ہمارے یہاں

بیس منٹ کے لیے یا آدھا گھنٹہ کے لیے دینی اجتماع ہوگا، خواتین کا بھی پردہ سے انتظام رہے گا۔ حکیم الامت کی کوئی کتاب حیوۃ المسلمین یا ایک منٹ کا مدرسہ میرے شیخ کا تجویز کیا ہوا، حکایاتِ صحابہ سے کچھ دین کی باتیں سنا دیں اور دس منٹ ایک تسبیح لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی پڑھیں بس کافی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو سو دفعہ روزانہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے گا قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں تاریخ کے چاند کی طرح چمکتا ہوا ہوگا۔ ایک صاحب نے کہا کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چاہے نماز روزہ نہ کرے صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر یہ فضیلت ملے گی۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی بشارت کے مطابق جب کسی بندے کے لیے فیصلہ کرلے گا کہ اس کا منہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن کرنا ہے تو منہ اُجالا کرنے والے اعمال کی توفیق بھی دے گا اور منہ کالا کرنے والے اعمال سے حفاظت بھی کرے گا۔ آپ پڑھ کے تو دیکھو، افضل الذکر ہے اور مجلسِ نصیحت اور مجلسِ ذکر اور دو تین منٹ بیٹھ کر منکرات کو مٹانے کی اجتماعی کوشش کا مشورہ ہوجائے کہ ہم لوگ شادی بیاہ سنت کے مطابق کریں گے، آپس میں مشورہ کرو جتنے ممبر جڑتے جائیں آپ ممبر بڑھاتے جائیں، ممبر کم نہ کیجئے لہٰذا اس سلسلے میں یہاں پانچ جگہ مجلس دعوۃ الحق قائم کردی ہے اور جو حضرات اس کام میں دلچسپی لیں میں ان کو لبیک کہوں گا، مرحبا اور اہلاً وسہلاً کہوں گا لہٰذا میں ابھی پانچ منٹ میں ناظم بناؤں گا اور آپ ہی سے پوچھوں گا کہ آپ کا نائب ناظم کون ہوگا لہٰذا میری موجودگی میں اگر حلقے قائم ہوجائیں تو بہتر ہے ورنہ پھر آپ کو یہ ووٹنگ کرانی پڑے گی کہ ناظم کون ہوگا لہٰذا میں ناظم مقرر کردوں گا تو آسانی سے یہاں کے لوگ اسے قبول کرلیں گے۔

ری یونین میں دارالعلوم کے قیام کی تجویز

ارشاد فرمایا کہ اگر آپ دل سے چاہتے ہیں کہ ری یونین کے مسلمانوں

کی اولاد زانی اور بدکار نہ ہو اور کرسچین نہ بنے اور خدا اور رسول سے دور نہ ہو، تباہ و برباد نہ ہو تو ایک دارالعلوم ری یونین میں ہونا لازم ہے، یہاں کی زکوٰۃ، یہاں کے خیرات، یہاں کے صدقات کو اس کام میں صرف کریں۔ لیکن یہاں شاید اس کی زیادہ اہمیت نہیں ہے، جو غریب ممالک ہیں وہاں پیسہ جمع کرنا مشکل ہے۔ بہرحال ری یونین کے صدقات کو جمع کریں اور ایک زمین خریدیئے اور علماء کی ایک انجمن بنائیے اور اس کو رجسٹر کرائیے اور دارالعلوم کی زمین ذرا اچھی خاصی ہو تا کہ طلبہ دوڑ بھی سکیں اور فٹ بال بھی کھیل سکیں اور چونکہ بعد میں پھر زمین ملتی نہیں ہے، بعد میں بہت مشکل ہو جاتی ہے لہٰذا جب ایک دارالعلوم قائم ہو جائے گا تو حکومت کی طرف سے جو سولہ برس کی قید ہے ہم دارالعلوم میں اس کو منظور کریں گے ان شاء اللہ اور دارالعلوم میں فرانسیسی زبان بھی لازم کر دیں گے اور حفظ خانہ بھی ہوگا، طلبہ قرآن پاک و حدیث پاک بھی پڑھیں گے۔ طلبہ کو دیندار بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ طلبہ جزیرۃ القمر وغیرہ سے فرانس کے نومسلموں سے جو نیا نیا اسلام لائے کسی کو ایک گھنٹہ روزانہ دیں گے کہ بھائی تم بہشتی زیور اور حیوۃ المسلمین وغیرہ سنو نماز وغیرہ سیکھو، ان میں جو زیادہ عمر والے ہیں دن بھر نوکری بھی کریں، شام کو ہم اسی دارالعلوم میں ان کو نماز روزہ ایمان سکھائیں گے جو نئے نئے اسلام لا رہے ہیں تو اس کی برکت سے یہ ہوگا کہ وہ بچے جب ان مولانا حضرات میں رہ لیں گے تو کچھ ایمان روشن ہو جائے گا اور آئندہ کے لیے تحفظ رہے گا کہ وہ عیسائی نہیں ہو سکیں گے ان شاء اللہ۔

اور آخر میں ایک نصیحت عرض کرتا ہوں کہ جن کو اللہ نے پیسہ دیا ہے وہ اپنی دکانوں میں کرسچین نوجوان لڑکیوں کو نوکر نہ رکھیں کیونکہ سیلنگ تو زیادہ ہوگی اور ڈیلنگ بھی زیادہ ہوگی مگر میلنگ بھی زیادہ ہوگی جو آدمی خریدنے کے لیے جائے گا تو پالا انہی سے پڑے گا لہٰذا جتنا آنکھوں کا زِنا ہوگا اس کا گناہ سیٹھ صاحب کے اوپر جائے گا جس

نے عورتوں کو دو کانوں پر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو علمِ نفسیات بھی عطا فرمایا ہے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ سیٹھ تو بزرگوں کے صحبت یافتہ ہیں پچاس ساٹھ سال کے ہو گئے ان میں ماشاء اللہ حیا شرم ہے لیکن یہ اٹھارہ بیس سال کے نوجوان بچے جب اپنے ہاتھ سے کرسچین لڑکیوں کو تنخواہ دیں گے جو اپنی ٹانگیں کھولے ہوئے ہیں تو آپ بتائیے کہ جو نوجوان لڑکیوں کی ننگی ٹانگ دیکھے گا اس کی ٹانگ بچے گی؟ یہ ہمارے بچے ایک دن کرسچین لڑکیوں کے ساتھ زِنا میں مبتلا ہو جائیں گے بتاؤ پھر کیا حال ہوگا؟ پیسہ تو آیا، عارضی زندگی بن گئی اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی وتباہ ہو گئی۔ ایک بات پوچھتا ہوں کہ اگر ایک سیٹھ آئے اور کہے کہ میں ایک سال تک بریانی اور کباب کھلاؤں گا لیکن اس کے بعد دس سال تک صبح و شام اس کی کھوپڑی پر ایک ایک سو جوتے لگاؤں گا تو یہ بتائیے ایک سال کے مزے کے لیے کوئی ایسی کباب بریانی کھائے گا؟ پچاس ساٹھ سال کی زندگی کے لیے ہمیشہ کی زندگی تباہ کر دینا اپنی اولاد کو دوزخ میں ڈال دینا کتنی بڑی نادانی ہے اور جو خدا کو ناراض کر کے رزق حاصل کرے گا میں ابھی بتا رہا ہوں کہ وہ پھر ایک نہ ایک عذاب میں مبتلا رہے گا اور آخر میں دو نصیحت اور بھی عرض کرتا ہوں، نہ معلوم پھر ملاقات ہو یا نہ ہو ؎

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
مبادا پھر یہ وقت آئے نہ آئے

اتنا ضعف ہے کہ آئندہ سال پتہ نہیں کیا ہوگا۔ مجھے خود شبہ ہے مگر اللہ کی شان بہت بڑی ہے، اللہ چاہے تو مردے کو زندہ کرتا ہے، مجھے پھر اپنی رحمت سے جوان کر دے اور طاقت دے دے اور دین کا کام لے لے تو کیا بعید ہے۔

(۱) روزانہ اس کا مراقبہ کیجئے کہ اگر ہم اللہ کو راضی رکھیں گے تو ہم کو بالطف حیات ملے گی اور اگر ہم گناہ نہیں کریں گے، نظر بچائیں گے، گانا نہیں سنیں گے کرسچین لڑکیوں یا مسلمان لڑکیوں سے نظر بچائیں گے تو اللہ کا وعدہ ہے، وہ خالقِ حیات

لطفِ حیات کی ضمانت لیتا ہے اس آیت سے فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً اے ایمان والو! اگر تم ہم کو راضی رکھو گے، فرماں برداری سے رہو گے تو ہم تم کو بالطف زندگی دیں گے اور اگر تم نے حرام لذت حاصل کی وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا تو سمجھ لو کہ تمہاری آنکھیں تو لڑکیوں کی ٹانگ میں ہوگی لیکن ہم تمہارے قلب پر وہ عذاب نازل کریں گے کہ تم کبھی چین نہیں پاؤ گے، تمہاری حیات کو ہم تلخ کردیں گے، بالطف حیات کے لیے جملہ فعلیہ نازل فرمایا فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ بانون ثقیلہ لام تاکید کے لیے آتا ہے تاکہ قیامت تک لوگوں کو معلوم ہو کہ میری بات بہت بھاری ہے، بہت وزنی بات پیش کررہا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نون ثقیلہ کی ضرورت نہیں، وہ اتنے بڑے اللہ ہیں کہ ان کا معمولی حکم بھی ہمارے لیے بہت بڑا ہے لیکن اس لیے نازل کیا لام تاکید بانون ثقیلہ تاکہ لوگ اس کو سرسری نہ سمجھیں لہٰذا بالطف حیات آپ لوگ چاہتے ہیں یا نہیں؟ لیکن لطف کہاں لینے جارہے ہو؟ بھائی ہم لوگوں سے کان میں شیطان کیا کہتا ہے کہ ارے لطف لے لو، لڑکیوں کو دیکھ لو لیکن اللہ میاں کیا فرمارہے ہیں کہ اے نالائقو! تمہاری زندگی کے ہم خالق ہیں، تمہاری حیات کا لطف میرے قبضے میں ہے، تم فرماں برداری کے راستے سے مجھ کو خوش کردو تو تم کو ایسا لطفِ حیات دوں گا، آسمان سے اتنی خوشی برساؤں گا کہ سلاطین کو اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، مالداروں کو، فیکٹری والوں کو، رات دن بدکاری زنا شراب والوں کو اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا جو اللہ اپنے فرماں برداروں کو سکون اور خوشی دیتا ہے، خالقِ خوشی کون ہے؟ اللہ ہے، جو اللہ کو خوش رکھتا ہے اللہ اس کے دل پر خوشیوں کی بارش کردیتا ہے۔

اور دوسری آیت کا کیا مراقبہ ہے فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا جملہ اسمیہ ہے کہ جو مجھ کو ناراض کرے گا اس کو ہم دائماً تلخ زندگی دیں گے۔ بس دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ یا اللہ! اپنی رحمت

سے ہماری گذارشات کو قبول فرما، ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما، اللہ والی حیات نصیب فرما اور تقویٰ کی زندگی عطا فرما، یا اللہ! اختر کی حاضری کو قبول فرما، جن لوگوں نے سنا اور جس نے سنایا یارب العالمین سارے ہی لوگوں کو صاحبِ نسبتِ اولیاءِ صدیقین بنادے، وہ نسبت عطا فرمادے جو اولیاءِ صدیقین کی آخری سرحد ہے وہاں تک پہنچادے اپنی رحمت سے اور ہم سب کے دل و جان کو اپنی ذات پاک کے ساتھ اس طرح چپکالے کہ سارا عالم ہم کو آپ سے الگ نہ کرسکے، اے رب العالمین ہم تھوڑے سے وقت میں سب چیزیں آپ سے نہیں مانگ سکتے بے مانگے ہم کو عطا فرمادیجئے دنیاوی بھی اور اُخروی بھی، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

مجلس بعد عشاء، خانقاہ سینٹ پیئر

ری یونین میں طوفانِ حسنِ عریاں

ارشاد فرمایا کہ ایک بات سمجھ لیجئے کہ اگر ری یونین میں تقویٰ سے رہنا ہے تو ذکر اللہ زیادہ کرنا ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا جب جہاد ہورہا ہو تو ثابت قدم رہو لیکن یہ ثابت قدمی کی طاقت کہاں سے آئے گی؟ حالتِ جہاد میں مرغی کا سوپ اور سیب کا جوس پینے کا کہاں موقع ہوتا ہے، اس لیے فرمایا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا مرغیوں کا خالق، بادام کا خالق ساری دنیا کی طاقت دینے والی غذاؤں کا خالق میں ہوں، میں مقیت ہوں یعنی خَالِقُ الْاَقْوَاتِ الْبَدَنِیَّۃِ بھی ہوں اور خَالِقُ الْاَرْزَاقِ الرُّوْحَانِیَّۃِ بھی ہوں یعنی جسم کو طاقت دینے والی غذاؤں کا بھی خالق ہوں اور روح کو طاقت دینے والی

غذاؤں کا یعنی علومِ معرفت ومحبت کا بھی خالق ہوں پس میرا نام لو، تم میں ایسی طاقت آئے گی کہ ثابت قدم رہو گے۔ لہٰذا ری یونین میں حسینوں سے جہاد ہو رہا ہے، یہاں حسینوں کا سیلاب حسینوں کا طوفان آیا ہوا ہے لہٰذا ان کے خلاف جہاد میں اگر ثابت قدم رہنا ہے تو کثرت سے ذکر کرنا ہے۔ جب ہوائی جہاز مخالف ہوا کے طوفان میں پھنس جاتا ہے تو پائلٹ اس کی رفتار کو تیز کر دیتا ہے ورنہ جہاز گر جائے گا یا ہوا اس کو دھکیل کر پیچھے لے جائے گی، چونکہ ری یونین میں طوفانِ نظر بازی ہے، طوفانِ حسنِ عریاں ہے، میرے الفاظ کو غور سے سنئے گا، طوفانِ حسنِ عریاں واہ کیا رومانٹک لفظ ہے! بتاؤ یہ لفظ مزے دار ہے یا نہیں؟ جوانی کا عالمِ شباب رکھنے والو! اس بڈھے میں بہت سے عالمِ شباب چھپے ہوئے ہیں، جو خالقِ شباب سے رابطہ رکھتا ہے اس پر بے شمار شباب برستا ہے، اللہ تعالیٰ تقویٰ سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ چونکہ یہاں طوفانِ حسنِ عریاں ہے اس لیے شہوت کی آگ کو بجھانے کے لیے فائر بریگیڈ کی ضرورت ہے اور وہ کیا ہے؟ مولانا رومی فرماتے ہیں؎

نارِ شہوت چہ کشد؟ نورِ خدا

اگر عیسائی عورتوں کی ٹانگوں پر اچانک نظر پڑ جائے جس سے شہوت کی آگ پیدا ہو جائے تو اس کا علاج تو ضرور کرو لیکن علاج کے بہانے دیکھنے کی کوشش مت کرو کہ پہلے دیکھیں گے پھر علاج کریں گے، زہر کھانے کے بعد علاج کروانے سے آدمی صحیح تو ہو جاتا ہے مگر قے کرنی پڑے گی جس سے کمزوری ہو جاتی ہے، مثلاً اگر آدمی سوچے کہ اگرچہ گلاب جامن میں زہر ہے لیکن میں زہر کھا لیتا ہوں کیونکہ گلاب جامن بہت مزے دار ہیں بعد میں قے کرلوں گا تو قے تو کرلو گے اور زہر بھی نکل جائے گا مگر زبردست کمزوری ہو جائے گی لہٰذا گناہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ نارِشہوت کو کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ اے دنیا والو! سن لو اللہ کا نور اس شہوت کی آگ کو بجھا سکتا ہے مگر اللہ کا نور کیسے ملے گا؟ اللہ کے ذکر سے ملے گا، اللہ والوں سے ملے گا اور اسبابِ گناہ سے بچنے میں ملے گا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جب دوزخ دوزخیوں سے بھر جائے گی تو اللہ تعالیٰ جہنم سے پوچھیں گے کہ کچھ اور چاہیے تو جہنم کہے گی هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ یا اللہ اور لائیں اور لائیں ابھی میرا پیٹ نہیں بھرا تو اللہ تعالیٰ جہنم میں کسی بے گناہ کو نہیں ڈالیں گے لہٰذا اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے حَتّٰى يَضَعَ قَدَمَهٗ تب جا کے جہنم کا پیٹ بھرے گا۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو پاؤں سے پاک ہیں اس سے مراد اللہ کی خاص تجلی ہے کہ ایک خاص تجلی جہنم پر ہوگی جس سے اس کا پیٹ بھر جائے گا۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایسے ہی گناہ سے کبھی پیٹ نہیں بھرتا ایک عورت کو دیکھو گے تو دل کہے گا کہ دس کو اور دیکھ لو، ایک زِنا کوئی کرے گا تو دل کہے گا ایک ہزار زنا اور کرلو، مرجائے گا مگر گناہ سے نجات نہیں ملے گی سوائے اس کے کہ نفس دوزخ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی تجلی آجائے یعنی اللہ کے ذکر سے کوئی تجلی خاص ہوجائے، کوئی فیضانِ خاص ہوجائے تو ان شاء اللہ اس کو آگ سے بچالیں گے اور پھر اس کو نظر بچانے میں اتنا مزہ آئے گا جیسے سلطنت مل گئی ہو، ہر نظر کی حفاظت پر اسے اللہ کی طرف سے ایک سلطنت نصیب ہوتی ہے، حلاوتِ ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ بھی خوش ہوتا ہے کہ الحمد للہ! اللہ نے ان مرنے والی لاشوں کو دیکھنے سے بچالیا، اگر ان کے ڈسٹمپر کو دیکھتے تو دل میں اس کا تخیل داخل ہوجاتا ہے، جس نے ان حسینوں کی ٹانگ کو دیکھا یا گال دیکھا بس سمجھ لو کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ بالکل بے کار ہوگیا۔ کیونکہ اگر آپ گناہ سے نہیں بچیں گے تو آپ کا نور کامل نہیں ہوگا اور نورِ نسبت سے محروم رہیں گے۔

اس کی مثال میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دو چور گھس گئے، پہلے زمانہ میں لائٹ وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا اوراس کے گھر چراغ بھی نہیں تھا، آگ بھی نہیں تھی، وہ چقماق پتھر رگڑ کر آگ جلاتے تھے تو گھر والے نے اپنے سرہانے چقماق پتھر رکھا ہوا تھا، جب اس کو محسوس ہوا کہ کوئی شخص گھر میں گھس گیا ہے تو اس نے جلدی سے پتھر پر پتھر مارا تاکہ کچھ روشنی ہوجائے، تو ایک چور تو مال سمیٹنے میں لگ گیا اور دوسرے نے چقماق کی روشنی پر انگلی رکھ دی تاکہ روشنی بجھ جائے، اور اندھیرا ہوجائے، چقماق پتھر سے اتنی تیز آگ نہیں نکلتی کہ انگلی جل جائے، ہلکی سی آگ نکلتی ہے پھراس آگ سے چراغ وغیرہ جلاتے تھے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا ہے اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ روح تو اللہ کے ذکر سے منور ہونا چاہتی ہے مگر نفس ظالم اس پر انگلی رکھ دیتا ہے، کوئی گناہ کرا کے اس کی روشنی کو ختم کردیتا ہے، وہ ساری زندگی کولہو کا بیل ہی رہتا ہے، کولہو کا بیل چلتا تو رہتا ہے لیکن جہاں سے چلتا ہے گھوم کر پھر وہیں آجاتا ہے۔

اس پر ایک لطیفہ یاد آگیا۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک منطقی منطق پڑھ کر تیل خریدنے گیا تو تیلی سے کہا کہ بھائی بیل کی گردن میں گھنٹی کیوں لگا رکھی ہے؟ تیلی نے جواب دیا کہ اگر یہ چلتا ہے تو آواز آتی ہے اور میں اطمینان سے اپنے گھر کے دوسرے کاموں میں لگا رہتا ہوں کیونکہ مجھے اس گھنٹی کی آواز سے پتہ چلتا ہے کہ میرا بیل چل رہا ہے تو اس منطقی نے کہا کہ اگر بیل چلنے کے بجائے ایک جگہ کھڑا ہوکر گردن ہلانے لگے تو بھی گھنٹی کی آواز تم کو پہنچے گی اُس وقت کیا کروگے؟ اس تیلی نے کہا کہ میرا تیل واپس کرو، اس نے تیل لیا اور پیسے واپس کرکے کہا کہ پھر کبھی ادھر مت آنا، مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری صحبت سے میرا بیل کہیں ایسا ہی نہ کرنے لگے، اگر میرا بیل بھی منطقی

ہوگیا تو میری زندگی مصیبت میں پڑ جائے گی، یہ منطق آپ ہی کو مبارک ہو۔ پس ہر جگہ منطق نہیں فٹ کرنی چاہیے، تیل بھی گیا اور تیلی سے دشمنی بھی ہوگئی۔

تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ نارِ شہوت یعنی خواہشات کی آگ کو اگر کوئی گناہ سے بجھانا چاہے کہ جب جی چاہے ان کی ٹانگوں کو دیکھ لے تو یہ آگ اور بڑھ جائے گی، جو گناہ کر کے گناہ کے تقاضوں کو خاموش کرنا چاہتا ہے اس کی مثال حکیم الامت نے یہ دی ہے کہ وہ پاخانے کو پیشاب سے پاک کر رہا ہے جس سے ناپاکی اور بڑھ جائے گی لہٰذا جو خواہشات کی آگ کو گناہوں سے بجھانا چاہتا ہے اس سے خواہشات کی آگ اور بڑھ جائے گی۔

حکیم الامت کو ایک شخص نے لکھا کہ نظر بچانے میں بہت تکلیف ہو رہی ہے، حضرت نے فرمایا کہ نظر بچانے میں کتنی دیر تکلیف ہوتی ہے اور دیکھنے میں کتنی دیر تکلیف ہوتی ہے؟ اس نے لکھا کہ جب نظر بچالیتا ہوں تو تین منٹ تک تکلیف ہوتی ہے، وسوسہ آتا ہے کہ نہ جانے یہ کیسی رہی ہوگی اور نہ جانے وہ کیسا رہا ہوگا لیکن جب نظر ڈالتا ہوں تو بہتّر گھنٹے تڑپتا ہوں کہ آہ! اس کی کیسی ناک تھی، کیسی آنکھیں تھیں تو حکیم الامت نے فرمایا کہ اب خود فیصلہ کرلو کہ نہ دیکھ کر تھوڑی دیر تکلیف اٹھانا بہتر ہے یا بہتّر گھنٹے یعنی تین دن تڑپنا بہتر ہے۔ اسی لیے جب موت ہوجاتی ہے تو تین دن غم رہتا ہے اس لیے تعزیت تین دن تک مسنون ہے۔ پس بدنظری سے ایمانی موت ہوگئی اس لیے تین دن بے چینی اور غم رہتا ہے لہٰذا نظر بچانے ہی میں عافیت ہے۔ اب بتایئے! ذرا سی دیر کے لیے اللہ کے خوف سے نظر ہٹائی اور دل میں حلاوتِ ایمانی پا گیا اور بے چینی سے نجات مل گئی۔

علامہ ابن القیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بصارت کو اللہ پر فدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت میں حلاوتِ ایمانی داخل کر دیتا ہے اور محسوس

بھی کرتا ہے کہ میں پا گیا ہوں، اور جب کبھی نظر بچانے کی توفیق ہو اللہ تعالیٰ سے ایک سودا کرلو اور یہ دعا کرلو کہ اے خدا یہاں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے میں نے نظر بچائی، میں دیکھ سکتا تھا لیکن آپ کے خوف سے میں نے نہیں دیکھا، آپ کو خوش کرنے کے لیے میں نے اپنی حرام خوشی کو چھوڑا، میں نے اپنی ناجائز خوشی کو آپ کی خوشی پر فدا کردیا لہٰذا مجھے حلوۂ ایمانی عطا فرمادیجئے اور جس کو حلاوتِ ایمانی نصیب ہوگئی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

ایمان پر خاتمہ کے چار نسخے

لہٰذا ری یونین کی سڑکوں پر نظر بچا حسنِ خاتمہ کا سودا کرلو۔ اب آپ کہیں گے کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ کیونکہ اہلِ علم حضرات کو دلیل چاہیے ملا آں باشد کہ چپ نہ شود لہٰذا اب دلیل بھی سن لیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دلیل دی ہے کہ اے ملا حضرات اور میں بھی ملا ہوں، آپ کی برادری کا ہوں، تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَ قَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْباً لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَداً اللہ جس کو ایک دفعہ حلاوتِ ایمانی دیتا ہے پھر واپس نہیں لیتا اور جب حلاوتِ ایمانی قلب سے نہیں نکلے گی تو اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا لہٰذا نظر بچانے پر خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ پس نظر بچا کر حسنِ خاتمہ کا فیصلہ کرالو اور حسنِ خاتمہ کا دوسرا نسخہ یہ ہے کہ کسی سے اللہ کے لیے محبت کرلو، اب اللہ والی محبت شیخ ہی سے زیادہ ہوتی ہے لہٰذا اس کا بھی خاتمہ ایمان پر ہوگا کیونکہ بخاری شریف کی روایت ہے جس نے اللہ کے لیے کسی سے محبت کی لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایمان کی حلاوت دیں گے جو کبھی واپس نہیں لیں گے اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

ایمان پر خاتمہ کے دو نسخے بتادیئے، ایک تو سڑکوں پر نظر بچانا ہے اور دوسرا کسی اللہ والے سے محبت کرنا ہے، سڑکوں پر خواتین سے اپنے سوا تین نہ

بجوائیے۔ مزاحاً کہتا ہوں کہ دیکھو! چابی مت کہو، کنجی کہو کیونکہ چابی کا وزن بھابھی سے مل جاتا ہے اور سواتین بھی مت بولو کیونکہ سواتین کا وزن خواتین سے مل جاتا ہے، اس لیے تین بج کے پندرہ منٹ کہو، ان کے سایہ سے اور وزن سے بھی بچو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں شراب کے مٹکے بھی تڑوا دیئے تھے کہ ہوسکتا ہے ظرف کو دیکھ کر مظروف یاد آجائے تو یہ لغات جو ہیں یہ ظرف ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کو بولنے سے مظروف یاد آجائے، وزن یاد آجائے۔

اور حسنِ خاتمہ کا تیسرا نسخہ مسواک ہے، مسواک کرنے سے بھی خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ علامہ شامی کی عبارت دیکھو فرماتے ہیں کہ اِنَّ سُنَّۃَ السِّوَاکِ یُذَکِّرُ کَلِمَۃَ الشَّھَادَۃِ عِنْدَ الْمُوْتِ یعنی مسواک کی سنت موت کے وقت کلمۂ شہادت کو یاد دلائے گی اور چوتھا نسخہ اذان کے بعد کی دعا ہے، اس کے پڑھنے سے کیا ہوگا؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حَلَّتْ بِہٖ شَفَاعَتِیْ کہ جو اذان کے بعد کی دعا پڑھے گا میری شفاعت اس پر واجب ہوجائے گی۔ شارحینِ حدیث لکھتے ہیں کہ حَلَّتْ بمعنی وَجَبَتْ کے ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوجائے گی تو فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ یعنی اس میں حسنِ خاتمہ کی خوشخبری کی طرف اشارہ ہے۔

جمعہ کے دن کی موت کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ اللہ کرے ہم سب کو جمعہ کے دن موت آئے اور جمعہ کے دن انتقال نصیب ہو کیونکہ حدیثِ پاک ہے:

﴿مَا مِنْ مُسْلِمٍ اَوْ مُسْلِمَۃٍ یَمُوْتُ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ اَوْ لَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ اِلَّا وُقِیَ عَذَابَ الْقَبْرِ وَ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَ لَقِیَ اللہَ وَ لَا حِسَابَ عَلَیْہِ وَ

جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ مَعَہٗ شُھُوْدٌ یَّشْھَدُوْنَ لَہٗ اَوْ طَابِعٌ ۞

(مرقاۃ المفاتیح، با ب الجمعۃ)

جو جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو مرے گا اسے قبر میں عذاب نہیں ہوگا اور قیامت کے کوئی حساب نہیں ہوگا اور میدانِ حشر میں وہ اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مہر لگی ہوگی ۔ یہ حدیث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ عظیم نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھی ہے اور اپنی یہ تحقیق پیش کی ہے فَاِنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ یَحْتَمِلُ الْاِطْلَاقَ وَالتَّقْیِیْدَ یہ حدیث محتمل ہے کہ قیامت تک سوال و جواب نہ ہو اور مقید بھی ہو سکتی ہے مگر فرماتے ہیں وَ الْاِطْلَاقُ ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاَوَّلُ ھُوَ الْاَوْلٰی نَظْرًا اِلٰی فَضْلِ الْمَوْلٰی اس حدیث کو مطلق رکھنا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں مولیٰ کے فضل پر نظر ہے اور مقید کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل کے منافی ہے کیونکہ اللہ کی رحمت سے بعید ہے کہ جمعہ کے دن تو عذاب نہیں ہوگا اور ہفتہ کے دن سے کھنچائی شروع ہو جائے گی۔ آہ! ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزا دے، کیا علوم ہیں ان حضرات کے! فرماتے ہیں کہ بس اس حدیث کو مطلق رکھو کیونکہ مولیٰ کے فضل پر نظر ہے کہ قبر میں قیامت تک حساب نہیں ہوگا۔

اب رہ گیا یہ کہ جمعہ کے دن اتنا ثواب کیوں ہے؟ تو جو اللہ بیت اللہ میں ایک لاکھ کا ثواب رکھ سکتا ہے، جو اللہ اپنے گھر کو شرف دے سکتا ہے، مکان کو شرف دے سکتا ہے وہی اللہ زمان کو یعنی جمعہ کے دن کو بھی شرف دے سکتا ہے، یہ شرفِ زمانی ہے، وہ شرفِ مکانی ہے۔ مکان اور زمان کا خالق اللہ ہے، وہ شرفِ مکانی دینے پر بھی قادر ہے اور شرفِ زمانی دینے پر بھی قادر ہے۔ اس لیے ملا علی قاری فرماتے ہیں لیس فی فضل ھذا الحدیث مجال للقیاس و النظر اس حدیث کی فضیلت میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ آپ قیاس اور عقل لڑائیں اعتماداً علی قول الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اعتماد کرو کہ جو جمعہ کے دن مرے گا اس کو عذابِ قبر نہیں ہوگا، اس پر قیامت کے دن شہیدوں کی مہر لگی ہوگی و **لا حساب علیه** اور قیامت کے دن اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ اس لیے اللہ سے دعا کرو کہ اللہ اپنی رحمت سے جمعہ کے دن ہم سب کی موت مقدر فرمادے کیونکہ یہ چیز اختیاری نہیں ہے۔

حضرت حاجی صاحب کی کرامت

ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے عالم نے حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لیجیے لیکن میں بیعت اس شرط پر ہوں گا کہ میں تہجد نہیں پڑھوں گا، مجھ سے نہیں ہوتا رات کا اُٹھنا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اچھا مرید ہو کر شرط لگا رہے ہو تو پھر پیر بھی شرط لگائے گا وہ یہ ہے کہ آپ تھوڑا سا ہمارا بتایا ہوا خمیرہ چاٹ لیا کرو یعنی کچھ ذکر کر لیا کرو۔

ان عالم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی شرط قبول کرتا ہوں آپ ذکر بتا دیجئے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر بتا دیا، انہوں نے ذکر کیا اور عشاء کے بعد سو گئے، رات کے پچھلے پہر خارش شروع ہوئی تو کھجانے لگے جس سے سوزش پیدا ہوئی تو کہنے لگے کہ لاؤ اس کو دھولوں اور جب دھونے لگے تو چہرہ بھی دھولیا پیر بھی دھو لیے اس طرح وضو ہو گیا تو کہا چلو نماز بھی پڑھ لو پھر صبح ہنستے ہوئے حاجی صاحب سے کہا کہ حضرت خوب ترکیب نکالی، اپنی توجہ کے فیضان سے آپ نے مجھے تہجد پڑھوا دی ورنہ میرا ارادہ نہیں تھا۔ اس کے بعد پوری زندگی تہجد نہیں چھوٹی۔ تو اللہ والوں کے تعلق کی برکت سے کمیت اور کیفیت دونوں نعمتوں میں ترقی ہوتی ہے خاص کر کیفیت میں، اگر آپ نے کسی اللہ والے کو نہیں پکڑا تو آپ کی دو رکعت نفل دو رکعت ہی رہے گی لیکن اگر کسی اللہ والے سے تعلق جوڑ لیا اور اس کی

صحبت میں رہ کر اللہ کے عارف ہوگئے تو عارف باللہ کی دو رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعات سے افضل ہے کیونکہ اللہ والوں سے درد بھرا دل ملتا ہے، معرفت ویقین ملتا ہے جس سے دو رکعت نفل ایک لاکھ رکعات نفل سے افضل ہو جاتی ہے۔

حضرت والا کا عظیم الشان فہمِ دین

جب کوئی مبارک رات آتی ہے تو میں اس میں کسی حدیث شریف کا درس دیتا ہوں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی دین کا مضمون سن لے تو ایک ہزار رکعت سے افضل ہے، میں کمزور ہوں ایک ہزار رکعت نفل نہیں پڑھ سکتا ہوں، اس وجہ سے کوئی مضمون بیان کر دیتا ہوں جس سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک ہزار رکعت کا ثواب مل جائے گا۔

صحبتِ اہل اللہ کی مدت

تو دوستو یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ والوں کی صحبت بنیادی چیز ہے **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ **خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ** یعنی اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ اُن جیسے بن جاؤ۔ پہلے زمانے میں بزرگوں نے تزکیۂ نفس کے لیے دو سال کی مدت رکھی تھی، اگر کوئی عالم ہے تو دس سال درسِ نظامی کے لیے اور دو سال درسِ ایمانی کے لیے لیکن حاجی صاحب نے اس مدت کو چھ مہینہ کر دیا اور حکیم الامت نے اسی پر عمل کیا یعنی چھ مہینے حاجی صاحب کی خدمت میں مکہ مکرمہ رہے اور پھر واپس ہندوستان آگئے۔ حکیم الامت نے دیکھا کہ اب علماء حضرات بہت مشغول ہوگئے ہیں، عموماً غریب لوگ مولوی بنتے ہیں اور جہاں عالم ہوئے تو ماں باپ کہتے ہیں کہ کچھ کما کر لاؤ ہم بڈھے ہوگئے ہیں۔ اس لیے اب کسی کو چھ مہینے لگانا مشکل ہوگیا ہے تو حکیم الامت نے فرمایا کہ چھ مہینہ کے بجائے چالیس

دن کافی ہیں اور اب حکیم الامت کے اس ادنیٰ غلام نے بیس دن کردیئے ہیں کیونکہ یہاں معلوم ہوا کہ کمیٹی والے مولویوں کو چھٹی نہیں دیتے لہٰذا چالیس دن کی چھٹی جب نہیں ملتی تو چلو بیس اکیس دن کے لیے آجاؤ۔ مرغی انڈے کو اکیس دن تک اپنے پروں کے نیچے رکھ کر گرمی پہنچائے تو اس میں جان آجاتی ہے، تو میں نے دل میں سوچا کہ جب اللہ اکیس دن میں مردہ انڈے کو زندہ کردیتا ہے تو ایمان کی برکت سے علماء حضرات کو اکیس دن میں وہ سب کچھ دے سکتا ہے جو چالیس دن میں دے گا لہٰذا میں نے اپنے ان دوستوں کو جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے پاس کراچی آنا چاہتے ہیں اکیس دن ہی بتایا ہے۔ میں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اکیس دن ہی میں اُن کو چالیس دن کا نفع عطا فرمائے، آمین۔

۲۵/ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۳/ستمبر ۱۹۹۳ء، دوشنبہ، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیئر، ری یونین

فجر کی نماز کے بعد حضرت والا دامت برکاتہم نے احمد ولی صاحب سے فرمایا کہ ابھی سیر کو چلنا ہے اور راستہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو ساتھ لے لیں گے، ان سے اپنے اشعار سننے ہیں، انہوں نے مولوی داؤد کے والد صاحب کے یہاں پڑھا تھا، بہت اچھی آواز ہے، یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔ چنانچہ ایک گاڑی میں حضرت والا کے ساتھ احقر اور حاجی احمد صاحب اور مولانا داؤد صاحب تھے اور دوسری گاڑی میں مولانا عمر فاروق، فاروق ایس ایس، الیاس صاحب وغیرہ تھے۔ راستہ میں سینٹ لوئیس سے مولانا ثناء اللہ صاحب کو لیا، تھوڑی دور ایک جنگل تھا جس میں ایک تالاب تھا اور دوسری طرف سمندر تھا، سمندر کی موجوں میں آج بہت جوش تھا، سمندر کے کنارے قالین بچھا دیا گیا،

حضرت والا اور دوسرے ساتھیوں نے اشراق کے نوافل پڑھے پھر حضرت والا بہت دیر تک دعا مانگتے رہے، اس کے بعد سب لوگوں نے لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اللہ کی ایک تسبیح پڑھی، پھر تالاب کے کنارے درختوں کے نیچے سبزہ پر دری بچھا دی گئی، حضرت والا اور ہم سب خدام سمندر کے کنارے سے اٹھ کر وہاں بیٹھ گئے، پھر مولانا ثناء اللہ صاحب نے نہایت خوش الحانی سے حضرت والا کی یہ غزل پڑھی ؎

لذتِ ذکر نامِ خُدا ہے چمن
اور غفلت کی دنیا ہے دشت و دمن

حضرت والا دامت برکاتہم کے درد بھرے اشعار مولانا ثناء اللہ صاحب کی درد بھری آواز میں سن کر سب کے دل اللہ کی محبت سے گرم ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اب چلنا چاہیے بھوک لگ رہی ہے اور احقر کو مخاطب کرتے ہوئے برجستہ یہ شعر فرمایا ؎

چلو میر صاحب رہائش کی جانب
مجھے کچھ سموسہ کی یاد آ رہی ہے

اور فرمایا کہ الفاظ کچھ ہوتے ہیں معانی کچھ اور ہوتے ہیں، ہر لفظ سے مقصود اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیسی کیسی نعمتیں کھلاتے ہیں لہٰذا اب ان کی نعمتوں میں مشغول ہو کر ان کو یاد کرو۔ جس کے دل میں اللہ ہوتا ہے پھر اسے ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے، جیسے مثنوی میں مولانا رومی نے لکھا ہے کہ زُلیخا جب کوئی بات کرتی تھی تو اس کا مقصود حضرت یوسف علیہ السلام ہوتے تھے، کبھی کہتی تھی کہ آج پتے تالیاں بجا رہے ہیں قوالیاں کر رہے ہیں، منشاء اس کا حضرت یوسف علیہ السلام ہی کو یاد کرنا تھا۔

بعد ظہر احقر سے فرمایا کہ فلاں کام کر لو پھر فوراً فرمایا کہ کر لیجیے، میں جلدی میں اس طرح کہہ دیتا ہوں کچھ خیال نہ کرنا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت جب

کر لیجئے فرماتے ہیں تو مجھے اتنا مزہ نہیں آتا جتنا اس وقت آتا ہے جب حضرت فرماتے ہیں کہ یہ کرلو اور اگر کبھی یوں فرمادیتے ہیں کہ تو یہ کام کرلے تو روح مست ہوجاتی ہے۔ اس پر حضرت والا نے برجستہ یہ شعر فرمایا ؎

عشقِ مردہ سے عشقِ زندہ تک
میرؔ پہنچا ہے کیسا تابندہ

مِزاح

پھر کھانے کا وقت ہوگیا، دسترخوان پر گائے کا گوشت بھی تھا فرمایا کہ اُس دن پہاڑ پر دیکھا تھا کہ یہاں کی گائیں بہت تگڑی ہیں پھر احقر سے مزاحاً فرمایا کہ اگر کوئی گائے آپ کو دیکھ لیتی تو کہتی کہ اے میرے سردار! آپ کی باڈی مجھے بہت محبوب ہے کیونکہ میرا بیل جو تھا وہ اِسی قسم کا تھا، اُس کی صحبت سے ہم عرصہ سے محروم ہیں، اس کے بعد وہ گائے ایک بات اور کہتی کہ سنا ہے آپ کے پاس کوئی گائے نہیں ہے، ہم میں سے جس کو چاہیں آپ سلیکٹ (Select) کرسکتے ہیں، ہم آپ کو ریجیکٹ (Reject) نہیں کریں گے۔ حضرت والا کے مزاح پر سب لوگ ہنس پڑے۔ اپنے خُدام کے ساتھ یہ شفقت و دلجوئی حضرتِ اقدس کا خاص انداز ہے۔ دسترخوان پر احقر دال لینے لگا تو مولانا عمر فاروق صاحب نے کہا کہ یہ نہ کھایئے، اس میں نمک بہت تیز ہے۔ حضرت والا نے فی البدیہہ یہ شعر فرمایا ؎

نمک سے اور نمکینوں سے جو بیمار ہوتا ہے
صحیح معنوں میں اس کا پیر ہی تیمار ہوتا ہے

اس کے بعد حضرت والا قیلولہ کے لیے لیٹ گئے۔ عبدالعزیز صاحب اور چند لوگ پاؤں دبا رہے تھے کہ احقر کو اچانک چھینک آئی جو طویل ہوتی ہے اور کئی

چھینکوں کا مجموعہ ہوتی ہے تو حضرتِ اقدس مرشدی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ عبدالعزیز آسٹریلیا یہاں سے قریب ہے کیا؟ انہوں نے کہا نہیں حضرت، تو حضرت والا نے فرمایا کہ پھر یہاں آسٹریلیا کا مرغا کہاں سے آ گیا؟

تدفین کے بعد دعا اور نصیحت

آج حضرت والا کے احبابِ خصوصی میں سے ایک صاحب کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ان کی تدفین کے موقع پر حضرت والا قبرستان تشریف لے گئے اور تدفین کے بعد دعا فرمائی کہ اے اللہ! مرحومہ کو بے حساب بخش دے، ان کے گھر والوں کو صبرِ جمیل عطا فرمادے اور ان کی موت سے ہم سب کو سبق لینے کی توفیق عطا فرما، جو دین میں سست ہے یا اللہ! اس کو پکا نمازی بنادے، یا اللہ! جو روزے میں سست ہے اس کو پکا روزہ دار بنادے، یا اللہ! جن کی ڈاڑھیاں نہیں ہیں ان کو ڈاڑھی رکھنے کی توفیق عطا فرمادے۔ یا ربَّ العالمین! ہم سب کو آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمادے۔ چاہے کتنا ہی بڑا بادشاہ ہو، عالم ہو، تاجر ہو، پیر ہو، کوئی بھی ہو سب کو ایک دن قبر میں جانا ہے اس لیے اے اللہ! ہم کو اپنی قبروں کو یاد کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور مرحومہ کی بے حساب مغفرت فرما، آمین۔

دعا مانگنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ دفن کے بعد دعا مانگنا سنت ہے البتہ نمازِ جنازہ کے بعد بعض جگہ لوگ دعا مانگتے ہیں یہ بدعت ہے۔نمازِ جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگنا چاہیے کیونکہ نمازِ جنازہ تو خود دعا ہے۔ایصالِ ثواب کے لیے قل ھو اللہ شریف پڑھے، سورہ یٰسین پڑھے شریعت میں کسی سورۃ کی قید نہیں ہے جو چاہو پڑھ کے ساری زندگی بخشتے رہو لیکن مردے کو مالی ثواب زیادہ پہنچتا ہے، یہ مسئلہ حضرت حکیم الامت نے کمالاتِ اشرفیہ میں لکھا ہے کہ مردے کے لیے

زبانی عبادت سے زیادہ مالی عبادت افضل ہے لہٰذا آپ کو افضل طریقہ بتا رہا ہوں کہ زبان اور مال دونوں سے ثواب پہنچاؤ، کچھ مال مرحومہ کے نام سے دین کے کسی کام میں لگا دو۔

الحمدللہ! تکفین و تدفین سب سنت کے مطابق ہوئی، جس کام کو علماء کرام نے منع کیا ہے اور صحابہ کے زمانہ میں جو کام نہیں ہوا وہ الحمدللہ آج یہاں نہیں ہوا، آپ لوگ ہمیشہ اس کا خیال رکھیے اور علماء کرام سے پوچھیے کہ غم میں اور خوشی میں صحابہ نے کیا کیا تھا اور کیا نہیں کیا، ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق کون ہوسکتا ہے، وہ شاگردِ اوّل ہیں۔ بس ان کے نقشِ قدم پر چلیے۔

۲۶/ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۴/ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز منگل،

سمندر کے کنارے مجلسِ اشعار

فجر کے بعد حسبِ معمول حضرت والا سیر کے لیے سمندر کے کنارے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ رات کچھ شعر ہوئے ہیں، تازہ جلیبی ہے، ان شاءاللہ مزہ آجائے گا۔ پھر ایک صاحب نے ترنم سے یہ اشعار پڑھے ؎

پہاڑوں کا دامن سمندر کا ساحل
مری آہِ دل کے یہی ہیں منازل

میری آہ کا جو راستہ ہے وہ دامنِ کوہ، ساحلِ سمندر، جنگل اور بیابان ہیں، میری آہ ان راستوں سے ہوتی ہوئی آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ ایک خاص بات ابھی دل میں آئی ہے کہ نبوت کا آغاز غارِ حرا سے ہوا تھا، بتایئے غارِ حرا پہاڑ میں ہے یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ دامنِ کوہ میں کوئی اللہ میاں کی ٹوہ لگائے تو منزل تک جلدی پہنچ جاتا ہے اور ٹوہ کہتے ہیں تلاش کرنے کو تو پہاڑوں کے دامن اور سمندر کے ساحل پر میں آج کل ٹوہ میں لگا ہوا ہوں ؎

نہیں کوئی رہبر ہے راہِ جنوں کا
مگر سایۂ صحبتِ شیخِ کامل

راہِ جنوں کا مطلب ہے کہ اللہ کا دیوانہ بننے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے صحبتِ شیخِ کامل کے۔

جنازہ ہوا قبر میں آج داخل
ہوئی خاکِ تن آج مٹی میں شامل

ترا فیض ہے صحبتِ شیخِ کامل
ہوا سب کا دل دردِ نسبت کا حامل

مرے دوستو! ذکر کی برکتوں سے
سکینہ ہوا دل پہ ہم سب کے نازل

عجب درد سے کس نے تفسیر کی ہے
کہ قرآں ہوا آج ہی جیسے نازل

خدا شیخ کو میرے رکھے سلامت
کہ ناقص ہوئے ان کی صحبت سے کامل

یہ اُمید ہے تیرے لطف و کرم سے
کہ اختر بھی ہو اہلِ جنت میں شامل

میں دین کو نہایت لذیذ انداز میں سکھاتا ہوں کہ الحمدللہ بڑے بڑے مسٹروں کا دل میرے پاس نہیں گھبراتا، کالج یونیورسٹی کے کتنے نوجوان میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کی صحبت میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ میں اپنے رب کی تعریف کس طرح کروں، یہ چاند سورج وقت پر نکل رہے ہیں، یہ پہاڑ، سمندر، آسمان، زمین اللہ کی نشانیاں ہیں، ان ہی چیزوں کے بارے میں فرمایا کہ تم مجھ کو کس طرح سمجھ

سکتے ہو بس میری مخلوقات کو دیکھ کر مجھے پہچانو کہ میں کیسا ہوں، میری مخلوق سے میری خلاقیت کی عظمت کو پہچانو، سائنس دان جو اللہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی ان سے کہو کہ ایک معمولی سی کیل بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتی تو یہ زمین، آسمان، چاند، سورج، پہاڑ اور سمندر بغیر بنانے والے کے بن گئے؟ سمندر تو تم کیا بناؤ گے تھوڑا سا پانی بنا کر دکھا دو۔

سمندر میں نمک ہونے کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ سمندر کا پانی اگر میٹھا ہوتا تو پانی سڑ جاتا اتنی بدبو آتی کہ سب مچھلیاں مر جاتیں اور سمندر کے قریب جتنے ممالک ہیں وہ بھی سب ختم ہو جاتے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سمندر میں نمک رکھا ہے جیسے قربانی کی کھال پر نمک لگا دیتے ہیں تاکہ سڑے نہیں۔ اسی طرح اگر نمک نہ ہو تو سمندر سڑ جائے۔

کیفیات و احوال کا ادب

ارشاد فرمایا کہ کیفیات و احوال اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں لٰہذا اگر کسی صوفی پر کوئی حال آجائے کہ کھڑا ہو جائے تو سب کھڑے ہو جاؤ، اگر رونے لگے تو سب رونے لگو ورنہ اس کی روح نکل جائے گی، اس سے موت واقع ہو سکتی ہے کہ ہم کو رونا آیا اور یہ کمبخت ہنس رہا ہے۔

خانقاہ ری یونین کے قیام پر اظہارِ تشکر

فرمایا کہ اللہ اس خانقاہ کو دنیا میں بھی عزت دے ماشاء اللہ یہاں میرے اتنے اشعار ہوئے ہیں، میر صاحب خود بھی تاریخ جانتے ہیں کہ اتنے شعر کہیں بھی نہیں ہوئے، بنگلہ دیش میں بھی نہیں ہوئے، افریقہ میں بھی نہیں

ہوئے، پاکستان و ہندوستان میں بھی نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اس فضا اور جغرافیہ میں درد پیدا کیا ہے جیسے جنگل میں کوئل کوکتی ہے تو شاعر کہتا ہے کہ ؎

کوئل کا دور دور درختوں پہ بولنا
سینہ میں اہلِ درد کے نشتر کو گھنگھولنا

مولانا داؤد اور ان کے والد کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے کہ انہوں نے اللہ کے نام پر اتنی بڑی خانقاہ وقف کی، یہ معمولی بات نہیں ہے، یہ اللہ پاک کی توفیقِ عظیم ہے کہ انہوں نے ری یونین میں اتنی جگہ اس کام کے لیے وقف کی، بتایئے اگر وہ اس زمین کو بیچتے تو ان کو کتنا پیسہ ملتا لیکن اللہ کا عاشق تو ان کے نام پر سلطنت بیچ دیتا ہے اور بیچتا نہیں ہے بلکہ لٹا دیتا ہے جیسا ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنت کو چھوڑ دیا تھا۔

دل سے دعا نکلتی ہے ان کے لیے اور ان کے ابا کے لیے کہ انہوں نے اتنی قربانیاں پیش کیں یا اللہ آپ اس کو قبول فرمایئے اور بڑے بڑے اولیاء اللہ یہاں سے پیدا فرمایئے لیکن جو کام بھی ہورہا ہے اللہ کے کرم سے ہورہا ہے، ہمارے اندر تو کوئی ہنر نہیں ہے جیسے حسین عورت آئینہ کو دیکھ کر یوں سمجھتی ہے کہ میاں صاحب میرے حسن سے مسحور ہوکر میرے ہی ہوکر رہ جائیں گے لیکن جس بے چاری کی صورت اچھی نہ ہو، اس میں کچھ ہنر بھی نہ ہو تو وہ کہتی ہے کہ یا اللہ! میرے شوہر کی نظر میں مجھ کو پیاری بنادے، اسی طرح ہم لوگوں کے پاس کوئی ہنر تو ہے نہیں بس اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ آپ اختر کو، میرے دوستوں کو محض اپنے کرم سے اپنا بنالیجیے، ہمارے عیبوں پر نظر نہ فرمایئے، ہمارے عیبوں کے باوجود ہم کو خرید لیجیے۔ ہم آپ سے یہی مانگتے ہیں۔

کراچی کی خانقاہ ہو، بنگلہ دیش کی خانقاہ ہو یا یہاں کی خانقاہ ہو صرف دعا کی برکت سے کام ہورہا ہے، اللہ ہمیں مزید دعا کی توفیق دے، یہ ایک انعامِ

عظیم ہے اختر پر اور یہ بھی ہمارے بزرگوں کا فیض ہے کہ دعا جب مانگتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ ابھی پوری ہوا چاہتی ہے الحمدللہ اور جس کو دعا میں مزا آ جائے تو اس کو سمجھ لیں کہ اسے اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑا انعام حاصل ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب بندہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے تو ساری کائنات اس کے دونوں ہاتھوں کے نیچے ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ کے نیچے دونوں جہاں ہے دنیا بھی اور آخرت بھی تو اللہ کے سامنے جو ہاتھ اُٹھ گیا تو سارا جہاں اس کے ہاتھ کے نیچے ہو جاتا ہے۔ آہ! اس بندے کی قسمت کو دیکھو جو اللہ سے بھیک مانگ رہا ہے کہ اس کے ہاتھ دونوں جہاں سے اوپر ہیں۔

اب دعا کرلو کہ یا اللہ! ہم سب کے ذکر کو قبول فرما، اپنے نامِ پاک کی عظمتوں کے صدقے میں ہم کو محروم نہ فرما، یا اللہ! اس حدیث کی بشارت کے صدقے میں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے شرم فرماتے ہیں کہ اپنے بندوں کے ہاتھ کو خالی واپس کر دے یا اللہ! ہم سب کو تقویٰ کی اور اپنی رضا کی دولت نصیب فرما، دین پر استقامت عطا فرما اور دنیا بھی خوب دیجئے، اے مالکِ دو جہاں ہمیں دونوں جہاں عطا فرما، یا اللہ! ہم سب کو معافی نصیب فرما، یا ربَّ العالمین ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما اَللّٰھُمَّ اِنَّ رَحْمَتَکَ اَوْسَعُ مِنِّیْ یا اللہ! اپنی رحمت سے معاف فرما دے، جملہ گناہوں کو معاف فرما دے، اے اللہ! گناہ کے نقصاناتِ لازمہ متعدیہ کی اپنی شانِ کرم کے شایان شانِ تلافی فرماتے ہوئے اپنی ستاریت اور غفاریت سے پردہ پوشی فرما دے، میدانِ محشر میں بے حساب مغفرت فرما دے، جنت میں ہم سب کو ابرار اور نیک بندوں کے ساتھ داخل فرما اور اے اللہ ہمارے جو نیک ارادے ہیں اپنی رحمت سے ان میں ہمیں کامیابی نصیب فرما۔ یا اللہ! ہماری تمام تعمیرات کی تکمیل فرما یا، گلشنِ اقبال کی ساری تعمیرات کی تکمیل فرما، یا اللہ! مشرق، مغرب، شمال، جنوب کی جن

روحوں کو اختر سے مناسبت ہے ان سب کو جمع فرما اور ان کو میری تربیت کا بہانہ بنا کر یا اللہ اختر کو اور ان سب کو اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچا دے، یارب العالمین! ڈھاکہ کی خانقاہ کو بھی قبول فرما، ری یونین کی خانقاہ کو بھی قبول فرما، یا اللہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی جن روحوں کو مجھ سے مناسبت ہے ان سب کو جمع فرما، اے اللہ! ہم سے ان کی خدمت کے بہانے اتنے بڑے بڑے کام لے لیجئے کہ قیامت تک ان کے نشانات باقی رہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ یا اللہ! ہم سب سے راضی ہوجائیے، یا اللہ! اپنی ناراضگی اور غضب سے ہم سب کو بچائیے، یا اللہ! دین کی صورت میں بھی دنیا سے بچائیے، یا اللہ! عجب، کبر اور تمام ناراضگی والے اعمال سے بچائیے، یا اللہ! اختر کو اور میرے سب احباب کو اپنی ناراضگی سے بچائیے، یا اللہ! اختر کو اپنی رضا پر استقامت عطا فرمائیے، یا اللہ! اختر کو ہر قسم کی دنیاوی پریشانی سے محفوظ فرما، یا اللہ! جتنے سوئے قضاء ہیں ذلت و خواری، معصیت، عذابِ قبر، محشر غرض جتنے سوء قضاء ہیں سب کو حسنِ قضا سے تبدیل فرمادے، یا اللہ! اختر، میری اولاد اور گھر والوں، میرے احباب اور ان کے گھر والوں سب کے لیے سوء قضا کو حسنِ قضا سے تبدیل فرمادیجئے، یا اللہ! ان مناظرِ قدرت کو ہم سب کے ایمان و یقین کی تقویت کا سبب بنادیجئے، یا اللہ! اس سمندر کو دیکھ کر ہمیں اپنی ذاتِ پاک کی عظمتیں نصیب فرما، یا اللہ! سورج چاند، زمین و آسمان، پہاڑ و سمندر کو ہمارے ایمان و یقین کی ترقی کا ذریعہ بنادے، یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب سے راضی اور خوش ہوجائیے، یا ربَّ العالمین! ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ! زندگی بھر کی تمام دعاؤں کو قبول فرما، یا اللہ! آئندہ سال حجِ مبرور مقدر فرما، یا اللہ! ہر غم کی موت محفوظ فرما، یا اللہ! ہر وقت خوشی دِکھا اور ہر غم سے بچا، میرے پوتوں اور نواسوں کو حافظِ قرآن اور عالم و صاحبِ نسبت بنادے، میرے

دوستوں کی اولاد کو بھی عالم وحافظ اور صاحبِ نسبت بنادے، مانگے بے مانگے سب کو عطا فرمادے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلُ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

مزاح

ہم لوگ سمندر سے واپس ہوئے تو احقر نے عرض کیا کہ بہت دیر ہوچکی ہے اب اگر ناشتہ کریں گے تو پھر بھوک نہیں لگے گی تھوڑا سا تو ناشتہ کرہی لیا تھا تو حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ میر صاحب مدبر معلوم ہوتے ہیں مگر یہ مدبر کہیں دُبُر سے تو نہیں ہے۔

۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز بدھ سلاؤس پہاڑی پر

ایک غلط مقولہ کی اصلاح

(۱) **ارشاد فرمایا کہ** حضراتِ صوفیاء کے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ ولی را ولی می شناسد کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض اولیاء بعض دوسرے اولیاء کے مقام سے واقف نہ تھے یا تو وہ کم نسبت والے تھے اور دوسرے ان سے بلند نسبت والے تھے یا پھر ان کے اختلافِ ذوق کی وجہ سے ایک دوسرے کے مقام سے واقف نہ ہوسکے تھے مثلاً ایک میں عشق ومستیاں اور شورش اور چشتیت غالب تھی اور دوسرا سنجیدہ، خاموش طبع اور سسکیاں بھرنے والا تھا کہ آواز بھی نہ نکلے تو وہ ایک دوسرے کا مقام نہیں پہچان سکے یہاں تک کہ زیادہ

ملنا بھی نہیں رکھا جیسے یوپی میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلیفہ تھے، دونوں ایک دوسرے سے بات چیت بھی نہیں کرتے تھے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ یہ دونوں آپ کے خلیفہ ہیں آپ ان دونوں کو ملا کیوں نہیں دیتے کیونکہ اس سے بدگمانی ہوتی ہے کہ کیسے شیخ ہیں کہ ان کے دو خلیفہ کا آپس میں ملنا جلنا نہیں ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ان کا اختلاف ان کے اتفاق سے افضل ہے کیونکہ ان کے مزاجوں میں مناسبت نہیں ہے، اکٹھے رہیں گے تو لڑائی شروع ہوجائے گی، جب دل سے دل نہیں ملتا تو آدمی کہاں تک نباہ کرے گا، جب محبت نہ ہو اور دل سے دل نہ ملے تو اس کے ساتھ نباہ کرنا سخت مجاہدہ ہے ؎

بڑی مشکل سے ان کی بیوفائی مجھ کو راس آئی
کبھی اوپر کبھی نیچے اگرچہ میری سانس آئی

جس کے ساتھ مناسبت نہ ہو اور پھر اس کے ساتھ گذارا کرنا پڑے تو شدید مجاہدہ ہوتا ہے، گو اس مجاہدہ پر اجرِ عظیم ہے لیکن اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے تو حضرت فرماتے ہیں کہ یہ جملہ کہ ولی کو ولی پہچانتا ہے صحیح نہیں ہے بلکہ مشہور ہوگیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ولی را نبی می شناسد کہ ولی کو نبی پہچانتا ہے کیونکہ نبی جامع ہوتا ہے تمام اولیاء اللہ کو، نبوت کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی اوپر سے دوربین کے ذریعہ سب کو دیکھ رہا ہے لیکن نیچے والے اسے نہیں دیکھ پا رہے چنانچہ نبی سب کو پہچانتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس مقام پر ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس مقام پر ہیں۔

شیخ کا مقام

لٰہذا اصلاح کے لیے مرید کی خودرائی کو مٹانا بھی شیخ کے ذمہ ہے۔ ایک

مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اے عمر! تم رات کو تہجد میں زور زور سے قرآن شریف کیوں پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے کہا کہ میں شیطان کو بھگانے کے لیے بلند آواز سے پڑھ رہا تھا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے ابوبکر! تم رات کو تہجد میں بہت آہستہ آواز سے قرآن شریف کیوں پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کو سنا رہا تھا اور چاہے جس آواز سے بھی ہو اللہ سنتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو اپنی اپنی رائے سے نزول فرمادیا تاکہ نبوت کی رائے صحابہ کی رائے پر غالب آجائے۔ آپ نے صدیق اکبر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑی بلند کرلو اور حضرت عمر فاروق سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا سا کم کرلو۔ حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اپنی اپنی رائے سے ہٹا کر خود رائی کے مقام سے نکالا اور ان کو مقامِ فنا تک پہنچا دیا لہٰذا شیخ کبھی جائز کام کو بھی چھڑا دیتا ہے تاکہ مرید میں شیخ کی اتباع اور اطاعت کی شان پیدا ہو۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ نے شیخ کو عجیب مقام دیا ہے۔ اگر وہ ذکر اور تلاوت ملتوی کرا کے کسی مرید سے یہ کہہ دے کہ تمہارا کام خانقاہ میں صرف جھاڑو لگانا اور لیٹرین صاف کرنا اور مہمان جو اللہ کے لیے خانقاہ میں ہیں ان کی خدمت کرنا ہے تو وہ اسی راہ سے اللہ تک پہنچ جائے گا، شیخ نے جو طریق اس کے لیے مقرر کیا ہے اسی سے وہ اللہ تک پہنچ جائے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک محدث اور مفتی ایک اللہ والے سے بیعت ہوئے تو شیخ نے کہا کہ اب نہ فتویٰ دینا، نہ بیان کرنا اور نہ حدیث

پڑھانا تو اس وقت کے بعض مفتیوں نے فتویٰ دے دیا کہ یہ پیر کافر ہے حالانکہ وہ پیر بہت بڑے شیخ تھے اور چونکہ ان کے مقام سے یہ مفتی صاحب جو مرید ہوئے تھے واقف تھے لہٰذا انہوں نے شیخ کی بات پر عمل کیا اور سال بھر تک نہ بیان کیا، نہ حدیث کا درس دیا اور نہ فتویٰ دیا بس ذکر وفکر کرتے رہے، شیخ نے جو معمول بتایا تھا وہ کرتے رہے۔ایک سال کے بعد جب شیخ نے دیکھا کہ اصلاح ہوگئی اور دل نسبت مع اللہ کے نور سے بھر گیا تو فرمایا کہ اب منبر پر جاؤ اور بیان کرو، سال بھر کے بعد جب بیان کیا تو ایک ایک لفظ سے لوگ صاحبِ نسبت ہورہے تھے، ان الفاظ کا اثر بڑھ گیا تھا کیونکہ نفس مٹ گیا تھا، ایک سال تک نفس کو مٹانا پڑا حبِّ جاہ سے اور حبِّ باہ سے یہاں تک کہ حبِّ آہ میں مشغول ہوگئے۔

شیخ سے تعلق ومحبت کے بعض احوال

(۳) **ارشاد فرمایا کہ** عشق ایسا ظالم ہے کہ لغت نہ بھی جانتا ہو تو آنکھوں سے سمجھ جاتا ہے ؎

بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی
دل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی

یعنی اگر محبت سے شیخ کو دیکھ لے اور سوال بھی نہ کرے تو بغیر واسطۂ زبان شیخ کے دل میں اس کی محبت کا اثر منتقل ہوجائے گا۔تو محبت اور عشق عجیب چیز ہے اگر یہ نہ ہو تو شیخ کے لیے بھی مشکل ہوجاتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے شیخ کی محبت دے دی تو سلوک کے تمام منازل کو طے کرنے کے لیے بس یہی چیز اس کے لیے کافی ہے، جب میں نے اپنے شیخ کو پہلا خط لکھا تو یہ شعر لکھا ؎

دل وجاں اے شاہ قربانت کنم
دل ہدف را تیرِ مژگانت کنم

یعنی میں اپنی سترہ سال کی جوانی اور اپنی ساری رومانٹک دنیا اپنے شیخ پر فدا کر رہا ہوں اور اپنے دل کو آپ کی آنکھوں کے تیر کا ہدف بنانا چاہتا ہوں یعنی آپ اپنی نگاہِ کرم مجھ پر ڈالیے تو حضرت نے اس کا جو جواب لکھا اس میں فرمایا کہ تمہارا مزاج محبت کا معلوم ہوتا ہے ان شاء اللہ بہت جلد راستہ طے کرلوگے اور فرمایا کہ شیخ کی محبت تمام مقامات کی کنجی ہے، یہ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ہے جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے اور بڑے بڑے خلفاء آپ کے شاگرد تھے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء حضرت کے سامنے آکر مرید کی طرح بیٹھتے تھے، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابرار الحق صاحب جیسے اکابر نے حضرت کو شیخ بنایا ہوا تھا۔ اس سے زیادہ ان کے حالات کے بارے میں کیا کہوں، میں نے ان جیسا اللہ کا عاشق نہیں پایا، باعمل، باعلم، صاحبِ تقویٰ، صاحبِ معمولات اور صاحبِ طاقت تھے، ان کی صحت اتنی اچھی تھی کہ مسلسل آٹھ گھنٹے عبادت کرتے تھے، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، کوئی ذرا کر کے تو دِکھائے، تین بجے رات کو اُٹھے، دس پارے تلاوت کیے، قصیدہ بردہ شریف پورا پڑھا، مناجاتِ مقبول کی ساتوں منزلیں پوری پڑھیں، بارہ تسبیح پوری کی، اشراق اور چاشت پڑھی اور جب گیارہ بج گئے تو مجھ سے فرمایا کہ عبد الغنی تین بجے کا اُٹھا ہوا ہے اب گیارہ بج رہے ہیں تو کتنے گھنٹے ہوئے؟ میں نے کہا کہ آٹھ گھنٹہ ہوئے۔ فرمایا کہ دیکھو بھئی میں اَسّی برس کا ہوں لیکن میں نے ابھی تک کمر سیدھی نہیں کی، اللہ نے اپنے سامنے مجھ کو کیسے بٹھائے رکھا ہے، اور حضرت تلاوت بھی کیسے کرتے تھے کہ درمیان میں زور سے کبھی آہ کی آواز لگاتے تھے اور کبھی زور سے اللہ کہتے تھے کہ پوری مسجد ہل جاتی تھی جیسے کوئی

شدید بھوکا شامی کباب اور بریانی کھا رہا ہو یا جیسے کوئی شدید پیاس میں شربتِ روح افزا پی رہا ہو۔اس طرح حضرت تلاوت کرتے تھے، یہ نہیں کہ بار بار گھڑی دیکھ رہے ہیں کہ کیا کریں دل تو نہیں لگ رہا ہے مگر پیر کا حکم ہے اس لیے معمول پورا کرنا ہے، یہ مجبوری والا پورا کرنا اور ہے اور وہ عاشقانہ پورا کرنا اور ہے دونوں میں بہت فرق ہے۔آپ بتایئے ایک آدمی کو بھوک نہیں لگ رہی اور وہ زبردستی ٹھونس رہا ہے اور ایک کئی روز کا بھوکا ہے تو ان دونوں کے کھانے میں فرق ہے یا نہیں؟ تو اللہ کی بھوک اور پیاس عاشقوں میں ہوتی ہے۔ میں نے بڑا مزہ لوٹا ہے اپنے شیخ کے ذکر سے اور تہجد کے وقت ان کی آہ و بکا سے مگر میں ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ میری آواز شیخ کو نہ پہنچے، اس طرح بیٹھنا کہ اپنی آہ و بکا شیخ کو سنائی دے تو اس سے ان کی خلوت میں خلل پڑتا ہے۔اس لیے مرید پر فرض ہے کہ وہ ایسی جگہ بیٹھے کہ شیخ کو خبر نہ ہو جبکہ وہ اپنی خلوتِ خاص میں ہو چنانچہ میں ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ حضرت مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن میں خود دیکھتا تھا کہ شیخ کیا کر رہے ہیں تو تہجد میں دو دو رکعت جگہ چھوڑ چھوڑ کر پڑھتے تھے اور وہ اس طرح کہ دو رکعت پڑھی سلام پھیرا اور خوب روئے پھر اس کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر وہاں دو رکعت پڑھی اور سلام پھیرنے کے بعد حضرت خوب روتے تھے ؎

آنسو گرا رہا ہوں جگہ چھوڑ چھوڑ کے

میں نے مبسوط سرخسی میں دیکھا ہے کہ نفلیں جگہ چھوڑ چھوڑ کر پڑھو **لِتَعَدُّدِ الشَّوَاهِدِ عَلَى الْخَيْرِ** تاکہ نیکیوں کے گواہ زیادہ ہوں، دو رکعت یہاں پڑھی اور دو رکعت وہاں، ایک آنسو یہاں گرایا اور ایک آنسو وہاں گرایا تو زمین ہماری اشکباریوں کی اور ہماری عبادت کی کتنی گواہی دے گی۔تو میں عرض کر رہا تھا کہ عبادت کا مزہ جب ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوب پیاس اور بھوک لگ جائے اور روح اللہ کے عشق کی شدت سے بھوکی اور پیاسی ہو جائے پھر جب

اس حالت میں اللہ کہو گے تب مزہ آئے گا۔ بتاؤ! اگر کسی کو شدید پیاس لگی ہو تو جب پانی پیے گا تو اس کو نیند آئے گی؟ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں جب بھی ذکر کرتے ہیں نیند آنے لگتی ہے، میں کہتا ہوں کہ شدید پیاس میں پانی پیتے ہوئے سو کر دکھاؤ۔ جون کا لمبے دن والا روزہ ہے، شدید بھوک لگی ہے، افطاری کے وقت دستر خوان پر بریانی، کباب، کوفتے، دہی بڑے اور مختلف چیزیں رکھی ہیں، خوب ٹھنڈا لیموں ڈالا ہوا شربت اور اس میں برف کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں تو اس وقت کسی کو نیند آئے گی؟ افطاری کے وقت آج تک آپ نے کسی سوتے دیکھا ہے؟ اُس وقت کان اذان کی طرف لگے ہوتے ہیں کہ کب مؤذن اللہ اکبر کہے اور کب میں دہی بڑے ہڑپ کروں مگر مؤمن کی دعا اس وقت کیوں قبول ہوتی ہے؟ حدیث میں ہے کہ افطار سے پہلے دعا قبول ہوتی ہے لیکن کیوں قبول ہوتی ہے اس کا راز عاشقوں سے پوچھئے اور عاشقوں کے غلام اختر سے پوچھئے کیونکہ بندہ اس وقت دیکھتا ہے کہ اگرچہ دہی بڑا سامنے ہے مگر اللہ کی بڑائی اس سے بھی زیادہ اس کے سامنے ہے لہٰذا جب تک اذان نہیں ہو جاتی اس وقت تک دہی بڑے کو ہاتھ نہیں لگاتا تو اللہ کو رحم آتا ہے کہ کھانا سامنے موجود ہے مگر میرا بندہ میری عظمت اور کبریائی کے پیشِ نظر بھوکا پیاسا بیٹھا دیکھ رہا ہے، ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم تو اس پر رحم آجاتا ہے، اس لیے دعا قبول ہوتی ہے، یہ راز ہے دعا کی قبولیت کا، قرآن و حدیث کے بھی راز ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر اور خاص بندوں کے غلاموں پر منکشف کرتے ہیں۔

بعض اختلاف بعض اتفاق سے افضل ہوتا ہے

تو میں وہ قصہ بتا رہا تھا کہ حکیم الامت کے دو خلفاء ایک ہی شہر میں رہتے

والے لیکن ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے مگر ان کا پیر کامل تھا، کبھی ان دونوں کو حکم نہیں دیا کہ تم دونوں گلے ملو اور روزانہ ملاقات کرو بڑی بدنامی پھیل رہی ہے، یہ حضرت حکیم الامت کے تفقہ کا کمال ہے، یہ بہت بڑا کمال ہے معمولی بات نہیں ہے۔ جب لوگوں نے حضرت سے کہا کہ آپ کے دونوں خلیفہ آپس میں بات نہیں کرتے، اس طریق سے سلوک بدنام ہوتا ہے کہ یہ کیسا تصوف ہے کہ دونوں ایک ہی پیر کے خلیفہ ہیں اور آپس میں بات نہیں کرتے، اس وقت حضرت کا یہ جملہ کہ ان دونوں کا اختلاف ان کے اتفاق سے افضل ہے کیونکہ ان کے مزاج میں مناسبت نہیں تھی اور جب مناسبت نہیں ہوتی تو ایک دوسرے سے کلفت محسوس ہوتی ہے، جب اُلفت نہیں ہوتی ہے تو کلفت ہوتی ہے اور جب اِذَا جَآءَ تِ الْاُلْفَةُ رُفِعَتِ الْکُلْفَةُ جب اُلفت ہو جائے گی تو کلفت نہیں محسوس ہوگی۔ اس لیے اگر بزرگوں میں بعضوں میں آپس میں مناسبت نہ ہو تو اس کا سبب مزاج کا اختلاف بھی ہوتا ہے، مطلب یہ کہ ایک چشتی ہے اور ایک نقشبندی، ایک ٹھنڈے مزاج کا ہے اور ایک گرم مزاج کا، گرم مزاج والا ہر وقت روئے گا، آہ وفغاں کرے گا، شور وغل کرے گا اور ٹھنڈے مزاج والا خاموشی سے اللہ اللہ کرے گا تو دونوں کے مزاج میں مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے ٹھنڈے مزاج والا دوسرے کی آہ وفغاں سے گھبرائے گا اور اُٹھ کے کہیں اور چلا جائے گا کیونکہ مزاج میں ہم آہنگی نہیں ہے لیکن اس میں کسی کی تنقیص نہیں ہے، ہم کب بلاتے ہیں کہ نقشبندی ہمارے پاس آجائیں لیکن نقشبندی کسی گروہ یا پارٹی کا نام نہیں ہے مزاج کا نام ہے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی تھے لیکن مزاج میں چشتیت اتنی غضب کی تھی کہ بڑے بڑے عاشق ان کے غلام تھے، سارا ندوہ ان کے قدموں میں آگیا تھا، ان سے بڑھ کر کس کا عشق ہوگا، مولانا کا شعر ہے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے

بتاؤ ایسا شخص مزاجاً نقشبندی ہوسکتا ہے، مولانا مزاجاً چشتی تھے، سلسلہ نقشبندی تھا تو اس لیے میں کہتا ہوں کہ کسی کو حقیر مت سمجھو نہ نقشبندی نہ چشتی جس کا اللہ جیسا مزاج بنائے البتہ دونوں کے مشروب الگ ہیں، ہم مشرب ہونا چاہیے، جب ہمارا مشروب الگ ہے تو ہم ان کے ساتھ کیسے رہ سکتے ہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے مشروب بیان کیے ہیں، نقشبندیوں یعنی ٹھنڈے مزاج والوں کے لیے فرمایا شَرَاباً کَافُوْرًا کیونکہ دنیا میں یہ لوگ ٹھنڈے تھے، شور وغل نہیں مچایا اور آہ وفغاں نہیں کی، نالۂ دردناک نہیں کیا لہٰذا اس ٹھنڈے مزاج کا بدلہ یہ ہے کہ شراب بھی ٹھنڈی پلائی جائے گی، جنت میں شَرَاباً کَافُوْرًا ہے کہ نہیں؟ یہ جو تقریر کررہا ہوں یہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ ان نقشبندیوں اور ٹھنڈے مزاج والوں کو شَرَاباً کَافُوْرًا ملے گی اور چشتیوں کو جو گرما گرم رہتے ہیں ہر وقت آہ وفغاں اور اشکبار آنکھیں اور سینہ میں تڑپتا ہوا دل رکھتے ہیں ان کو کون سی ملے گی؟ شَرَاباً زَنْجَبِیْلاً زنجبیل کہتے ہیں ادرک کو اور یہ بڑی گرم ہوتی ہے، ادرک کا سوڈا پی کر دیکھو کتنا جوش آتا ہے اور کافور کا سوڈا پیو تو ٹھنڈے ہوجاؤ گے۔

لیکن بعض نقشبندی بعض وقت چشتیوں سے بھی آگے ہوتے ہیں۔ بتلایئے کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے کیسا پایا، سراپا عشق و محبت پایا یا نہیں، بس کیا کہوں کہ ہم ان پر دیوانے تھے لیکن وہ بھی ہمارے دیوانے تھے جب بھی کوئی ان کے پاس جاتا تھا حضرت مجھے ضرور پوچھتے تھے، ایک خط میں مجھے لکھا تھا کہ تم سے زیادہ میرا دنیا میں کوئی محبت کرنے والا نہیں ہے، میر صاحب اس کے گواہ ہیں اور جب میں خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو وہ

شگفتہ ہو جاتے تھے، جب حضرت میرا وعظ کراتے تھے تو یہی فرماتے تھے کہ یہی روح المعانی اور بھی مولوی بیان کرتے ہیں لیکن مجھ کو مزہ نہیں آتا مگر جب تم بیان کرتے ہو تو اس کا لطف کچھ اور ہی ہوتا ہے، میں نے کہا حضرت ہم آپ کے شاگرد ہیں، آپ جیسے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھا کر وہی چیز دردِ محبت سے بیان کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ اس میں لذت ڈال دیتے ہیں اور دوسرے خالی علمی باتیں کرتے ہیں یعنی ان کے نقوش اور حروف میں اتنا رس نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے محبت کی رس ملائی نہیں کھائی، رس ملائی والوں سے دوستی نہیں کی اور رس والوں کی جوتیاں نہیں اٹھائیں۔

اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی مولوی کو اپنا درد بھرا دل دے دے تو پھر یہ مولوی مولاوی یعنی مولیٰ والا ہو جاتا ہے اور چمک جاتا ہے اللہ اس سے دین کا عظیم الشان کام لیتا ہے۔ آپ تاریخ اٹھا کر دیکھئے اُنہیں علماء سے اللہ تعالیٰ نے زیادہ کام لیا ہے جنہوں نے اللہ والوں کے ساتھ ایک زمانہ گذارا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی۔ یہ بات مشکوٰۃ شریف کی حدیث سے ثابت کرتا ہوں کہ جو کسی اللہ والے کا اکرام کرے گا، اپنے نفس کو مٹائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اکرامِ دنیا نصیب فرمائیں گے۔ آپ بتلایئے کہ شیخ کی عزت اللہ کے لیے ہوتی ہے یا دنیا کے لیے ہوتی ہے؟ یہ عزت اللہ کے لیے ہوتی ہے تو اس کا صلہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا اکرام فرمائیں گے اور جس کا اکرام اللہ کرے گا ساری دنیا اس کا اکرام کرنے پر مجبور ہوگی اللہ تعالیٰ جس کا اکرام فرماتے ہیں اُس کو جَزَآءً وِّفَاقاً دیتے ہیں۔

اکرامِ شیخ کا استدلال نصِ قطعی سے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب کوئی اللہ کے لیے شیخ کی عزت کرتا ہے تو

یہ تُـوَقِّرُوْہُ پر عمل ہے، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے صحابۂ رسول تم لوگ میرے نبی کی عزت وتوقیر کرو۔ حکیم الامت بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہی آیت دلیل ہے شیخ کی عزت اور توقیر کی، اگر کوئی شخص شیخ کی توقیر نہیں کرتا خالی محبت کرتا ہے تو اُس کا اِس آیت پر عمل نہیں ہے اور وہ کامل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے حکیم الامت کا مشورہ ہے کہ ہمیشہ شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو، خالی محبت سے کام نہیں چلے گا ورنہ خالی تُـحِبُّـوْہُ نازل ہوتا کہ اے لوگو! میرے نبی سے محبت کرو لیکن تُوَقِّرُوْہُ نازل فرمایا کہ میرے نبی کی عزت کرو یعنی محبت پر عظمت غالب رہے۔ اس لیے محبت اور عظمت شیخ کے حقوق میں سے ہے، شیخ کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو کیونکہ یہ اللہ کی راہ کا رہبر ہے، جب منزل قیمتی ہے تو رہبر بھی قیمتی ہے اور راستہ بھی قیمتی ہے اللہ قیمتی ہے یا نہیں؟ تو کیا ان کی منزل قیمتی نہیں ہوگی؟ اور اس منزل تک لے جانے والا راہبر قیمتی نہیں ہوگا؟ اس راستہ کا ایک ایک کانٹا بھی قیمتی ہوگا اور ایک ایک پھول بھی قیمتی ہوگا، عناصر پر عشق اتنا غالب ہونا چاہیے کہ عناصر کے تقاضے باقی نہ رہیں یعنی سستی، نیند وغیرہ کا غلبہ باقی نہ رہے، یہ سب شیطانی اثرات ہیں، عشق میں اتنا جلا بھُنا رہنا چاہیے کہ شیخ کے سامنے اللہ کی محبت کے مضامین کے لیے شگفتہ، شاداں وفرحاں اور خنداں رہے اور رگ رگ میں بجلیاں دوڑ رہی ہوں، اب میں اپنے شیخ کا کروڑ کروڑ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ شیخ نے رات کے ایک ایک بجے تک جگایا، بارہ بجے جلسہ ختم ہوا، ایک بجے تک میں نے حضرت کے پیر دبائے اور پھر تین بجے اُٹھ گئے اور اختر کی جوانی کی نیند تھی، مگر حضرت نے ہم کو ہر وقت مستعد پایا، تو میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں وَ لَا فَـخْـرَ یَـا رَبِّـیْ لیکن اس سے کسی کی تنقیص مراد نہیں ہے جیسے میر صاحب کی سستی معذوریت کے درجہ میں ہے، میر صاحب میرے پاس سے پانچ سال کے لیے غائب ہوگئے تھے کیونکہ بیمار

ہوگئے تھے، یہ جتنا کام کررہے ہیں اور میرا جتنا ساتھ دے رہے ہیں اس پر شکر ادا کرتا ہوں کہ یا اللہ آپ نے انہیں دوبارہ عطا فرمادیا، میں تو ان سے بالکل محروم ہوگیا تھا، ان کے لیے میں ملتزم پر اور بیت اللہ میں بہت رویا لیکن اس کے باوجود میرا دل یہ چاہتا ہے کہ طالب اور مرید کی رگ رگ میں عشقِ الٰہی کی آگ کی چنگاریاں، بجلی اور کرنٹ دوڑ رہا ہو تو اگر وہ عالم بھی نہیں ہے تو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بہت بڑا صاحبِ نسبت ہوگا۔

نفس کو مارنے کا انعام

اور اگر عالم ہوگا تو اتنا بڑا صاحبِ نسبت ہوگا جس سے ایک عالم زندہ ہوگا جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفسِ خود راکش جہانے زندہ کن

کہ اپنے نفس کو مارو یعنی بری خواہشات کو مغلوب کردو تو ایک جہان تم سے زندہ ہوگا، دیکھ لو آج مولانا رومی سے سارا عالم زندہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ ؎

خواجہ را کشتست او را بندہ کن

نفس نے تمہارے سردار یعنی تمہاری روح کو مارا ہوا ہے، تم سے گناہ کرارہا ہے، نفس غلام ہے، روح مالک ہے، اگر روح نہ رہے تو نفس بھی رہے گا؟ لیکن افسوس نفس وہ نالائق غلام ہے جس نے اپنے مالک کو قتل کر رکھا ہے یعنی مغلوب کر رکھا ہے۔ اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

نفسِ خود راکش جہانے زندہ کن

پہلے نفس کو مارنے کا انعام سن لو، راز بعد میں بتاؤں گا، انعام یہ ہے کہ تم سے ایک جہان زندہ ہوجائے گا ورنہ دیکھ لو کہ کیسے کیسے علماء و مصنفین گذر گئے آج کوئی ان کا نام بھی نہیں جانتا لیکن حضرت حاجی امداد اللہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کا نام جانتے ہو یا نہیں؟ کتنے بڑے عالم تھے، ان کی آہ وفغاں سے سارے عالم میں قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا۔ اب اس کا راز سن لو کہ یہ کیوں کہا کہ نفس کو مارو اس لیے کہ نفس تمہاری روح کا قاتل ہے، تمہاری روح سے گناہ کرارہا ہے، روح بالکل بے کس ہو چکی ہے، جہاں چاہتا ہے سینما وی سی آر اور بدنظری وغیرہ کراتا رہتا ہے لہٰذا اس ظالم سے قتل کا قصاص لو، اس کو غلام بناؤ۔

مولانا کہتے ہیں کہ اگر نفس کو مارلیا تو تم سے جہان کیسے زندہ ہوگا یعنی تمہارے ذریعہ بہت بڑے بڑے اولیاء اللہ کیسے پیدا ہوں گے؟ اس کی دلیل بھی قرآن پاک سے بیان کررہے ہیں، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا تم نے وہ آیت نہیں تلاوت کی وَفِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یَّا اُولِی الْاَلْبَابِ ایک قاتل کو قتل کردو تو کتنے لوگ زندگی پاجائیں گے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے استدلال کررہے ہیں کہ اگر تم نفس سے اپنی روح کا قصاص لے لو، اس کو ماردو، مغلوب کرلو تو تم کو تو حیات عطا ہوگی ہی لیکن تمہاری حیات سے کتنے حیات یافتہ ہوں گے یعنی تم ایسے اللہ والے بنو گے کہ تمہاری ذات سے کروڑوں اللہ والے بن جائیں گے اور اگر نفس کی غلامی کرتے رہے تو خود بھی ذلیل رہو گے اور تم سے کسی کو نفع بھی نہیں ہوگا، چاہے لاکھ علم ہو، کاتبِ ملفوظاتِ شیخ ہو، چاہے جامع ملفوظاتِ شیخ ہو اور چاہے قائلِ ملفوظاتِ شیخ ہو لیکن چونکہ نفس زندہ ہے، گناہ نہیں چھوڑ رہا ہے لہٰذا اس کا نفع نہ لازم رہے گا کہ خود بھی صاحبِ نسبتِ قویہ نہیں رہے گا اور نہ ہی نسبتِ متعدیہ ہوگی یعنی دوسروں کو اس سے فیض نہیں ہوگا۔ اس لیے شیخ پر بہت ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

ایک دن تو ہر ایک کو مرنا ہے اور مر کے گناہ چھوڑنا ہے یا نہیں؟ بتاؤ موت کے بعد کوئی گناہ کرسکتا ہے؟ تو جب مجبوراً چھوڑو گے تو ابھی کیوں نہیں چھوڑتے ہو؟ اُس مجبوری کے چھوڑنے پر تو کوئی انعام بھی نہیں ہے، بااختیار ہوتے ہوئے

ابھی گناہ چھوڑ دو تو ولی اللہ ہو جاؤ۔

نفع کے لیے مناسبت شرط ہے

لہٰذا اس پہاڑ پر تین کام بیان کرتا ہوں کہ کسی اہل اللہ سے تعلق جوڑو لیکن جس سے مناسبت ہو، اگر مناسبت نہ ہو تو تعلق جوڑنے کے بعد بھی بھاگ سکتا ہے کیونکہ حکیم الامت نے فرمایا کہ مریدی کا توڑنا مرید کے اختیار میں ہے پیر کے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ مرید اپنے ارادہ کا فاعل ہے اور ہر فاعل اپنے فعل کو ترک کر سکتا ہے۔ دیکھیے کیا نقطہ بیان کیا ہے کہ اگر مرید کو مناسبت نہیں ہے اور غلطی سے کہیں دیکھا دیکھی شہرت وجاہ اور حب جاہ سے لگ گیا مگر اس کو فائدہ نہیں ہو رہا کیونکہ اگر خون کا گروپ نہیں ملا تو خون چڑھانے سے بھی طاقت محسوس نہیں ہوگی اور تعلق مع اللہ کی دولت میں اضافہ نہیں ہوگا لہٰذا خاموشی سے بیعت توڑ دو اور دوسرا شیخ تلاش کرو، اس پہلے والے کو اطلاع بھی نہ کرو بلکہ کبھی کبھی خط بھیج کر اس کی دعائیں لیتا رہے تاکہ اس کی دل آزاری نہ ہو اس لیے کوئی یہ نہ سوچے کہ میں کہاں پھنس گیا۔ حکیم الامت نے یہ تحقیق بیان کر دی کہ مریدی کا قائم رکھنا یا نہ رکھنا خود مرید کے اختیار میں ہے۔ شیخ اگر کہہ دے جاؤ تم خانقاہ سے نکل جاؤ، آج سے میں تمہارا پیر نہیں ہوں اور نہ تم میرے مرید ہو تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اس سے اس کی مریدی نہیں ختم ہوگی، اگر اس نے پکا ارادہ کیا ہوا ہے کہ ہمیں ان کو نہیں چھوڑنا ہے، انہیں کا بن کر رہنا ہے چنانچہ جب حکیم الامت نے خواجہ صاحب کو خانقاہ سے نکالا تو انہوں نے یہ شعر لکھ کر حکیم الامت کو بھیجا ؎

اُدھر وہ در نہ کھولیں گے اِدھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں اُن کی کہیں میری

یعنی بھگانے کی حکومت اُن کی ہے اور نہ بھاگنے کی حکومت میرے اختیار میں

ہے لہٰذا جب یہ شعر لکھ کر بھیجا تو اسی وقت معافی ہوگئی تھی اور حضرت خواجہ صاحب کو شیخ نے جو پیار دیا ہے پوری روئے زمین پر آپ حکیم الامت کے کسی خلیفہ سے پوچھ لیں کہ خواجہ صاحب کا کیا مقام تھا، خواجہ صاحب کو عقلی محبت کے ساتھ ساتھ طبعی محبت بھی تھی اور ایک راز کی بات بتادوں کہ اگر شیخ کے ساتھ عقلی محبت کے ساتھ ساتھ طبعی محبت بھی ہو جائے تو بے حد مفید ہے ورنہ عقلی محبت سے گاڑی ذرا مشکل سے چلتی ہے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے مجھ سے فرمایا کہ اعظم گڈھ میں ایک مرتبہ حکیم الامت کے پانچ خلفاء جمع ہوگئے، عجیب واقعہ ہے کہ پانچ خلفاء شبلی منزل میں مہمان ہوئے، اب ان خلیفہ کے نام بھی سن لیجئے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم، ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مگر گفتگو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے اور پانچوں حضرات مرید کی طرح حضرت خواجہ صاحب کا وعظ سن رہے تھے، یہ کیا بات ہے؟ کیا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم معمولی تھا؟ لیکن حضرت خواجہ صاحب عشق کی وجہ سے اپنے پیر بھائیوں میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے کیونکہ وہ عاشقِ شیخ تھے اس لیے اللہ نے ان کو اونچا مقام دیا تھا، باقی چاہے کتنے ہی بڑے عالم ہوں لیکن ہر شخص حضرت خواجہ صاحب ہی کا وعظ سنتا تھا، کسی کو ہمت نہیں ہوتی تھی کہ حضرت خواجہ صاحب کو اپنا ملفوظ سنائے یا منطق کی قاضی حمد اللہ وغیرہ کی کوئی شکل اوّل وغیرہ سنادیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ خواجہ صاحب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ بعینہٖ نقل کرتے تھے، الفاظ میں بھی ان سے تسامح نہیں ہوتا تھا اس لیے لوگوں کو اس میں مزہ آتا تھا اور عاشق کی کچھ عظمت بھی ایسی ہو جاتی ہے جس کے

بارے میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

عشق جس کا امام ہوتا ہے
اُس کا اونچا مقام ہوتا ہے

محبت کی کرامت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ کے مقابلے میں محبت کی وجہ سے زیادہ درجہ ملا ہے۔ یہ روایت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے مَا فُضِّلَ اَبُوْ بَکْرٍ النَّاسَ لاَ بِکَثْرَۃِ عِبَادَۃٍ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر جو فضیلت حاصل ہوئی وہ زیادہ عبادت سے نہیں ہوئی وَلاَ بِکَثْرَۃِ فَتْوٰی وَلاَ بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ نہ تو ان کی روایات زیادہ ہیں، نہ عبادات زیادہ ہیں اور نہ زیادہ فتویٰ دیئے وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ مَّا وُقِّرَ فِیْ صَدْرِہٖ لیکن ان کے سینہ میں اور ان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو مقام تھا بس وہ چیز ان کو اوپر لے گئی کہ انہوں نے جان کو جان نہ سمجھا کہ غارِ ثور میں سانپ کے بل پر اپنا انگوٹھا لگا دیا اور سانپ نے کاٹ بھی لیا، جب بھی کوئی بھی موقع آیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر لحاظ سے سب سے پیش پیش رہتے تھے، جنگ اُحد میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آپ کا خون نہیں دیکھا جاتا، میں خونِ نبوت بہنے کا تحمل نہیں کر سکتا لہٰذا تلوار کھینچ لی اور کہا کہ آج ان کافروں کو ماروں گا یا شہید ہو جاؤں گا، میری زندگی کس کام کی ہے کہ میں اپنے نبی کا خون اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ تو جس وقت تلوار کھینچ کر آگے بڑھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہہ رہا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شِمْ سَیْفَکَ اے ابوبکر! تلوار کو میان میں رکھ لاَ تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ شہید ہو کر مجھے جدائی کا غم مت دو، اس سے پتہ

چلتا ہے کہ صدیق کا درجہ شہیدوں سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ کارِ نبوت انجام دیتا ہے۔ اس لیے قرآن کا اسلوبِ بیان اور اسلوبِ نزول دیکھئے مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ آہ! جنھوں نے جان دی وہ پیچھے رہ گئے زندہ شہید سے لہٰذا زندہ شہید بنو اور زندہ شہید وہ ہے جو اللہ اور رسول پر ہر وقت فدا رہے اور دین کے کام اور دین کی محنت پر اپنی جان و مال کو قربان کرتا رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کا خون کرتا رہے اور ایک سانس بھی کو ناراض نہ کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ شہیدوں سے افضل ہوگا، اللہ تعالیٰ نے صدیق کو شہید سے پہلے بیان کیا اور صدیقین جمع نازل کیا یعنی قیامت تک ایسے صدیقین اور اولیاء اللہ پیدا ہوسکتے ہیں جو شہیدوں سے افضل ہوں گے باوجود اس کے کہ وہ حیات ہوں گے لیکن رات دن دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف ہونے اور اللہ کے عشق میں آہ وفغاں کرنے اور اخلاص کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے وہ شہیدوں سے افضل ہوں گے، ان ہی کی برکت سے اللہ کے عشاق پیدا ہوتے ہیں ورنہ اگر خالی کتاب رہ جائے تو عشق تو کسی درجہ میں ہوسکتا ہے لیکن عشق کی رہنمائی نہیں ہوسکتی، عشق غلط جگہ پہنچ جائے گا یعنی عشق حد سے زیادہ بڑھ جائے گا اور بدعتی ہوجائیں گے۔

سنت و بدعت کی انوکھی تعریف

اسی لیے آپ کو سنت کی ایک عاشقانہ تعریف سناتا ہوں کہ سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے اور یہ تعریف بہت بڑے بزرگ مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، فرماتے ہیں ؎

مے توحید سے سرشار ہوں سنت ہے یہی

یہاں توحید سے مراد سنت کے مطابق اللہ کی وحدانیت کو ماننا ہے یعنی جو

اللہ کو ایک جانے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں ساری کائنات سے روکش ہو جائے تب اس کی توحید کامل ہوتی ہے، توحیدِ اعتقادی تو کامل ہوسکتی ہے توحیدِ عملی بھی تو کامل ہونی چاہیے، اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کی نہ سنے یہاں تک کہ اپنے نفس کی بھی نہ سنے، جو اپنے نفس کی بات مانتا ہے وہ عملاً فاسق ہے، مشرکوں جیسا عمل کرتا ہے، جو اپنے نفس کی خواہشات کو خدا بناتا ہے تو وہ الٰہِ باطل کا عابد بنا ہوا ہے یا نہیں؟ افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ کیا آپ نے ایسے نالائقوں کو دیکھا جو اپنے نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ کوئی حسین شکل سامنے آجائے تو پاگل کی طرح سے اس کو دیکھ رہا ہے۔ دوستو! یہی کہتا ہوں کہ ایمان کا امتحان اسی وقت ہوتا ہے کہ جب سڑکوں پر لڑکیاں اور لڑکے چڈی پہن کر گذر رہے ہوں پھر دیکھو کہ آپ کو اللہ سے کتنی محبت ہے، پھر اپنی نگرانی کرو کہ ہم کو اللہ کی کتنی محبت ہے، کہیں ہم نے نفس کی خواہش کو خدا تو نہیں بنایا ہوا ہے، اس آیت کو یاد کرلو اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو اپنی نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں، جب ان کے سامنے حسن کا مال آگیا اس وقت نہ ان کو قرآن یاد آتا ہے نہ حدیث، نہ شیخ یاد نہ اس کی رفاقتیں یاد، نہ توحید، نہ ملتزم، نہ روضۂ پاک اس ظالم کو کچھ یاد نہیں رہتا، تو اس نے اپنی خواہشات کو خدا بنایا یا نہیں؟ اس آیت کی رُو سے وہ موحد ہے؟ اس سے مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مقصد ہے ؎

توحید سے سرشار ہوں سنت ہے یہی
دل کسی غیر کو دے دیں تو یہی بدعت ہے

یہ کتنی پیاری تعریف ہے یعنی اس کے اندر علم کی روح ہے، اس شعر کو سن کر ندوۃ کے بڑے بڑے علماء بھی مست ہوگئے ؎

دل کسی غیر کو دے دیں تو یہی بدعت ہے

جب سڑکوں پر موٹر میں بیٹھے ہوئے جا رہے ہیں اور رنگ برنگ کی ٹیڈیاں سامنے آئیں اور آپ نے ان کو دیکھ لیا، اللہ کے فرمانِ عالی شان غضِ بصر کو نظر انداز کر کے آپ نے ان پر نظر اندازی کی، جب آپ کسی حسین پر نظر انداز ہوئے تو اللہ کے حکم سے آپ نے نظر اندازی کی، امرِ الٰہی کو آپ نے نظر انداز کر دیا۔

جس وقت شاہ محمود نے کہا تھا کہ ایک قیمتی موتی ہے کوئی اس کا توڑنے والا ہے؟ شاہ محمود نے حکم دیا کہ اس موتی کو توڑ دو، سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ اتنا قیمتی موتی کسی ملک میں نہیں ہے لہٰذا ہم اسے نہیں توڑیں گے اور اگر ہم توڑیں گے تو بعد میں بادشاہ سزا دے گا کہ میں تو تم لوگوں کا امتحان لے رہا تھا تم نے موتی کیوں توڑ دیا لہٰذا شاہ محمود کے حکمِ شاہی کے باوجود سب وزیروں نے توڑنے سے انکار کر دیا کہ بہت قیمتی موتی ہے، محمود کا ایک عاشق غلام تھا جس کا نام ایاز تھا، اس نے ایاز کو حکم دیا کہ ایاز اس موتی کو توڑ دو تو اس نے فوراً پتھر اٹھایا اور موتی توڑ دیا، جب اس نے موتی توڑا تو پینسٹھ وزیروں نے شور مچا دیا ایں چہ گستاخ است واللہ کافر است یہ ایاز گستاخ ہے کافر ہے کہ اتنا قیمتی موتی توڑ دیا۔ اس وقت شاہ نے کہا اے ایاز تم کو یہ لوگ کافر اور گستاخ بتا رہے ہیں ان کو جواب دو کہ تم نے اس موتی کو کیوں توڑا تو ایاز نے جواب دیا ؎

گفت ایاز اے مہترانِ نامور

ایاز نے کہا اے محترم وزیرو! میں نے موتی کیوں توڑا اور تم نے کیوں نہیں توڑا تو میں آپ لوگوں سے سوال کرتا ہوں تب میرے عمل کا راز ظاہر ہو گا، یہ بتایئے ؎

امرِ شہ بہتر بہ قیمت یا گہر

شاہ کا حکم زیادہ قیمتی ہے یا موتی؟ آہ سوچ لو اس کو! جو موتی سڑکوں پر پھر رہے ہیں وہ زیادہ قیمتی ہیں یا اللہ کا حکم! واللہ کہتا ہوں کہ کسی اللہ والے کی غلامی کرو

تب پتہ چلے گا کہ دین کیا چیز ہے ورنہ تفسیریں پڑھانے والے عورتوں کو پڑھا رہے ہیں۔ آپ بتایئے اگر یہی ظالم کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھاتے تو کبھی عورتوں کو نہ پڑھاتے، انکار کردیتے کہ ہم پیٹ پر پتھر باندھ لیں گے لیکن ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم جوان لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے غضِ بصر کی تفسیر پڑھائیں، مگر کوئی اس وقت تک پیٹ پر پتھر نہیں باندھ سکتا جب تک کہ اس کے دل میں نسبت کا موتی نہ ہو یعنی صاحبِ نسبت نہ ہو، جب اللہ کی نسبت عطا ہوگی تب چھوٹی دولت سے انحراف کرے گا، نسبت مع اللہ کی دولت بڑی دولت ہے، جب بڑی دولت ہوتی ہے تو چھوٹی دولت سے انحراف کرسکتا ہے، بڑی نعمت کو دیکھ کر چھوٹی نعمت کو چھوڑ سکتا ہے، اللہ کو دیکھ کر آخرت کی نعمت کے سامنے دنیا چھوڑ سکتا ہے۔

بتایئے ایاز کے واقعہ سے سبق لینا چاہیے یا نہیں؟ اس نے کتنا پیارا سوال کیا جب ان لوگوں نے کہا کہ شاہ کا موتی نایاب تھا اور خزانہ میں اس کا بدل نہیں تھا تم نے اسے کیوں توڑا؟ تو ایاز نے جو جواب دیا وہ ہم سب کے لیے سبق ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں تصوف کی روح ہے لہٰذا اس سبق کو یاد کرلو ؎

گفت ایاز اے مہترانِ نامور
امرِ شہ بہتر بہ قیمت یا گہر

اے معزز وزیرو! شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ حسین اور قیمتی موتی، یہ حسین زیادہ قیمتی ہیں یا اللہ کا حکم، جب کسی حسین یا حسینہ پر نظر ڈالو تو چپل اپنے ساتھ رکھو اور کھوپڑی پر چپل مارو کہ کس بے دردی سے دیکھتے ہو، یہ اللہ کے ساتھ غداری ہے کہ نہیں؟ اگر گناہ نہیں چھوڑتے تو حق تعالیٰ کی نعمتیں کیوں کھاتے ہو؟ سب نعمتوں کو چھوڑ دو، اگر ہم گناہ نہیں چھوڑ رہے ہیں تو ہمارا یہ کھانا شریفانہ کھانا نہیں بے حیائی کا کھانا ہے۔

وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ کی نرالی شرح

کیونکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کی شرح لکھی ہے کہ یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہمیں کھانا کھلایا ہے، پانی پلایا ہے اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ ہم شریفانہ کھا رہے ہیں کیونکہ آپ نے ہم کو مطیع وفرماں بردار بنایا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَیْ مِنَ الْمُوَحِّدِیْنَ وَ الْمُنْقَادِیْنَ فِیْ جَمِیْعِ اَمْرِ الدِّیْنِ آپ نے ہمیں تمام اُمورِ شریعت کا پابند بنایا ہے اب ہم مطیعانہ، شریفانہ، فرماں برداری اور شرافت کے ساتھ کھا رہے ہیں ورنہ غیر شریفانہ کھانا ہوتا۔ مجھ کو ایاز کے واقعہ سے اتنا سبق ملتا ہے جب میں سوچتا ہوں کہ آہ ایاز نے کیا جواب دیا کہ اے مہترانِ نامور، اے معزز وزیرو! تم مجھ کو کافر بنا رہے ہو کہ میں نے موتی توڑ دیا۔ بتاؤ، بادشاہ نے کیوں حکم دیا تھا کہ اس کو توڑو۔

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گُہر

شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی تو جس وقت آپ سڑکوں پر ہوں اس آیت کا مراقبہ کریں اور اس شعر کو سامنے رکھیں کہ اللہ نے ہم کو غضِ بصر کا حکم دیا ہے اب یہ حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ مرنے والی لاشیں؟ جو غضِ بصر کے حکم کو توڑ کر ان حسین موتیوں کو دیکھتے ہیں تو اگر ان پر ابھی لقوہ گر جائے یا فالج گر جائے اور ان کا چہرہ خوفناک جغرافیہ والا بن جائے تو پھر اپنی طبیعت سے بھاگتے ہیں حکمِ الٰہی سے نہیں بھاگتے، کیا حال ہے ہمارے ایمان کا، اللہ ہمارے حال پر رحم کردے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو معاف کردے، کوئی مستثنیٰ نہیں ہم سب اس میں شامل ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو دعا دو کہ اللہ اس شخص کی قبر کو نور سے بھر دے کہ جس نے ایسے پیارے انداز سے امت کو غضِ بصر اور باطل خداؤں سے صرفِ نظر کرنا سکھایا۔

اللہ سے دعا کرو کہ یا اللہ! ہم ان حسینوں پر نظر انداز نہ ہوں اور اللہ کے حکم کو نظر انداز نہ کریں پھر دیکھو ایسا چین اور ایسا سکون ملے گا کہ میں ایک لاکھ قسمیں کھاتا ہوں کہ جس دن ان حسینوں سے نظر بچانے پر آپ کو کنٹرول حاصل ہو جائے گا قلب کو اتنا سکون ملے گا، اتنی بہار ملے گی کہ گھاس کا ایک ایک تنکا اور پہاڑ کا ایک ایک ذرہ اور سبزہ و چاند اور سورج اور آسمان و زمین اور سمندر کا ہر قطرہ آپ کو توحید کا جام و مینا معلوم ہوگا۔ ان حسینوں کے گال، بال، ان کے مال اور ان کی پنڈلی اور ان کی ران یہ سب ہمارے لیے حجابات ہیں اور اتنے بڑے حجابات ہیں کہ انسان اِن مردہ لاشوں میں پھنس کر اپنے اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ سوچو اس بات کو کہ یہ کتنا بڑا نقصان ہے جس لیلیٰ کی وجہ سے انسان خالقِ لیلیٰ سے محروم ہو جائے ایسی لیلیٰ کو لات مارو اور عاشقِ مولیٰ بنو، یہ حسین آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے، مولیٰ ہی کام آئے گا۔

میں ان لوگوں سے ایک سوال کرتا ہوں جو کہتے ہیں کہ صاحب نظر بچانے میں بڑی مشقت ہے اور اس سے بچنا بہت مشکل ہے تو میں کہتا ہوں کہ اللہ ہم سب کو سلامت رکھے لیکن اگر اللہ کسی کے کوئی مرض پیدا کر دے، نظر بازوں پر خدا فالج گرا دے یا گردے میں درد پیدا کر دے یا گردے بیکار ہو جائیں تو بتایئے چارپائی پر پڑے ہگ رہے ہیں اُس وقت میری تقریر کی قدر ہوگی، مسٹنڈے لوگ سمجھتے ہیں کہ ارے ابھی تو ہم میں خوب طاقت ہے، اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، ہم بھی مانگیں اور سب ایک دوسرے کے لیے دعا کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

سلاؤس کی بلند پہاڑی پر جس وقت حضرت والا یہ بیان فرما رہے تھے

بہت حسین منظر تھا، پورے آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا اور ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی اور پہاڑی سلسلہ بہت خوبصورت معلوم ہورہا تھا، اس وقت دو بج رہے تھے، حضرت والا نے فرمایا کہ اب واپس چلنا چاہیے، کل سفر بھی کرنا ہے۔

۲۸؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۶؍ستمبر ۱۹۹۳ء، بروز جمعرات بمقام سینٹ پال، عثمان پٹیل صاحب کے مکان پر بیان

آج کراچی روانگی کا دن تھا اور حضرت والا عموماً روانگی کے دن دعوت قبول نہیں فرماتے لیکن عثمان پٹیل صاحب کئی دفعہ درخواست کر چکے تھے کہ حضرت والا ان کے یہاں کھانا تناول فرمائیں لیکن بوجوہ مصروفیت اس کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے حضرت والا نے فرمایا کہ آج عثمان پٹیل کے یہاں ناشتہ کریں گے، ان کا دل خوش ہوجائے گا چنانچہ حضرت والا سینٹ پیئر سے سینٹ پال تشریف لائے اور یہ بیان فرمایا جو قارئین کے پیشِ نظر ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَقَالَ تَعَالٰی مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَ قَالَ تَعَالٰی مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکاً

اس وقت تین آیات پڑھی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے نمبر۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا جو میرے لیے مشقت اُٹھاتا ہے اور مجھ کو تلاش کرتا ہے میں ضرور اس کو مل جاتا ہوں اور میں اس کو کیسے ملتا ہوں؟ لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اس کے لیے بے شمار راستے کھول دیتا ہوں تاکہ وہ صحیح اور سیدھی راہ اختیار کرکے ہم سے ملاقات کرلے۔ سُبُلْ جمع ہے سبیل کی اور اللہ کا جمع غیر محدود ہوتا ہے جبکہ بندوں کا جمع محدود ہوتا ہے۔ فِیْنَا کی چار تفسیر ہیں:

(۱)اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا جولوگ مجھ کوخوش کرنے کے لیے ہر قسم تکلیف اُٹھاتے ہیں اور میری خوشی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں کہ کیا عمل کرلوں کہ میرا اللہ خوش ہوجائے ابتغائے مرضات اس کا نام ہے یعنی اللہ کی مرضیات تلاش کرنا اور اس مقصد کے لیے اللہ والوں کو تلاش کرنا جیسے کوئی امرود کا عاشق ہے تو امرود والے کو تلاش کرے گا لہٰذا جو اللہ کا عاشق ہوتا ہے وہ اللہ والوں کو تلاش کرتا ہے۔

(۲)اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِیْ نُصْرَةِ دِیْنِنَا جولوگ اللہ کے دین کی مدد اور نصرت کے لیے اور دین کو پھیلانے کے لیے مشقت اُٹھاتے ہیں۔

(۳)اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا جو اللہ کے احکام کو بجالانے کے لیے ہر تکلیف اُٹھاتے ہیں۔

(۴)اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی الْاِنْتِهَآءِ عَنْ مَّنَاهِیْنَا جو اللہ کی نافرمانی اور گناہ سے بچنے میں ہر قسم کی تکلیف اٹھاتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے خدا مصر کی جو عورتیں مجھے برے راستے کی طرف بلارہی ہیں اس کے مقابلہ میں آپ کی رضا کے لیے قید خانہ مجھے احب ہے، قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ، یَدْعُوْنَ جمع نازل ہوا ہے اس پر بنگلہ دیش میں ایک عالم نے اِشکال کیا کہ جب زلیخا واحد تھی یعنی گناہ کی دعوت اکیلی عورت دے رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یَدْعُوْنَ جمع کیوں نازل فرمایا ؟ میں نے اس کا جواب ان کو دیا کہ چونکہ مصر کی تمام عورتیں یوسف علیہ السلام سے سفارش کررہی تھیں کہ اے یوسف تم زلیخا کی بات مان لو اور اس کے ساتھ نعوذ باللہ وہ کام کرلو جو یہ چاہتی ہے تو برائی کا مشورہ دینے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اُسی درجہ میں رکھا جس درجہ میں گناہ کرنے والی عورت تھی، گناہ کے کام کا مشورہ دینے والیوں اور سفارش کرنے والیوں کو اللہ تعالیٰ نے اُسی

عورت کے ساتھ شامل کردیا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو گناہ کا راستہ بتائے گا وہ بھی گناہ کرنے والے کے ساتھ شامل ہے۔اس لیے یدعون نازل فرمایا دوسری عورتیں چونکہ سفارش کررہی تھیں، یوسف علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کررہی تھیں کہ راضی ہوجاؤ، کیوں انکار کررہے ہو؟ لیکن جانِ یوسف نے عاشقانہ اعلان کیا کہ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ اے خدا! تیرے راستے میں تکلیف اُٹھانا اور تجھ کوخوش رکھنا اور اپنے نفس کوحرام خوشی سے بچانا اور اگر اس راستے میں مجھ کو قید خانہ بھی ملے تو مجھے احب ہوگا۔میں نے الٰہ آباد میں علماء ندوہ کے سامنے یہ عرض کیا کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی شانِ محبوبیت ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنے پیارے، اتنے محبوب ہیں کہ جب ان کے راستے کے قید خانے احب ہوتے ہیں تو ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے، دیکھیے کیسا عنوان ہے، الحمدللہ رب العٰلمین۔

تو جو اللہ کے راستے میں چار قسم کی کوشش کرے گا (۱) اللہ کی رضا اور خوشی تلاش کرے گا (۲) اس کے دین کی مدد کرے گا، اس کے دین کو پھیلائے گا، دین پھیلانے والوں کی مدد کرے گا، جان مال عزت وآبرو سے ان کا ساتھ دے گا (۳) جو اللہ کے تمام احکام کو بجالائے گا (۴) اور جو گناہ سے بچے گا۔ بعض لوگ وظیفہ بہت پڑھتے ہیں لیکن کوئی عورت سامنے آجائے پھر دیکھو تسبیح درجیب نگاہ برحسین، تسبیح جیب میں رکھی اور عورت کو دیکھ رہا ہے، میں نے اس کا نام تسبیح درجیب رکھا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ تقریر کو مزے دار بنادیا یہ بھی اللہ کا احسان ہے ورنہ آدمی گھبراجاتا ہے کہ کون جائے وہاں ہم بور ہوجاتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ میں آپ کو بور نہیں کروں گا اور بوری تنگ بھی نہ ہونے دوں گا۔

دوسری آیت جو میں نے تلاوت کی تھی اس کی تفسیر یہ ہے کہ جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کرے تو اللہ تعالیٰ لام تاکید بانون ثقیلہ سے اعلان کررہے

ہیں کہ اے دنیا والو! میری بات بہت وزنی ہے، بانون ثقیلہ ہے، حرفاً، لفظاً اور ظاہراً لہٰذا خوب سمجھ لو کہ میں اس کو بالطف حیات دوں گا، اس کی زندگی مزے دار ہو جائے گی، جو ہم سے دوستی کرے گا، ہم کو خوش کرے گا اور گناہ سے بچے گا وہ بہت مزہ پائے گا۔ بتاؤ لطفِ حیات کس کے قبضہ میں ہے؟ زندگی کو خوش رکھنا کس کے قبضہ میں ہے؟ تو جس کے اختیار میں خوشی ہے وہ خالقِ خوشی ہے، خوشی کو پیدا کرتا ہے، اس کا وعدہ ہے کہ جو مجھ کو راضی کرے گا، مجھ کو آسمان پر خوش رکھے گا میں اس کو زمین پر خوش رکھوں گا اور جو مجھ کو ناراض کرے گا تو ساری زمین میں جہاں جاؤ گے میری ہی حکومت ہے، دنیا کا سیاسی مجرم ہندوستان میں جرم کر کے ری یونین میں آسکتا ہے، پاکستان کا مجرم امریکہ بھاگ سکتا ہے لیکن اللہ کا نافرمان کہیں پناہ نہیں پا سکتا، جہاں بھی جائے گا زمین خدا کی ہے جہاں جائے گا آسمان خدا کا ہے ایسی مملکت کی حدود سے کہاں بھاگو گے؟ لہٰذا اس آیت کو سوچ لو میرے پیارے دوستو! محض اضافۂ علم کی نیت سے میری بات مت سنو، بلکہ درد بھرے دل سے کہتا ہوں کہ بتاؤ بالطف زندگی چاہتے ہو یا عذاب کی زندگی چاہتے ہو؟ خوش رہنا چاہتے ہو یا پریشان رہنا چاہتے ہو؟ تو خوشی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ مجھے خوش کرو، نیک عمل کرو، گناہ سے بچو پھر ہم تم کو خوش رکھیں گے، اگر تم اپنی حرام خوشیوں کا انتظام کرو گے تو تم کمزور ہو میرے عذاب کا مقابلہ نہیں کر سکتے، تم چاہتے ہو کہ عورتوں کو دیکھ کر خوشی حاصل کریں، زِنا سے بدمعاشی سے، شراب سے خوشی حاصل کریں تو یاد رکھو کہ تم خوشی کے خالق نہیں ہو، خوشی کا خالق میں ہوں، میں تمہیں اسبابِ نافرمانی اور حرام خوشیوں کی سزا میں وہ عذاب دوں گا کہ تمہیں نانی یاد آجائے گی۔ اب آپ کہیں گے کہ نانی یاد آنے کا کیا مطلب ہے؟ پہلے زمانے میں جب ماں بچہ کو مارتی تھی تو بچہ نانی سے شکایت کرتا تھا کہ نانی! دیکھو آپ کی بٹیا ہم کو مار رہی

ہے، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر ہم کو اماں سے کوئی چھڑا سکتا ہے تو وہ اس کی اماں ہے، میری تو اماں یہ ہے اور اس کی اماں وہ ہے، تو کہتا تھا نانی دوڑو دیکھو تو آپ کی بٹیا ہم کو مار رہی ہے، آج اس محاورے کا پتہ چلا کہ نانی یاد آنے کی صحیح تعریف اختر نے بیان کردی۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مفت میں نہیں ملے گی، اس کے لیے مجاہدہ کرنا پڑے گا، اگر بلا تکلیف حلوہ کھا کے خدا چاہتے ہو تو بین الاقوامی احمق ہو کیونکہ خدائے تعالیٰ قرآن میں فرما رہا ہے کہ بغیر مجاہدہ و تکلیف کے ہم کسی کو اپنا نہیں بناتے۔ اور دوسری آیت میں اعلان ہے کہ اگر خوشگوار زندگی چاہتے ہو، بالطف حیات چاہتے ہو تو اللہ کو راضی کرو، گناہوں میں لطف تلاش کرنے والا اُلّو، نالائق اور بین الاقوامی گدھا ہے کیونکہ خدا تو فرما رہا ہے کہ نیک عمل کے ذریعہ اگر مجھ کو خوش کرو گے تو میں تمہاری زندگی بالطف بنادوں گا اور تم حرام خواہشوں کے ذریعہ اپنے لطف کا خود انتظام کررہے ہو، اور تیسری آیت یہ ہے کہ جو شخص گناہوں کے ذریعہ حرام خوشیاں درآمد کرے گا، اپنا دل گناہوں سے اور لعنتی خوشی سے خوش کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی زندگی کو تلخ کردوں گا، وہ ساری زندگی نہایت پریشان رہے گا۔ واللہ! قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جو بھی کسی عورت کو دیکھتا ہو یا گناہوں میں مبتلا ہو اس کے سر پر قرآن رکھ کر پوچھو اگر وہ مومن ہے تو یہی کہے گا چین نہیں ہے، پریشان ہوں، اگر کافر ہے تو اس سے یہ کہو کہ تجھے زمین و آسمان کے خالق کی قسم دیتا ہوں بتا تو چین سے ہے یا نہیں؟ اس وقت ساری دنیائے رومانٹک پریشان ہے کیونکہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایمان اور مذہب کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر بھی بری ہیں جیسے زِنا کرنا بین الاقوامی طور پر برا سمجھا جاتا ہے، کسی عورت سے چھیڑ چھاڑ کرنے کو کافر بھی سمجھتے ہیں کہ یہ کام اچھا نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان حلالی ہونے کی بجائے

انٹرنیشنل لمیٹیڈ فرم کا حرامی ہو جاتا ہے۔ آپ بتائیں! ایک عورت سے دس آدمی زِنا کریں گے تو اس کا نطفہ صحیح رہے گا؟ اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ کیسی ہوگی، حرامی ہوگی یا نہیں؟ لہٰذا انگریز جو بڑے ترقی یافتہ بنتے ہیں انہیں مُلّا ہونے کی حیثیت سے میرا چیلنج ہے کہ اپنے حلالی ہونے کا ثبوت پیش کریں، وہ خود دیکھتے ہیں کہ اس کی ماں سے کتنے مرد زِنا کرتے ہیں، جب انگریز بالغ ہوتا ہے تب سمجھ آتی ہے کہ میری اماں کے پاس یہ لوگ کیوں آتے ہیں، اسی لیے اس کے دل میں ماں باپ کی محبت نہیں ہوتی، یورپ امریکہ میں جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو انہیں فارمی مرغیوں کی طرح شہر سے باہر اولڈ ہاؤس میں پھینک دیتے ہیں اور سال میں ایک دفعہ کیک وغیرہ لے جاتے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ ہماری رگوں میں میرے باپ کا خون نہیں ہے، پتہ نہیں میرے باپ کتنے ہیں، یہ انگریز جو کہتے ہیں کہ مسلمان کچھ ترقی یافتہ نہیں تو تم حرامی بن کر کیا ترقی یافتہ ہو؟ تمہارا تو منہ اس قابل نہیں ہے کہ تم ہم سے بات کرو، ہمارا اسلام تو کہتا ہے کہ خبردار کوئی کسی عورت سے زِنا نہ کرے تاکہ انسان حرامی نہ ہو۔ اگر کوئی پوچھے کہ شریعت نے زِنا کو کیوں منع کیا ہے تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے زِنا کو حرام کر کے ہم کو حرامی ہونے سے بچالیا، بتایئے! اللہ نے احسان فرمایا یا نہیں؟ لیکن بے وقوف قسم کے لوگ یہی کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی سانڈ کی طرح ہوتے جس گائے کو دیکھتے اس کی طرف لگ جاتے، تو اس کا علاج کیا ہے؟ ان کی عقل ماری ہوئی ہے، اسلام کے ہر قانون میں میں حسن ثابت کر سکتا ہوں، شریعت کا کوئی قانون ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی عزت اور آبرو کا تحفظ نہ فرمایا ہو مثلاً شراب ہی کو لے لیں، شراب پینے کے بعد آدمی گالیاں بکتا ہے، عقل ٹھیک نہیں رہتی، ماں کے ساتھ زِنا کر لیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، جب ان کافروں کو دیکھو کہ راستے میں چما چاٹی کر رہے ہیں، بدمعاشی

کررہے ہیں یا کسی بھی بری حالت میں ہیں تو یہ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ ابھی ابھی مجھے دو شعر اور ایک واقعہ یاد آگیا جس کو سنا کر تقریر ختم کروں گا۔

ایک تارکِ سلطنت بادشاہ کا واقعہ

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا اس کو اللہ کی محبت میں اتنا مزہ آیا کہ سلطنت چھوڑ دی اور دوسرے ملک جا کر مزدوری کرنے لگا، دن میں چہرہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے اور رات میں عبادت کرتے تھے، ہر مزدور سوچتا تھا کہ پتہ نہیں یہ کیسا مزدور ہے جو ہر وقت چہرے پر نقاب ڈالے رہتا ہے، ایک دن تیز ہوا چلی تو نقاب اُڑ گیا اب مزدوروں نے دیکھا تو بادشاہ کا سا چہرہ تھا، بادشاہوں کا چہرہ چھپ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اقبال عطا ہوتا ہے، اب سب مزدوروں نے کہا کہ یہ مزدور نہیں ہے، یہ تو بادشاہ لگتا ہے، یہ خبر اس ملک کے بادشاہ کو بھی ہوگئی جس ملک میں یہ مزدوری کرتا تھا، بادشاہ تحقیقِ حال کے لیے دوڑا ہوا آیا کہ پتہ نہیں کیا مصیبت آنے والی ہے، کہیں یہ ہمارے ملک میں جاسوسی کرنے تو نہیں آیا، مزدوروں سے پوچھا کہ وہ نقاب والا کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا تو کہا کہ تم سب لوگ یہاں سے چلے جاؤ، سب مزدوروں کو ہٹا دیا اور اس کو بلا کر پوچھا کہ تم اپنے چہرہ پر نقاب کیوں ڈالے رہتے ہو؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو کہا کہ دیکھو میں اس ملک کا بادشاہ ہوں، یہاں میرا اختیار چلے گا، اگر تم کسی باہر کے ملک سے آئے ہو تو میرا قانون ماننا پڑے گا اور یہ نقاب ہٹانا ہوگا، اس نے مجبوراً نقاب ہٹا دیا جب بادشاہ نے اس کے چہرہ کو دیکھا تو کہا کہ جناب آپ مزدور نہیں ہیں، آپ تو کسی ملک کے بادشاہ معلوم ہوتے ہیں، آپ کو بتانا پڑے گا کہ آپ کون ہیں اور یہاں مزدوری کیوں کررہے ہیں؟

اُس نے صحیح صحیح بتا دیا کہ میں فلاں ملک کا بادشاہ ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت میں میں نے اپنی سلطنت چھوڑ دی، سلطنت چھوڑنے کا سبب سلطنت کا شور وغل اور فتنہ ہے، پورے ملک کا انتظام میرے ذمہ تھا، مجھ کو وہاں موقع نہیں ملتا تھا کہ میں اللہ کو یاد کروں لہٰذا میں اس ملک میں آیا تھا کہ غریبوں میں رہوں گا، مزدوری کرکے کھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کروں گا، میں چاہتا تھا کہ مزدوری کرکے تنہائی میں، جنگل میں اللہ اللہ کروں، اپنے رب کو یاد کروں لیکن آپ نے یہاں بھی مجھے پکڑ لیا، اب یہاں بھی عبادت کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اس بادشاہ سے کہا جو اینٹیں بنا رہا تھا کہ آپ مجھے بہت بڑے ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ سلطنت چھوڑنے والا معمولی ولی اللہ نہیں ہوتا لہٰذا ؎

پیشِ ما باشی کہ بختِ ما بود

جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

اے بادشاہ! آپ نے خدا کی محبت میں سلطنت چھوڑی ہے، آپ میرے ساتھ چلیے اور میرے سامنے رہیے تاکہ میں آپ کی زیارت کرتا رہوں، یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔ آپ کی ملاقات سے میری جان مارے خوشی کے سو جان ہو جائے گی۔ آپ معمولی شخصیت نہیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں سلطنت چھوڑ دے وہ معمولی انسان نہیں ہوتا، وہ سارے انسانوں کا سلطان ہوتا ہے۔ آپ چلیے! میری سلطنت آپ کے حوالے ہے، میرے تختِ شاہی پر آپ بیٹھیں گے، میں آپ کے سامنے غلاموں کی طرح دست بستہ رہوں گا ؎

ہم من و ہم ملکِ من مملوکِ تو

اے بہ ہمت ملک ہا متروکِ تو

میں اور میری سلطنت آپ کی غلام ہیں۔ آپ کو خدا نے ہمت کا وہ عالی مقام عطا فرمایا ہے کہ آپ ایک ملک نہیں لاکھوں سلطنتیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں

قربان کر سکتے ہیں، آپ بہت بڑے ولی اللہ ہیں، سلطنت چھوڑنا آسان کام نہیں ہے، سلطنت کے لیے الیکشن ہوتے ہیں، باپ بیٹے کو قتل کرتا ہے بیٹا باپ کو، آپ کا اللہ سے اتنا تعلق ہے کہ آپ نے سلطنت چھوڑ دی، آپ کی عظمت اور ہمتِ عالیہ کی میرے قلب میں اس لیے قدر ہے کہ اللہ کے عشق و محبت میں دنیا آپ کی نگاہوں سے گر چکی ہے اور سلطنتِ ہفت اقلیم بھی اگر آپ کو ملے تو آپ اس کو ٹھکرا دیں گے۔ اس لیے میں آپ کا غلام ہوں کیونکہ آپ تارکِ سلطنت ہیں اور میں عاشقِ سلطنت ہوں ۔ میں آپ کے مقام کو کیا سمجھ سکتا ہوں ۔ چلیے آپ میرے تختِ سلطنت پر بیٹھیے میں آپ کا غلام بنوں گا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر تارکِ سلطنت بادشاہ نے اُس بادشاہ کے کان میں اللہ کی محبت کی کیا بات کہہ دی کہ وہ بھی سلطنت چھوڑ کر فقیری لینے کو بے چین ہو گیا۔

اسی طرح سلطان ابراھیم بن ادھم کو جب جنگل میں آسمانوں سے کھانا آیا تو سارا جنگل خوشبو سے مہک گیا۔ اسی جنگل میں ایک مجذوب دس برس سے عبادت کر رہا تھا، وہ گھاس چھیلتا تھا، اس نے اللہ میاں سے سودا کیا تھا کہ اگر آپ مجھے چٹنی روٹی بھیج دیا کریں تو میں کیوں گھاس چھیلوں، اس میں وقت ضائع ہوتا ہے، اتنی دیر بھی آپ کی عبادت کیا کروں۔ اللہ نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اس کے لیے دس سال سے چٹنی روٹی آ رہی تھی۔ جب سلطان ابراھیم بن ادھم نے سلطنت چھوڑ کر اس جنگل میں عبادت شروع کی تو غیب سے بریانی آئی اور سارا جنگل بریانی کی خوشبو سے مہک گیا تب اس مجذوب نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے اللہ! میں دس سال سے آپ کا عاشق اور دیوانہ ہوں اور آپ مجھ کو چٹنی روٹی بھیجتے ہیں اور کل ایک نیا شخص آیا ہے اس کے لیے آسمانوں سے بریانی آ گئی، یہ کیا بات ہے ؎

وہ عاشق کل ہوا میں ہوں ترا دیوانہ برسوں سے

آسمان سے آواز آئی او بے ادب خاموش! تو نے میرے راستہ میں چار آنہ کی ایک کھرپی اور آٹھ آنہ کی گھاس رکھنے کی ایک ٹوکری قربان کی اور جس کو میں نے بریانی بھیجی ہے اس نے سلطنت مجھ پر قربان کی ہے۔ جتنی جس کی قربانی اتنی میری مہربانی، اس نے سلطنت دی اور تو نے بارہ آنے دیئے، تو کیسے برابری کرسکتا ہے اس شخص کی جو مخمل کے گدے پر سوتا تھا، اسے وزیروں کی سلامی ملتی تھی اور پھر اس نے مجبوراً ملک نہیں چھوڑا کہ کسی ملک نے حملہ کردیا ہو بلکہ محض میرے نام پر آدھی رات کو سلطنت فدا کردی۔ جب سلطان ابراھیم بن ادھم آدھی رات کو گدڑی پہن کر بادشاہی لباس اُتار رہے تھے تو سوچو اُس وقت کیا عالم ہوگا، اس کا نقشہ میں نے اپنی مثنوی کی شرح ''معارفِ مثنوی'' میں کھینچا ہے ؎

جسمِ شاہی آج گدڑی پوش ہے
جاہِ شاہی فقر میں روپوش ہے

بادشاہ کا نازک جسم خُدا کی محبت میں آج گدڑی پہن رہا ہے اور عزتِ شاہی لباسِ فقیری میں تبدیل ہورہی ہے ؎

الغرض شاہِ بلخ کی جانِ پاک
ہوگئی جب عشقِ حق سے دردناک
فقر کی لذت سے واقف ہوگئی
جانِ سلطاں جانِ عارف ہوگئی

یعنی جب ان کا دل اللہ تعالیٰ کے دردِ محبت سے بھر گیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر اپنی محبت کی بارش کردی اور یہ اللہ والے ہوگئے، عارف باللہ ہوگئے۔ اس کا مزہ ان روحوں سے پوچھو جنہیں اللہ ملا ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ جب اللہ مل جائے گا ساری بادشاہت بھول جاؤ گے، جب خالقِ آفتاب دل میں آئے گا تو سورج کی روشنی کو بھول جاؤ گے، جب خالقِ چاند دل میں آئے گا تو جزیرۃ القمر

بھول جاؤ گے، جب سمندر کا خالق دل میں آئے گا تو سمندر اور سمندر کی موجیں تمہیں ادنیٰ سی چیز معلوم ہوں گی، غرض جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آئے گی تو ساری دنیا نگاہوں سے گر جائے گی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سینکڑوں بادشاہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سلطنت ترک کر چکے ہیں۔ اللہ کی محبت کا مزہ جس کے منہ کو لگ گیا سلطنت کا عیش اس کے دل میں سرد ہو گیا۔ اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بادشاہوں نے سلطنت ترک کر کے فقیری لے لی لیکن اس کی ایک بھی مثال نہیں کہ کسی صاحبِ نسبت ولی اللہ نے اپنی ولایت ترک کر کے بادشاہت لے لی ہو۔ اس مضمون کو احقر نے یوں نظم کیا ہے ؎

بہت سے سلاطیں ہوئے گھر سے بے گھر　　دلوں میں جب اُن کے کیا عشق نے گھر
مزہ اُن کو آیا وہ اُس سنگِ در پر　　کہ پایا فقیری کو شاہی سے بہتر

محبت میں بازی جو ہارا نہیں ہے
وہ دل سب کا ہو پر تمہارا نہیں ہے

زندگی ایک دن ختم ہونے والی ہے، ہم سب لوگ قبروں میں جانے والے ہیں، مولوی ہو، پیر ہو، امام ہو جلدی جلدی اللہ کو یاد کر کے وہاں کی سلطنت بنالو، پھر موقع نہیں ملے گا، ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ اس لیے جلدی جلدی اپنی روح میں اللہ کی محبت کا گودام بنالو، اللہ کو خوب یاد کرو مگر شیخ کے مشورہ سے اس لیے کہ بغیر ڈاکٹر کے مشورہ کے خود کتاب دیکھ کر کیپسول کھاؤ گے تو مرو گے، ایک دن ایک کیپسول کھایا دوسرے دن دوسرے ڈاکٹر کی کتاب دیکھی کہ فلاں کیپسول سے اتنے وٹامن ملتے ہیں اور اتنی طاقت آتی ہے، اس لیے ایک معالج بنالو، اگر مرید ہونے کا تقاضا نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ مرید ہونا فرض بھی نہیں ہے، لیکن اصلاح فرض ہے اس لیے ایک مشیر بنالو، کسی سے مشورہ کر لیا کرو، یہ بات اس لیے بتا دی تا کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ ان کا کام تو مرید سازی ہے حالانکہ

میں تو کہتا ہوں کہ جس کو مجھ سے مناسبت نہیں وہ کسی اور شیخ کو تلاش کرے۔

تو یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ ہم سب کو ایک دن قبر میں جانا ہے پھر نہ مدرسہ کام آئے گا نہ پیری مریدی کام آئے گی لیکن اگر اللہ قبول فرمالے تو سب ٹھیک ہے اور اگر قبول نہیں ہوا تو سمجھ لو کہ یہ ساری چکر بازی پیٹ کے لیے کی ہے۔ اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اِخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق دے اور ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائے۔ یا اللہ! جن بزرگوں کا قصہ اختر نے سنایا، اُس سلطانِ وقت نے جس نے آپ پر سلطنت قربان کی اُس کے صدقے میں اے اللہ ہم سب کو جذب فرما اور ایسا ایمان و یقین عطا فرما کہ اختر اور میرے گھر والے اور میرے احباب اور ان کے گھر والے ہم سب کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں، یا اللہ! دونوں جہان کی عافیتیں نصیب فرمادے، یا اللہ! ہر غم کو خوشی سے بدل دے، ہر پریشانی کو عافیت سے تبدیل فرمادے، یا اللہ! بیماری کو صحت سے تبدیل فرمادے، تنگ دستی کو غنا سے تبدیل فرمادے، یارب العٰلمین غفلت کو ذکر سے تبدیل فرمادے، یارب العٰلمین فاسقانہ حیات کو تقویٰ والی حیات سے تبدیل فرمادے، یارب العٰلمین عامیانہ زندگی کو اپنے خواص اولیاء کی حیات نصیب فرمادے، یا اللہ ہماری دنیا بھی بنادے آخرت بھی بنادے، آمین۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

شرعی پردہ کی تاکید

اس کے بعد ناشتہ کے لیے دسترخوان لگایا گیا اور ناشتہ کے بعد حضرت والا

نے یہ دعا پڑھی:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ﴾

اور ارشاد فرمایا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دعا میں وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ کے دو معنیٰ ہیں اَیْ مِنَ الْمُوَحِّدِیْنَ وَ الْمُنْقَادِیْنَ فِیْ جَمِیْعِ اَمْرِ الدِّیْنِ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہم کو توحید نصیب فرمائی کہ ہم مشرک نہیں ہیں، اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہیں، نظر کی حفاظت کرتے ہیں، یہ نہیں کہ گھر میں نامحرم عورتوں میں گھسے جارہے ہیں۔ سب خیال رکھو اس بات کا ورنہ قیامت کے دن مقدمہ چل جائے گا، جس گھر میں نامحرم عورتیں، خالہ زاد، پھوپھی زاد، بھابھی، سالی، ممانی، چچی وغیرہ ہوں تو بغیر اجازت کے مت گھسو، پہلے پردہ کراؤ کہ میں آرہا ہوں، اول تو گھر میں گھسنے کی ضرورت ہی کیا ہے، اگر کسی مرد کو کھانا پکانے کا سلیقہ ہے تو بھی وہ نامحرم عورتوں میں گھس کر ہرگز نہ پکائے کہ لایئے بھابھی جان آپ کے لیے کھانا پکادوں اب چمچہ بھی چلارہے ہیں اور بھابھی سے گفتگو بھی ہورہی ہے بلکہ ان سے یہ کہلوادیں کہ اگر آپ کو میری خدمت چاہیے تو یہاں سے ہٹ جائیں یا باورچی خانہ گھر کے باہر بنایئے۔ آپ حضرات میرے یہاں کبھی تشریف لائیں تو دیکھیے گا کہ تو باورچی خانہ بالکل باہر ہے کہ کسی عورت کا سایہ بھی نہیں پڑسکتا ہے، تو باہر پکا کر کے اندر بھجوادو، نیکی کی نیکی ہوگئی تقویٰ کا تقویٰ ہوگیا۔ یہ رواج عام ہے، میں نے اپنے دیہاتوں میں دیکھا ہے کہ خالو صاحب حقہ لیے اندر چلے آرہے ہیں اور ساری عورتیں وہاں سردی میں لکڑیاں جلا کر سینک رہی ہیں، خالو صاحب سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ نفس کا بہت خطرناک مرض ہے، جب نفس کچھ نہیں پاتا تو پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر حسن کا اوس چاٹتا ہے، اگر نظر سے مزہ نہ آتا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدنظری کو آنکھوں کا زِنا کیوں فرماتے؟ بخاری شریف کی روایت ہے:

﴿زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ﴾

بری نظر سے عورتوں کو دیکھنا آنکھوں کا زِنا ہے، نفس کو مزہ آتا ہے تب ہی تو اسے زِنا قرار دیا گیا اور اس عملِ بد کی وجہ سے حلاوتِ ایمانی سے محروم رہے گا، اس کو کبھی عبادت کا مزہ نہیں آئے گا، یہ ظالم کیا ایمان کی مٹھاس پائے گا۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ خالو سے بھی پردہ ہے تو میں نے کہا بھئی اس بھالو کو نکالو یہ کہاں گھسا چلا آرہا ہے، خالو بروزن بھالو، ریچھ کو اُردو میں بھالو کہتے ہیں، بڑی مشکل سے انہیں نکالا گیا۔ بدنظری کی عادت پڑی ہوئی ہے، نظر سے نفس مزہ لیتا رہتا ہے جسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نیک اعمال کرنا ایسا ہے جیسا کہ گنا چوسنا اور گناہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے کوئی منہ سے گنا چھین رہا ہو، دیکھیے اس سے کیسی لڑائی لڑتا ہے۔

بدنظری کے گناہ کو لوگ آج کل گناہ نہیں سمجھتے بلکہ اگر کوئی یہ گناہ نہ کرے تو اسے خشک سمجھتے ہیں یعنی ناپسندیدہ عناصر میں اس کا شمار ہوتا ہے، اگر یہ کسی گھر جائے اور بھابھی سے بات نہ کرے اور خالہ کی بیٹیوں سے گفتگو نہ کرے کیونکہ ان سے پردہ شرعاً فرض ہے تو کہتی ہیں کہ بھائی کیسے آئے کہ باہر ہی باہر سے چلے گئے، بھیا نے تو ہمارا حق ادا ہی نہ کیا، بھیا ہم کو بالکل بھول گئے حالانکہ اس بیچارہ نے تقویٰ سے، اللہ کے خوف سے اپنے کو باہر رکھا، جس کے دل میں خدا کو راضی کرنے کا داعیہ پیدا ہو جائے وہ سارے زمانے سے نہیں ڈرتا۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اور زمانے سے ڈرنا بھی نہیں چاہیے کہ زمانہ کیا کہے گا، حضرت مفتی شفیع

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو مفتی اعظم پاکستان تھے ۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

ہم زمانہ ساز ہیں، زمانہ سازی ہمارے اختیار میں ہے۔ زمانہ ہمیں نہیں بناتا، ہم زمانہ بناتے ہیں، تو تقویٰ برباد کرنے کا شیطان نے ایک طریقہ یہ نکالا کہ جہاز میں بیٹھے ائیر ہوسٹس سے گفتگو کررہے ہیں کچھ لطیفہ سنا کے ہنسا دیا اب جو وہ اس کے لطیفہ پر ہنس گئی تو یہ سمجھا کہ میں کامیاب ہوگیا حالانکہ ظالم خدا کے غضب میں آگیا ہے، دوسرے کو ہنسا کر اپنے رونے کا انتظام کررہا ہے، ان لطیفہ گولوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ اتنا ہی لطیفہ بیان کرو، اتنا ہی ہنساؤ جتنا تمہیں رونا نہ پڑے، جھوٹے لطیفے سنا کر دوسروں کو ہنسا رہے ہیں۔ بتائیے! ائیر ہوسٹس کو ہنسانے سے تمہیں کیا ملے گا؟ وہ تو سوری کہہ کر چلی جاتی ہے اور دل میں یہ کہتی ہوگی کہ کوئی مسخرا ہے، ایسے لوگوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی، ہاں اگر کوئی باوقار انداز میں اپنی سیٹ پر بیٹھے ہوتے ہیں، نظر بچا کر رکھتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں تو وہ بھی سوچتی ہے کہ یہ کوئی اللہ والا ہے۔

دورانِ گفتگو یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی چوٹ اور محبت کا زخم اگر بھرنے لگے تو فوراً کسی اللہ والے کے پاس جاؤ، اس کی آہ وفغاں سنو تاکہ پھر خدا کی یاد میں تمہارے زخم ہرے ہوجائیں۔

ایئرپورٹ پر حدیث شریف کا درس

فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَ اِنَّ مَا لَهٗ مِنْ مَّالِهٖ ثَلَاثٌ مَآ اَكَلَ فَاَفْنٰی اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاقْتَنٰی وَ مَا سِوٰی ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّ تَارِكُهٗ لِلنَّاسِ﴾

(صحیح مسلم، کتابُ الزھد، ج: ۲، ص: ۴۰۹)

انسان کا مال تین قسم کا ہے جو کھالے، جو پہن لے اور جو اللہ کی راہ میں دے دے، باقی سب پیچھے رہ جانے والوں کا ہے۔ جو مال کھالیا پیٹ میں چلا گیا، رات کو امپورٹ کیا صبح کو لیٹرین میں ایکسپورٹ کردیا اور وہ فنا ہوگیا اور جو پہن لیا وہ ایک دن پرانا ہوجائے گا البتہ جو تم نے اللہ کے راستے میں خرچ کردیا آپ کو مرتے ہی وہ مل جائے گا باقی سب چھوٹ جائے گا اور تم اس کو دوسروں کے لیے چھوڑ دو گے، جس وقت جنازہ قبر میں اُترتا ہے تب کاروبار، مکان، ٹیلفون، قالین کچھ کام نہیں آئے گا سوائے نیک اعمال کے۔ اس لیے یہ تین جملے میں پوری دنیا میں نقل کرتا ہوں ؂

جس جہاں سے ہمیشہ کو جانا
اور کبھی لوٹ کر پھر نہ آنا
ایسی دنیا سے کیا دل لگانا

سمجھ رہے ہیں جناب! جو مر کے گیا کبھی واپس آیا؟ جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا لیکن دنیا میں جلدی جلدی اللہ کی محبت کمالو، جتنا ہوسکے دین پر اپنی جان، مال خرچ کرو، جس کے پاس جو ہو وہ دین پر لگانے سے دریغ نہ کرے۔ جس دین پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ نبوت بہا ہو اس دین کی خدمت ومحنت کا حق نہ کوئی عالم، نہ کوئی پیر، نہ کوئی مال دار ادا کرسکتا ہے، اللہ کا یہ دین اتنا معظم ہے کہ اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک بہا ہے، کروڑوں روپیہ بھی خرچ کردیں تو بھی حق ادا نہیں ہوسکتا، ہم اپنی ایک لاکھ جان، ایک کروڑ جان خدا پر فدا کردیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے دین کا حق ادا نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ کے دین پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک طائف کے بازار اور احد کے دامن میں بہا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ خونِ نبوت سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز ہے؟

مُردوں کو ایصالِ ثواب کی تلقین

ایک صاحب جن کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا ان کی رعایت سے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے مُردوں کے لیے بدنی عبادت مثلاً نفل نماز یا قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر بخشنے کا بھی ثواب پہنچتا ہے لیکن اگر ان کے لیے کچھ مال صدقہ جاریہ وغیرہ میں لگایا جائے تو اس کا ثواب زیادہ ملتا ہے لہٰذا افضل یہی ہے کہ ماں باپ کے لیے کچھ مال اللہ کے نام پر دیا جائے، ایسا صدقہ جاریہ بدنی عبادت سے افضل ہے، اس کا ان کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے اور حکیم الامت فرماتے ہیں کہ میں روزانہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر اپنے ماں باپ کو بخشتا ہوں، آپ لوگ بھی کم از کم تین بار قل ھو اللہ پڑھ کر اپنے والدین کو بخش دیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی روزانہ تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر بخشتا ہوں لیکن اس میں کسی کو شریک نہیں کرتا، ماں باپ کو بھی شریک نہیں کرتا کیونکہ بادشاہ کو جو تحفہ دیا جاتا ہے اس میں کسی پبلک کو شریک نہیں کیا جاتا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنے کے بعد پھر تین مرتبہ اپنے ماں باپ کو، تین مرتبہ جملہ امتِ مسلمہ کو پڑھ کر بخشتا ہوں۔

دل کی سختی دور کرنے کا انجکشن

جس کے دل میں سختی ہو، آخرت کی یاد میں کمی ہو اور نماز میں دل نہ لگتا ہو دنیا کی محبت میں پھنسا ہوا ہو اس کو ایک انجکشن بتا رہا ہوں، روزانہ یہ انجکشن لگانا چاہیے اور وہ انجکشن امریکہ سے نہیں آئے گا، نہ کنیڈا سے آئے گا نہ لندن سے آئے گا، وہ انجکشن ہر وقت آپ کے پاس ہے، آنکھ بند کی اور یہ مراقبہ کرلیا کہ

ایک دن قبر میں اُترنا ہے، جب جنازہ قبر میں اُترے گا تو کتنی دنیا آپ کو سلامی دے گی؟ کتنی تعریف ہوگی؟ کتنا بینک بیلنس جائے گا؟ کتنی بلڈنگ لے جاؤ گے؟ کتنے ٹیلی ویژن، قالین اور ٹیلی فون قبر میں جائیں گے؟ بس اس مراقبہ کا ایک منٹ کا انجکشن کافی ہے پھر ان شاء اللہ آپ کو سارے عالم میں اللہ ہی اللہ یاد آئے گا، دنیا ہاتھ میں ہوگی، جیب میں ہوگی لیکن دل میں خدا ہوگا۔

ہر شر سے بچنے کا وظیفہ

بسم اللہ شریف کے ساتھ تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف، تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الناس صبح فجر کے اور شام مغرب کے بعد پڑھیں تو ان شاء اللہ کسی جادو کا اثر نہیں ہوگا۔ یہاں سنا ہے عیسائی لوگ جادو کرادیتے ہیں، ہندوؤں سے بھی لوگ جادو کرادیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو تینوں قل تین تین مرتبہ صبح شام پڑھے گا تو یہ وظیفہ تمہارے لیے ہر شے کے لیے کافی ہے تَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اس کی شرح محدثین نے کی ہے اَیْ تَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ شَرٍّ وَ تَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ وِرْدٍ یعنی جتنے وظیفے پڑھتے ہو اگر کسی دن کچھ نہ پڑھ سکو تو یہی پڑھ لو، یہ کافی ہو جائے گا اور ہر شر یعنی جادو شیاطین وغیرہ سے ان شاء اللہ حفاظت رہے گی اور چلتے پھرتے یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم پڑھتے رہیں، کبھی کبھی یا کریم بھی پڑھ لیا کریں ان شاء اللہ یا کریم کی برکت سے نالائق بھی مہربانی سے محروم نہیں رہے گا۔

کریم کی تعریف

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتقال کے وقت یا کریم یا کریم کہتے ہوئے اللہ کے پاس چلے گئے۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں کریم کی تعریف لکھتے ہیں اَلْکَرِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا

بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَ الْمِنَّۃِ کریم وہ ذات ہے جو ہم پر بغیر صلاحیت و اہلیت و قابلیت کے مہربانی کردے، ہم میں کچھ قابلیت نہیں ہے، نالائق ہیں لیکن پھر بھی اللہ ہمیں اپنی رحمت سے نوازش کردے۔ کریم کی دوسری تعریف ہے اَلْکَرِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ الْمَسْئَلَۃِ وَ لَا وَسِیْلَۃَ جو ہم پر فضل کرے وسیلہ کے بغیر، سوال کے بغیر تو بہت سی نعمتیں آپ کو اللہ تعالیٰ بغیر مانگے عطا فرماتے ہیں۔ کریم کی تیسری تعریف ہے اَلْکَرِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَلَا یَخَافُ نَفَادَ مَاعِنْدَہٗ کریم جتنا بھی دے اس کو اپنا خزانہ ختم ہونے کا خوف نہیں ہوتا کہ میرا خزانہ ختم ہوجائے گا، اللہ کا سب خزانہ غیر محدود ہے۔ کریم کی چوتھی تعریف ہے اَلْکَرِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ یعنی کریم وہ ہے جو ہماری تمناؤں سے زیادہ دے، آپ اللہ سے جتنا مانگیں گے خدا اس سے بھی زیادہ دے گا۔

الحمدللہ! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں خیریت سے آپ لوگوں کے پاس سے اپنے گھر واپس جارہا ہوں۔ یہاں آپ لوگ رو رہے ہیں اور وہاں لوگ واپسی کی خوشی میں ہنس رہے ہیں۔ دنیا اسی کا نام ہے، کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے، ہنسنا رونا دنیا میں ساتھ ساتھ ہے، کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا وہاں لوگ ہنس رہے ہیں، کسی کے ہاں کسی کا انتقال ہوا وہاں لوگ رو رہے ہیں۔ ایسے ہی جس وقت ہم یہاں آئے تھے آپ لوگ خوش ہوئے اور واپسی کے وقت کہہ رہے ہیں کہ دنوں کا پتہ ہی نہیں چلا اور یہاں مزید پندرہ دن رہنے کے لیے کہہ رہے تھے لیکن اب میرے اندر تحمل نہیں ہے اور کراچی میں بھی انتظار ہو رہا ہے۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے اس خانقاہ کو بہت ترقی دی، میرے خلیفہ مولانا داؤد اس کو سنبھالے ہوئے ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ ری یونین کے مفتی اعظم اور فاضل دیوبند کے دل میں اللہ نے نیک گمان ڈالا اور وہ میرے ہاتھ پر داخلِ سلسلہ

ہوئے، اسی طرح سے وہاں اور بھی کئی علماء داخلِ سلسلہ ہوئے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ بہرحال جو کام ہوا وہ میری امیدوں سے زیادہ تھا، اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، فخر کی کوئی بات نہیں، فخر کی بات اس لیے نہیں کہ پتہ نہیں یہ قبول بھی ہے کہ نہیں، جب تک قبولیت کا یقینی علم نہ ہو فخر کرنا اور اپنی واہ واہ کرنا احمقانہ حرکت ہے، ہاں جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں گے تب ہم یہ شعر پڑھیں گے ؎

میری خوشی کی آج کوئی انتہا نہ تھی
جب سے خبر ملی کہ مجھے معاف کردیا

لہٰذا اعمال پر خوشی تو ہے اور شکر بھی ادا کر رہا ہوں لیکن اکڑفوں اور واہ نہ آئے بلکہ آہ آہ رہے کہ اے اللہ! اپنے فضل سے سب کچھ قبول فرمایئے اور کوتاہیوں کو معاف فرمایئے، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بڑے بڑے علماء داخلِ سلسلہ ہوئے۔ الحمد للہ! اس سے بہت خوشی ہوئی، عوام کا رجوع بھی بے شک نعمت ہے لیکن علماء کا رجوع تو بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ ان کے ذریعہ سے دین کا مال آگے بڑھتا ہے، جو عالم اللہ والا بن جائے، صاحبِ نسبت ہوجائے تو اس کی برکت سے سلسلہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ بہرحال جزیرہ ری یونین میں الحمد للہ ایک مہینہ میں بہت کام ہوا۔ موریشس میں چار دن تک مساجد میں مسلسل بیانات ہوئے، موریشس کا یہ پہلا سفر تھا، لیکن ری یونین میں جو کام ہوا اس پر اللہ تعالیٰ کی بہت شکر گذاری کی، دل خوش ہوگیا۔ بڑے بڑے علماء جب بیعت ہوئے تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جیسے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بڑے بڑے علماء بیعت ہوئے تو جب کوئی بڑا عالم مجھ سے بیعت ہوتا ہے تو میں حاجی صاحب کی تاریخ

کا کچھ عکس اپنے اندر دیکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ سب میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم، مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کا صدقہ ہے، ان کی نگاہیں اختر پر پڑی ہیں، گو اختر کچھ نہیں لیکن جب ایک ولی اللہ شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر دہلی میں ایک کتے پر پڑ گئی تو وہ کتا تمام کتوں کا پیر بن گیا، تمام کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے تو اختر پر شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پندرہ برس تک نظر پڑی اور پھر کتنے برسوں سے حضرت شاہ ابرار الحق صاحب کی نظر پڑ رہی ہے اور جوانی کے آغاز میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑتی رہی، ان بزرگوں کی نگاہوں کا فیضان دیکھ رہا ہوں کہ آپ لوگ یہاں جمع ہیں، آپ مجھے یہاں محبت سے جو دیکھ رہے ہیں تو کسی نے ہم کو محبت سے دیکھا ہے اس کی وجہ سے آپ سب محبت سے دیکھ رہے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے، بزرگوں کے پاس جانے کی توفیق بھی خدا تعالیٰ کا کرم ہے، اللہ والوں کے پاس جانے کی توفیق اسی وقت ہوتی ہے جب اللہ کا کرم ہوتا ہے۔ ری یونین میں ایک اور بزرگ عالم جو یہاں کے علماء کے استاد ہیں داخلِ سلسلہ ہو گئے تو علماء اور دوسرے لوگ بہت خوش ہوئے۔ جب کوئی مرید اپنے شیخ کے ہاتھ پر بڑے بڑے علماء کو بیعت ہوتے دیکھتا ہے تو اس لیے خوش ہوتا ہے کہ اب یہ میرا پیر بھائی بن گیا، قیامت کے دن ضرور کچھ ہمارے لیے سوچے گا، میرے شیخ کے ہاتھوں پر جب بڑے بڑے علماء بیعت ہوتے تھے تو مجھے خوشی ہوتی تھی۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگوں کا دل بھی نہایت خوش ہو رہا ہوگا۔

یہاں سمندر کے ساحل پر اور پہاڑوں کے دامن میں میں نے زیادہ وقت

گذارنے کی کوشش کی، سمندر کے ساحل اور پہاڑوں کا دامن یہاں ساتھ ساتھ ہیں یہ خاص بات ہے، عجیب نظارے ہیں ؎

پہاڑوں کا دامن سمندر کا ساحل
یہی ہیں میری آہِ دل کے منازل

میرے عشق کے منازل، میری آہ کے منازل کا روٹ سمندر کا ساحل اور پہاڑوں کا دامن ہے، دیکھو روٹ کا لفظ استعمال کر رہا ہوں، آج کل لوگ کہتے ہیں کہ بس کا روٹ یہ ہے، تو میری آہ کا روٹ انہی علاقوں سے گذرتا ہے اور یہ ذوقِ نبوت ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت حاصل ہونے سے پہلے غارِ حرا میں جانے کی توفیق ہوئی، جب خلوتوں میں اللہ کو یاد کرنے کی توفیق ہو جائے تو پھر سمجھ لو کہ کچھ ملنے والا ہے، اب نبوت تو نہیں ملے گی مگر ولایت مل جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جس طرح آغازِ نبوت خلوت کی عبادت سے ہوئی ایسے ہی اللہ تعالیٰ جس کو ولی اللہ بنانا چاہتے ہیں تو تنہائی میں اس کو رونے کا اور اللہ کو یاد کرنے کا اور مناجات کا مزہ ملنے لگتا ہے کیونکہ مقامِ ولایت نبوت کے راستے کا ایک ادنیٰ غلام ہے، تو غلام اگر آقا و مالک کے راستے سے نہیں گذرے گا تو کبھی مقبول نہیں ہو سکے گا۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی راستے سے نبوت عطا ہوئی کہ پہلے آپ کو پہاڑ کے دامن میں، غارِ حرا میں عبادت کا ذوق پیدا ہوا۔ اسی لیے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

یہ ہے اہل اللہ کی سلطنت ؎

دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّۂ دردِ غم تیرا دونوں جہاں سے کم نہیں

اگر اللہ تعالیٰ کا غم کوئی چیز نہ ہوتی تو سلطان ابراهیم ابن ادھم نے سلطنت کیوں لُٹائی ؟ کیا وہ پاگل ہوگئے تھے کہ سلطنت چھوڑ دی یا کچھ پا گئے تھے ۔

کچھ پا رہے ہیں شوق سے کچھ کھو رہے ہیں ہم

جب آدمی کچھ پاتا ہے تو پہلے کچھ کھوتا بھی ہے اور جو نامناسب چیزوں کو نہیں کھوتا تو وہ کھوتا ہوتا ہے، پنجاب میں گدھے کو کھوتا کہتے ہیں لہٰذا جو نامناسب چیز کو نہیں کھوتا تو معلوم ہوا کہ وہ کھوتا ہے، اس کی عقل صحیح نہیں ہے، یہ کنکر پتھر نہیں پھینک رہا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے موتی نہیں تلاش کر رہا۔

اور یہاں سمندر کے کنارے جو ذکر ہوا ہے اس کا کیسٹ ضرور میر صاحب سے حاصل کر لیجئے گا، میر صاحب بھی بہت رو رہے تھے، ان کے زور زور سے رونے کی آواز آگئی ہے کیسٹ میں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب پر عجیب وغریب کیفیت طاری فرمائی تھی۔

دعا کرتا ہوں کہ اختر کو، میرے پوتوں اور نواسوں کو، آپ سب کو، آپ کے سب گھر والوں کو اور ہمارے گھر والوں کو اللہ اپنا ولی بنا دے، اے اللہ! ہمیں جذب فرما کر نسبتِ اولیاء صدیقین عطا فرما، یا اللہ! نسبتِ اولیاء صدیقین عطا فرما دے، یا اللہ! نسبتِ اولیائے صدیقین نصیب فرما دے، آمین۔

اس کے بعد جہاز کا وقت ہوگیا اور حضرت والا سلام کر کے لاؤنج میں داخل ہوگئے۔ احقر راقم الحروف اور عبدالعزیز سوجی صاحب ساتھ تھے۔

